سلسلۂ مطبوعات مؤتمر المصنفین (۳۹)

اقتدار کے ایوانوں میں

شریعت بل کا معرکہ

مولانا سمیع الحق

ملک کی تاریخ میں نفاذِ شریعت کی جدّوجہد کا روشن باب، ایوانِ بالا سینیٹ اور قومی سیاست میں نظامِ اسلام کی جنگ، آغاز، رفتارِ کار، صبر آزما مراحل کی لمحہ بہ لمحہ روئیداد اور مستقبل کے لائحہ عمل کے علاوہ خارجہ پالیسی، عورت کی حکمرانی، جہادِ افغانستان اور اہم قومی و ملّی اور بین الاقوامی مسائل پر فکر انگیز گفتگو اور سیر حاصل تبصرے۔

مؤتمر المصنّفین
دار العلوم حقّانیہ ○ اکوڑہ خٹک ○ نوشہرہ
سرحد (پاکستان)

نام کتاب ——— اقتدار کے ایوانوں میں شریعت بل کا معرکہ

افادات ——— حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ

ضخامت ——— ۵۴۷ صفحے

کتابت ——— ابوعثمان محمد لطیف کیلانی حضرت کیلیانوالہ ضلع گوجرانوالہ

پروف ریڈنگ ——— مولانا محمد زمان کلاچوی / مولانا طارق علی شاہ

تاریخ طباعت ——— جنوری ۱۹۹۱ء / جمادی الثانی ۱۱۴۱ھ

پرنٹرز ——— المطبعۃ العربیۃ
۳۰- لیک روڈ - بالمقابل فشی چیمبر پرانی انارکلی - لاہور (پاکستان)

تعداد ——— گیارہ سو (۱۱۰۰)

قیمت ———

ناشر ——— مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔

ملنے کے پتے

کتب خانہ رشیدیہ مدینہ کلاتھ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

مکتبہ مدنیہ ۱۷ اردو بازار لاہور ۲

ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور

مکتبہ سید احمد شہید ۱۰ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور ۲

مکتبہ الفاروق ۱۹ سلطانپورہ روڈ لاہور ۳۹

دارالکتب نزد چونگی ۲ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد)

مکتبہ صدیقیہ مہاجر بازار اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینہ کتاب

پیش لفظ

از مرتب

الحمد لولیہ والصلوٰۃ علیٰ نبیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ المتادبین بآدابہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام کسی خاص علاقہ، طبقہ یا قوم کے لیے نہیں بلکہ تمام نوعِ انسانیت کو جامع اور ہمہ گیر ہے، اسی طرح تاجدارِ ختمِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے جانشین اور ورثاء حضرات علماء بھی کسی خاص نسل یا خاص ملک کے لیے نہیں بلکہ تمام بنی نوعِ انسان کی خدمت کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ علماءِ حق نے ہر دور میں تعلیماتِ نبوت کی روشنی میں انفرادی اور اجتماعی طور پر دنیائے انسانیت کے لیے راہِ ہدایت کے سنگِ میل قائم کیے اور کفر و ظلمت کی فضاؤں میں ایمانی اور روحانی روشنی کے چراغوں کو دوام بخشا۔

خلیفۂ راشد عمرؒ بن عبد العزیز، امام ابوحنیفہؒ، امام احمد بن حنبلؒ، قاضی ابو یوسفؒ، امام شعبیؒ، شیخ عبد القادر جیلانیؒ، شیخ ابن العربیؒ، علامہ ابن تیمیہؒ، امام رازیؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ اور خواجہ اجمیریؒ اپنے زمانہ کے علم و فضل، زہد و تقویٰ، سلوک و تصوف، تدریس، تصنیف و تالیف کے امام رہے مگر اس کے باوجود دینی سیاسیات کے مقتضیات کے مطابق دُنیا کی راہنمائی بھی کی۔ درس و تدریس کے حلقوں اور حجروں سے نکل کر میدانوں کی جادہ پیمائی، حکمرانوں سے نبرد آزمائی، جابر سلاطین کے مظالم پر تنقید اور اصلاح و تدبیر کی مساعی ان کا ایک عظیم کارنامہ، تاریخِ اسلام کا سنہری باب اور ایک اہم رُوداد ہے۔

برصغیر میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی حیثیت اور شخصیت جامع اور ہمہ گیر تھی۔ وعظ و ارشاد، تصنیف و تالیف اور تصوّف و سلوک کے امام ہونے کے باوجود ہندوستان میں سیاسی بدامنی اور قتل و غارت کی بیخ کنی، جماعت کی تنظیم، رجال کار کی تربیّت بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ہندوستان میں اعلاءِ کلمۃ اللہ، علم اور عمل اور سیاست و انقلاب کا گلزار ان ہی کا سجایا ہوا ہے۔ الجزائر کے امیر عبدالقادر، سوڈان کے محمد احمدؒ، امام السنوسیؒ اور سید احمد شہیدؒ سب اسی سلسلہ کی سنہری کڑیاں ہیں۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا رشید احمد گنگوہی، شیخ الہند مولانا محمود الحسن، شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا مفتی محمودؒ، قائد شریعت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ، ان سب حضرات کی دعوت کا مرکز و محور، اخلاص و للّٰہیت، احترام امت، علم و عمل میں سلف صالحین اور اکابر و مشائخ کا کامل اعتماد اور اتباع تھا۔ شاہ ولی اللہ کے تلامذہ ہوں یا سید احمد شہیدؒ کے جان نثار رفقاء، مرکز علم دارالعلوم دیوبند کے روحانی فرزند ہوں یا شیخ الہندؒ کی جمعیۃ کے مخلص ورکر اور علماء، شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے علوم و معارف کے خوشہ چین ہوں یا شیخ لاہوریؒ، حضرت امیر شریعتؒ، مولانا مفتی محمودؒ اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے کاروانِ جہاد کے سالار و راہنما، سب سرفروشی و جانبازی کا تصور لے کر اٹھے اور صحیح تجدید و اصلاح کر کے ایک ایسی صالح اور انقلابی جماعت پیدا کر دی جس کے افراد شمع رسالتؐ کے پروانے اور سنتِ رسولؐ کے نمونے تھے جنہوں نے اپنے خون کے رشتوں اور علاقائی وابستگیوں کو ایمان و محبت، عقیدت و احترام اور اطاعت و جاں سپاری کے رشتوں پر قربان کر دیا تھا۔ ترویج شریعت کی جدّوجہد میں عہدہ و منصب اور قیادت کی تحصیل کی بجائے سپاہی بننے پر اصرار کرتے تھے، انہوں نے وقتی سیاسی ضرورت اور جماعت سازی کی بجائے افراد سازی کو ترجیح

دی۔ وہ روحانی ترقی، باطنی کمال، اسلامی سیاست، مذہبی انقلاب اور نفاذِ شریعت جیسے عظیم مقاصد کے لیے مجاہدے، سرفروشی و جانبازی، جہاد و قربانی، تجدید و انقلاب، فتح و تسخیر کی ضرورت و اہمیت کو جان کر بھی اخلاص و للہیت، روحانی و قلبی قوت، احترام اکابر اور سلف و صالحین کی کامل اتباع کو مقدم سمجھتے تھے۔ جب تک یہی وطیرہ رہا اکبر کے دینِ الٰہی سے لیکر بھٹو شاہی کے سامراج تک برصغیر میں اسلامی اقدار کے تحفظ، سیاسی کردار کے تسلسل اور علماء کی راہنمائی و قیادت کو دوام رہا۔

ایوبی آمریت کے خلاف بغاوت ہو یا ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت، ۱۹۷۷ء کی تحریکِ نظام مصطفےٰ ہو یا ملک میں سیاست و انقلاب کا کوئی مرحلہ، حالات پر علماء حق کا تسلط رہا اور سیاست کی نبضوں پر ان کے ہاتھ رہے۔

پاکستان میں گذشتہ ۴۳ سال خصوصاً ماضی قریب کے ۱۲، ۱۳ سال سے نظام اسلام اور نفاذِ شریعت کے ساتھ باطل قوتوں، مغربی دانشوروں، لادین سیاست دانوں اور نااہل حکمرانوں نے جو معاندانہ رویہ اختیار کیا اور انھوں نے اسلام کے ناقص نظام حکومت کے تاثر اور لادین مغربی جمہوریت کا صور اس بلند آہنگی سے پھونکا کہ خود مسلمانوں کے حکمرانوں اور سیاستدانوں سمیت عامۃ المسلمین کا ایک بہت بڑا طبقہ بھی "سحرِ سامری" سے مسحور ہو کر رہ گیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ اس نقار خانہ میں ہر صدائے احتجاج اور ہر سعئ اصلاح و اعلانِ حق طوطی کی صدا بن کر رہ گئی — بلکہ بدقسمتی سے اچھے اچھے دینی اور خالص مذہبی سیاسی حلقوں میں بھی اس کے پرجوش وکیل اور نقیب پیدا ہو گئے۔

اس خطرناک صورتحال کے خلاف آواز اٹھانا علماء حق کا اوّلین فریضہ، مذہبی و دینی ذمہ داری اور وقت کا بہت بڑا جہاد تھا۔ جابرانہ و آمرانہ نظام حکومت اور ظالم حکمرانوں کی مخالفت کی طرح عام لوگوں اور ملکی سیاست کے ضلالت پر مبنی عمومی رجحان کے خلاف آواز

بلند کرنا بھی افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جابر کے مصداق ہے کہ بعض حالات میں عوامی ذہن اور قومی فیصلہ اور سیاسی فضا اور حالات کا رُخ بھی سلطانِ جابر کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔

برِصغیر کی پارلیمانی تاریخ میں صرف اور صرف قافلۂ علماءِ حق کے سالار اور جمعیۃ علماء اسلام کے پارلیمانی راہنما حضرت مولانا سمیع الحق صاحب اور مولانا قاضی عبداللطیف صاحب کی طرف سے ایوانِ بالا سینٹ میں نظامِ شریعت کے مکمل نفاذ کے سلسلہ میں ایک جامع آئینی خاکہ "شریعت بل" کے نام سے پیش کیا گیا، جسے اولین مرحلہ میں ایوان نے بطورِ ایجنڈا کے منظور کر لیا مگر حکومتوں کے تاخیری حربوں اور منافقانہ رویے کی وجہ سے اسے پانچ سال تک صعب آزما مراحل سے گذرنا پڑا۔ بظاہر یہ مراحل اہلِ اسلام کیلئے حیرت انگیز اور مایوس کن تھے مگر قدرت کو اس کے ذریعہ کچھ اور ہی منظور تھا۔ "شریعت بل" کی حمایت میں کراچی سے خیبر تک اور ملک و بیرونِ ملک عظیم تحریک چلی، اہلِ اسلام نے پھر سے نظامِ اسلام سے مضبوط وابستگی کا اظہار کیا، خوابیدہ جذبات بیدار ہوئے، ولولے تازہ ہو گئے اور یاس و قنوط کے بادل چھٹ گئے۔ اربابِ اقتدار، اہلِ ہویٰ والحاد، روسی و امریکی ایجنٹوں، عیاش و فحاش اور لادین عناصر کی آنکھیں اُس وقت چندھیا گئیں، دینی زوال و اندراس کا خواب دیکھنے والے حواس باختہ ہو گئے جب یادگارِ سلف محدثِ کبیر قائدِ تحریکِ نفاذِ شریعت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ پیرانہ سالی، ضعف و نقاہت کے باوجود اس کی حمایت و منظوری کے لیے میدانِ عمل میں آئے اور متحدہ شریعت محاذ بنا کر اس کے صدر کی حیثیت سے حکومت کی منافقانہ روش کے خلاف اعلانِ جہاد کر دیا۔

تحریکِ نفاذِ شریعت کا آغاز مؤرخہ ۱۳؍جون ۱۹۸۵ء کو نفاذِ شریعت کے مکمل نفاذ کے سلسلے میں ایک جامع آئینی خاکہ "شریعت بل" کے نام سے ایوانِ بالا سینٹ میں پیش

کر دینے سے ہوا۔

جمعیۃ علماء اسلام، متحدہ شریعت محاذ، جہادِ افغانستان، متحدہ سُنی محاذ، اس وقت کے وزیرِ اعظم محمد خان جونیجو کی بلائی ہوئی گول میز کانفرنس، اسلامی جمہوری اتحاد، آل پارٹیز نفاذِ شریعت کانفرنس، تحریک نفاذِ شریعت، مختلف دینی و سیاسی اتحادی محاذوں کے سٹیج سے "شریعت بل" کے نفاذ و منظوری کے کاز کو آگے بڑھایا جاتا رہا —— ایوانِ بالا سینیٹ میں اس سلسلہ میں بھرپور معرکۂ حق و باطل ہوا، بالآخر پانچ سال کی ہنگامہ خیز اور طویل ترین جدوجہد کے بعد (۱۳ مئی ۱۹۹۰ء) کو "شریعت بل" ایوانِ بالا نے متفقہ طور پر منظور کر لیا۔

تحریک کے اصل بانی و محرک اور روحِ رواں سالارِ قافلۂ حق مولانا سمیع الحق مدظلہ ہیں۔ متحدہ شریعت محاذ کی تشکیل ہو یا جمعیۃ علماء اسلام کے مسلکِ حقہ کے تحفظ و ترویج کے مراحل، ناموسِ صحابہؓ کا تحفظ ہو یا رفض و بدعت کے خلاف متحدہ سُنی محاذ قائم کرنے کا مرحلہ، ایم آر ڈی کی تحریک بحالی حکومت پیپلز پارٹی ہو یا مسلم لیگی حکومت کا شریعت بل کے بارے میں منافقانہ اور معاندانہ طرزِ عمل، اسلامی جمہوری اتحاد کی تشکیل اور استحکام کا اقدام ہو یا عورت کی حکمرانی کے خلاف متحدہ علماء کونسل کے قیام اور ملک گیر تحریک کی ضرورت! مولانا سمیع الحق مدظلہ اس میں اصل داعی اور محرک اور مین آف دی گیم کی حیثیت سے بنیادی اور کلیدی کردار ادا کرتے رہے۔

تحریکِ نفاذِ شریعت کی ضرورت، آغاز، مختلف مراحل، مشکلات، صبر آزما راستے، مختلف کردار، قومی و ملکی اور عالمی سطح پر اس کی اہمیت اور ردِ عمل، ملکی سیاست میں اس کے مثبت اور مفید نتائج و ثمرات پاکستان کی تاریخ کا ایک روشن باب ہے جسے کوئی بھی انصاف پسند مؤرخ فراموش نہیں کر سکتا۔ اس سلسلہ کی تفصیلات و جزئیات تو مستقبل کے مؤرخ کا فرض ہے، تاہم اس بات کی شدت سے ضرورت بھی اور کثرت سے علماء و افاضل اور احباب کا تقاضا بھی تھا کہ تحریک کے اغراض و مقاصد اور اہداف اور اس سلسلہ کے تاریخی مسلسل کردار کے صحیح

خدوخال، قائدِ تحریک حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کی مختلف تقاریر، علماء و مشائخ، وکلاء اور عوامی اجتماعات سے خطابات، سینیٹ آف پاکستان میں شریعت بل کے مقدمہ اور قومی اخبارات اور اہم ہفت روزوں کو انٹرویوز کی صورت میں منظرِ عام پر آتے رہے۔ اگر اسے مستقل کتابی صورت میں محفوظ کر لیا جائے تو نفاذِ شریعت کی تحریک کو آگے بڑھانے میں کارکنوں کو علمی و دینی مواد، معلومات اور صحیح راہنما خطوط ملتے رہیں گے۔

پیشِ نظر کتاب احباب و مخلصین کے اسی مخلصانہ مطالبہ کی تکمیل کی حقیر سی کوشش ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کو عام اجتماعات سے خطابات، اخباری بیانات اور انٹرویوز کے علاوہ علماء و مشائخ، جدید تعلیمیافتہ طبقوں، وکلاء، زمانہ حال کے دانشوروں اور مختلف الخیال اہلِ علم و فکر کے سامنے اپنے احساسات و جذبات کی ترجمانی اور اندیشہ ہائے فردا اور خطرات کے اظہار کے جس قدر بھی مواقع ملتے رہے انہوں نے ارتدادی فکر، لادین ذہنیت، مادر پدر آزاد سیاست، دینی اقدار سے فکری بغاوت اور اربابِ حکومت و سیاست کے معاندانہ و منافقانہ طرزِ عمل کا بھرپور تعاقب کیا۔

مولانا مدظلہ کا مجموعہ تقاریر آپ کے سامنے ہے، پڑھتے جائیے تو آپ بھی میرے ساتھ یہ رائے قائم کریں گے کہ مولانا کی تقاریر، خطبات، انٹرویوز اور تمامتر مساعی کا بنیادی ہدف قرآنِ مجید کی تعلیمات کی روشنی ہمیشہ اور اقوامِ عالم کے تاریخی تجربات کی مدد سے نفاذِ شریعت کے ہدف کے حصول اور اسلامی انقلاب برپا نہ ہو سکنے کے حقیقی اسباب کے تلاش کرنے اور اسباب و مسببات میں باہمی ربط پیدا کرنے کی دعوت اور خالص شرعی نقطۂ نظر سے اسلامی انقلاب کی راہ متعین کرنے کی دعوت ہے۔

مولانا نے اپنے سامعین اور مخاطبین میں مایوسی کے بجائے حوصلہ اور ہمت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے اور اسلامی دعوت، خالص اسلامی طرزِ سیاست اور دینی قیادت کا علم ہاتھ میں لے کر شکستہ دل مسلمانوں کو غلبہ اور فتح و نصرت کی نوید

سنائی۔ وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین ہ (الآیۃ)

مولانا نے اپنی تقاریر اور انٹرویوز میں اپنے دل کا سوز، اپنی فکر کا ساز بلکہ اپنا جگر نکال کر رکھ دیا ہے جو ہر لحاظ سے بصیرت افروز اور ایمان پرور ہیں جو موصوف کی علمی و دینی اور سیاسی بصیرت، رائے کی اصابت، ان کی دعوت میں سچائی اور موعظت میں حکمت کا عمدہ مظہر ہیں۔ مولانا سیاست کے خارزار میں آئے مگر ان کا اولین اور آخری ہدف صرف اور صرف غلبۂ حق اور نفاذِ شریعت رہا۔

موصوف کے تخیلات کی دنیا، تمناؤں کا مرکز، تمام تر مساعی کا ہدف، خالص اسلامی طرزِ سیاست کے فروغ اور نفاذِ شریعت کی جدوجہد کا میدان رہا۔ یہی ان کی زبان و ادب، یہی ان کا جلسہ وجلوس، یہی ان کا منشور و پیغام، یہی ان کا پارلیمانی کردار اور یہی ان کا اوڑھنا بچھونا اور یہی ان کا سب سے بڑا اثاثہ اور سرمایۂ حیات ہے ؎

میرا ساز گرچہ ستم رسیدۂ زخم ہائے عجم رہا
وہ شہید ذوقِ وفا ہوں میں کہ نوا میری عربی رہی

ان خطبات اور تقاریر کا تعلق اگرچہ ایسے دور سے ہے جو بظاہر گذر چکا ہے یا گذر جائے گا اور بعض ایسے عوامل، محرکات اور کردار جو بظاہر نظروں سے اوجھل ہو گئے ہیں لیکن ان میں جو باتیں کہی گئی ہیں وہ عالمگیر اور زندہ وجاوید صداقتیں ہیں جو قرآنِ مجید اور انقلابِ محمدیؐ کے عمیق اور تاریخ کے وسیع مطالعہ پر مبنی ہیں۔ وہ حالات جس ذہنی کیفیت، جن تحریکوں، ہنگاموں، حالات، فلسفوں اور حق و باطل کی باہمی کشمکش کا نتیجہ تھے وہ وقتی یا مقامی ہرگز نہیں۔ یہ دورے، یہ حالات اور یہی طریقِ واردات سیاسی پارٹیوں کے رہنماؤں، حکمرانوں اور اربابِ بست وکشاد کے دل و دماغ پر برابر پڑتے رہتے ہیں۔ جن کا رشتہ قرآنِ حکیم اور ایمانی سرچشموں سے کٹ کر مادی فلسفوں اور جماعتی یا شخصی مفادات سے قائم ہو جاتا ہے اُن کا خطرہ کلی تو کجا! جزوی طور پر بھی تا ہنوز

زائل نہیں ہوا ہے، اور نہیں کہا جا سکتا کہ مفاد پرستی اور ابلہ فریبی کی بادِ صرصر کب تک چلتی رہے گی۔ اس لیے اس کی ضرورت سمجھی گئی کہ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کے ان وقیع تقاریر، خطبات اور انٹرویوز کو کتابی شکل میں شائع کر دیا جائے۔

جو قرآنی حقائق اور تاریخی بصائر اس میں پیش کیے گئے ہیں وہ انقلاب اسلامی اور تحریکِ نفاذِ شریعت کے کارکنوں اور بہی خواہانِ قوم و ملت کے سامنے آتے رہیں۔

فان الذکرٰی تنفع المؤمنین ۰

عبدالقیوم حقانی

رفیق مؤتمر المصنفین واستاذ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

۲۶ ربیع الثانی ۱۴۱۱ھ / ۱۵ نومبر ۱۹۹۰ء

اِعتذار

○ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے اقتدار کے ایوانوں میں نفاذِ شریعت کی جنگ، نظامِ اسلام اور غلبۂ حق کی جدوجہد اور ملک میں تنفیذِ دین کے لیے معرکۂ حق کا آغاز مجلسِ شوریٰ میں اپنے بھرپور اور تاریخی کردار سے کیا تھا۔ مجلسِ شوریٰ کے پہلے روز سے اجلاس میں آپ ہی کی ہنگامہ خیز تحریکِ التواء سے تہلکہ مچ گیا تھا اور حکومت کو مجبوراً اجلاس مزید ایک یوم تک جاری رکھنا پڑا۔ آپ ہی کی مساعی سے اُس وقت اہم ترین علمی و دینی اقدار اور اسلامی قوانین کو آئینی تحفظ حاصل ہوا اور ایوانِ شوریٰ گویا اہم علمی و دینی مسائل پر بحث و مناظرہ کی ایک درسگاہ بن گئی تھی ——— ہمیں افسوس ہے کہ اپنے بعض احباب اور بزرگوں کے اصرار کے باوجود بھی مجلسِ شوریٰ میں آپ کا معرکۂ حق، تقاریر اور تحاریک و خدمات کی کوئی چیز بھی اس کتاب میں شریک نہ کی جاسکی کیونکہ مجلسِ شوریٰ میں آپ کی مساعی ایک مستقل عنوان[1] اور ضخیم کتاب کی متقاضی ہیں جنہیں آئندہ کتابی صورت میں منظرِ عام پر لایا جائے گا۔ انشاء اللہ

○ پیشِ نظر کتاب کا زیادہ تر حصہ سینٹ سیکرٹریٹ کی رپورٹوں، تقاریر و خطبات، انٹرویوز پریس کانفرنسوں پر مشتمل ہے۔ اس میں اخبارات کے رپورٹروں اور ناقلین کے سماع و فہم میں تفاوت، مقاصد پر گرفت اور صیغۂ ادا و طرزِ تعبیر میں غلطی کا امکان ہے ——— خود مولانا سمیع الحق مدظلہ کو بھی اپنی شدید مصروفیات کی وجہ سے کتاب پر نظرِ ثانی کا موقع نہ مل سکا۔ لہٰذا ایسی کسی بھی فروگذاشت، غلط فہمی اور طرزِ تعبیر کی غلطی کی اصل ذمہ داری ناقل و رپورٹر کی ہوتی ہے صاحبِ بیان کی نہیں۔ تاہم کسی بھی ایسی فروگذاشت کی اطلاع سے ہمیں مسرت ہوگی اور آئندہ ایڈیشن میں اس کا ازالہ بھی کردیا جائے گا۔ انشاء اللہ

(مولانا) عبدالقیوم حقانی

---

[1] صدر ضیاء الحق مرحوم کی "مجلسِ شوریٰ" کی طرف اشارہ ہے۔

مجھے یا تو قتل کردو، چاہو تو مجھ پر ٹینک چلا دو، ہم شریعت کے بغیر نہیں رہ سکتے

مولانا سمیع الحق

۷ اپریل ۸۸ء کو پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس کے موقع پر علماء کے احتجاجی مظاہرہ کی قیادت کرتے ہوئے مولانا سمیع الحق کا صدر اور وزیر اعظم سے مکالمے کی اخباری جھلکیاں

روزنامہ "جنگ" راولپنڈی ۸ اپریل ۱۹۸۸ء

پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں صدر کے خطاب کی

جھلکیاں

- تلخ و شیریں حقائق کا مرقع
- علماء کا مظاہرہ
- علماء پارلیمنٹ ہاؤس کے سامنے کیسے پہنچے؟
- شریعت بل کے لئے نعرے

اسلام آباد (رپورٹ ...... حنیف خالد ...... طاہر خلیل)

☆...... صدر ضیاء الحق نے جونیجو دور حکومت کے چوتھے پارلیمانی سال کے آغاز کے موقع پر پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں تقریباً دو گھنٹے خطاب کیا جو تلخ و شیریں حقائق کا مرقع تھا۔

☆...... صدر کا خطاب عوام کو درپیش مسائل کی نشاندہی انہیں حل کرنے کے لئے حکومت کی رہنمائی اور مختلف قومی و بین الاقوامی امور کے بارے میں بیش بہا مشوروں سے مزین تھا۔

☆...... صدارتی خطاب کے دوران ارکان پارلیمنٹ بار بار پرجوش انداز میں ڈیسک بجاتے یوں لگتا تھا جیسے صدر ان کے دل کی بات کہہ رہے ہیں۔

☆...... صدر ضیاء الحق کی آمد پر وزیر اعظم جونیجو، چیئرمین سینٹ غلام اسحٰق خان، سپیکر قومی اسمبلی حامد ناصر چٹھہ نے پارلیمنٹ ہاؤس کے صدر دروازے پر استقبال کیا۔

☆...... جونہی صدر بلڈنگ میں داخل ہونے لگے جمعیت علمائے اسلام کے سیکرٹری جنرل اور سینٹ کے رکن مولانا سمیع الحق کی قیادت میں چاروں صوبوں کے علمائے کرام نے شریعت بل کی منظوری کے حق میں نعرے لگانے شروع کر دیئے۔

وزیر اعظم جونیجو ...... مولانا سمیع الحق صاحب! آپ یہ کیا کر رہے ہیں۔

سمیع الحق ...... ہم مجبور ہو کر اس حد تک پہنچ گئے ہیں مجھے یا تو قتل کر دو چاہو تو مجھ پر ٹینک چلا دو ہم شریعت کے بغیر نہیں رہ سکتے۔

صدر ضیاء الحق ...... اب تو جمہوریت ہے قومی اسمبلی میں نواں ترمیمی بل منظور ہو چکا ہے۔

مولانا سمیع الحق ...... صدر اور وزیر اعظم سے استدعا ہے کہ ملک میں نظام شریعت نافذ کریں۔

☆...... قبل ازیں علماء مظاہرین سینٹ و قومی اسمبلی کے ارکان کاروں میں بیٹھ کر پارلیمنٹ کے صدر دروازے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔

☆...... جونہی صدر مملکت آئے اور وزیر اعظم ان کا استقبال کرنے گئے تو چند ہی مظاہرین علماء نے چھوٹے چھوٹے بینر اپنے عماموں اور قمیص وغیرہ کے اندر سے نکال کر بلند کر دیئے۔

☆...... مظاہرین نعرے لگا رہے تھے منافقت بند کرو شریعت بل منظور کرو ورنہ کرسی چھوڑ دو، اسلام کے نام پر برسر اقتدار آنے والو شریعت بل سے فرار اختیار نہ کرو۔

☆...... سوا گیارہ بجے صدر مملکت قومی اسمبلی ہال میں داخل ہوئے تو وزیر اعظم سمیت تمام ارکان پارلیمنٹ تعظیماً کھڑے ہو گئے اس کے ساتھ قومی ترانہ بجایا گیا۔

☆...... تلاوت قرآن پاک کے بعد صدر مملکت نے اسٹیج سیکرٹری کے رسمی اعلان کا کچھ دیر انتظار کیا مگر ہال میں کوئی سٹیج سیکرٹری نہیں تھا اس لئے صدر چند ثانیے بعد خود ہی بسم اللہ کر کے روسٹرم پر جا کھڑے ہوئے۔

☆...... صدر ضیاء الحق نے ابھی تقریر شروع کرنے لگے تھے کہ سینٹ کے رکن قاضی لطیف نے کھڑے ہو کر پوائنٹ آف آرڈر پیش کرنا چاہا اس پر اگرچہ چیئرمین سینٹ اور اسپیکر قومی اسمبلی دونوں موجود تھے مگر دونوں میں سے کسی نے فاضل رکن کو نہ تو بیٹھنے کو اور نہ ہی نقطہ اعتراض پیش کرنے کو کہا۔

صدر ضیاء الحق ...... آج پارلیمنٹ کا مشترکہ سیشن ہے اس کے اندر صدر کے خطاب کے سوا اور کوئی بات کرنا یا سننا قانون کے مطابق درست نہیں (اس پر ہال میں ڈیسک بجائے گئے)

قاضی عبداللطیف ...... جناب صدر! شریعت کے قانون کی بات آپ کے قانون سے بالاتر ہے۔

باب اوّل

شریعت بل، ایک تحریک، ایک تاریخ

نفاذِ شریعت کی جدّوجہد کا ایک روشن باب

شریعت بل

- اسلامی نظام عدل کا ضامن
- جمہور اہلِ سنت کے حقوق کا تحفظ
- ملک کے استحکام اور سالمیت کی ضمانت
- چہروں کے بجائے آئین اور نظام کی تبدیلی کی سنجیدہ کوشش
- نظامِ شریعت کا مکمل نفاذ
- ارکانِ پارلیمنٹ کا فریضہ اور حکومت کی ذمہ داریاں
- شریعت آرڈیننس کا مفصل تجزیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اقتدار کے سب سے بڑے ایوان سینٹ میں

شریعت بل کا مقدمہ

جسے محرکِ شریعت بل مولانا سمیع الحق نے پیش کیا

شریعت بل پر سینٹ میں ایک عرصہ تک عام بحث جاری رہی، ۱۵ فروری ۸۷ء کی شام کو سینٹ میں شریعت بل کے محرک مولانا سمیع الحق نے بحث کی وائنڈاپ کرتے ہوئے جوابی اختتامی تقریر شروع کی کہ آدھ گھنٹہ تقریر کے بعد اجلاس ملتوی ہو گیا۔ اس کے بعد مؤرخہ ۱۵ مارچ کے اجلاس میں اپنی تقریر کو مکمل فرمایا جو دو گھنٹے جاری رہی۔ شریعت بل کی اہمیت، اس کی نظریاتی و اساسی حیثیت، تمام طبقوں کے حقوق کا تحفظ و جامعیت، اس کی فوری منظوری و نفاذ کی ضرورت، اربابِ اقتدار، ارکانِ پارلیمنٹ اور لادین سیاستدانوں کو انتباہ و اتمامِ حجت، قومی راہنماؤں اور عامۃ المسلمین کی ذمہ داری و احساسِ مسئولیت، ملتِ اسلامیہ کا واضح مؤقف اور جمہوری مطالبہ، حکومت کا منافقانہ اور شرمناک کردار اور قومی ضرورت و ملکی سیاست کے دیگر کئی ایک اہم مباحث بھی اس اس میں آ گئے ہیں۔ پارلیمنٹ میں مولانا سمیع الحق صاحب کی ڈھائی گھنٹوں کی یہ تاریخی تقریر نفاذِ شریعت کی جدوجہد میں قافلۂ ولی اللّٰہی کے مساعی کا تسلسل اور برصغیر کی پارلیمانی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ ہے۔ افادۂ عام کے پیشِ نظر سینٹ سیکرٹریٹ کی رپورٹ سے نقل کر کے نذرِ قارئین ہے۔ (عبدالقیوم حقانی)

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ قال اللہ تعالیٰ

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

جناب چیئرمین صاحب میں آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے اس اہم ترین بل پر اظہارِ خیال کا موقع دیا۔ یہ ایک تاریخی بل ہے اور اس کی اہمیت اس بات سے واضح ہو رہی ہے کہ پچھلے تقریباً ڈیڑھ سال سے ایوان کے معزز اور فاضل ارکان اس کے حسن و قبح پر اس کی تردید و حمایت یا مخالفت میں اظہار خیال کرتے چلے آ رہے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ کافی حد تک ارکان نے اس اہمیت اور نزاکت کو محسوس کیا۔ اور موضوع کا جو احترام تھا اس کو بھی ملحوظ رکھا اگرچہ بعض حضرات جوشِ خطابت میں یا احساس کی کمی کی وجہ سے اس موضوع پر احتیاط کا وہ دامن نہ تھام سکے جو اس کا متقاضی تھا۔ یہ موضوع مذہبی اور ایمانی لحاظ سے نہ صرف دنیوی لحاظ سے بلکہ اخروی لحاظ سے بھی بہت دور رس نتائج کا حامل ہے اور اس کے اثرات دنیا میں بھی مرتب ہوں گے اور عالمِ آخرت میں بھی۔ ایسے حساس موضوع پر احتیاط کا دامن چھوڑنا بہت خطرے کی بات ہے۔ اس ملک کے ایک عظیم خطیب سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے بارے میں سنا ہے کہ انہیں ڈیرہ اسمٰعیل خان میں سیرت کے ایک جلسے میں تقریر کے لیے بلایا گیا تھا۔ تو انہوں نے تقریر کے آغاز میں کہا کہ میں ہر موضوع پر تقریریں کرتا رہتا ہوں اور کی ہیں۔ لیکن آج کا

موضوع میرے لیے انتہائی نازک اور مشکل موضوع ہے کیونکہ اس کا سیرتِ طیبہ سے تعلق ہے۔ اگر میں نے کسی سیاسی موضوع پر ایک آدھ لفظ آگے پیچھے کر دیا۔ اور کوئی جملہ ایسا بھی منہ سے نکلا۔ جو خلافِ قانون بھی تھا تو اس پر سال دو مہینہ کی سزا مجھے مل جائے گی۔ لیکن اگر شریعت اور سیرتِ مطہرہ کے موضوع پر ذرا بھی میں نے بے احتیاطی کی اور ایک حرف بھی آداب کے خلاف نکلا تو اس کی سزا جہنم اور خداوند تعالیٰ کی گرفت کی صورت میں مرتب ہو گی۔ اور یہ سزا عطاء اللہ شاہ بخاری برداشت کرنے کی تاب نہیں رکھتا۔

یہاں جہانگیر بادشاہ کی ایک بات یاد آئی ہے۔ اس کا اپنی بیوی کے ساتھ بے پناہ اور والہانہ تعلق تھا ان کی محبت کے قصے بہت مشہور ہیں۔ ایک دفعہ جہانگیر سے اس نے کوئی ایسی فرمائش یا خواہش ظاہر کی جو دینی اور ایمانی لحاظ سے قابلِ پذیرائی نہیں تھی تو جہانگیر نے اس سے کہا کہ ؎

جاناں جاں بتو دادم لیکن ایمان بتو نہ دادم

کہ میری محبوبہ جان تو تمہیں دے چکا ہوں لیکن ایمان تمہیں نہیں دے چکا۔

تو یہ موضوع ایسا ہے کہ ایوان کے ہر ممبر کے جماعتی گروہی نفسانی اور ذاتی خیالات اور وابستگیوں سے بالاتر ہے۔ اس میں ایسے سخت مراحل بھی آ سکتے ہیں کہ ہم اپنے مفادات اپنی پالیسیوں، اپنے حکام اور جس حکومت سے وابستہ ہیں۔ اور ان کی جماعت میں ہیں ان سب سے صرفِ نظر کر کے ایمان، ضمیر اور حق کا ساتھ دینا ہو گا۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اس کا تعلق شریعت سے ہے اور یہ شریعت کیا ہے؟ افسوس آج اس اصطلاح کی بھی تعریفیں ڈھونڈی جا رہی ہیں اور اس کا مفہوم متعین کیا جا رہا ہے۔ شریعت قرآن اور سنت کا اور احکام الٰہی کا دوسرا نام ہے۔ اور یہ ایک بالکل واضح اصطلاح ہے جو چودہ سو سال سے متعارف اور غیر مبہم آرہی ہے اور سمجھی جا رہی ہے۔ بعض اصطلاحات ایسی ہوتی ہیں کہ ان کی تعریفات کو زیرِ بحث لانا خارج از موضوع ہوتا ہے جیسے نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ اور قربانی یہ

ایسے واضح اور قطعی اصطلاحات ہیں اور ان کے معنی واضح طور پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ اور قرآن نے متعین کیے ہیں آج اگر کوئی کہے کہ ایمان کی تعریف کیا ہے اور اس مناظرہ میں پڑ جائے کہ معنی اور تعریف کیا ہے تو لوگ کہیں گے کہ بھائی یہ تو چودہ سو سال سے بالکل واضح اور متعین چیز ہے۔ قرآن وسنت کے احکام، فرائض اور واجبات قرآن وسنت نے یہ سب متعین کیے ہیں۔ جو چودہ سو سال سے امت کے ہاں مسلّمہ چلے آرہے ہیں اس کی تعبیر اللہ کی اصطلاح میں شریعت سے کی جاتی ہے۔ اور یہ اصطلاح اللہ نے مقرر کی ہے، قرآن مجید میں کئی جگہ اس کا ذکر آیا ہے لکل جعلنا شرعۃً ومنہاجا۔ کہ اے رسولؐ صرف آپ کے لیے نہیں بلکہ تمام انبیاء سابقین کے لیے اور ان کے امتیوں کے لیے ہم نے ایک طریق کار اور زندگی گزارنے کے احکام اور قوانین اور ضوابط متعین کر دیئے ہیں۔ احکام اور طریقہ کار بھی متعین ہیں۔ اور سب انبیاء سابقین ان ضوابط اور احکام پر چلتے تھے۔ پھر فرمایا۔ ثم جعلناک علی شریعۃ من الامر۔ اے رسولؐ! میں نے تمہیں بھی ایک واضح شریعت دی ہے اور تجھے اس کا پابند بنایا۔ فاتبعھا، پس اسی طریق احکام اور شریعت کی آپ نے پابندی کرنی ہے۔ پیروی کرنی ہے ولاتتبع اھواء الذین لایعلمون اور جو لوگ شریعت کی حکمتیں، مصلحتیں اور حقیقتیں ان چیزوں کو نہیں سمجھتے یا خواہشات کی وجہ سے اس کو نظر انداز کرتے ہیں۔ ان خواہشات کی پیروی کرنے والوں کا آپ ہرگز ساتھ نہ دیں تو اس اہم ترین موضوع جس کا نام شریعت ہے اور قرآن میں اس کا جگہ جگہ ذکر آیا ہے۔ اس کے بارے میں اس ایوان نے اظہارِ خیال کیا اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کا تعلق پوری طرزِ حیات سے ہے مسلمان کی پوری طرزِ زندگی سے ہے۔

شریعت کی اہمیت

تو اس پر میں بھی اتنا ضرور کہوں گا کہ ہم اس شریعت بل کے لیے جھگڑتے ہیں اور کیوں اتنی جدوجہد ہو رہی ہے اور اس کو کیوں اہم ترین مسئلہ بنایا گیا ہے۔ اس بنیاد یہ ہے کہ جب ہم برصغیر میں غلام ہوئے انگریز آیا اور ایسٹ انڈیا کمپنی نے اپنا قدم جمایا تو اس نے رفتہ رفتہ شریعت کو اس نظام کو اس طریقہ

کار کو مسلمانوں سے چھین لینے کی کوشش کی۔ اس نے نہ صرف ہمیں غلام بنایا بلکہ اس نے انتہائی ظالمانہ کام یہ کیا۔ کہ ہماری عدالتوں سے وہ طریقہ کار جو صدیوں سے مسلمانوں کے ہاں چلا آرہا تھا جو قرآن وسنت اور اس پر مبنی احکام تھے ان تمام قوانین وضوابط کو عدالتوں سے یکسر چھین لیا۔ اس نے تمام انتظامی شعبوں میں اپنا ایک نظام رائج کیا۔ جس پر مسلمان تڑپ اٹھے اور جنگِ آزادی کا آغاز ہوا۔ وہ آزادی کی جنگ کیوں لڑی گئی تھی۔ اس کے لیے ہمیں تاریخ میں پیچھے کی طرف دیکھنا ہو گا۔

سب سے پہلے یہاں حضرت شاہ ولی اللہؒ کے گھرانے سے ان حالات میں انقلابی اقدامات کیے گئے اس وقت کے ہندوستان بھر کے سب سے بڑے عالم اور تمام مکاتیبِ فکر کے مقتدا اور محترم شخصیت شاہ عبد العزیز دہلویؒ نے ایک فتویٰ مرتب کیا۔ اور اس نے اس فتوے سے ثابت کیا کہ اب برصغیر دار الحرب بن چکا ہے اور دار الحرب کے دو وجوہات لکھے۔ ایک وجہ یہ لکھی کہ ہم پر ایک غیر مسلم عیسائی قوت قابض ہو چکی ہے۔ اس سامراجی نظام نے ہم کو غلام بنایا ہے اور کسی بدیسی حکومت کو ہم پر حکومت کرنے کا حق نہیں۔ دوسری بات انہوں نے اپنے فتوے میں یہ لکھی کہ اصل وجہ دار الحرب ہونے کی یہ ہے کہ عیسائیوں نے آکر ہماری عدالتوں سے قرآن و سنت کے جو مستند احکام ہیں وہ سارا نظام ہم سے چھین لیا ہے۔ اور ہم پر اپنے انگریزی قوانین اور ضوابط نافذ کر رہے ہیں۔ اس لیے جب تک ہم عدالتوں میں اس نظام کو واپس نہ لاسکیں گے اور انگریز کو یہاں سے نہیں نکالیں گے تو یہ ہندوستان دار الحرب ہی رہے گا۔

اس کے بعد شاہ عبد العزیزؒ کے گھرانے سے جہاد کا آغاز ہوا۔ یہ عملی جہاد دراصل شریعت اور اس کے نظام کو واپس لانے کے لیے شروع کیا تھا۔ اس کے لیے سب سے پہلے مسلح جہاد کی شکل میں جدوجہد آپ کے سامنے ہے۔

سید احمد شہید کا جہاد بھی نفاذِ شریعت کے لیے تھا

آپ کی نظر تاریخ پر ہے سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسمٰعیل شہید نے اسی مقصد کے لیے

ہندوستان سے ایک طویل سفر کیا۔ بڑی مصیبتوں اور مشقتوں سے دریاؤں اور گھاٹیوں کو عبور کیا۔ ڈیڑھ دو سال میں تمام مراحل طے کر کے برصغیر سے باہر افغانستان تک پہنچے۔ پھر وہاں سے درہ بولان انہوں نے عبور کیا۔ درمیان میں سکھ حکومت تھی وہ براہِ راست نہیں جا سکتے تھے۔ وہ بلوچستان سے ہوتے ہوئے سرحد پہنچے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اسلامی تاریخ میں ماؤزے تنگ کے لانگ مارچ سے بڑھ کر لانگ مارچ موجود ہے۔ اس شریعت بل اس شریعت کے لیے جس کے لیے آج ہم لڑ رہے ہیں۔ سب سے بڑی اور طویل لانگ مارچ جو ماؤزے تنگ کی لانگ مارچ سے بھی بڑی تھی۔ سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور ان کے مجاہدین کی تھی جو دو ڈھائی سال کی محنت مشقت اور تکالیف کے بعد سرحد آئے یہ سب کچھ انہوں نے کیوں کیا اس کا جواب سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسمٰعیل شہید کی دستاویزات، مکاتیب اور برصغیر کے نوابوں، راجاؤں اور جاگیرداروں اور حکمرانوں کو جو خطوط انہوں نے بھیجے ہیں، سے واضح طور پر ملتا ہے سید احمد شہید کے مکاتیب میں یہ بات موجود ہے کہ یہ طویل جنگ محنت اور مشقت اس لیے نہیں ہے کہ میں صرف سکھوں کی ایک ریاست پر قبضہ کر لوں۔ میرا اصل ٹارگٹ نصاریٰ ہیں۔ اور انگریز ہندوستان میں آ کر قدم جما رہا ہے۔ اور جما چکا ہے۔ اس نے ہماری عدالتوں میں ہماری زندگی کے تمام شعبوں سے ہمارا نظام ختم کر دیا ہے۔ اور قرآن و سنت کے اسلامی قوانین اس نے معطل کر دیئے ہیں۔ میں ان احکام کی بالادستی کے لیے سکھوں سے لڑ کر اور ان پر فتح پا کر بالآخر نصاریٰ پر حملہ کروں گا اور جہاد کروں گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ تمام جنگ انگریز کے خلاف نہیں تھی بلکہ انگریز کے قائم کردہ نظام کے خلاف تھی اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب یہ جنگِ آزادی آخر کار فیصلہ کن مرحلہ پر پہنچی اور قیام پاکستان کا نعرہ بلند ہوا تو اس وقت یہ قربانیاں بھی انتہا کو پہنچ گئیں۔ اس وقت بھی نعرہ صرف انگریز کو نکالنے کا نہیں تھا، اگر صرف انگریز کو ملک سے نکالنا مقصود ہوتا تو برصغیر کے مسلمان پاکستان کے لیے اتنی عظیم قربانیاں ہرگز نہ دیتے۔

قیام پاکستان کا نفاذ شریعت کیلئے تھا

وہ متحدہ برصغیر میں ایک سیکولر سٹیٹ
میں رہ کر بھی سفید چمڑی والے انگریز
سے آزادی حاصل کر چکے ہوتے اس کے لیے خون کی ندیوں سے گزرنے کی ضرورت نہ تھی
گھر بار اجاڑ کر پاکستان کے لیے انہوں نے ہجرت نہیں کرنا تھی۔ اس وقت یہ نعرہ لگایا گیا کہ
پاکستان کا معنی کیا لا الہ الا اللہ ہے۔ کہ قیام پاکستان کا مطلب انگریز کو نکالنا نہیں ہے سیکولر سٹیٹ
ہندوؤں کا ہو سکتا ہے۔ الغرض ہمارے سامنے دو مقاصد تھے کہ انگریز بھی نکل جائے اور انگریز
کے اس لعنتی نظام سے بھی چھٹکارا حاصل ہو جائے جو سو ڈیڑھ سو سال سے ہم پر مسلط کیا ہوا
ہے۔ اس لیے قائد اعظم نے واضح طور پر اعلانات کیے۔ خطوط لکھے اور ریاست کو الگ کرنے کے
لیے ہی ایک بنیاد تھی کہ متحدہ ہندوستان میں ایک لادینی اور غیر مسلم نظام سے شاید ہمیں نجات
نہ مل سکے۔ اس لیے مسلمان خود اپنی ایک ریاست بنا کر اس میں قرآن و سنت کی بالادستی قائم
کریں گے۔ ۱۹۴۴ء میں قائد اعظم نے مسٹر گاندھی کو ایک خط لکھا اور اس میں واضح طور پر کہا کہ
ہمارے پاس چونکہ خود ایک ضابطہ حیات موجود ہے۔ اور کہا کہ قرآن ایک مکمل ضابطہ حیات ہے
اور اس میں زندگی کے ہر شعبے کے لیے حتیٰ کہ سیاسی، سماجی، قانون تمدنی اور اخلاقی تمام شعبوں
کے لیے چونکہ قوانین موجود ہیں اس لیے ہمیں ادھر ادھر دیکھنے کی ضرورت نہیں ہو گی اور
سامراجی اور بدیسی نظام سے چھٹکارا پانے کے لیے لاکھوں مسلمانوں نے جان کی قربانی دی
کروڑوں مسلمان در بدر ہوئے۔ اور ملک چھوڑ کر ہندوستان کو خیر باد کہہ کر پاکستان آئے۔ اور
کتنی ہی ماؤں اور بہنوں کی عفتیں اور عصمتیں لٹ گئیں۔ یہ تاریخ کا لازوال اور بے مثال اور
عظیم کارنامہ ہے۔ جس میں کسی مسلمان قوم نے چودہ سو سالہ تاریخ میں کسی نظریاتی مملکت کے
قیام کے لیے یہ قربانی دی اور کہا کہ اس مملکت کا معنی لا الہ الا اللہ ہے۔

جناب چیئرمین صاحب! یہ ساری جدوجہد اور جنگ اسی مقصد کے لیے تھی کہ جب ہم
ایک آزاد ملک حاصل کر لیں گے تو ہم یہاں اسی طرز پر قرآن و سنت کی حکمرانی قائم کریں گے۔

اور انہیں قوانین پہ ہم فیصلے کر سکیں گے۔ اور اسلام کے بہترین معتدل اور عادلانہ نظامِ زندگی پر چل کر مشکلات اور تکالیف سے چھٹکارا حاصل کریں گے۔

آزاد قوم کے لیے غلامانہ قوانین

اور وہ قوانین جو انگریز نے ایک غلام قوم کے لیے بنائے تھے۔ مگر ہوا عجیب معاملہ کہ اتنی قربانیوں کے بعد انگریز تو چلا گیا لیکن جو قوانین ایک قید خانے ایک غلام قوم کے لیے انگریز نے اپنی ضرورتوں مصلحتوں اور سیاسی تقاضوں کے لیے بنائے تھے جس میں وہ ہمیں سختی سے جکڑ سکتا تھا ہمیں شکنجے میں جکڑ سکتا تھا ہمیں آپس میں لڑا سکتا تھا۔ اور ہمیں ہر قسم کی آزادی اور حریت کے اقدامات سے باز رکھ سکتا تھا۔ ان قوانین کو ہم نے ایک آزاد قوم ہوتے ہوئے بھی مضبوطی سے تھام لیا۔ یہاں پاکستان میں اور دنیا کے ہر ملک میں قید خانے کے الگ قوانین ہوتے ہیں۔ قیدی کو ہر حالت میں ان قوانین کو برداشت کرنا پڑتا ہے لیکن جب قیدی آزاد ہو جاتا ہے تو باہر کے قوانین جو آزاد دنیا کے لیے ہوتے ہیں وہ سراسر اس قید خانے کے قوانین کے بالکل برعکس اور مختلف ہوتے ہیں۔ ایسا تو نہیں ہوتا کہ قیدی باہر آکر بھی قیدیوں جیسی زندگی بسر کرے لیکن بدقسمتی سے انگریز نے ایسی چال چلی اور اس نے جاتے جاتے اس نظام کو ایسی ڈگر پر چلانے کے لیے اتنے بھرپور انتظامات کیے کہ ہم نام کے تو آزاد ہو گئے لیکن اٹھارہ سو ستاون اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے آنے کے بعد کسی صورتِ حال میں ذرہ تبدیلی ہم نے گوارہ نہ کی۔

ہم آزاد ہیں یا غلام

تو جناب چیئرمین صاحب آپ سے پوچھتا ہوں کہ ہم اپنے آپ کو ایک آزاد شہری کہلا سکتے ہیں۔ ہم اپنے ملک کو آزاد ملک کہلا سکتے ہیں جس مملکت میں سامراجی دور کا نظام جاری و ساری ہو۔ جس میں تمام تعزیرات، تعزیراتِ انگریز ہوں جس میں وہی حدود و قیود ہوں اور تعلیم کے میدان میں اور تمدن کے میدان میں، سیاست کے میدان میں معیشت کے میدان میں اور خاص کر عدالت

کے میدان میں تمام کے تمام وہی طریقہ کار اور ضوابط ہوں ۔ ہم یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ یہاں سے سفید چمڑی والا انگریز چلا گیا ہے لیکن ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم ایک نظام سے آزاد ہو گئے ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ جب تک یہ عظیم مقصد حاصل نہیں کریں گے دو سو سال میں دی جانے والی تمام قربانیاں رائیگاں رہیں گی۔ ہم ہر سال آزادی کا دن مناتے ہیں لیکن درحقیقت ہم اپنے آپ کو دھوکہ دیتے ہیں۔ درحقیقت ہم اس دن آزاد ہوں گے جب ہم لارڈ میکالے اور لارڈ کرزن کے نظام سے گلو خلاصی حاصل کریں گے اور اسی دن ہمیں حقیقی آزادی منانے کا حق ہو گا۔ جب کہ چالیس سال سے مسلسل ہم نے اسی نظام کو سینے سے لگائے رکھا ہے ۔

چالیس سال میں ہم کہاں پہنچے

اور اس کے نتیجے میں آپ نے دیکھا ہے کہ ہمارے یہ چالیس سال کیسے گذرے ہیں۔

یہ عرصہ مسلسل سیاسی کش مکش اقتدار کی رسہ کشی ایک دوسرے کو اتارنے چڑھانے کی سازشیں کرنے میں گذار ہے۔ اس کے بعد معیشت کے میدان میں کتنا عظیم تفاوت ہے۔ اخلاقی اقدار کی پامالی اور اخلاق باختگی اور اپنی زندگی کے حقیقی مقاصد سے ہم دور ہٹتے چلے گئے ہیں۔ پھر آخر کار یہ ہوا کہ اسلام کا جو رشتہ ہم سب کی قومیتوں کو جسد واحدہ بنا کر رکھ سکتا تھا۔ جس رشتے کی وجہ سے برصغیر کے پورے مسلمانوں نے لازوال قربانیاں دیں اس وقت نہ کسی نے یہ کہا کہ میں سندھی ہوں یا پٹھان ہوں یا یوپی والا ہوں۔ مگر وہ رشتہ بھی کمزور ہوتا گیا کیونکہ جب نظام انگریزی تھا تو یہ نظام ہمیں ڈنڈے کے زور سے غلام بنا کر رکھ سکتا تھا۔ لیکن بحیثیت نظام کے وہ ہمیں ایک رشتے میں نہیں جوڑ سکتا تھا تو ملک کا ایک بازو ٹوٹ گیا اور اس کے بعد لسانی اور گروہی عصبیتوں کا ایک طوفان اٹھا اور اب ایسے عفریت نے منہ کھولا ہوا ہے جو ہمیں ہڑپ رہا ہے تو یہاں یہ تمام سیاسی بحران پیدا ہوئے اور پھر خدا اور رسول ؐ کے تصور سے عاری ایک نظام ہو گا تو اس سے انسان مادہ پرست بن جاتا ہے پوری قوم مادہ پرستی کی طرف چالیس سال سے رواں ہے اسی کے نتیجہ میں رشوت کا دور دورہ ہوا۔ اس کے نتیجے میں سمگلنگ لاوٹ

اور چور بازاری کا بازار گرم ہوا اسی کے نتیجہ میں مہنگائی انتہا کو پہنچنے لگی۔ ہر شخص نے یہ تصور کیا کہ اب حلال حرام کا تصور تو ہے نہیں بقول اکبر الہ آبادی ؎

چند دن کی زندگی ہے کوفت سے کیا فائدہ
کھا ڈبل روٹی کلرکی کر خوشی سے پھول جا

وہی تصور چھا گیا کہ راتوں رات دولت حاصل کرو۔ امیر بنو اس کے لیے حلال و حرام کی سب حدود پامال کر دو یہ قوم اب بالکل ایک مادہ پرست قوم بن چکی ہے۔ وجہ یہی ہے کہ ہمارے سامنے اپنا کوئی نظام نہیں رکھا گیا جو ہمیں اللہ اور رسولؐ کا تصور دیتا جو ہمیں ڈراتا۔ ہمیں اس پر چلاتا اور ہم اس کی برکات سے محفوظ ہوتے۔

قرار داد مقاصد کی اساس جناب چیئرمین صاحب! قیام پاکستان کے فوراً بعد ۱۹۴۹ء میں یہ کوششیں دین چاہنے والے علماء کرام لوگوں اور عام لوگوں کی طرف سے شروع ہوئیں کہ ہم اس گاڑی کا قبلہ درست کریں اور اس کے لیے بڑی زبردست جدوجہد علامہ شبیر احمد عثمانی کی قیادت اور سرکردگی میں ہوئی جو پاکستان کے بانیوں میں سے تھے۔ اور جس نے بہت سی قربانیاں اپنوں اور پرایوں سے جھگڑ جھگڑ کر دی تھیں۔

انہوں نے ایک منظم تحریک چلائی کہ اس حکومت کے بنیادی خدوخال اور بنیادی راہِ عمل اور خطوط طے ہوں۔ اسی سلسلے میں ۱۹۴۹ء میں قیام پاکستان کے بعد قرار داد مقاصد کی شکل میں ایک مقدس دستاویز مرتب کی اور اس کے منوانے کے لیے کوشش کی۔ جسے بالآخر انہوں نے اس وقت کے حکمرانوں سے منوالیا۔ اس طرح انہوں نے اس ملک کا قبلہ متعین کرایا۔ مگر بدقسمتی سے اس کی روشنی میں کوئی قانون سازی نہ ہوئی۔ قرار داد مقاصد کی بنیاد یہی تھی کہ ہم نے جب آزاد ملک حاصل کیا ہے تو یہاں ساورنٹی حاکمیت اعلیٰ خداوند تعالیٰ کی ہوگی۔ ہم رب العالمین کے طے کردہ حدود اور جو راستے ہیں۔ جو طریقے ہیں ان کے اندر رہتے ہوئے اپنی حکمرانی جو کہ اللہ تعالیٰ کی ایک امانت ہے۔ اس کو استعمال کرتے رہیں گے مگر اسکے بتائے ہوئے حدود کو پامال نہیں کریں گے اور

حاکمیت خداوندی کے تقاضے

حاکمیت اعلیٰ حقیقتاً اللہ تعالیٰ ہی کی ہو گی۔ اس لیے کہ مسلمانوں کے لیے یہ ایمان کا تقاضا ہے کہ مسلمان کبھی اپنے آپ کو اصل حکمران نہیں کہہ سکتا۔ اس کی حاکمیت خلافت کی حاکمیت ہوتی ہے۔ امانت کی حاکمیت ہوتی ہے اور فیصلے اس نے انہی احکام کے تحت کرنے ہیں جو حاکم مطلق ہے اس کے لیے متعین اور واضح کر دیئے ہیں اس لیے کہ اس کے سامنے یہ آیات ہوتی ہیں :-

وَمن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الفاسِقُون

وَمن لم یحکم بمَا انزل اللہُ فاولئک ھم الظالمُون

وَمن لم یحکم بِمَا انزل اللہ فاولئک ھم الکافرُون

اور فرمایا ان الحکم الا للہ اور فرمایا الا لہ الخلق والامر اور فرمایا للہ الامر

ان آیات میں اور ایسی بے شمار سینکڑوں آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر حاکمیت اعلیٰ ساورنٹی اپنے آپ تک محدود کر رکھی ہے۔ اور یہ الاٹ کر رکھی ہے کہ یہ میرے دائرہ اختیار میں ہے اس میں بندے کو مداخلت کا حق نہیں ہے ہاں ان حدود میں رہتے ہوئے خلافت کے طور پر اپنی زندگی گزارنے کا حق ہے۔ اب اس حاکمیتِ اعلیٰ کو ہم قانون سازی کے ذریعے ہی زندگی میں نافذ کروا سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ حاکمِ اعلیٰ ہے۔ لیکن اس کی سنت کا اور اس کی حکمتوں کا یہ تقاضا نہیں ہے۔ نہ اس کی صورت یہ ہے کہ خود اللہ تعالیٰ آ کر جج بن جاتے اور حاکم کی کرسی پر بیٹھ جائے۔ اللہ تعالیٰ اپنی حاکمیت قرآن و سنت کے ذریعہ سے منوانا چاہتا ہے بندوں پر۔ اللہ کی حاکمیت یہ ہے کہ اس کے دیئے ہوئے راہِ عمل تعلیمات اور احکام و فرامین جو قرآن و سنت کی شکل میں ہمارے سامنے ہیں ان کے تحت ہم ان کو حاکمیت کا حق دیں ہم اقتدار کی کرسی پر عدالت کی کرسی پر اور اپنے تمام مناصبِ جلیلہ پر قرآن و سنت کو بٹھا دیں۔ اور اس کی یہی صورت تھی کہ ہم عدالتوں میں قرآن و سنت کے قوانین جاری کرتے

اور ہماری زندگی پر صرف قرآن و سنت کو بالادستی حاصل ہوتی اور ہم اللہ تعالیٰ کو ساورن مان لیتے۔ اور اللہ کو حاکم اعلیٰ مان لیتے۔ لیکن ایسا کیے بغیر ہم کسی دستور میں لاکھ بار بھی اللہ کو حاکم اعلیٰ کہیں اور اپنے دروازوں پر بڑے بڑے طغرے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے لگائیں اور تقریروں کی بنیاد اس کو بنا دیں۔ اس کو سلوگن بنا دیں۔ اس کو تعویذ کی طرح استعمال کریں لیکن میں کہتا ہوں کہ اس طرح حاکمیت اعلیٰ ہماری عملی زندگی میں نافذ نہیں ہو سکتی۔

حاکمیت خداوندی کا اعتراف عدالتوں سے ہی کرایا جا سکتا ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ سے عدالت کے ذریعہ نظام عدالت کے ذریعہ اس حاکمیتِ اعلیٰ کو چلایا اور نافذ کروایا۔ اور زندگی کے سارے شعبوں پر کنٹرول عدالت کو دے دیا۔ اس کے بعد عدالت کو بھی کھلا نہیں چھوڑا عدالت کو قطعی پابند کیا کہ حاکم بھی مسلمان معاشرے کا ایک فرد ہے تم بھی اللہ کی طرف سے حاکم کے طور پر اور ثالث کے طور پر فیصلے کرو گے۔ لیکن فیصلے خدا اور رسولؐ کی مرضی کے مطابق کرو گے۔ اور پھر رسولؐ کو کہا کہ تیرے رب کی قسم جب تک تجھے حاکم نہ مان لیں اپنے معاملات اور جھگڑوں میں تجھ سے فیصلہ نہ کروائیں تو یہ ہرگز ہرگز مومن نہیں کہلا سکتے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۔

یہ ساری آیتیں ہیں کہ فیصلہ کے حق کو بھی کسی جج کو، کسی عدالت کو بالکل کھلا نہیں چھوڑا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ احکام اور فرائض کے خلاف جیسے بھی چاہے وہ فیصلہ دیدے۔ تو گویا یہ عدالت نائب ہے، خلیفہ ہے کہ یہ اللہ و رسولؐ کی حاکمیت کو مسلم معاشرے میں، اس کی مخلوق میں نافذ کروائے۔

اسلامی تاریخ میں اسلامی عدالتیں!

چنانچہ چودہ سو برسوں سے انہیں عدالتوں کے ذریعہ قرآن و سنت کی حاکمیت کا اعتراف کیا جاتا رہا ہے۔ اور قرآن و سنت کو حق دیا جا رہا ہے کہ وہ اپنے تمام احکام اور معاملات کا فیصلہ اس کے ذریعے سے کروا سکیں۔ کبھی یہ عدالتیں مدون دفعات سامنے رکھ

کر فیصلے کرتی تھیں کبھی غیر مدون دفعات کی شکل میں قرآن وسنت اور اس سے مستنبط احکام
اور پچھلے فیصلوں کو سامنے رکھ کر اپنی اہلیتوں اور صلاحیتوں کی روشنی میں فیصلے کرتی چلی آرہی
تھیں خلافت راشدہ کے بعد بھی اسلام کے عروج اور اس کے ارتقار کے اور امن وسلامتی
کے ایسے بڑے بڑے دور گزرے ہیں۔ پوری خلافت بنو امیہ اور خلافتِ بنی عباس کے
زمانہ میں عدالتیں فیصلے قرآن وسنت کی روشنی میں کرتی تھیں۔ اس کے سامنے اگرچہ مدون
چیزیں نہیں تھیں۔ لیکن اصول وضوابط ماخذ ایسی تمام چیزیں موجود تھیں۔ خلافت عثمانیہ میں بھی
یہی سلسلہ چلا آرہا تھا۔ کئی سو برس ہندوستان میں بھی مسلم عدالتیں قرآن وسنت اور اس پر
مبنی احکام اور تفاصیل کو سامنے رکھ کر مسلم معاشرے میں عدل وانصاف اور حقیقی فلاحی
ریاست کی جو رعائتیں ہیں جو حقوق ہیں وہ برکات بکھیرتی رہیں اور اس طرح مسلمان معاشرہ
تمام دنیا کے لیے قابلِ رشک معاشرہ عدالتی نظام کے لحاظ سے بھی بنا رہا۔

کیا دفعہ وار قوانین لازمی ہیں؟

قرآن وسنت نے یہ تو لازم قرار نہیں دیا کہ ایک
عدالت کے سامنے لازماً ایک مدون اور دفعہ
وار قانون موجود ہونا چاہیے۔ یہ صورتِ حال اب بھی دنیا میں کئی جگہوں پر موجود ہے۔ برطانیہ جو کہ
دنیا میں قانون کا بہت بڑا علمبردار بنا ہوا ہے وہاں بھی آئین اور قانون سے بڑھ کر پہلے سے جاری
جو روایات ہیں۔ انہی روایات کو دیکھ کر فیصلے کیے جاتے ہیں۔ وہ عدالتیں اپنے ان روایات
کا لحاظ رکھتی ہیں اور ان روایات کے تقدس برقرار رکھنے کی کوشش کرتی ہیں اور فیصلے کرتی ہیں یہی
اس وقت ایک اسلامی سٹیٹ سعودی عرب میں ہو رہا ہے۔ پھر اگر ہم چاہتے کہ یہ مشکل بھی حل
ہو جائے اور جدید تقاضوں اور جدید حالات کی روشنی میں عدالتوں کے سامنے ایک ڈیفائنڈ
مدون ایک قانون موجود ہو تو اس کے لیے یہ مشکل نہیں تھا چالیس برس ایک طویل عرصہ ہے
آج کہا جا رہا ہے کہ دفعہ وار قوانین نہیں ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس غفلت اور کوتاہی کا ارتکاب
کس نے کیا ہے۔ چالیس سال اللہ نے ہمیں حکمرانی کا موقع دیا اور ہم ہمیشہ کہتے رہے کہ

قراردادِ مقاصد ہماری راہنما ہے اور ہم اسلامی آئین کے مطابق فیصلے کریں گے۔ یہ مسلم معاشرہ ہے یہاں اسلامی قوانین کی بالادستی ہو گی تو اس سے کچھ تو کام آگے بڑھا دیا ہوتا۔ چالیس سال کیا میں کہتا ہوں کہ یہ کام چالیس مہینوں میں بھی سرانجام دیا جا سکتا تھا۔

تدوینِ قوانین اسلامی اور حکومت کی مجرمانہ کوتاہی

جناب والا! شریعت بل کو یہاں پیش ہوئے تقریباً دو سال ہونے کو ہیں پونے دو سال، جب شریعت بل کا مسئلہ سامنے آیا تو اربابِ حکومت کو وزارتِ انصاف کو اور وزارتِ قانون کو یہ سوچنا چاہیے تھا کہ یہ چیز جو سامنے آ رہی ہے اس کو سامنے رکھتے ہوئے وہ قانون کو دفعہ وار مدون کرنے کا کام شروع کر لیتے اس طرح دو سال کے عرصے میں اس کا کچھ حصہ تو سامنے آیا ہوتا۔ پھر بھی میں سمجھتا ہوں کہ یہ اتنا بڑا مشکل کام نہیں ہے۔ اس وقت عالمِ اسلام میں کئی مدون مجموعے موجود ہیں اور اس پر فیصلے ہوتے چلے آ رہے ہیں۔ خلافتِ عثمانیہ نے "المجلہ" کی شکل میں ساری دفعات کو مدون و مرتب کر دیا تھا۔ اس وقت اُردن کی حکومت نے بہت بڑا عظیم کام کیا ہے اور ایک فقہی انسائیکلوپیڈیا فقہ پر مرتب کر رہے ہیں۔ پھر اگر ہم اس صورتِ حال کی ضرورت پیدا کریں گے تو بحران پیدا نہیں ہوتا۔ ضرورت کے بعد اس کی مشکلات بھی حل ہوں گی اور وہ سارے دفعات بھی مرتب ہو جائیں گے اس وقت بھی ہم خلا میں نہیں ہیں۔ کہ یک دم یہ مشکل ہمارے سامنے آ جائے گی۔ تقریباً طویل عرصہ یعنی ۱۵ سال سے اسلامی نظریاتی کونسل انہی خطوط پہ کام کر رہی ہے اور اس نے بہت سی چیزیں رپورٹوں کی شکل میں دفعات کی شکل میں مسودات کی شکل میں بہت بڑا ذخیرہ ہمارے سامنے رکھا ہوا ہے۔ ہم اگر آج بھی عدالتوں کو اسلامی قوانین پر فیصلہ کرنے کا پابند کر دیں تو ان کے سامنے بہت بڑے ڈھیر آ جائیں گے مگر آپ ارادہ کر لیں۔

دیت اور قصاص پر آپ ایک سال بحث کر چکے ہیں۔ اس قوم کے برگزیدہ لوگوں نے سکالروں نے، دانشوروں، قانون سازوں نے ججوں نے ۱۹۷۹ء سے تقریباً ۱۹۸۵ء تک

دیت اور قصاص کے مسئلے پر ساری تفصیلات پر غور و خوض کیا اس کے متبادل ترامیم آئین پیہ سارا ہوا میں کہتا ہوں کہ دیت اور قصاص کا مسودہ جو مجلس شوریٰ نے بالآخر تمام مکاتبِ فکر کے ہوتے ہوئے متفقہ طور پر اس کو پیش کیا۔ اگر آج بھی اس دیت اور قصاص کے مسودے کو آپ اپنے اس مؤقر ایوانوں سے پاس کروالیں اور آپ چاہیں تو یہ سب کچھ ایک دن میں پاس کروا سکتے ہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ ستر فیصد فوجداری قوانین مرتب شکل میں ہمارے سامنے ہوں گے۔

جناب چیئرمین : اختصار سے کام لیں۔ کیونکہ وقت بہت گذر گیا ہے۔

مولانا سمیع الحق : جناب میں تو تقریباً تین گھنٹے لوں گا اب فیصلہ آپ فرمالیں کیونکہ ڈیڑھ سال اس موضوع پر لوگوں نے اظہارِ خیال کیا ہے۔ اگر میری صحت نے جواب نہ دیا اور گلا نہ بیٹھا اور آپ نے بھی اس طرح تحمل اور بردباری کا مظاہرہ کیا تو کم از کم رات بارہ بجے تک میں انشاء اللہ اس موضوع پر اظہارِ خیال کرنا چاہتا ہوں کیونکہ ڈیڑھ سال تک لوگوں کو آپ نے کھلا وقت دیا ہے۔ اس وقت تو میں بالکل ابتدائی پوائنٹ پر ہوں اور مجھے وہ تمام خدشات اور شبہات جو ملک بھر میں اٹھائے گئے ہیں اجتہاد کے مسئلہ میں فرقہ واریت کی شکل میں اور مقننہ کے اختیارات پر قدغن لگانے کی شکل میں اور یہ کہ یہ سیاسی بل ہے یہ متنازعہ ہے ــــــــ انشاء اللہ ان تمام باتوں پر اپنا طالب علمانہ اظہارِ خیال کرنا ہے۔ اب جیسے آپ حکم دیں کہ کس وقت تک آپ چلا سکتے ہیں اجلاس کو۔ وہ آپ خود دیکھ لیں۔ جہاں تک میرا تعلق ہے میں تو بارہ کیا چھ بجے تک بھی بیٹھ سکتا ہوں۔ لیکن ایوان میرے خیال میں اس کا متحمل نہیں ہو سکے گا۔

مولانا سمیع الحق : جیسے جناب آپ اور ایوان کی رائے ہو میں تو چاہتا ہو کہ آج اس معاملے کو ختم کر دیں۔

سید عباس شاہ : آپ اس کو ختم کریں یا نہ آپ کی مرضی لیکن کورم جناب پورا نہیں ہے

جناب چیئرمین : اگر آج پہلی خواندگی ختم ہو جاتی تو آگے بھی بہت سارے مراحل ہیں۔ آپ کے سامنے بھی ایوان کے سامنے بھی۔ تو اس پر بھی بہت سی بحث ہو سکتی ہے بہرحال اگر کورم نہیں ہے تو گھنٹی بجائی جائے (گھنٹی بجائی گئی)

جناب چیئرمین : میرے خیال میں اجلاس کو برخاست ہی کرنا پڑے گا

جناب وسیم سجاد : جناب یہ بحث اگلے پرائیویٹ ممبرز ڈے پر بھی جاری رکھیں گے

جناب چیئرمین : اچھا

مولانا سمیع الحق : یعنی فلور میرے ہاتھ ہو گا میں آغاز کروں گا

جناب چیئرمین : جی فلور آپ کے پاس ہو گا۔

مولانا سمیع الحق : بس ٹھیک ہے جی۔ میں آغاز کروں گا

(مداخلت)

مولانا سمیع الحق : میں نے تو کہا تھا۔ اب جگر تھام کے بیٹھو مری باری آئی۔ اور سے

نالۂ بلبل کے سنوں اور ہمہ تن گوش رہوں

ہمنوا میں بھی کوئی گل ہوں کہ خاموش رہوں

تو میں نے کہا۔ آج آپ نے جگر تھام کے بیٹھ کر سننا ہو گا اس لیے کہ سے

شبِ وصال بہت کم ہے آسماں سے کہو

کہ جوڑ دے کوئی ٹکڑا شبِ جدائی کا

جناب چیئرمین : ضرور

مولانا سمیع الحق : لیکن یہ حضرات تو کہہ رہے ہیں کہ آج رات بارش ہوئی ہے بڑا زبردست فضا ہے ہم باہر جانا چاہتے ہیں۔

جناب چیئرمین : اچھا وزارت انصاف و پارلیمانی امور کی وساطت سے اجلاس کی آئندہ کارروائی کے متعلق صدر صاحب کا حکم موصول ہوا ہے وہ میں آپ کو سناتا ہوں

(اجلاس برخاست)

اس کے بعد مورخہ ۱۵ مارچ کو مولانا سمیع الحق نے سینیٹ کی پرائیوٹ کاروائی کے دن رات کی نشست میں اپنا خطاب مکمل فرمایا

چیئرمین نے کہا۔ اس پر پہلی خواندگی ابھی جاری ہے۔ مولانا سمیع الحق صاحب نے جو کہ اس بل کے ایک محرک ہیں اپنی اختتامی یا جوابی تقریر آج مکمل کرنی ہے تو وہ مہربانی کر کے وہاں سے شروع کریں جہاں سے انہوں نے پچھلے اجلاس میں ختم کیا تھا۔

مولانا سمیع الحق:

عدالتوں کو پابند بنانے پر اشکالات اور جواب

جناب چیئرمین صاحب! میں نے اپنی گذارشات کے اختتام میں یہ عرض کیا تھا کہ بل کے ذریعہ ہم عدالتوں کو قرآن و سنت کے مطابق فیصلے کرنے کا پابند چاہتے ہیں اس کے بارے میں کچھ خدشات اور مشکلات بیان کی گئی ہیں اور بہت سے دوستوں نے ان مشکلات کا ذکر کیا ہے تو اس وقت میں عرض کر رہا تھا کہ ایک طریق کار تو یہ ہے کہ مدون قانون کو ڈیفائی دفعہ وار کسی عدالت کے سامنے رکھا جائے اور وہ اس کے مطابق فیصلہ کرے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ عدالت کو قرآن و سنت اور اسلامی احکام کی تعبیر و تشریح کا حق دیا جائے اور قانونِ موضوعہ اس کے سامنے نہ ہو۔ دونوں صورتوں میں کچھ مشکلات بیان کی گئی ہیں کہ اگر ان کو کلی اختیار دیا جائے تو ان کو چونکہ اسلامی علوم کے اوپر مہارت نہیں ہے اور اسلامی قانون کا جو سرچشمہ ہے اور اکثر عربی میں ہے تو اس طرح شاید وہ صحیح فیصلہ نہ کر سکیں۔ اور دوسری صورت یہ تھی کہ ہم قوانین مدون کر کے ان کے سامنے رکھیں۔ اس میں یہ مشکلات سامنے آتی ہیں کہ قوانین کی تدوین اگر ہم از سرنو شروع کریں۔

پارلیمنٹ سے منظوری کے لیے عمر نوح درکار ہے

اور جیسے کہ پارلیمانی نظام مروج ہے اور پھر پارلیمنٹ کے سامنے ان قوانین کی منظوری کا سارا سلسلہ چلتا رہے تو دو تہائی اکثریت درکار ہو گی۔ اور پھر یہ ہے کہ جو مسودہ سامنے آئے گا اس پر پہلی خواندگی ہو گی پھر دوسری پھر تیسری۔ اور پھر ترامیم در ترامیم آئیں گی۔ ہم نے دو سال میں دیکھا کہ قوانین اور بل ان مراحل سے گذار رے جاتے ہیں شاید وہ ان مدون دفعات کو منظور کرے بھی یا نہ کرے۔ اور اگر کرے بھی تو اس کے لیے عمر نوح اور صبر ایوب درکار ہے۔

چالیس سال ہم نے ایسے گزار دیئے ہیں۔ اگر تدوین کا سلسلہ از سر نو پارلیمنٹ سے گزارا جائے تو اس کے لیے غیر معینہ مدت بلکہ شاید صدیوں تک ہمیں انتظار کرنا پڑے۔ اور ہم اسلامی قوانین کی طرف پیش رفت نہ کر سکیں۔ یہاں تلور (ایک پرندہ) پر پابندی کا مسئلہ دو سال تک چلتا رہا۔ اور قومی اسمبلی نے اس مسئلہ پر قیمتی وقت اور سرمایہ ضائع کیا اور میں نے بعض دوستوں سے کہا کہ ۷۰ء سے جو تحریک چلی تھی، سوشلزم کا نعرہ اٹھا تھا۔ پھر ۷۷ء میں ملک میں ایک تحریک چلی اور اس کے نتیجے میں مارشل لاء آیا اور مارشل لا کے نتیجے میں پھر ۱۹۸۵ء میں یہ جمہوری حکومت قائم ہوئی۔ یہ سارا سترہ سال کا سلسلہ گویا تلور کے لیے تھا خلاصہ تو اس کا ہمارے سامنے یہی آیا اور بالآخر اسے مسترد کر دیا گیا۔ اگر اس طریقے سے ہم ایک ایک دفعہ اور قانون پاس کرائیں گے تو اس کے لیے ہم شاید اپنی منزل پر نہ پہنچ سکیں۔

تو میں نے عرض کیا تھا کہ اس وقت کچھ چیزیں ہم مدون شکل میں عدالت کے سامنے رکھ سکتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ قرآن و سنت کی تشریح و تعبیر کے لیے عدالتوں کو ان چیزوں کا پابند بنائیں گے تو دونوں میدانوں میں ہم آگے قدم بڑھا سکیں گے۔ مشکلات دونوں میں آئیں گی لیکن کچھ تو پیش رفت شروع ہو جائے گی۔ اور مشکلات اللہ کی مہربانی سے حل ہو جائیں گی۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ ہمارے پاس اس وقت بہت سا ذخیرہ مدون بھی موجود ہے۔

نظریاتی کونسل نے ایک طویل عرصے تک کام کیا ہے۔ دیت اور قصاص کے قوانین پر محنت ہوئی ہے۔ شفعہ کا سارا مسئلہ مدون شکل میں موجود ہے۔ قانونِ شہادت کا سارا مسودہ نظریاتی کونسل اور کئی اداروں کی تنقیح تجربہ اور تحلیل سے گزرا ہے۔

عدالتوں کو پابند بنانے سے بحران پیدا نہیں ہوگا

تو اس وقت کوئی بہت بڑا بحران پیدا نہیں ہوگا اگر ہم عدالتوں کو اسلامی قوانین پر فیصلہ کا پابند بنائیں گے۔ کیونکہ اس وقت جتنے قوانین رائج ہیں تو ان میں بہت بڑی اکثریت ایسے قوانین کی ہے جن کا تعلق انتظامی نوعیت کے قوانین سے کیا جا سکتا ہے۔ ان کا تعلق حلال وحرام اور جائز وناجائز سے نہیں ہوتا ان قوانین میں سے کچھ پر نظریاتی کونسل اور کچھ وفاقی شرعی عدالت نظرِ ثانی کا کام کر چکی ہے اور سارا ذخیرہ ان انتظامی قوانین کا ان دونوں اداروں نے کھنگالا ہے۔ ان میں سے اگر اکادکا کوئی بات آئے گی تو معمولی ترمیم کی ہوگی۔ اور ان ترامیم کی نشان دہی بھی کی جا چکی ہے تو ہم جب اس بل کا دفعہ چار پاس کریں گے تو رائج الوقت قوانین جو انتظامی نوعیت کے ہیں ان کو اسی حال پر رہنے دیں گے۔ اور ان کو تحفظ مل جائے گا وہ خلاف شرع نہیں ہیں یہ سلسلہ وہاں ختم ہو جائے گا اس میں ہم اتنی بات کریں گے کہ اس تصریح کے ساتھ کہ عدالتیں ان انتظامی قوانین پر فیصلہ کی پابند ہوں گی بجز اس کے کہ اس کی کوئی چیز قانون شریعت کے خلاف نظر آئے تو اس میں شریعت کو بالادستی ہوگی۔ اگر کسی جج کو از خود کوئی چیز نظر آئے ان انتظامی قوانین میں کوئی چیز خلاف شرع ہے تو اس تصریح کے بعد اس کے لیے کوئی مشکلات نہیں ہوں گی۔ دوسرا حصہ عدالتوں میں مروجہ فوجداری کا قوانین کا ہے تو سارے فوجداری قوانین کی منسوخی بھی ضروری نہیں۔

اگر ہم دفعہ چار نافذ کر دیں تو اس سے تمام فوجداری قوانین یک دم یک لخت منسوخ نہیں کرنے پڑیں گے۔ وہ اس لیے کہ اس وقت حدود آرڈیننس نافذ العمل ہے اور بہت سے فوجداری قوانین حدود آرڈیننس کے دائرے میں آجاتے ہیں۔ اسی طرح دیت و

قصاص کا مسودہ جو سارے مراحل سے گزرا ہے اگر ایک دن میں بھی اس کو نافذ کرانا چاہیں تو نافذ کرا سکتے ہیں تو ۷۰ فیصدی فوجداری قوانین اس کے ماتحت آجائیں گے اور ایک مدون چیز ۷۰ فیصد دیت و قصاص کی شکل میں ہم عدالت کے حوالے کر سکیں گے کہ اس کے مطابق آپ نے فیصلہ کرنا ہے۔

شریعت سے متصادم قوانین

فوجداری قوانین میں بھی ہم یہ کر سکتے ہیں کہ کسی عدالت کی فوجداری قوانین میں کوئی دفعہ شریعت کے خلاف ہو تو شریعت کا حکم بالا دست ہوگا۔ اب ہمارے سامنے صرف دیوانی اور ایسے فوجداری قوانین ہیں جس کا شریعت سے تصادم آسکتا ہے۔ کچھ دیوانی قوانین اور فوجداری قوانین اسلامی قوانین کے بنیادی تصورات سے مختلف ہیں اور ایسے قوانین ہیں جن کا شریعت سے بنیادی اختلاف موجود ہے مثلاً قانون معاہدہ ہے، قانون بیع ہے، قانون انتقال اراضی اور قانون انتقال جائیداد ہے۔ اس میں اگر کوئی دفعہ شریعت کے خلاف نظر آئے تو اس کو ہمیں منسوخ کرنا پڑے گا۔ اس دفعہ کی روشنی میں صرف ایک تہائی ایک چوتھائی حصہ قوانین جو ایسے سامنے آئیں گے کہ جس کو ہم منسوخ کرکے عدالت کے سامنے متبادل چیز ہم رکھ سکتے ہیں۔ فی الحال عبوری دور کے لیے ان دیوانی قوانین میں آپ کو یہ چیزیں سامنے رکھنی ہوں گی اور اس سے رہنمائی لینی ہوگی۔

عالم اسلام میں مدون اسلامی قوانین

عالم اسلام میں ہمارے سامنے بہت سے ایسے مجموعے آچکے ہیں جن پر بڑی محنتیں ہوئی ہیں۔ علماء نے ججوں نے اور انتظامیہ نے ان قوانین کو مدون کیا ہے۔ سب سے پہلے مجلۃ الاحکام العدلیہ جو خلافت عثمانیہ میں دس سال یا سولہ سال کی محنتوں کے بعد مدون ہوا اس کے انگریزی ترجمے بھی موجود ہیں۔ اگر عدالت ان ساری چیزوں سے رہنمائی حاصل کرے گی تو کوئی اختلاف یا انتشار یا پریشانی نہیں ہوگی۔ یہ مدون مجموعہ خلافت عثمانیہ میں

بھی رائج رہا۔ اردن اور کویت اور دیگر کئی اسلامی ممالک میں عدالتیں اس کو سامنے رکھ کر اب بھی فیصلہ کرتی ہیں اس کے علاوہ اردن میں اس سلسلے میں بڑا کام ہوا اور انہوں نے اسلامی قوانین کا ایک انسائیکلوپیڈیا جو دیوانی مقدمات سے تعلق رکھتا ہے اور دو جلدوں میں وہ مجموعہ موجود ہے۔ وہ مجموعہ بھی ہم عدالتوں کے سامنے رکھ سکتے ہیں۔

اسی طرح مصر میں علماء، وکلاء اور ججوں کی رہنمائی میں بہت بڑا دیوانی اور فوجداری مجموعہ شائع ہوا ہے اور اسی پر عمل ہوتا ہے اور علما نے اس کو دیکھا ہے کہ اس قرآن و سنت کے مطابق سارے دفعات بنائے گئے ہیں۔ یہ چیزیں اگر ہم ان عدالتوں کو سامنے رکھیں تو ہمارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔

پرسنل لاء اور عدالتیں

شخصی قوانین جو پرسنل لاء ہے۔ جس میں نکاح، طلاق وراثت، عدت اور ان چیزوں کے مسائل ہیں جو پرسنل لاء کہلاتے ہیں۔ اس کے بارے میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ عدالت ہر مسلمہ اسلامی مکتبِ فکر جو ہے اس کی جو واضح تعلیمات ہیں اس کو سامنے رکھ کر عدالت اس پر فیصلہ دے گی۔ کسی مکتبِ فکر کے حقوق پر بھی زد نہیں پڑے گی اور نہ کسی کا مواخذہ

تشریح و تعبیر کا نہیں بلکہ تطبیق

اس طرح ہم یہ نہیں کہہ سکیں گے کہ ہم نے عدالت کو تعبیر و تشریح کا حق دیا۔ ہم عدالت کو تعبیر و تشریح کا حق نہیں دیتے بلکہ قوانین ان کے سامنے رکھ کر کہتے ہیں کہ بھئی آپ اس کو دیکھ کر فیصلہ کریں۔ آج بھی عدالت تشریح و تعبیر نہیں کرتی تطبیق کرتی ہے جو مروجہ قوانین ہیں۔ اس کی دفعات کو اپنے سامنے رکھ کر اپنی ذہنی استعداد اپنے تجربہ اپنے معلومات اور انکشافِ حقائق کے بعد کسی دفعہ کا تطبیق کسی فیصلہ پر کراتی ہے یہی صورت اس وقت بھی ہو گی۔

عقیدہ سے ہم آہنگ قوانین کی وجہ سے عدالتیں محتاط رہیں گی

یہاں یہ کیا جاتا ہے کہ ہم نے موجودہ حالات میں اگر اسلامی قوانین ججوں کے حوالے کیے اور اس کے قوانین کے مطابق فیصلہ کرنے کا تو معاشرہ خراب ہے اور سارے طبقوں میں بددیانتی رچی بسی ہے تو پھر قرآن و سنت کا تقدس نہیں رہ سکے گا اور اس کے خلاف رشوت ستانی سے شریعت بکے گی اور دین کے مطابق فیصلے نہیں ہو سکیں گے میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم کوئی ایسی بات کرتے تو ہمیں ازالہ حیثیت عرفی اور توہین عدالت کی سزا دی جاتی۔ لیکن یہاں اس ملک میں شریعت بل پر بحث کرتے وقت کئی لوگوں نے مضامین، تقاریر کے ذریعے ججوں کو اور سب کو مطعون کر دیا کہ پھر وہ ساری شریعت بیچ دیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ الحمدللہ ہر طبقے میں اچھے لوگ بھی ہیں ہمارے سارے ججوں کی دیانت پر شک نہیں ہے میں سمجھتا ہوں کہ اگر کوئی قانون انسان نے نظریہ اور عقیدہ سے ہم آہنگ اور اس کو تصورِ آخرت و محاسبۂ آخرت سے وابستہ کیا جائے تو اس پر انسان بڑی بیدردی اور جلدی سے فیصلہ نہیں کر سکتا موجودہ قوانین اگر کسی جج کے سامنے ہیں تو اس کو کوئی جھجھک نہیں کہ وہ اس کو صحیح طور پر چلائے یا نہ چلائے۔

وہ اس کو پتہ ہے کہ انگریزی قانون ہے اس کا کوئی تقدس میرے عقیدے میں نہیں اور نہ میرے عقیدے سے ہم آہنگ ہے۔ اسے یہ بھی معلوم ہے کہ اس قانون میں ایک دن میں ایک گواہ دس دس مرتبہ بک کر اندر آتا ہے اور وہی گواہ گواہی دیتا ہے اس کو یہ بھی پتہ ہے کہ وکیل حقائق کو بدل رہا ہے ظالم کو مظلوم اور مظلوم کو ظالم بنا رہا ہے پھر وہ کہے گا کہ جب سارا انتظام ہی غلط طریقوں سے آ رہا ہے تو مجھے کیا پابندی کرنی ہے ان قواعد کی؟ میں کیوں ہزار دس ہزار میں اس فیصلے کو نہ بدلوں۔ اور ان قوانین کو کیوں نہ بیچوں۔ لیکن اگر قرآن و سنت سامنے رکھیں گے تو وہ کسی فیصلہ پر پہنچنے سے

قبل ہزار مرتبہ سوچے گا۔ اور وہ اگر مسلمان ہوگا تو لرز اٹھے گا کہ اب اگر میں خدا اور رسولؐ کے فیصلوں کو بدلوں تو خدا اس کا مواخذہ مجھ سے کرے گا۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح راستہ بالکل آسان ہوجائے گا اور رشوت ستانی، بددیانتی اور غلط فیصلوں کا سلسلہ بھی خود بخود رک جائے گا۔

علماء سے استفادہ

پھر بھی اگر انہیں کچھ مشکلات ہوں گی تو ہم نے اس ایک دفعہ رکھی ہے کہ علماء اور اسلامی علوم کے ماہرین سے مشورہ کیا جائے اور ان کی رہنمائی میں چند دن کے لیے ان سے استفادہ کریں اور اسی طرح ہم نے شریعت کورٹ میں یہ اصول تسلیم کر لیا ہے وہاں بھی یہی اصول اس لیے رکھا گیا ہے کہ دونوں آپس میں مل کر افہام و تفہیم اور ایک دوسرے سے استفادہ کرنے کے بعد کسی صحیح نتیجے پر پہنچ جائیں۔ اگر یہاں بھی کسی جج کے ساتھ کوئی عالم بیٹھتا ہے تو اور ہمارے شریعت بل کی دفعہ نمبر ۱ کے مطابق وہ معاونین کے طور پر ان کی رہنمائی کرے تو اس سے کوئی قیامت نہیں ٹوٹ پڑے۔ یہ مشکلات ان کی اس طرح حل ہوجائیں گی

ملائزم اور تھیاکریسی یا وسیع الظرفی

اور پھر اس کے ساتھ ساتھ ہم نے یہ بھی کہا ہے جب کہ ہمیں کہا جارہا ہے کہ یہ ملاّازم ہم پر مسلط کیا جارہا ہے۔ ملاازم تو تب مسلط ہوگا کہ ہم کوئی ایسا قانون پاس کرواتے اور ہم آپ کے سامنے کوئی ایسا بل لاتے کہ سارا انتظامی ڈھانچہ ہی تبدیل کیا جائے۔ سارے عدالتی نظام سے وابستہ اشخاص کو یکسر تبدیل کرکے ان کی بجائے اسلامی علوم کے ماہرین کو بٹھایا جائے اس وقت آپ کہہ سکتے تھے کہ یہ ملاازم اور تھیاکریسی مسلط کی جارہی ہے۔ یہ تو علماء کی انتہائی وسیع الظرفی ہے کہ ہم نے سارے انتظامی اور عدالتی نظام کے ڈھانچے کو تبدیل کرنے اور اسے از سر نو نئے بنیادوں پر استوار کرنے کا

مسئلہ نہیں اٹھایا۔ ہم نے کہاکہ فیصلہ یہی لوگ کریں۔ عدالتیں انہیں کے ہاتھ میں ہوں لیکن اصلاح کی طرف کوئی قدم بڑھ جائے ان کو مدون شکل میں قوانین دیئے جائیں اگر کوئی مشکلات ہوں تو علماء سے تعاون حاصل کریں۔ اگر انہی افراد کو آپ چند دنوں میں تربیت دیں گے اور ان کے سامنے جب ایک چیز کی ضرورت پیدا ہوجائے گی تو وہ بڑا ذہین طبقہ ہے وہ چند ماہ میں ان ساری مشکلات پر عبور حاصل کر سکتا ہے۔ آپ ایل ایل بی کے نصاب میں انقلابی اور بنیادی تبدیلیاں لائیں گے اور جب اسلامی علوم کے تراجم انگریزی میں ان کے سامنے لائیں گے تو وہ اسلامی شریعت سے بھی باصلاحیت ہو کر نکلیں گے۔ آپ ان کی ریفریشر کورس فوری کروائیں اور یہ مجلۃ الاحکام العدلیہ اور جو مجموعے اسلامی ممالک کے ہیں باقاعدہ درساً ان کو پڑھادیں۔ اور چھ مہینے کے اندر اندر تمام جج ان تمام اسلامی قوانین جو اسلامی ممالک میں مدون شکل میں رائج ہیں ان پر عبور حاصل ہو سکتا ہے۔

عدالتوں کے فیصلہ میں تضاد کا اشکال

یہاں یہ جھگڑا بھی بہت زیادہ اٹھایا گیا ہے کہ اس طرح عدالتوں کے فیصلوں میں اختلاف ہوگا۔ ایک جج ایک فیصلہ کرے گا تو دوسرا مخالف۔ اور اسلامی قوانین کے فیصلوں میں بہت بڑا تضاد پیدا ہوگا عجیب بات ہے آج بھی یہی صورت حال ہے آج تعزیرات ہند کی شکل میں جو قوانین ان کے سامنے ہیں یا جو اور قوانین ہیں ان سارے قوانین کے ہوتے ہوئے جج ایک ہی فیصلہ نہیں کرتے۔ راولپنڈی کا جج ایک قسم کے کیس میں جو فیصلہ کرتا ہے، بدین اور کوئٹہ کا جج اور حیدرآباد اور کراچی کا اور ساہیوال کا جج اسی قسم کے فیصلے پر نہیں پہنچتا۔ فیصلے مختلف ہوتے ہیں جب کہ قانون ایک ہی سامنے ہوتا ہے۔ متضاد فیصلے آتے ہیں۔ آگے عدالتوں میں جا کر ان کی تنقیح ہے اور چھوٹی بڑی عدالت سے گذرتے گذرتے پھر ہائیکورٹ پھر سپریم کورٹ سے اس کی باقاعدہ ایک متعین تعبیر سامنے رکھ دی جاتی ہے۔ اب متعین تعبیر جب سامنے آتی ہے تو پھر ساری عدالتیں اس کی پابند ہو جاتی ہیں تو یہاں

بھی اگر کسی مسئلہ میں تضاد آیا تو اس کو حق ہو گا کہ اوپر اسلامی ہائیکورٹ، یا شرعی کورٹ میں جائے۔ تو یہ تضاد خود بخود ختم ہو جائے گا۔

جمہوریت اور پارلیمنٹ پر قدغن کا اشکال

یہاں پر یہ اشکال بھی بہت سے لوگوں نے اٹھایا ہے کہ اس بل سے پارلیمنٹ اور جمہوریت پر قدغن لگ جائے گی، حالاں کہ یہ بالکل غلط تصویر ہے ہماری جمہوریتوں اور غیر مسلموں کی جمہوریتوں میں فرق ہے، ہم نے بالکل مغربی جمہوریت کو اپنے تصور میں بٹھا رکھا ہے کہ مسلمان بھی اسی ڈگر پر گامزن چلے گا تو یہ معاملہ کسی مسلم معاشرہ کے ساتھ چل نہیں سکتا۔ ان کی جمہوریت حلال حرام جائز اور ناجائز یا قرآن وسنت اور خداوند تعالیٰ کی بالادستی سے بالکل عاری ہوتی ہے۔ یہاں ہم نے قرارداد مقاصد کو آئین کا حصہ بنا دیا اور ہم نے کہا ہے کہ حاکمیت اعلیٰ اللہ تعالیٰ کی ہوگی۔ اور ساورنٹی جب ہم نے ان کو دی ہے تو ہم جمہوریت اور پارلیمانی اداروں کو کھلی آزادی نہیں دے سکیں گے، بے شک وہ سارے مسائل کے حل وعقد کو سوچیں گے اور اس کے بارے میں فیصلے کریں گے لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے کچھ متعین حدود ہیں اس کے وہ پابند رہیں گے۔

اسلامی اور غیر اسلامی جمہوریت

ہم یہ نہیں کر سکتے کہ پارلیمنٹ کو کھلی چھٹی دے دیں اور اس پر کوئی قدغن نہ ہو اگر یہ قدغن ہے تو پھر قرارداد مقاصد کو آئین کا حصہ نہیں بنانا چاہیئے۔ یہ قدغن ہمارے آئین نے پہلے سے پارلیمنٹ پر لگا دی ہے پھر اس کے بعد میں نے جو عملی مشکلات بیان کی ہیں یہ مانا کہ ہم کلی طور پر تدوین قوانین کا کام اگر ہم پارلیمنٹ کے حوالے کر دیں تو اس کے لیے ہمیں صدیاں درکار ہوں گی۔ کسی مسئلے کے نتیجے پر پہنچنے کے لیے اور ترامیم پر پھر اس کو رد کرنے پر اور دو تہائی اکثریت حاصل کرنے پر ایک عمر درکار ہوگی۔ خدانخواستہ کل کوئی ایسی حکومت آتی ہے جو لادینیت کی علمبردار ہے اور وہ سیکولرازم اور سوشلزم کے نام پر

آتی ہے۔ جیسے پہلے بھی اس قوم کے ساتھ ایسا ہوا۔ تو آپ پارلیمنٹ کو کھلا کھلا حق دے سکتے ہیں کہ اب یہ ملک اسلامی جمہوریہ نہیں پارلیمنٹ یہ فیصلہ کرے کہ اب یہ سیکولر سٹیٹ ہے اس طرح تو پھر ملک کی بنیادیں ہی ہل جائیں گی۔ وہاں بھی آپ کو قدغن لگانی ہوگی کہ کوئی پارلیمنٹ ان حدود کے اندر رہ کر وہ اپنے مسائل طے کرے گی۔ پھر پارلیمنٹ کو ہم نے یہ نہیں کہا کہ وہ انتظامی امور میں بھی بے دست و پا ہوگی۔ نہیں تمام ملک میں اسلامی قوانین نافذ کرنا۔ تنقید کی ساری صورتیں سوچنا، پارلیمنٹ کو اس کا کلی اختیار حاصل ہوگا۔ اس کا کام اللہ تعالیٰ کے احکام اور فرامین کا نفاذ ہے اور یہ بہت بڑا اعزاز ہے۔ جو پارلیمنٹ کو حاصل رہے گا۔ تجارت کے امور میں، داخلی اور خارجی سیاست اور بیرونی ممالک سے تعلقات اور اسی طرح ہزاروں شعبے اور مسائل ہیں جن کے مسودے پارلیمنٹ کے سامنے آتے رہیں گے اور اس پر کوئی قدغن اس بل کی وجہ سے عائد نہیں ہو سکے گی۔

شریعت کے بنیادی ماخذ اور ترجیحات

پھر جناب والا ہم نے عدالت کو اسلامی قوانین کے مطابق فیصلہ کرتے ہوئے اس کی حدود مقرر کر دی ہیں کہ وہ کن چیزوں کے مطابق فیصلہ کرے گی اس کی ترجیحات بھی ہم نے متعین کر دی ہیں کہ کسی عدالت کے سامنے ترجیحی ترتیب کیا رہے گی۔ اس میں ہم نے لکھا ہے کہ بنیادی چیز قرآن و سنت کو ملحوظ رکھ کر وہ فیصلہ کرے گی۔ پھر اس کے بعد ہم نے اس بل میں اجماع اور قیاس کا ذکر کیا ہے ہم نے یہ نہیں کہا کہ چاروں چیزوں کی حیثیت ایک جیسی ہے ہم نے ترجیحی بنیاد پر کہ پہلا نمبر قرآن کا ہے۔ دوسرا نمبر سنت کا ہے تیسرا نمبر اجماع کا ہے۔

چوتھے نمبر پر قیاس ہے جسے اجتہاد کہا جاتا ہے یہ چاروں چیزیں خود قرآنِ کریم نے متعین کردی ہیں۔

قیاس اور اجتہاد

قرآن نے خود قیاس کو اجتہاد کو بھی ماخذ قانون بنایا ہے۔ اجماع کو بھی ماخذ قانون بنایا ہے۔ سنت کو بھی ماخذ قانون بنایا ہے ہم نے یہ چاروں چیزیں رکھ کر قرآن و سنت کی خلاف ورزی نہیں کی ہے۔ بلکہ اس کے مطالبات اور تقاضے پورے کئے ہیں اگر کوئی سنت کو رد کرتا ہے تو سارا قرآن کہتا ہے کہ سنت بھی قرآن کی طرح تشریعی حیثیت رکھتا ہے۔

ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا (الآیۃ)

اور پھر ایسے ہی سینکڑوں آیات آپ کے ذہن میں ہوں گے کہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان کی سنت کو بھی وہی تشریعی حیثیت اللہ نے دی ہے پھر خدا نے خود کہا ہے کہ

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔

کہ کسی معاملہ میں آپ کی رہنمائی نہیں ہو سکتی تو اہلیت والے صلاحیت والے حضرات سے پوچھا کرو۔ پھر حضور اقدس ؐ نے خود اس کو واضح کیا اور حضرت معاذ بن جبل ؓ کو یمن بھیجتے ہوئے کہا کہ

تمہیں میں اپنا نائب اور قاصد بنا کر بھیج رہا ہوں۔ اور جج بنا کر بھیج رہا ہوں۔ آپ کس چیز پر فیصلہ کریں گے انہوں نے کہا۔ کتاب اللہ کو سامنے رکھ کر فیصلے کروں گا۔ پھر پوچھا کہ اگر کتاب اللہ میں آپ کو وہ چیز نہ ملے وہ موجود نہ ہو یا آپ کا ذہن وہاں تک نہ پہنچ سکے پھر فیصلے کس چیز کی روشنی میں کروگے۔ انہوں نے کہا سنّت۔ سنّت رسُول کو سامنے رکھ کر فیصلے کروں گا پھر حضرت نے فرمایا کہ ان دو ماخذوں میں آپ کو کوئی مسئلے نہ ملے۔ معلوم ہو گیا کہ ہر چیز صرف قرآن و سنّت سے ہمیں نہیں مل سکتی۔ اس میں ہزاروں چیزیں ہوں گی لیکن ہمارا ذہن نارسا وہاں تک نہیں پہنچ سکے گا۔ تو وہاں معاذ بن جبل نے کہا کہ اجتھد برائی کہ میں اجتہاد کروں

گا۔ قرآن وسنت میں اگر ہو تو پھر اجتہاد نہیں کروں گا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

الحمد للہ الذی وفق رسول رسولہ

الحمد للہ کہ جس نے اپنے رسول کے قاصد کو صحیح اور حق بات کہنے کی توفیق دی۔ اور اس نے صحیح کہا۔

اجتہاد اور شریعت بل

اب ہم نے اجتہاد کی گنجائش رکھی ہے اس بل میں اور قیاس کے الفاظ میں اس کی تعبیر کی گئی ہے اگر ہم یہ گنجائش نہ رکھتے تو پھر یہ طوفان اٹھایا جاتا کہ دیکھئے مولوی لکیر کا فقیر ہے کہ وہ ہمیں اجتہاد سے روکتا ہے اور اجتہاد کا دروازہ تو بند نہیں۔ خدا اور رسول نے کھلا چھوڑا ہے۔ اب مولوی ہمیں بالکل جمود اور تعطل میں ڈالنا چاہتا ہے۔ اجتہاد کا بھی دروازہ بند کر دیا۔ یہ طوفان اٹھتا۔

اب جب ہم نے صحیح اسلامی تعلیمات اور حالات کی روشنی میں کہ قیامت تک یہ دین اٹل ہے اور ہزاروں لاکھوں مسائل ایسے پیش آسکتے ہیں جن کا قرآن وسنت میں صراحتاً ذکر نہ ہو۔ اور یہ اسلام قیامت تک چیلنج ہے اس کے لئے اجتہاد ضروری تھا اور اجتہاد کے بغیر ہم آگے نہیں بڑھ سکتے تھے۔ تو پھر یہ طوفان اٹھایا گیا کہ انہوں نے قرآن وسنت پر اکتفا نہیں کیا اس میں انہوں نے اجتہاد کا دروازہ کھول دیا ہے۔ اگر گویم مشکل والا معاملہ ہے۔ پھر یہ ضرور ہے کہ جب یہ اصطلاحات یہاں آگئے ہیں تو سب سے بڑا پیچیدہ مسئلہ اجتہاد کا بنا دیا ہے۔

اجتہاد اور متضاد انتہا پسندانہ رویئے

اجتہاد کے بارے میں بھی آپ کے چند قیمتی منٹ لوں گا کہ اس کا تمام چیزوں سے بنیادی تعلق ہے۔ اجتہاد کے بارے میں معاشرے میں انتہائی متضاد قسم کی غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں اور کوئی ایک انتہا پر جاتا ہے کوئی دوسری انتہا پر۔ اس میں معتدل راستہ لوگوں کے سامنے عموماً چھپ جاتا ہے۔ کبھی تو اجتہاد کی تعبیر ایسی کی جاتی ہے کہ اجتہاد کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ قطعاً کسی کو حق نہیں ہے یہ ایسی انتہا ہے جو جمود و تعطل ہے۔ اور

ایک ایسے دین کے ساتھ جو تا قیامت جامع آفاقی اور ہمہ گیر ہے اس کے ساتھ ایسی بات کرنا مذاق ہے۔ پھر اجتہاد کی دوسری تعبیر یہ کی جاتی ہے کہ اس میں کھلی آزادی ہے جیسے کوئی چاہئے اپنی عقل اور رائے کے مطابق بغیر کسی قدغن و حدود کے فیصلہ کردے۔ ایسا کرنا تحریف اور الحاد کی طرف لے جاتا ہے نہ وہ اجتہاد کے بارے میں صحیح رائے ہے نہ یہ اجتہاد کے بارے میں صحیح رائے ہے۔

اجتہاد کے نام پر تحریف والحاد

آپ کو معلوم ہے کہ تاریخ میں کتنا بڑا ظلم اجتہاد کے نام سے اسلام کے ساتھ ہوا ہے تاریخ میں ہمیشہ اسلام کو مسخ کرنے کی کوشش اس اجتہاد کے ذریعہ کی گئی جس کا انتہائی غلط معنی لیا گیا۔ فرقِ باطلہ کا آغاز قرامطہ یا باطنیہ معتزلہ وخوارج اور الملل والنحل جس میں فرق باطلہ کی ساری تاریخ مرتب ہوئی ہے۔ وہ ساری تاریخ بھری ہوئی ہے اس غلط اجتہاد کا سہارا لے کر کہ ان لوگوں نے کس کس طرح قرآن وسنّت کے ساتھ مذاق کیا۔ اور تحریف کا راستہ کھولا گیا۔ حالاں کہ اجتہاد ایک دو دھاری تلوار کی طرح ہے کہ وہ حفاظتِ جان کا بھی ذریعہ بن سکتا تھا اور دوسروں کی ہلاکت کا ذریعہ بھی۔ اجتہاد کا معاملہ بالکل پل صراط جیسا نازک ہے۔ کہ وہ تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہے۔ اس پر چلیں گے تو اس جہنم اور ان مشکلات کو عبور کر کے پہنچ جائیں گے آگے اور ذرا بھی بے احتیاطی کی تو نیچے جہنم کے گڑھے میں پہنچ جائیں گے۔

آپ دیکھئے اس ملک میں ہمارے ایک بہت بڑے دانشور نے جس کے مضامین چھپتے ہیں جس کی بڑی شہرت ہے۔ اس ملک میں اس نے کہا کہ السارق والسارقة فاقطعوا ایدیھما۔ اس نے اجتہاد کیا اس کا معنی تو یہ ہے کہ چور مرد اور چور عورت کا ہاتھ کاٹ دو۔ قطع ید کی سزا دو اور یہ واضح الفاظ تھے۔ سارق کا معنی بھی معلوم تھا اور قطع ید کا مفہوم بھی واضح۔ لیکن نیشنلائزیشن کا زمانہ تھا سوشلزم کی باتیں ہو رہی تھیں۔

اس دانشور نے کہا کہ السارق و السارقۃ سے مراد سرمایہ دار مرد اور سرمایہ دار عورت ہے اور فاقطعوا ایدیھما سے مراد یہ ہے کہ اس کے کارخانوں کو اس کی صنعتوں کو چھین لو، اس کے ہاتھ اس سے کٹ گئے جب کہ اس کی یہ تعبیر چودہ سو سال میں اس سے پہلے کہیں کی گئی تھی۔ یہاں ہمارے ایک بہت بڑے دانشور نے جو اب وفات پاچکے ہیں اور سنّت کے منکر تھے اور اجتہاد کے بڑے علمبردار تھے اس نے کہا یسئلونک عن المحیض ۔ قل ھو اذیً اب یہ ظاہر بات ہے، سب حضرات علماء و فضلاء ہیں، محیض سے کیا مراد ہے! کہ ماہواری کے ایام میں جو تکلیف ہوتی ہے خواتین کو اس حالت میں اللہ تعالیٰ حکم بیان کرتا ہے کہ اس حالت میں معاملات اور تعلق کیسا ہوگا۔ اللہ نے کہا کہ یہ بیماری کے ایام ہیں ان میں دور رہنا چاہیئے مگر اس شخص نے یوں ترجمہ کیا کہ یسئلونک عن المحیض کہ یہ سرمایہ دارانہ نظام کے بارے میں آپ سے پوچھتے ہیں کیونکہ بینکنگ سسٹم کی وجہ سے وہ ساری دولت جمع ہو جاتی ہے اور ارتکاز دولت ہوتا ہے اور محیض کا معنی کرنے کی جگہ۔ تو یہ بینکاری سسٹم اور سارا قل ھو اذیً یہ لعنت ہے اور غلط ہے اس کو ختم کر دو، اور کمیونزم کو اس ملک میں نافذ کر دو۔ یہ غلام احمد پرویز تھا اس پر کئی صفحے سیاہ کیئے ہیں۔ ان کی تفسیر میں اس کا ترجمہ بھی ہے۔

جناب چیئرمین! | مولانا اس لیے کہا گیا ہے کہ ؎

وے تاویل شاہ در حیرت انداخت   خدا و جبریل و مصطفیٰ را

مولانا سمیع الحق | پھر ہمارے یہاں ایک اور روشن خیال آگئے ڈاکٹر فضل الرحمٰن۔ پورا ادارہ تحقیقاتِ اسلامی اس غلط اجتہاد کی بھینٹ چڑھا دیا گیا۔ اُس نے کہا یہ سارا سُود جائز ہے اور قرآن میں ہے کہ لاتاکلوا الربوا اضعافاً مضاعفۃ کہ سُود کو چند در چند، دگنا، سہ گنا، چہار گنا مت کھاؤ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سُود مرکب حرام ہے اور سُود مفرد سارا حلال۔ اُس نے کہا کہ قرآنِ پاک میں ہے کہ کوئی عورت عفت چاہتی ہو تو اس کو فحاشی پر مجبور مت کرو۔ لا تکرھوا فتیاتکم علی البغاء ان اردن تحصنًا۔ اگر کوئی عورت فحاشی کو پسند

کرتی ہے اور وہ بازارِ حسن میں بیٹھنا چاہتی ہے اور وہ عفیف رہنا نہیں چاہتی تو کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ اس کو روکے اب قرآن کریم کی آیات سے اس نے شراب کو حلال کر دیا۔ سود کو بھی، زنا کو بھی اور اس نے کئی مضامین لکھے تھے کہ اس وقت جو شراب بیئر وغیرہ چل رہی ہے یہ ساری شراب نہیں ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں ملتا ہے یہ حلال ہے اس طرح مغربی تہذیب کی جتنی خرابیاں اور لعنتیں مسلم معاشرے میں موجود ہیں اس کے لیے مستشرقین نے اور جو متجددین ہیں، اور ماڈرن ازم کے علمبردار ہیں۔ انہوں نے اجتہاد کا سہارا لیا اور ان ساری چیزوں کو مباحات کا درجہ دے دیا خواہ وہ رقص و سرود تھا یا تصویر کا مسئلہ۔ ان تمام چیزوں کو حلال قرار دیا۔

اجتہاد کے بارہ میں غلط رویہ اس لیے ہمیں اجتہاد کے مسئلے کو اس طرح کھلا نہیں چھوڑنا ہوگا کہ ان سے مکمل جس طرح انسان چاہے اجتہاد کر دے پھر اجتہاد کے بارے میں یہ رائے کہ عقل اور رائے میں جو بھی فیصلہ آ جائے وہ دے دو اس قسم کی تعبیر کسی کے ہاں بھی مسلمانوں کے دور میں نہیں رہی کہ ہر مسئلے میں اجتہاد کیا جائے گا، یہ تو معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں واضح ہے کہ قرآن و سنت میں اگر کوئی چیز نہ ہو تو اس معاملے میں اجتہاد کر سکتے ہیں اگر کوئی ایسی بات تھی کہ ہم کو ہر معاملے عقل و انصاف اور رائے کے مطابق کھلی آزادی ہوتی اور ہم فیصلے دے سکتے اور اس کے مطابق ہم جس طرح چاہتے اس پارلیمنٹ میں قانون بنا لیتے تو پھر تو انبیاء کرام کی بعثت کی ضرورت نہ تھی اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کو ہر دور میں وحی اتارنے کی ضرورت ہوتی۔

مولانا کوثر نیازی | پوائنٹ آف آرڈر

جناب چیئرمین | جی مولانا صاحب!

مولانا کوثر نیازی | جناب والا مجھے مولانا سمیع الحق صاحب کی وسعتِ علم کا اندازہ

ہے اور میں ان کا بڑا معترف ہوں مگر اب تک جتنی مثالیں انہوں نے پیش کی ہے وہ تفسیر بالرائے کی مثالیں ہیں غلط اجتہاد کی انہوں نے کوئی مثال پیش نہیں کی وہ اگر غلط اجتہادات کے بارے میں بھی روشنی ڈالیں تو شاید زیادہ مناسب ہوگا۔

جناب چیئرمین | مولانا سمیع الحق صاحب

مولانا سمیع الحق | تفسیر بالرائے کی علماء نے یہی تعبیر کی ہے اس کی تعریف بھی کہتے ہیں اور الحاد بھی یہی اجتہاد ہے۔ کہ تفسیر کیے بغیر اس کے آگے پیچھے سیاق وسباق کا ٹ کر عربی لغتوں کو دیکھ کر موضوع کو سامنے رکھ کر یا اس طرح مختلف طریقوں کو سامنے رکھ کر اجتہاد کر لیتے ہیں اگر وہ تفسیر بالرائے ہے یا الحاد ہے یا تحریف ہے تو اسے ہم اجتہاد کہیں گے اجتہاد کا معنی ہے کہ کسی جد وجہد کے ذریعے ایک چیز تک پہنچنا اس پر ذہنی اور فکری صلاحیتیں لگانے کے بعد کسی ایک نکتہ پر پہنچنے کو اجتہاد کہتے ہیں۔

بہر حال میں عرض کر رہا تھا کہ پھر انبیاء کرام کتاب وسنت اور اسلامی تعلیمات کی ضرورت ہی نہ ہوگی۔ بلکہ اللہ نے واضح طور پر کہا ہوتا کہ بس انسانوں کو میں نے پیدا کیا ہے اور جس معاملے میں ان کی رائے اور عقل فیصلہ دے دے تو اس کے بارے میں فیصلہ کر سکتے ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو مذہب کی پابندیوں کی وحی اور تعلیمات الٰہی کی پابندیوں کی ضرورت ہی نہ تھی۔

نئے اجتہاد کے نام سے چودہ سو سالہ ذخیرہ اور عظیم سرمایہ نظر انداز نہیں کیا جا سکتا | اس کے علاوہ اجتہاد کے بارے میں ایک دوسرا تاثر یہ ہے یہ پہلے کی طرح تو نہیں ہے کہ بالکل انہیں کھلی چھٹی ہے کہ قرآن سنت کو بھی بالکل سامنے نہ رکھیں اور اجتہاد کر لیں لیکن اجتہاد کے بارے میں دوسرا تاثر رکھنے والوں کا پھر بھی یہ خیال ہے کہ گویا قرآن

آج پہلی بار ہم پر نازل ہوا ہے اس کے معنی متعین کرنے کے بارے میں اس کی تعبیرات اور تشریحات کرلیں گے؟ ایسا بالکل نہیں ہے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے شاگرد اور قرآن و سنت کے پہلے مخاطب تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی تعبیرات و تشریحات متعین کیں۔ پھر خلفائے راشدین نے متعین کیں۔ پھر تابعین نے ساری زندگیاں تحصیل علم کے لیے وقف کیں ان صلاحیتوں کو حاصل کرنے کے لیے انہوں نے کیا کیا ریاضتیں کیں یہ پوری تاریخ آپ کے سامنے ہے۔ انہوں نے روکھی سوکھی کھائی۔ ننگے بھوکے رہے چٹائیوں پہ ساری زندگیاں گذاریں۔ حضورؐ کے زمانے میں جو تعلیمات آئی تھیں اس کی تشریح میں وہ لگے رہے۔ پھر فقہاء امت نے اس پر بڑی محنتیں کیں۔ ان چودہ سو سالہ محنتوں کے ساتھ ساتھ ہمارے سامنے ایک بہت بڑا ذخیرہ اجتہادات کا رکھ دیا اب اگر کوئی مسئلہ سامنے آئے گا اور ہم کہیں گے کہ سارا چودہ سو سالہ ذخیرہ سے صرف نظر کریں۔ اس طرح کا تو اپنی تاریخ ثقافت اور کلچر کے ساتھ کسی قوم نے ایسا ظلم نہیں کیا ہوگا۔

رائج الوقت قوانین کا دفاع کرنے والے دقیانوسیت میں مبتلا ہیں

جناب والا!! از سر نو فقہ کو ادھیڑ کر بیٹھ جانے کا مطلب یہ ہے کہ ہماری چودہ سو سال کی پرانی محنتیں ضائع ہو گئیں۔ اور ہم پھر چودہ سو سال پیچھے چلے جائیں۔ اسی کو رجعت قہقہری کہتے ہیں اسی کو دقیانوسیت کہتے ہیں۔ جس کا طعنہ علماء کو دیا جاتا ہے۔ پھر ان لوگوں کو تو اس بات کا بڑا غم ہے کہ سو سال موجودہ تعزیرات پر محنتیں ہوئیں اور فیصلے عدالتوں نے کیے ہیں اور وہ تمام ذخیرے جو سو سال کی محنت سے تیار ہوئے وہ ہم سے ضائع ہو گئے۔ حالاں کہ وہ سو سالہ محنتیں ایک غیر مسلم قوم کے قانون پر ہوئی تھیں یعنی انگریز کے قانون پر پھر چودہ سو سال تک اس تمام ذخیرے پر جو عظیم محنتیں ہوئی ہیں اس کا انہیں کوئی دکھ نہیں ہوگا۔

ہماری اہلیت، ہماری صلاحیت، ہماری ذہانت، ہماری دیانت، ہمارا تقویٰ اور اور ہماری محنتیں، ہمارا علم، غرض یہ ساری چیزیں ان لوگوں کے برابر تو نہیں ہیں اگر وہ لوگ چودہ سو سال میں نہیں سمجھ سکے تو پھر اسلام کو تو لپیٹ کر کے بالائے طاق رکھنا چاہئے کہ چودہ سو سال سے اس کی تعبیر کسی کی سمجھ میں نہیں آئی۔ اس لیے ہم آج نئے سرے سے بیٹھ کر اس کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔

جناب والا! بہر حال اسلام میں اجتہاد ہے۔

پروفیسر خورشید احمد | جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین | پروفیسر خورشید احمد

پروفیسر خورشید احمد | میں مولانا صاحب کی فاضلانہ تقریر کو انٹرپٹ نہیں کرنا چاہتا تھا مگر آپ کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرا رہا ہوں کہ ہم اس وقت ایک نہایت ہی اہم موضوع پر بحث کر رہے ہیں لیکن اس وقت ایک بھی باقاعدہ وزیر ایوان میں موجود نہیں ہے۔ جس سے کہ گورنمنٹ کی کم از کم ٹوکن نمائندگی ہو یہ معاملہ افسوسناک ہے مولانا صاحب اپنی تقریر جاری رکھیں۔

مولانا سمیع الحق | تو حضور والا! اجتہاد کی گنجائش ہے۔ اب اس کی صورت کیا ہے ایک مسئلہ ہمارے سامنے آئے گا تو یہ دیکھا جائے گا کہ جن چیزوں کا حل قرآن و سنت میں واضح طور پر طے کیا گیا ہوگا اور موجود ہوگا اس کے بارے میں ہم اجتہاد نہیں کریں گے۔ مثلاً زکوٰۃ ہے، صلاۃ ہے اور حج ہے وغیرہ۔

جناب چیئرمین | ایک منٹ۔ پروفیسر خورشید احمد کے پوائنٹ آف آرڈر کا یہ فائدہ تو ہوا ایک باقاعدہ وزیر بہ نفس نفیس ہاؤس میں تشریف لے آئے ہے۔

جناب عبدالرحیم میرداد خیل | وزیر مذہبی امور تو ایوان میں موجود نہیں۔

جناب چیئرمین | اس کا تعلق وزیر قانون ہی سے ہے۔

مولانا سمیع الحق جناب والا! میں بھی عرض کروں گا کہ مجھے بھی معلوم نہیں تھا کہ جناب وسیم سجاد صاحب (وزیر انصاف وقانون) ایوان میں موجود نہیں ہیں اگر وہ اتنے اہم موضوع پر تقریر کے وقت ایوان سے چلے گئے تھے تو میں بھی اس پر اظہار افسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ میں مطمئن تھا کہ چلئے! وزیر قانون تو ہاوس میں موجود ہوں گے۔ بہر حال خدا کا شکر ہے کہ اگر صبح کا بھولا ہوا شام کو واپس گھر آیا۔

اجتہاد کے حدود وقیاس تو جناب والا! جس چیز کا حل قرآن وسنت میں موجود ہو اس کے بارے میں اجتہاد نہیں ہو سکتا آج زکوٰۃ کے معنی کے بارے میں کوئی نئی شے مقرر نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی اس میں کوئی کمی بیشی کر سکتا ہے اسی طرح صلوٰۃ کے معنی متعین کرنے میں کوئی اجتہاد نہیں کر سکتا۔ یہ قطعیات دین ہیں یا اس کو ضروریات دین کے عنوان سے علمی اصطلاح میں تعبیر کیا جا سکتا ہے اس طرح حج اور قربانی اور صدقات الفطر یہ ساری چیزیں واضح ہیں اس کے بعد یہ دیکھا جائے گا کہ فقہاء صحابہ کرام اور فقہا امت کی آراء اس کے بارے میں کچھ ہیں کہ نہیں اگر یہ ساری چیزیں سامنے آتی ہیں کہ کسی چیز کے بارے میں کوئی حکم نہیں ملتا۔ مثلاً آج ہزاروں مسائل سامنے آ گئے ہیں آنکھوں کا عطیہ ہے۔ خون کا مسئلہ ہے اور ٹیوب بے بی وغیرہ۔ اس قسم کی کئی چیزیں سامنے آ رہی ہیں ان کے بارے میں ہم نے قرآن وسنت فقہائے اصول اور مصطلحات جو ہیں ان سب کو سامنے رکھ کر حدود وقیود میں رہتے ہوئے ان مسائل کو حل کرنا ہے اور شریعت کی اصل مراد کو سمجھنے کی کوشش کی جائے گی۔ اور اس کے جائز یا ناجائز ہونے کا فیصلہ کیا جائے گا اس صورت میں یہی اجتہاد کا حق حاصل ہے اس کا دروازہ کسی نے بند نہیں کیا جو دروازہ حضور ﷺ نے کھولا ہے اس کو کوئی بند نہیں کر سکتا۔

ہر معاملہ میں فن اور اہلیت ملحوظ رہتی ہے لیکن اجتہاد کیلئے لازمی بات ہے کہ اس کیلئے اسلامی ماہرین ہوں جیسے ہر فن کیلئے اہمیت اور فنی صلاحیت ملحوظ رکھی جاتی ہے جیسے طبیب کیلئے طب اور میڈیکل سائنس میں ماہر ہونا ضروری ہے۔

آپ کسی بڑھئی کو یا کسی اور فن کے مستری کو چاقو یا قینچی ہاتھ میں نہیں دے سکتے کہ آیئے! ذرا مریض کے پیٹ میں درد ہے یا اس کے دل میں نقصان ہے آپ اس کا آپریشن کرلیں آپ کہیں گے کہ اہلیت والوں کو دکھائیں۔ اسی طرح کی تعبیر کرتے ہوئے آپ وکیل سے رجوع کریں گے۔ یہ نہیں ہوتا کہ آپ کسی انجینئر کو بلائیں اور اس سے کہیں کہ آپ اس مقدمہ میں آپ پیروی کریں تو جب انجینئرنگ میں انجینئر اور طلب میں طبیب اور قانون کی تعبیر کے لیے جج اور وکیل کی اہلیت ضروری ہے تو اسلام کی تعبیر اور اسلامی قوانین کے بارے میں رائے کا اظہار اور اجتہاد کرنا بہت بڑی بات ہے اس کے لیے بھی لازماً مطلوبہ اہلیت اور صلاحیت اور یہ ساری چیزیں ہم نے ملحوظ رکھنی ہوں گی۔ اگر وہ مطلوبہ مہارت اور صلاحیت اپنے اندر رکھتا ہے تو اس کو اجتہاد کا حق حاصل ہوگا۔

اجماع اور قیاس

اسی طرح ماضی میں جو اجتہادات کیے گئے ہیں۔ ہم دیکھیں گے کہ انہوں نے قرآن و سُنّت کو سامنے رکھا ہے اور یہ بھی دیکھیں گے کہ اب بھی اس مسئلے میں وہی اسباب ہیں اور وہی مقتضیات ہیں۔ وہی علل ہیں اور مقیس اور مقیس علیہ ایک ہے اور جو چیز اس میں قدر مشترک ہے اس کا مادہ بھی ایک ہے اور اس پر انہوں نے ایک فیصلہ کیا ہے اگر پوری امّت نے اور اکثریت نے اسی طرح فیصلہ کیا ہے ائمہ اربعہ اور تمام ائمہ اس پر متفق ہیں تو ہم اس کو اجماع کہیں گے۔ کہ انہوں نے اجتماعی اجتہاد کیا اب اجتماعی اجتہاد کے نتیجے میں ایک فیصلہ ہمارے سامنے آیا جس کی تعبیر ہم اجماع سے کرتے ہیں ہم اجماع سے پھر ادھر ادھر نہیں ہٹ سکیں گے ساری امّت کے اکابر اور اہلیت رکھنے والے وہ تو غلطی پر نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کے دلائل ہم نے دیکھے ان کے مآخذ کو ہم نے جانچا ان کے

اسباب اور مقتضیات اور علل کو ہم نے پرکھا پھر یہ ہماری ڈھٹائی ہو گئی کہ ہم کہیں کہ یہ سب کچھ ٹھیک ہونے کے باوجود ہم کہیں کہ ہم ان سب کو مسترد کرتے ہیں۔ اگر وہ فیصلے انفرادی ہوں گے تو پھر ان کو مسلمہ فقہا کے اجتہادات اور تعبیرات جس کا ذکر شریعت بل میں ہے تو ہم نے انفرادی فیصلوں کو بھی ملحوظ رکھا ہے اور اجتماعی فیصلوں کو بھی۔ ایک کی تعبیر اجماع سے کی گئی ایک کی تعبیر قیاس سے کی گئی اور قرآن وسنت نے خود ان چیزوں کو ملحوظ رکھا تھا تو ہم نے اس شریعت بل کی دفعہ ایک میں تعریف میں قرآن وسنّت سے کوئی حکم عدولی نہیں کی۔

بل میں ہم نے تحریف کا راستہ بند رکھا اجتہاد کا نہیں

اور اگر ہم صرف قرآن وسنت رکھیں گے تو آگے ہم بالکل نہیں چل سکیں گے اور تفسیر بالرائے کا جیسے مولانا نے فرمایا اور تحریف کا اور الحاد کا دروازہ کھل جائے گا ہم نے اس الحاد کے دروازے کو کھولنا نہیں تھا اور امّت کو مسائل اور انتشار اور بحرانوں میں ڈالنا نہیں تھا اور امت کو اباحیت اور مغربیت کی طرف جانے سے روکنا تھا۔ تو ہم نے شریعت بل میں تعریف کا راستہ بند کیا لیکن اجتہاد کا راستہ ہرگز بند نہیں کیا

شریعت بل اور فرقہ واریت کا پروپیگنڈہ

میں ان تفصیلات میں — زیادہ تفصیلات چھوڑتے ہوئے دوسرے نقطے کی طرف آتا ہوں کہ پورے ملک میں یہ کہا گیا کہ شریعت بل سے فرقہ واریت پھیلے گی۔ اور شریعت بل سے انتشار پیدا ہو جائے گا اور آپس میں جو جھگڑے ہیں وہ اور بھی بڑھ جائیں گے۔ حالانکہ ہمارا دعویٰ ہے کہ شریعت بل کے نفاذ سے فرقہ واریت ساری ختم ہو جائے گی اور شریعت بل سے کوئی فرقہ واریت نہیں پھیلے گی اسے بدقسمتی سے جان بوجھ کر متنازعہ بنا دیا

گیا ہے۔ اور اس کو ہوا دی گئی کہ یہ فلاں فرقے کے خلاف ہے۔ اور مجھے ایسی صورتیں اور ایسی کوششیں معلوم ہیں کہ بریلویوں کے پاس جاکر کہا گیا یہ تو وہابیوں کا بل ہے۔ اور وہابیوں کے پاس جاکر کہا گیا کہ یہ تو جماعت اسلامی کا بل ہے اور منصورہ برانڈ ہے اس سے مودودی ازم آجائے گا۔ اس طرح چاروں مکاتب فکر میں ہر جگہ جاکر ان کو بھڑکایا گیا اور کسی نے دیکھے پڑھے اور سوچے بغیر ہنگامہ کر دیا۔ کہ اچھا اس میں یہ ہے کسی کو کہا گیا کہ اس سے مزارات مٹا دیے جائیں گے کسی کو کہا گیا کہ اس سے فلاں مسئلہ ختم ہو جائے گا کسی کو کہا گیا کہ اس سے یہ ہو جائے گا۔

حالاں کہ آپ خود شریعت بل کو دیکھیں اور سب فاضل ممبران کے سامنے ہے اس میں کوئی بھی دفعہ ایسی نہیں جس میں کسی بھی مکتبِ فکر کے مسلمانوں کے معتقدات کو چھیڑا گیا ہو ان کے نظریات پر قدغن لگائی گئی ہو یا ان کے جو معمولات رسومات اور روایات ہیں اس کا کوئی ادنیٰ سا اشارہ بھی ہو۔

شریعت بل اور خواتین

یعنی عورتوں میں جاکر کہا گیا کہ اس سے آپ کے حقوق سلب ہو جائیں گے۔ آپ خود دیکھیں کہ ان کے متعلق شریعت بل میں کوئی ایک نقطہ ایک حرف کوئی ایک سطر بھی نہیں ہے جس میں قرآن اور سنّت اور اجماع اور قیاس، ذرائع ابلاغ مقننہ اور انتظامیہ کا ذکر ہے اب انہوں نے تفصیلات دیکھے بغیر جلوس نکالنے شروع کر دیے۔ بھئی! کوئی اور بل ہوگا تو اس کے بارے میں کوئی اور بات ہوگی۔ شریعت بل سے حقیقت میں تو سارے طبقوں کو حقوق مل جائیں گے۔ اور عورتوں کا فرش سے عرش تک مقام اونچا ہو جائے گا۔ لیکن پھر اس بل میں ان کا کسی جگہ ذکر ہی نہیں ہے کسی دفعہ سے ان کے نکاح طلاق، عدت میراث وغیرہ کسی مسئلے پر زد ہی نہیں پڑتی کون سی بات جائز کون سی ناجائز یہ تو پھر آگے جاکر دیکھا جائے گا کہ وہ جائز ہے یا ناجائز

ہے۔ شریعت بل نے جزئیات کو چھیڑا ہی نہیں ہے اور نہ عورتوں کے متعلق کسی اصولی حکم کو چھیڑا گیا ہے لیکن ان بے چاریوں کو بھی جاکر کہا گیا کہ یہ تو تمہیں تباہ کر رہے ہیں اور تمہارے حقوق سلب ہو جائیں گے۔ اور تم مصیبتوں میں پڑ جاؤ گی۔

شریعت بل پر استصواب رائے بھی متنازعہ بنانے کے لیے تھا

اسی طرح ایک طبقہ فکر میں جاکر اس کو اچھالا گیا۔ اور اس کو متنازعہ بنایا گیا حالاں کہ یہ تو بالکل سیدھا اور صاف ستھرا بل تھا جس میں کوئی الجھی ہوئی مبہم اور کوئی پیچیدہ اور کوئی منطقی اصطلاحات اور وہ چیزیں نہیں تھیں۔ ساری امت کو فضا صحیح اسلام کی سمت پر ڈالنا اور اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش تھی لیکن یہاں اس سلسلہ میں پھر ایوان میں بعض دوستوں نے یہ مسئلہ اٹھایا کہ اس کو استصواب کے لیے پیش کر دیا جائے۔ اس کا مقصد بھی یہی تھا کہ استصواب رائے کے ذریعے اس کو بالکل متنازعہ بنایا جائے اور یہ مسئلہ سب سے بڑا الجھا ہوا سامنے آجائے ہم کہیں گے کہ اس پر تو لوگ بالکل متنازعہ ہیں۔ حالاں کہ بات اگر صرف شریعت کی تھی تو اس بارے میں ہمارا حق نہیں تھا کہ قوم سے پوچھتے کہ آپ شریعت کا نفاذ چاہتے ہیں یا نہیں۔ اگر خدانخواستہ ایک مسلم معاشرہ میں سارے کے سارے لوگ کہہ دیں کہ ہم نہیں چاہتے تو کیا ہم اسلامی قانون کے بنیادی اور اساسی نظریات سے دست بردار ہو جائیں گے۔

حکومت کو طے شدہ اسلامی استصواب کا حق ہی نہیں نہ قوم کا کوئی غلط فیصلہ قابل تسلیم ہے

آج اگر پوری قوم کہے گی کہ ہم سرخ انقلاب کا استقبال کرتے ہیں تو کیا آپ قوم کی یہ بات مانیں گے؟ آج اگر قوم کہے کہ ہم سوشلزم کے لیے تیار ہیں تو آپ مانیں گے؟ آج اگر سیکولرازم

کا کوئی نعرہ لگائے کوئی کنفیڈریشن کا نعرہ لگاتا ہے کوئی علیحدگی، اور صوبائیت اور لسانی اور علاقائی عصبیت، اگر پوری قوم اس کے متعلق رائے دے تو کیا ہم کہہ دیں گے کہ ہاں یہ ٹھیک ہے؛ قوم نے فیصلہ کر دیا ہے۔ نہیں ہم قوم کا وہی فیصلہ مانیں گے جو اس ملک کی بنیادوں سے ہم آہنگ ہو اس ملک کے قیام کے وقت جس مقصد کے لیے قربانیاں دی گئی ہیں اس کو ختم نہ کریں۔ اس کی سالمیت پر ضرب نہ آئے۔ تو اگر پوری قوم کہہ دیتی کہ ہم شریعت کا نفاذ نہیں چاہتے پھر بھی اس حکومت کا یہ حق نہیں تھا کہ قوم کے اس فیصلے کو تسلیم کرتی۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ حق نہیں دیا کہ اسلام کو قبول کرتے یا نہ کرتے، نافذ کرنے یا نہ کرنے میں ان کو اختیار ہو۔ تو ہم نے اس استصواب کے ذریعہ اس مسئلے کو اور متنازعہ بنانے کی کوشش کی۔

قوم نے بار بار رائے دے دی ہے حالانکہ قوم نے تو رائے دے دی تھی قوم نے قیام پاکستان کے وقت عظیم قربانیاں دے کر کہا تھا کہ ہمیں شریعت کے نفاذ کے لیے ملک چاہیے۔ پھر ایک دو سال قبل ریفرنڈم کے ذریعہ قوم نے رائے دے دی تھی کہ ہم اسلامی نظام اور نفاذ کے کام کی وجہ سے اس صدر کو یہ حق دیتے ہیں کہ وہ رہے۔ اور اس نے اپنا نام نہیں لکھا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ اسلامی نظام میں پیش رفت چاہتے ہو یا نہیں، پوری قوم نے کہا ہاں چاہتے ہیں۔ ۱۹۷۷ء میں پوری قوم نے بہت بڑی قربانیاں دے کر کہا کہ ہمیں اسلامی نظام چاہیے تو ہم قوم سے کب تک پوچھتے — لیکن قوم پر آفرین ہے اور یہ تحسین کی مستحق ہے کہ ان ساری قربانیوں اور مشکلات سے گذرنے کے باوجود اور بار بار دھوکہ کھانے کے باوجود انہوں نے پھر بھی شریعت بل کے ریفرنڈم میں بڑھ چڑھ کر تاریخ میں انہوں نے ساڑھے

گیارہ لاکھ ، پندرہ لاکھ ، سولہ لاکھ جیسے آپ نے بھی ابتدا میں سارے اعداد و شمار
بیان فرمائے تھے ۔ اتنی بڑی تعداد میں انہوں نے اس بل کے حق میں رائے
دی ۔ اور آپ نے فرمایا بھی تھا شاید پارلیمینٹ کی تاریخ میں کسی قوم نے ایک بل
کے بارے میں اتنی بڑی تعداد میں ہاں یا نہ کی شکل میں رائے دی ہو۔ تو قوم نے
اپنا حق ادا کر دیا۔

سیاسی مخالفین کی سیاسی مخالفت

لیکن ہم نے ان ساری آوازوں کو تو چھوڑا
لیکن اگر کہیں دور سے کوئی خلاف آواز
اٹھی تو ہمارے کان کھڑے ہو گئے کہ اچھا! وہ تو نہیں مانتا ہے اور ان میں وہ
لوگ بھی تھے جو حکومت کو سرے سے تسلیم ہی نہیں کرتے تھے۔ وہ اس حکومت
کو جائز نہیں مانتے تھے وہ کہتے تھے کہ یہ حکومت متنازعہ ہے۔ تو ان کی مخالفت
سیاسی مخالفت تھی وہ کہتے تھے کہ یہ لوگ چھٹی کر کے گھروں کو چلے جائیں۔ اور ان
کو حق ہی نہیں ہے کہ اسمبلیوں میں بیٹھے ہوئے ہوں۔ اور یہ متغلبہ ہیں اور جبری
تسلط سے آئے ہوئے ہیں ۔ ان کی رائے یہ تھی۔ لیکن آپ نے ان کی اس
بات پر دھیان نہیں دیا۔ اور کہا کہ وہ فلاں مولوی بھی نہیں مانتا ہے۔ بھئی وہ مولوی
شریعت تو مانتا ہے شریعت بل مانتا ہے۔ لیکن وہ کہتا ہے کہ میں اس حکومت
کے ذریعہ، اگر یہ حکومت پورا قرآن بھی نافذ کر دے تو میں تسلیم نہیں کرتا۔ حالانکہ
یہ بات ان کی بے اعتدالی تھی۔ غلط تھی۔ قرآن و سنت کے مقابلے میں سیاست
کو سامنے نہیں رکھنا چاہیے تھا۔ جن لوگوں کا اوڑھنا بچھونا اسلام پر تھا جو اُٹھتے
بیٹھتے اسلام کے نام پر اور کھانا پینا اسلام کے نام پر ہے ان کی سیاست کی
دکان ساری اسلام کے نام پر چمکتی تھی۔ ان کو چاہیے تھا کہ وہ شکر کرتے کہ چلو
جس حکومت کے ذریعہ بھی ہو لیکن منزل مقصود تک کچھ پیش رفت ہو جائے۔

تو بات ان کی اصولاً غلط تھی۔

ہمیں سیاست سے نہیں شریعت سے سروکار ہے

اور یہ ایسی بات تھی جیسے یہود نے جو وحی کو نہیں مانتے تھے انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یہ وحی آپ کے پاس کون سے کر آتا ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام۔ انہوں نے کہا اچھا جبرئیل سے تو ہماری بڑی دشمنی ہے اور اگر میکائیل علیہ السلام یہ وحی لے کر آتے تو پھر ہم تسلیم کر لیتے لیکن جبرئیل لاتا ہے اس لیے ہم تسلیم ہی نہیں کرتے۔ مگر ہم نے کہا کوئی نان پارٹی سسٹم کی بنیاد پر حکومت ہو یا سیاسی بنیادوں پر حکومت آئی ہو یا مارشل لا کی کوکھ سے جنم لینے والی حکومت ہو ہمیں ان باتوں سے کوئی سروکار نہیں۔ مسلمانوں نے کہا کہ ہم نے اس لیے تو بائیکاٹ کی ساری اپیلیں مسترد کر دیں اور اس لیے ہم نے اس حکومت کو ایک بار پھر موقعہ دیا اور اس لیے ریفرنڈم میں ہم نے ضیاء الحق کو ہاں کہہ دیا کہ انہیں اسلام چاہیے تھا تو یہ ۹۵ فیصد لوگ ان جھنجھٹوں میں نہیں تھے لیکن سیاستدانوں کی سیاست کی دکان پھر بند ہو جاتی ہے۔ انہوں نے شور مچایا کہ یہ بل نہیں منظور ہونا چاہیے۔ کیونکہ یہ متنازعہ اسمبلیاں ہیں۔ حالانکہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ غلط تھا۔ یہ متنازعہ نہیں تھیں مگر اپنوں نے بھی ہمیں ادھر سے چھرا پھیر دیا اور اس حکومت نے بھی یہ کیا کہ ان کی اور ساری باتیں چھوڑ دیں اور یہ اس ایوان میں بہت سے لوگوں نے یہ کہا کہ فلاں مولوی نے مخالفت کی ہے بھائی! فلاں مولوی تو تمہارے وجود کو تسلیم ہی نہیں کرتا اس لیے یہ مخالفت تو، "لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ" والی بات ہوئی یہاں وانتم سکاریٰ کو چھوڑ دیا گیا۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ نشے کی حالت میں نماز کے مت قریب ہونا۔ ہم

نے نشے والی بات تو چھوڑ دی اور شور مچایا کہ اللہ نے کہا ہے کہ نماز نہ پڑھو۔ یہ تو وہی صورتِ حال ہوئی۔

بہرحال جان بوجھ کر اس مسئلے کو متنازعہ بنایا گیا اور اس سے ہرگز کسی فرقے کے حقوق پر زد نہیں پڑتی۔

ہر مکتبِ فکر کے مسلّمہ علما بل کے حق میں ہیں

اسی وجہ سے ملک کے جو مسلّمہ علماء ہیں آپ خوب سمجھتے ہیں کہ جو بکاؤ مال نہیں ہیں۔ جو ہر سرکار کے دربار میں ہاں میں ہاں نہیں ملاتے۔ جو درسیات سے گزرے ہوئے ہیں، جنہوں نے سیاست کو اپنا پیشہ اور کاروبار نہیں بنایا۔ ان تمام علماء نے اس پر اتفاق کیا اور مل بیٹھے۔ آپ اہلِ حدیث جو غیر مقلد ہوتے ہیں ان کے جید علماء کو دیکھیں وہ اس بل کے حق میں ہیں، بریلوی حضرات کے جو جیّد علماء ہیں جو آپ کی نظریاتی کونسل کے رکن ہیں وہ سب اس کے حق میں ہیں۔ جن پر سیاست بہت زیادہ چھائی ہوئی نہیں ہے۔ آپ بریلویوں کو دیکھیں۔ اہلحدیث کو دیکھیں۔ دیوبندیوں کو دیکھیں۔ میں کہتا ہوں شیعہ حضرات نے بھی اس کی مخالفت نہیں کی یہ (مخالفت میں بیان دینے والے) بھی ایسے ہی مولوی ہیں جنہوں نے سیاست کو کاروبار بنا رکھا ہے اسی طرح ان میں چند ہی نام ہیں جو سامنے آرہے ہیں۔ مگر جو اصل مجتہد ہیں جو اصل ان کے علماء ہیں جو محقق ہیں جو سیاسی ایجی ٹیٹر نہیں ہیں۔ ان کی طرف سے ان کی مخالفت میں کوئی بیان نہیں آیا اور جب ہماری سٹینڈنگ کمیٹی بیٹھی اور اقبال احمد خان صاحب اس کے چیئرمین تھے تو ان کی طرف سے کچھ ہمارے سامنے تجاویز آئیں کہ ہم اس بل پر اس صورت میں خوش ہوں گے ہم نے ان کی تجاویز کو دیکھا پرکھا اور ہم نے ان کے مشوروں کو اس میں ملحوظ رکھ لیا۔ پھر ایک ہفتہ بعد مجھے ان کے بڑے

جیّد علماء کرام کے ٹیلی گرام آئے ان کے خطوط آئے جو میرے پاس موجود ہیں کہ اب اس ترمیم کے بعد ہم اس بل پر خوش ہیں۔ اور ہم اس پر متفق ہیں تو شریعت بل نے ایک بہت بڑی دینی قوت کو اور دین چاہنے والوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دیا۔ شریعت بل انتشار کا ذریعہ نہیں یہ اتفاق و اتحاد کا ذریعہ ہے۔ اور آگے چل کر امّت کو بہت بڑی رحمتیں ملیں گی۔ اور اتحاد کے راستے کھل جائیں

کسی قانون کے لئے پورے ملک کا اتفاق رائے ضروری نہیں

پھر دنیا میں کوئی ایسا بل آپ دکھائیں اس کو ہم تب منظور کریں گے جب اس پر پوری مملکت کے شہری متفق ہوں اور اگر ان کو پسند نہیں ہے ناگوار ہے تو ہم اس کو منظور نہیں کریں گے۔ یہ تو عجیب سا معاملہ ہوا۔ ہم ہیروئن کو بند کرنا چاہتے ہیں ہم منشیات کے دشمن ہیں۔ ہم رشوت ستانی کے خلاف ہیں۔ ملاوٹ کے بارے میں آپ قوانین بناتے ہیں تو آپ ان لوگوں سے پوچھتے ہیں کہ بھئی! آپ سب کی کیا رائے ہے۔ آپ نے گدون میں پوست کی فصل کو تلف کیا وہ سارے چیخ رہے تھے کہ ہمیں حکومت کی یہ کاروائی منظور نہیں ہے۔ لیکن آپ نے ملک وملت کے مفاد میں جس چیز کو سمجھا اسی کو کیا اور آپ کے نزدیک وہی کرنا چاہیے تھا اسی میں بہتری تھی۔ آپ جب بھی کسی معاملہ میں قانون بنائیں گے تو کیا جرائم پیشہ اور تمام لوگوں سے کہیں گے کہ سب متفق ہو جاؤ۔ اس شریعت سے جن لوگوں کے مفادات پر ضرب پڑے گی جاگیردارانہ سسٹم کو نقصان پہنچے گا۔ فحاشی بے حیائی پھیلانے والوں پر قدغن لگے گی تو وہ لوگ اس کے خلاف چیخیں گے جن لوگوں نے عدل و انصاف کو بکاؤ مال بنا دیا ہے اور شریعت بل عدل کو بالکل مفت بنانا چاہتا ہے تو وہ لوگ اس کی مخالفت کریں گے کیونکہ ان کے مفادات پر ضرب پڑے گی۔ پھر تو دنیا میں کوئی بھی حکومت اصلاحی قانون پاس نہیں کر سکے گی

کیا حکومت اللہ کا دین الٰہی نافذ کرنا چاہتی ہے

یہاں ہمارے وزیر اعظم صاحب نے بھی کہا تھا کہ ہم ایک ایسا بل لائیں گے جس پر پوری قوم متفق ہو۔ کوئی نہ کوئی مفاد پرست طبقہ اس پر راضی نہیں ہوگا کوئی ایسا بل جس پر پوری قوم متفق ہوگی تو وہ پھر بل ہی بل ہوگا۔ اس میں کوئی معنویت نہیں ہوگی۔ یہ تو اکبر کا دین الٰہی ہو گیا۔ اکبر چاہتا تھا کہ میں ایسے قوانین بنا دوں جس میں ہندو، سکھ، مسلم، عیسائی لادین کمیونسٹ اور دہری سارے کے سارے خوش ہوں گے اس اکبر کے دین الٰہی کا انجام کیا ہوا۔ امت نے اس کو قبول نہیں کیا اور وہ چند سال سے آگے نہیں بڑھا اور اس کے نتیجے میں برصغیر میں ایک بہت بڑا اسلامی انقلاب آیا

اس مملکت اور شریعت بل کے بانی مجدد الف ثانیؒ ہیں

اور رنگ زیب عالمگیر اور مجدد الف ثانی مقابلے میں آ گئے میں کہتا ہوں اس مملکت اور شریعت بل کے بانی اول جو ہیں اور برصغیر میں شریعت بل کا آغاز کرنے والے مجدد الف ثانی ہیں۔ اور اس وقت سے ہماری یہ کوشش رکی ہوئی ہیں۔ اور آگے نہیں بڑھ رہیں۔ اور ہماری ساری قربانیاں رائیگاں ہیں

ارکان اسمبلی تاریخ کے فیصلہ کن موڑ پر ہیں!

اگر اس پارلیمنٹ کو اللہ نے موقعہ دیا اور ان ارکان نے اللہ و رسولؐ اور ساری چیزوں کو سامنے رکھ کر اس کو بل پاس کیا تو ان کو تاریخ میں ایک لازوال مقام ملے گا ہزار سال کے بعد جو چار پانچ سو سال محنتیں ہوئی ہیں اور جو قربانیاں دی گئیں وہ سب ان کے ہاتھوں ٹھکانے لگ جائیں گی۔ اب یہ ان کے اوپر ہے کہ اللہ کے ہاں سرخرو ہوتے ہیں اور اسلاف کی محنتوں کو ٹھکانے لگاتے ہیں یا اس پر یہ لوگ بھی پانی بہاتے ہیں تاریخ کا یہ ایک فیصلہ کن موڑ ہے تو ملک میں مختلف مکاتب فکر ہوتے ہیں طبقات ہوتے ہیں تو ان فرقوں کو ہم تحفظ دے سکتے ہیں۔ ان کو اپنے حقوق کی فکر کرنی چاہیے۔ اپنے دین، اپنے قوانین اور اپنے جو مسلمہ نظریات ہیں ان کے لیے فکر مند ہونا چاہیے کہ ہم ان کو نہ چھین سکیں۔

کسی فرقہ کو ہمیں اپنی شریعت پر عمل کرنے سے روکنے کا حق نہیں

ہم نے آئین میں ترمیم کر کے تمام فرقوں کو یہ حق دے دیا ہے کہ وہ اپنے پرسنل لاء میں اپنی فقہ اور اپنے مسلمہ عقائد کے مطابق ہم نے اس بل میں بھی دفعہ ۳ میں یہ واضح طور پر کہا کہ مسلمانوں کے تمام

فرقوں میں کسی فرقے کے اپنے جو پرسنل لاز ہیں اپنے کوئی معتقدات اور نظریات
ہوں تو وہ اس کے مطابق اپنی زندگی گذاریں اور جج بھی اس کے مطابق فیصلہ کرے گا
تو ان کو تو اپنا حق مل گیا وہ پانچ فیصد ہیں دس فیصد ہیں فرض کریں ۴۰ فیصد ہیں لیکن
کسی فرقے کو یہ حق کہاں سے آیا ہمارے جو معتقدات ہیں میرا جو دین ہے جو نظریہ ہے
میری جو فقہ ہے میرے جو کتاب وسنت، اجماع اور ماخذ ہیں اس سے ہمیں وہ کیسے
روک سکتے ہیں نہ ہمیں ان کو روکنا چاہئے اور نہ ہمارے دین اپنے نظام اور اپنے
دستور العمل کی طرف پیش رفت کرنے سے روکنا چاہئے۔ یہ تو اخلاقاً قانوناً جمہوریت
کے لحاظ سے ہر لحاظ سے روکنا ایک ظلم ہوگا۔ ۹۰ یا ۹۵ فیصد اکثریت اپنے دین پر عمل کرنا
چاہتی ہے بس۔ وہ قطعاً یہ نہیں چاہتی کہ اس فرقے کے حدود پر قدغن لگے اس پر
کوئی ظلم ہو ان پر کوئی زیادتی ہو۔ یہ بڑی زیادتی ہے کہ ہم اپنے دین سے اپنی فقہ سے
اپنے مسلمہ قواعد سے دست بردار ہوجائیں کہ کوئی ایک فرقہ خفا ہوتا ہے ناراض
ہوتا ہے بھائی! کیوں ناراض ہوتا ہے۔ ہم ان کے معتقدات میں قطعاً مداخلت
نہیں کرتے ان کو اپنے پرسنل لا کے مطابق چلنے کا حق دیتے ہیں

متفقہ ۲۲ نکات کا شریعت بل سے موازنہ

جناب والا! اس مسئلے کا ایک فیصلہ ابھی ہوسکتا ہے ہمیں
ایک ایسی چیز سامنے رکھنی چاہئے تھی جس پر تمام طبقات فکر نے اور فقہ کے پیروؤں
نے متفقہ ایک فیصلہ دے دیا اور قابل احترام شخصیت ہمارے پیر پگاڑا نے بھی
کہا کہ ۲۲ نکات کی روشنی میں یہ مسئلہ حل ہوسکتا ہے کیونکہ ۲۲ نکات پر ایک
دفعہ اجماع ہوچکا ہے اس میں جید شیعہ اور سنی علماء تھے۔ پھر ہمارے دوست
شام کو ایک بات کرتے ہیں اور صبح کو دوسری۔ اور ملک میں آوازیں اٹھتی ہیں انہوں
نے بھی شور مچایا کہ اس سے متفقہ بائیس نکات مجروح ہوجائیں گے۔ تو میں ان

لوگوں کے جواب کے لئے کچھ عرض کروں گا اور جناب پیر صاحب کے مشورے کی تحسین کرتے ہوئے میں بھی کچھ عرض کروں گا۔ کہ دونوں چیزیں سامنے رکھ کر دیکھیں کہ ہم نے کون سی بات سے ۲۲ نکات کی نافرمانی کی ہے خلاف ورزی کی ہے یا اس سے سرتابی کی ہے۔ اگر یہ چیز آج طے ہو جائے تو ہمارے بل کی ایک ایک دفعہ ۲۲ نکات کے مترادف ہے اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کی گئی تو پھر ان تمام لوگوں کو جن کے اکابرین نے دستخط کئے تھے تو ان کا اخلاقاً فرض ہوگا کہ وہ اس بل کو بھی تسلیم کریں۔ میں یہاں مختصراً اس کی چند مثالیں دوں گا

شریعت بل ۲۲ نکات ہی کی قانونی زبان ہے

میرے سامنے بائیس نکات بھی ہیں اور اپنا بل بھی ہے۔

جناب چیئرمین ! اگر ذرا اختصار سے کام لیں تو وقت بھی کم ہو رہا ہے

مولانا سمیع الحق ! حضرت ابھی وقت تو تنگ نہیں ہوا۔ ابھی تو رات کے بارہ ایک بجے تک ہم بیٹھ سکتے ہیں یہ اتنا اہم مسئلہ ہے بڑا قومی مسئلہ ہے یہ ممبران حضرات کچھ ایثار کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو اجر بھی دے گا اگر ۹ بجے سے کچھ بڑھ بھی جائے تو کیا حرج ہے بہرحال میں کوشش کروں گا کہ چند منٹ کے بعد اس کو سمیٹ لوں۔

ہمارے ہاں بل میں بڑا مسئلہ تعریف کا ہے۔ کہ شریعت کا اصل ماخذ قرآن پاک اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے دفعہ ۲ کی شق ب۔ اب اس میں ہم بنیادی نقاط کو دیکھتے ہیں دفعہ ۲ کے دوسرے نقطے میں واضح لکھا گیا ہے کہ ملک کا قانون قرآن سنت پر مبنی ہوگا۔ اب اس میں کہاں ہم نے ادھر سے حکم عدولی کی۔ دفعہ ۳ ہے کہ کوئی مقننہ شریعت کے خلاف قانون نہیں بنائے گی تو آگے

کی مقننہ کوئی ایسا قانون یا قرارداد ایسی منظور نہیں کر سکے گی جو شریعت کے احکام کے خلاف ہو۔ اگر ایسی کوئی قرارداد یا قانون منظور لیا گیا تو اسے وفاقی شرعی عدالت چیلنج کیا جاسکے گا

اب وہاں جو دوسرا نکتہ ہے اس میں بھی یہی ہے کہ ملک کا قانون قرآن وسنت پر مبنی ہوگا اور کوئی ایسا قانون نہ بنایا جاسکے گا یعنی مقننہ رپارلیمنٹ ، پہ وہاں بھی قدغن لگائی گئی ہے۔ کہ پارلیمنٹ کو کھلی آزادی نہیں ہے۔ وہ کوئی ایسا قانون نہیں بنا سکے گی اور نہ کوئی ایسا انتظامی حکم دیا جاسکے۔ اس میں اگلا نکتہ آیا ہے کہ مقننہ کو بھی اس کا پابند بنایا گیا ہے اور ایڈمنسٹریشن کو بھی ، کہ دونوں کوئی ایسا حکم نہیں دے سکیں گے جو کتاب وسنت کے خلاف ہو ہماری دفعہ ۳ میں ایک جملہ زیادہ ہے کہ اسے وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کیا جاسکے گا۔ کیونکہ ۲۲ نکات مرتب کرتے وقت وفاقی شرعی عدالت کا کوئی تصور یا ادارہ موجود نہیں تھا۔ اس لئے وہاں یہ نہیں کہا جاسکا۔

آگے ہمارے بل کی دفعہ ۶ ہے کہ شریعت کے خلاف احکامات دینے پر پابندی انتظامیہ کا کوئی بھی فرد بشمول صدر مملکت اور وزیر اعظم شریعت کے خلاف کوحکم نہیں دے سکے گا تو وہاں ۲۲ نکات میں شق ۳ میں یہ چیز واضح موجود ہے کہ کوئی ایسا قانون نہ بنایا جاسکے گا نہ کوئی ایسا انتظامی حکم دیا جاسکے گا جو کتاب وسنت کے خلاف ہو اور مملکت کسی جغرافیائی ، نسلی ، لسانی یا کسی اور تصور پر نہیں بلکہ ان اصولوں اور مقاصد پر مبنی ہوگی جن کی اساس اسلام کا پیش کیا ہوا ضابطہ حیات ہے یہ ہمارے بل کی اگلی دفعہ ۷ ہے۔ عدالتی عمل اور احتساب ، کہ حکومت کے عمال بشمول صدر مملکت اسلامی قانون عدل کے مطابق عدالتی احتساب سے بالاتر نہیں ہوں گے۔

جناب والا ______ آیئے ہم اب بائیس نکات دیکھتے ہیں اس میں سترواں نکتہ واضح طور پر یہ ہے کہ صدر مملکت کو یہاں کہا جارہا ہے کہ صدر مملکت کو آپ

کیوں پیٹتے ہیں اور وزیر اعظم کا ذکر آپ کیوں کرتے ہیں تو وہاں ۲۲ نکات کا ستر واں نکتہ یہی ہے کہ رئیس مملکت شہری حقوق میں عامۃ المسلمین کے برابر ہوگا اور قانونی مواخذہ سے بالاتر نہیں ہوگا۔ صاف طور پر یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ عام شہری کی طرح یہ بھی ہوگا اسی ۲۲ نکات کا ۱۸ واں نکتہ ہے کہ ارکان اور عمال حکومت اور عام شہریوں کے لئے ایک ہی ضابطہ قانون ہوگا۔ اور دونوں پر اس کو عدالتیں ہی نافذ کریں گی۔ اس میں ارکان، عمال حکومت اور سب شہری احتساب کے دائرے میں لائے گئے۔

دفعہ ۸ کے تحت جو مسلمہ فرقے ہیں ان کو ان کے پرسنل لاء جو اس وقت بعض دوستوں نے حذف کرا دئے تھے لیکن ہم چاہتے ہیں کہ وہ حذف نہ ہوں وہ اپنی جگہ پر رہیں اور تنقیحہ کمیٹی میں انہوں نے کہا کہ اس مسئلہ کو چھیڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ آئین میں نئی ترمیم کی شکل میں آرڈیننس طے ہو چکا ہے تو چونکہ آئین میں یہ چیز آگئی ہے کہ ان کو اپنے پرسنل لاء پر عمل کرنے کی اجازت ہوگی تو اس نکتے کی ضرورت نہیں۔ یہاں ملک میں بڑا شور مچایا گیا کہ اس دفعہ کو حذف کر لیا گیا ہے۔ حالانکہ اصل محرکین نے اس دفعہ کو رکھا تھا لیکن وہاں یہ تجویز سامنے آئی کہ اس دفعہ پر عمل ہو چکا ہے اب بھی اگر کوئی چاہے تو ہمیں انکار نہیں ہے اس میں باقاعدہ یہ دفعہ رکھ سکتے ہیں۔

ہمارے بل کی دفعہ ۹ جو ہے اس میں واضح طور پر غیر مسلموں کو تبلیغ کی آزادی یعنی غیر مسلم باشندگان مملکت کو اپنے ہم مذہبوں کے سامنے مذہبی تبلیغ کی آزادی ہوگی اور انہیں اپنے شخصی معاملات کا فیصلہ اپنے مذہبی قانون کے مطابق کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ اور یہ شریعت بل ان پر لاگو نہیں ہوگا۔

اب یہی دفعہ ۹ جو ہے وہ ۲۲ نکات کے دسویں نکتے میں واضح طور پر موجود ہے کہا گیا ہے کہ غیر مسلم باشندگان مملکت کو حدود قانون کے اندر مذہب، عبادت

، تہذیب وثقافت اور مذہبی تعلیم کی پوری آزادی حاصل ہوگی ۔ اور انہیں اپنے شخصی معاملات کا فیصلہ اپنے مذہبی قانون یا رسم ورواج کے مطابق کرانے کا حق حاصل ہوگا۔ تو دسواں نکتہ یہاں ہم نے اپنی دفعہ ۹ میں پورا سمو دیا ہے ۔ آپ دونوں کو سامنے رکھکر موازنہ کر سکتے ہیں پھر اس میں علماء کو جج مقرر کرنے کی بات کی گئی ہے یا معاون کے طور پر کام کریں گے اس چیز سے اچنبھا کیوں ہے ۔ یہ اگر ۲۲ نکات میں نہیں ہے تو اس کو ہم نے ۱۹۷۳ء کے آئین میں باقاعدہ طور پر تسلیم کیا ہے اور جو نظریاتی کونسل کے متعلق جو باب ہے اس میں یہ ساری چیز موجود ہے کہ ان کے شرائط، تدریس کی مدت جب ساری وہاں تسلیم ہو چکی ہے تو یہاں کوئی نئی چیز نہیں ہے جس سے بہت بڑا طوفان آجائے گا ۔

آگے ذرائع ابلاغ کی تطہیر دفعہ ۱۲ تو وہ نکتہ ۲۰ جو ہے اس پر واضح طور موجود ہے ہم ۔ ذرائع ابلاغ کی تطہیر غلط افکار ونظریات کے خلاف ہو ۔ اخلاق وعقیدے کے خلاف ہو اس پر پابندی لگانا چاہتے تھے تو ۲۲ نکات میں بیسواں نکتہ یہ ہے کہ ایسے افکار و نظریات کی تبلیغ واشاعت ممنوع ہوگی جو مملکت اسلامی کے اساسی اصولوں اور مبادی کے انہدام کا باعث ہو ۔ ہم نے اس کو بھی یہاں ملحوظ رکھا ۔ ہمارا سولھواں نکتہ بنیادی حقوق کے تحفظ کا ہے ۔ اس کے بارے میں بڑی لے دے ہوئی ہے تو اسکے الفاظ یہ ہیں " کہ شریعت نے جو بنیادی حقوق باشندگان ملک کو دئے ہیں ان کے خلاف کوئی حکم نہیں دیا جائے گا ۔ اب اس میں دیکھتے ہیں کہ یہ نکتہ ہے کہ نہیں ، تو ہم بائیس نکات ساتواں اور آٹھواں جو بالکل واضح طور پر ہے ہم نے یہاں بہت مختصر الفاظ میں اس کو سمو دیا ہے ۔ ساتواں نکتہ یہ ہے کہ :۔

" باشندگان ملک کو وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو شریعت اسلامیہ نے ان کو دئے ہیں ۔"

یعنی حدودِ قانون کے اندر تحفظ جان و مال، عزت و آبرو، آزادی مذہب و مسلک، آزادی عبادت، آزادیٔ ذات، آزادی اظہار رائے۔ آزادی نقل و حرکت آزادی اجتماع۔ آزادی اکتسابِ رزق۔ رفاہی اداروں سے ترقی کے مواقع میں یکسانی اور استفادے کا حق۔ اور آٹھواں نکتہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا میں سے کسی شہری کا کوئی حق اسلامی قانون کی سندِ جواز کے بغیر اس وقت تک سلب نہیں کیا جائے گا اور کسی جرم میں بغیر موقع صفائی دئے اور فیصلہ عدالت کے سزا نہیں دی جائے گی۔

اب یہ چند مثالیں تھیں جو میں نے شریعت بل جو ایوان کے سامنے ہے اور ۲۲ نکات یہ چند مثالیں سرسری مطالعے سے جو سامنے آئیں میں نے آپ کے سامنے رکھ دیں کہ ہم نے بنیادی حقوق کو نافذ کرنے کی اس بل کے ذریعے کوشش کی ہے ہم نے قرار دادِ مقاصد کو عملاً اس ملک میں نافذ کرنے کے لیئے یہ شریعت بل پیش کیا ہے ہم نے پچھلی تمام کوششوں سے سرمو انحراف نہیں کیا۔ بلکہ ان تمام محنتوں کو نتیجہ خیز اور ثمر آور بنانے کی کوشش کی ہے۔

بہت پہلے شریعت بل پر پوری امت کا اتفاق ہو چکا ہے

تو جناب چیئرمین صاحب!

اسی بائیس نکات کے متفقہ آئینے میں دیکھئے کہ آپ کو اس میں علامہ جعفر حسین مجتہد کا نام بھی نظر آئے گا۔ آپ کو علامہ حافظ مفتی کفایت حسین مجتہد کا نام بھی نظر آئے گا آپ کو اس وقت کے جمعیت اہلحدیث کے بہت بڑے عالم مولانا محمد اسماعیل سلفی کا نام بھی نظر آئے گا آپ کو اس میں دیوبندی اور بریلوی مکتب فکر کے تمام سرکردہ علماء کے دستخط ثبت ہوئے نظر آئیں گے۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی۔ مولانا اطہر علی اور مولانا ابو جعفر محمد صالح۔ یہ میں نے چند مکاتب فکر کے مسلمہ علماء کے نام لئے ہیں۔ کہ ان لوگوں نے اس پر دستخط کئے ہیں کہ ہم اس طرح ملک کی گاڑی کو اسلام

کی پٹڑی پر آگے چلا سکتے ہیں۔

بل مسترد کر دیا تو منافقت پر مہر لگ جائے گی

میں آخر میں اتنی عرض کر دوں گا کہ شریعت بل منظور کئے بغیر ہرگز اس ملک میں حاکمیت اعلیٰ خداوند قدوس کی قائم نہیں ہو سکتی۔

ہم ان کو ہزار ساورن کہیں اس کی ساورنٹی تب آئے گی جب شریعت بل کو عدالتوں ایوانوں اور ایڈمنسٹریشن میں اور ذرائع ابلاغ کے اداروں میں ہم جب تک نہیں پہنچائیں گے تو اس ملک میں حاکمیت اعلیٰ صرف تبرک کے لئے تو ایک بات ہو گی لیکن عملاً کوئی پیش رفت نہیں ہو گی۔ اور نہ ہم اس کو مسترد کر دینے کے بعد اسلام کا نام لینے کا حق رکھتے ہیں۔ نہ ہم اسلام کا نام الیکشنوں میں لے سکیں گے اور جس طرح ہم چالیس سال سے کر رہے ہیں نہ ہم اسلام کا نام سیاست کے لئے۔ نیابت کے لئے اور قوم کی ترجمانی کے لئے استعمال کر سکیں گے۔ اس حکومت پر، اس ملک پر مہر لگ جائے گی کہ یہاں ویسے نام کے لئے اسلام لایا گیا

تو خدارا ملک کو اس فضیحت سے بچائیے اور یہ ایوان ایسے کوئی اقدامات نہ کرے اس کو ایسی ترامیم کے ذریعے مجروح نہ کیجئے جو اس بل کی روح کو ختم کر دے یہ ایوان ایسا نہ کرے جو اس بل کی روح کو ختم کر دے۔

سرکاری ترامیم شریعت بل کو ڈائنامیٹ کرنے کے مترادف ہے

آج ہمارے سامنے ترامیم کا ایک مسودہ رکھا گیا ہے مجھے پڑھ کر انتہائی دکھ ہوا اور میں نے دیکھ لیا کہ دفعہ کو ڈائنامیٹ کر دینے کی کوشش کی ہے۔ حکومت یہ نہ سمجھے کہ وہ یہ ترامیم پاس کرائے اور قوم کو یہ کہا جائے گا کہ شریعت بل پاس ہو گیا ہے۔ قوم بھی بڑی ہوشیار ہے وہ بڑی آہنی آنکھیں رکھتی ہے وہ سارا پوسٹ مارٹم کرے گی۔ ان ترامیم کا بھی اور

اس بل کا بھی۔ اور انشاءاللہ جب تک ہم قوم کو نہیں کہیں گے کہ یہ شریعت بل، شریعت بل ہے تو آپ ہزار ترامیم اور مسودے پاس کرائیں قوم آپ کی نہیں مانے گی ہماری مانے گی

ہر شہری ہر طبقہ کے حقوق کی حفاظت

پھر میں دوسرا یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ اس شریعت بل سے ملک کے کسی طبقہ کسی شہری کے حقوق پر قطعاً کوئی زد نہیں پڑتی۔ سب کو حقوق مل جائیں گے۔ اور مفاد پرست افراد جو جونک کی طرح معاشرے کو چوس رہے ہیں بلیک میلنگ کر رہے ہیں ان کے تمام راستے اس بل سے بند ہو جائیں گے اسطرح میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ غیر مسلم اقلیت کو اس بل کے ذریعے ایک بے مثال تحفظ مل جائے گا انکو تمام حقوق مل جائیں گے۔ ابتدا میں کچھ مشکلات ہوتی ہیں ہم ایک عبوری دور سے گزریں گے تو کچھ مشکلات سامنے آئیں گی لیکن اللہ تعالیٰ ان کو آسان کر دے گا۔

نظام کی تبدیلی سے وقتی دشواریاں برداشت کرنی ہونگی

اور جب پوری قوم چاہتی ہے اور آپ بھی چاہیں گے تو آپ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں کے دروازے کیسے کھولتا ہے اور وہ مشکلات آسان کر دیتا ہے۔ اگر کچھ دشواریاں ہیں تو وہ اس نظام کی وجہ سے ہیں جو ڈیڑھ سو برس سے ہم پر مسلط ہے۔ اب جب اس نظام کا جوا اتاریں گے تو کچھ مشکلات تو سامنے آئیں گی نا۔

ایک شرابی جو ہر وقت شراب پینے کا عادی ہے جب آپ اس سے شراب چھڑائیں گے تو اسے تکلیف ہوگی وہ تڑپے گا لیکن یہ بات تو نہیں کہ شراب بڑی اچھی چیز تھی اور اسے بڑی اچھی سے محروم کر دیا گیا ہے۔ اس لئے وہ تڑپتا ہے۔ نہیں۔ شراب بذات خود ایک خراب چیز تھی۔ لیکن اس کی عادت بڑھ چکی تھی اور اس کے

جسم وجان میں اتنی اتنی سرایت کر چکی تھی کہ جب اس غلط چیز کو اس سے چھڑائیں گے تو کچھ دن تکلیف ہو گی اور جب اس کی یہ عادت چلی جائے گی تو پھر وہ دعائیں دے گا کہ یا اللہ میں تو بہت بڑی مصیبت سے چھٹ گیا۔ یہ انگریزی نظام ہماری جڑوں میں شراب اور ہیروئین کی طرح سرایت کر گیا ہے۔ اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے کچھ دن تک تکالیف کچھ مشکلات دشواریاں برداشت کرنی پڑیں گی ایسا تو نہیں ہے کہیں کہ ع

آئین نو سے ڈرنا طرزِ کہن پہ اڑنا

والی بات ہو جائے گی کہ ع

منزل یہی کٹھن ہے قدموں کی زندگی میں

تو اس کٹھن منزل کو ہمیں عبور کرنا ہو گی۔ پھر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور رحمتیں ہمارے ساتھ ہوں گی

دنیا کیلئے مثالی انقلاب مثالی نمونہ

اور معاشرہ ایک مثالی اور اسلامی بن جائے گا۔ یہ معاشرہ اگر اسلامی بن گیا ایک نمونہ بن گیا تو آپ دیکھیں گے کہ یہ ملک معاشرہ اور اس کا انقلابی عمل پوری دنیا میں انقلاب کا ذریعہ بنے گا۔ اس کے اثرات مشرق و مغرب میں پڑیں گے آپ کے سیکولرازم والے سیکولرازم سے دستبردار ہو جائیں گے۔ آپ کا روس اور چین سوشلزم کو دور پھینک دے گا اصل راحت تو اس نظام میں ہے۔ آپ کا امریکہ اسے محسوس کرے گا تو انسانی حقوق تو وہاں محفوظ ہیں۔ خوشحالی، آسائش اور عدل و انصاف تو وہاں ہے اس کے انقلابی اثرات پوری دنیا پر مرتب ہوں گے۔ اگر یہ امامت و قیادت پاکستان کو نصیب ہوئی تو یہ اس کی بہت بڑی سرخروئی اور خوش قسمتی ہو گی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں جلد از جلد اس منزل پر پہنچنے کی توفیق دے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین — جناب چیرمین۔ شکریہ!

سینٹ میں نفاذِ شریعت کا بِل

سینٹ میں پیش کیے جانے والے شریعت بل کا اصل مسودہ، جو حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کے ابتدائی تمہیدی کلمات کے ساتھ الحق ۱۹۸۵ء میں شائع ہوا۔ (مرتب)

نئی منتخب حکومت کا سب سے اوّلین قومی و ملّی فریضہ یہی تھا کہ وہ اپنی ساری توجہات فوری طور پر شریعتِ اسلامیہ کے مکمل نفاذ اور قرآن و سنّت کی مکمل بالادستی پر مبذول کرتی کہ یہی قیامِ پاکستان کا اساس تھا اور اسی نام پر آٹھ سال مارشل لاء مسلط رکھا گیا، اسی نام پر صدرِ پاکستان نے ۱۹ دسمبر ۱۹۸۴ء کو ریفرنڈم کے ذریعہ قوم سے اعتماد حاصل کیا، اور انہی وعدوں پر انتخابات میں امیدواروں نے ووٹ حاصل کیے، مگر واحسرتا کہ ساری توجہات کا مرکز مارشل لاء، کرسیاں، جمہوریت اور سیاسی پارٹیوں جیسے مسئلے تو بن گئے مگر اسلامی نظام کا جو رہا سہا چرچا تھا وہ بھی پس منظر میں ڈال دیا گیا۔

سردست ان تفصیلات میں گئے بغیر یہاں ہم اُس بِل کا متن پیش کر رہے ہیں جو مخدومی مولانا قاضی عبداللطیف صاحب سینیٹر اور احقر کی طرف سے سینٹ کے پہلے اجلاس کے آخری دن ۱۳ جون کو پیش کیا گیا۔ حکومتی حلقوں کے ردّ و قدح اور لیت و لعل کے باوجود محرکینِ بل اور مؤیدین کی پُرزور اور مدلّل تقاریر اور سینٹ کے عام ارکان کی

تحسین وتائید کے بعد چار وناچار حکومت نے اسے کارروائی کے لیے شامل کیا اور اسے سٹینڈنگ کمیٹی کے سپرد کر دیا گیا، اخبارات میں تفاصیل قوم کے سامنے آئی ہیں۔

الحمدللہ کہ قیام پاکستان اور قرارداد مقاصد کی منظوری کے بعد یہ پہلا ایک اہم مرحلہ ہے جس سے شریعتِ اسلامیہ کی بالادستی کے لیے ملک کے ایک اہم ترین ایوان (سینٹ) کے ذریعہ بھی ایک مینڈیٹ (اعتماد وتائید) حاصل ہوا۔ بجا طور پر پڑھے لکھے باخبر حلقے اسے ایک عظیم کامیابی قرار دے رہے ہیں۔ بہت سے علماء کرام، دوستوں، دینی تنظیموں اور دینی درد سے سرشار مسلمانوں نے مجھ ناچیز گنہگار کو بھی مبارکباد اور تہنیتی کلمات سے نوازا ہے مگر یہ تو محض خداوند کریم کے فضل وکرم کا کرشمہ ہے اور اسی کی توفیق پر ہے ہم ہرگز اس کے سزاوار نہیں مگر اصل خوشی تو ایوان سے اس بل کی منظوری اور ملک میں مکمل طور پر نفاذ پر ہوگی، جس کے لیے پوری قوم کو متحد ومنظم ہو کر آواز اٹھانی ہوگی۔ اور اصل امتحان اور آزمائش تو اربابِ حکومت کی ہے کہ وہ مختلف تاخیری حربوں، حیلوں اور شاطرانہ ہتھکنڈوں سے اس بل کو ٹالتی ہے یا پھر خدا اور رسولؐ اور قوم سے کیے گئے وعدوں کے مطابق اسے جلد از منظور کروا کر نافذ کراتی ہے۔ بہرحال نفاذِ شریعت کے اس بل نے موجودہ حکومت کو ایک چوراہے پر لاکھڑا کیا ہے۔ دیکھئے وہ سرخرو ہوتی ہے یا پھر......



سینٹ میں پیش کیے جانے کے لیے ایک بل
ملک میں نفاذِ شریعت

—— چونکہ قراردادِ مقاصد کو جو کہ سابقہ دساتیر میں بطور تمہید کے رکھا گیا تھا۔

—— جناب صدرِ مملکت نے اپنے صدارتی اختیارات کو بروئے کار لاتے ہوئے دستور کا مستقل حصہ قرار دے دیا۔

—— اور چونکہ قراردادِ مقاصد میں اس ملک کا حاکم اعلیٰ تشریعی اور تکوینی دونوں حیثیتوں سے ربّ العالمین خالق کائنات کو تسلیم کیا گیا ہے۔

—— اور چونکہ یہ ملک مسلمانوں کی عملی زندگی کو قرآن اور سنّت کے مطابق ڈھالنے کے لیے معرضِ وجود میں لایا گیا ہے۔

—— اور چونکہ اس ملک کے باشندوں کے ساتھ یہ عہد کیا گیا ہے کہ یہاں قرآن و سُنّت کا قانون زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی اور نافذ ہوگا۔

—— اور چونکہ موجودہ ریفرنڈم اور انتخابات میں عوام نے صدرِ مملکت اور پارلیمنٹ کو شریعت کے عملی نفاذ کے لیے منتخب کیا ہے۔

—— لہٰذا ایوانِ بالا سینٹ اپنے آئینی اختیارات استعمال کرتے ہوئے حسب ذیل قانون وضع اور منظور کرتا ہے۔

ابتدائیہ

(دفعہ نمبر ۱) نام تاریخ نفاذ اور حدودِ نفاذ

(الف) یہ قانون نفاذِ شریعت کے نام سے موسوم ہوگا۔

(ب) یہ قانون منظوری کے مراحل طے کرنے کے بعد فوری طور پر نافذ ہوگا۔

(ج) یہ قانون اسلامی جمہوریہ پاکستان کے تمام علاقوں اور تمام باشندوں پر نافذ ہوگا، البتہ غیر مسلم باشندوں کے شخصی معاملات اس سے مُستثنیٰ ہوں گے۔

(دفعہ نمبر ۲) (شریعت کی قانونی تعریف)

(الف) شریعت سے مراد دین کا وہ خاص طریقہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے واسطہ سے اپنے بندوں کے لیے مقرر کیا ہے۔

(ب) شرعی قوانین کا اصل ماخذ قرآن کریم اور سنّتِ رسولؐ ہے۔

(ج) اجماعِ امت کو قرآن اور سُنّت نے حُجّت قرار دیا ہے، اس لیے جو قانون

اجماعِ اُمت سے ثابت اور ماخوذ ہو وہ بھی شریعت کا قانون ہے۔

(د) جو احکام امت کے معتمد اور مُستند مجتہدین نے قرآن اور سُنّت اور اجماع کے قواعد اور ضوابطِ معینہ کے مطابق مستنبط کر کے مدون کرائے ہیں وہ بھی شریعت ہی کے قوانین ہیں۔ اس لیے کہ قیاس اور اجتہاد کو بشرطیکہ وہ قرآن اور سُنّت اور اجماع کے خلاف نہ ہو قرآن اور سُنّت نے حُجت قرار دیا ہے۔

شریعت کی بالادستی

(دفعہ نمبر ۳) مقننہ کوئی ایسا قانون یا قرارداد منظور نہیں کر سکے گی جو شریعت کے احکام کے خلاف ہو۔ اگر ایسا کوئی قانون یا قرارداد منظور کر لی گئی تو اس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہوگی اور اسے وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کیا جا سکے گا اور چیلنج کے فوراً بعد عدالت کے آخری فیصلہ تک اس پر عملدرآمد ملتوی ہو جائے گا۔

(دفعہ نمبر ۴) ملک کی تمام عدالتیں ہر قسم کے مقدمات بشمول مالی وغیرہ کے شریعت کے مطابق نہ کیے گئے فیصلوں کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہوگی۔

(دفعہ نمبر ۵) وفاقی شرعی عدالت کا دائرہ اختیارِ سماعت و فیصلہ بلاکسی استثناء ہر قسم کے مقدمات پر حاوی ہوگا، اور عبوری دستوری حکم ۱۹۸۵ء کے دستوری ترامیم کے ذریعہ لگائی پابندیاں فوراً ختم کر دی جائیں گی۔

(دفعہ نمبر ۶) انتظامیہ کا کوئی بھی فرد بشمول صدرِ مملکت اور وزیر اعظم کے شریعت کے خلاف کوئی حکم نہیں دے سکے گا۔ اگر ایسا کوئی حکم دے دیا گیا ہو تو اس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہوگی اور اسے عدالت میں چیلنج کیا جا سکے گا۔

(دفعہ نمبر ۷) حکومت کے تمام عمال بشمول صدرِ مملکت شرعی عدالت کا فیصلہ ملک کے عام دوسرے باشندوں کی طرح یکساں طور پر نافذ ہوگا اور کوئی بھی ملک کا باشندہ اسلامی قانونِ عدل کے مطابق عدالتی احتساب سے بالاتر نہیں ہو۔

(دفعہ نمبر ۸) مسلمہ اسلامی فرقوں کے شخصی معاملات ان کے اپنے اپنے فقہی مسلک کے مطابق طے کیے جائیں گے۔

(دفعہ نمبر ۹) غیر مسلم باشندگانِ مملکت کو اپنے بچوں کے لیے مذہبی تعلیم اور اپنے ہم مذہبوں کے سامنے اپنی مذہبی تبلیغ کی آزادی ہوگی اور انہیں اپنے شخصی معاملات کا فیصلہ اپنے مذہبی قانون کے مطابق کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

(دفعہ نمبر ۱۰) تمام عدالتوں میں حسبِ ضرورت تجربہ کار جید اور مستند علماء دین کا بحیثیتِ جج اور معاونینِ عدالت تقرر کیا جائے گا۔

(دفعہ نمبر ۱۱) علومِ شرعیہ اور اسلامی قانون کی تعلیم اور ججوں کی تربیت کا ایسا مؤثر انتظام کیا جائے گا کہ مستقبل میں علوم شرعیہ اور خصوصاً اسلامی قانون کے ماہر جج تیار ہو سکیں۔

(دفعہ نمبر ۱۲) قرآن اور سنت کی وہی تعبیر معتبر ہوگی جو صحابہ کرامؓ اور مستند مجتہدین کے عام اصولِ تفسیر اور علم اصولِ حدیث کے مسلّمہ قواعد اور ضوابط کے مطابق ہو۔

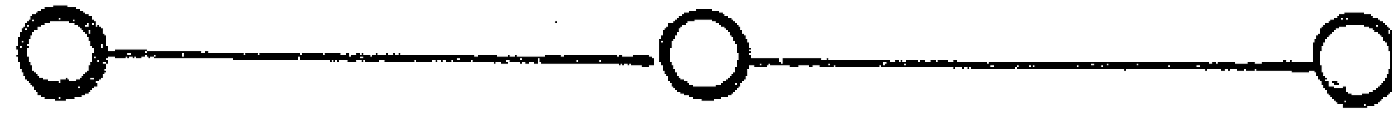
(دفعہ نمبر ۱۳) انتظامیہ، عدلیہ، مقننہ کے ہر فرد کے لیے فرائضِ شریعت کی پابندی اور محرماتِ شریعت سے اجتناب کرنا لازم ہوگا۔

(دفعہ نمبر ۱۴) تمام ذرائع ابلاغ کو خلافِ شریعت پروگراموں فواحش اور منکرات سے پاک کیا جائے گا۔

(دفعہ نمبر ۱۵) حرام طریقوں اور خلافِ شریعت کاروبار کے ذریعہ دولت کمانے پر پابندی ہوگی۔

(دفعہ نمبر ۱۶) شریعت نے جو بنیادی حقوق باشندگانِ ملک کو دیئے ہیں ان کے خلاف کوئی حکم نہیں دیا جائے گا، اگر ایسا کوئی حکم دیا گیا تو اس کی کوئی قانونی حیثیت

نہیں ہوگی اور اسے عدالت میں چیلنج کیا جا سکے گا۔



مسودۂ قانون نفاذِ شریعت کے اغراض ومقاصد و وجوہ

___ مملکتِ خداداد پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے۔

___ اس کی بنیاد اسلام کے نظریہ پر قائم ہے۔

___ اس مسودۂ قانون کی غرض وغایت اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور ملک کے اسلامی نظریہ کا استحکام ہے۔

___ اہلِ ملک جو بلا امتیاز عرصہ سے اس نظام کے لیے بے چین ہیں مطمئن کرنا ہے۔

___ ملک میں صحیح اسلامی معاشرہ کے ذریعہ امن وامان اور اسلامی مساوات قائم کرنا ہے۔

پیش کنندہ

(مولانا) سمیع الحق

(مولانا) قاضی عبداللطیف

شریعت بل کے ذریعہ

ہم آئین اور نظام بدل دیں گے

شریعت محاذ کے مرکزی راہنما اور جمعیۃ علمائے اسلام کے سیکرٹری جنرل حضرۃ مولانا سمیع الحق سے انٹرویو

رپورٹ: حنیف خالد

ملک کے معروف اخبار "جنگ" نے ملک کے تمام ایڈیشنوں (جمعہ میگزین) میں مولانا سمیع الحق سے لیا گیا ایک انٹرویو شائع کیا۔ جنگ کے شہرہ آفاق رپورٹر حنیف خالد کے مرتب کردہ اس انٹرویو کو ہم بشکریہ روزنامہ جنگ ۵ رجون ۱۹۸۶ء شائع کر رہے ہیں۔ قائد جمعیۃ کے اس انٹرویو سے ملک کے سیاسی حالات کا تجزیہ و تبصرہ، اہل اسلام کی ذمہ داریاں، شریعت محاذ کی تحریک، جمعیۃ علماء اسلام کا کردار اور ملکی سیاست میں علماء اور دینی قوتوں کی ذمہ داریوں پر روشنی پڑتی ہے اور اسلامی نظام کے نفاذ کا کام کرنے والے تمام کارکنوں کو دعوت عمل ہے۔

کئی دنوں سے کوشش تھی کہ جمعیۃ علماء اسلام کے نو منتخب سیکرٹری جنرل سینیٹر مولانا سمیع الحق سے ملاقات کر کے اسلامی نقطہ نظر سے ملکی سیاسی حالات کا تجزیہ و تبصرہ، اہل اسلام کی ذمہ داریاں، اہل علم کے فرائض، متحدہ شریعت محاذ کا پس منظر اور پیش منظر، حکومت کا رویہ، ایم آر ڈی کی سیاست، جمعیۃ علماء اسلام کا کردار، کراچی کی تازہ ترین اور سنگین صورتحال کے بارے میں ان کی رائے معلوم کروں۔ سینیٹر مولانا سمیع الحق ملک کے معروف پارلیمنٹرین، شریعت بل کے محرک اور شریعت محاذ کے مرکزی راہنما، جمعیۃ علماء اسلام کے سیکرٹری جنرل، ماہنامہ الحق کے مدیر، دار العلوم حقانیہ کے نائب مہتمم، مؤتمر المصنفین کے صدر، کئی ایک اہم علمی کتابوں کے مصنف ہیں۔

سوال :- آپ ایک ذمہ دار عالم دین، ولی اللّٰہی تحریک کی ترجمان جماعت جمعیۃ علماء اسلام کے سیکرٹری جنرل اور ماہنامہ الحق کے مدیر اور متحدہ محاذ کے مرکزی راہنما ہونے کی حیثیت سے ملکی سیاسی صورتحال، جمعیۃ علماء اسلام کا موقف، شریعت محاذ کی ضرورت، علماء کی ذمہ داریوں اور

اہلِ اسلام کے فرائض کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیے۔

جواب:۔ آپ نے ایک ہی سوال میں چار پانچ موضوعات اور مستقل عنوانات پر گفتگو کا کہا ہے، آپ دیکھ رہے ہیں کہ میں کس قدر گھرا ہوا ہوں اور پھر میں نے ابھی جانا بھی ہے۔ آپ کے مذکورہ تمام عنوانات کو ملحوظ رکھتے ہوئے مختصراً گذارش ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہر مسلمان کے ذمہ ایک لازمی فریضہ ہے، ہر مسلمان کا یہ فرض ہے کہ ہر باطل نظام اور دنیا کے ہر باطل قانون اور باطل آئین سے ٹکرا جائے اور اسے تہس نہس کرے، اس کی جگہ صالح انقلاب اور اسلامی نظام قائم کرے۔ جس جس کو جس قدر عقل و شعور اور علم و فہم کی دولت سے نوازا گیا ہے اُسی مناسبت سے اس کی ذمہ داریاں، فرضِ منصبی اور مسئولیت بھی بڑھ جاتی ہے۔ علماء، راہنمایانِ ملت اور میدانِ سیاست میں مصروفِ کار اور باطل قوتوں سے برسرِ پیکار حضرات کی ذمہ داری تو سب سے زیادہ بڑی اور اہم ہے۔ علماء انبیاء کے وُرثاء ہیں وہ دنیا کے ہر غلط نظام کو بدلنے اور نظامِ اسلام کو قائم کرنے کی مساعی پر مامور ہیں پھر محض سیاست برائے سیاست کرنا اور ماحول، واقعات اور حقائق و نتائج سے آنکھیں بند کر لینا علماء کے شایانِ شان نہیں، سیاست میں حصہ لینا اور شریعتِ اسلامیہ کے نفاذ کی کوشش کرنا اہلِ علم کا فریضہ منصبی ہے۔

سوال:۔ کچھ شریعت بل کے بارے میں ارشاد فرمائیے:۔

جواب:۔ شریعت بل، اس کے دفعات اور جزئیات طبع ہو کر پورے ملک میں مشتہر ہو چکے ہیں، علمی حلقوں میں پہنچ چکے ہیں، تمام مکاتبِ فکر نے اس سے اتفاق کر لیا ہے۔ پاکستان کے بڑے بڑے مفتی، علماء اور راہنما اس کو عین اسلام کی تحریک قرار دے چکے ہیں۔ کراچی میں بین جمعیت علماء اسلام کا تاریخی جلسہ اس سلسلہ میں منعقد ہوا تھا۔ ملک بھر میں اس کی حمایت میں جلسے جلوس اور احتجاج ہوئے ہیں، ملک کے اکابر علماء مفتی ولی حسن کراچی، مولانا عبداللہ درخواستی، مولانا مفتی احمد الرحمٰن کراچی، مولانا محمد یوسف لدھیانوی، مولانا مفتی محمد رفیع صاحب، مولانا محمد تقی قاضی، مولانا سلیم اللہ خان صاحب، مولانا اسفندیار صاحب، مولانا اسعد تھانوی، مولانا قاضی عبدالکریم صاحب، مولانا علاؤ الدین صاحب، مولانا عبید اللہ انور مرحوم، مولانا فیض احمد صاحب، مولانا محمد اجمل خان، مولانا عبدالستار تونسوی، مولانا احسان الحق، مولانا عبداللہ صاحب، شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اور

مولانا نعمت اللہ اور مولانا صدر الشہید سمیت سب کی جمعیۃ علماء اسلام کے پیش کردہ شریعت بل کو حمایت حاصل ہے۔ دوسرے مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے اکابر علماء سے تو آپ واقف ہیں۔ تو میں اب ایک ایک دفعہ پر بحث تو نہیں کرسکتا مگر الحمدللہ کہ آج تک ہمارا یہ چیلنج رہا ہے کہ اگر اس میں کوئی چیز خلاف شرع ہے تو اس کی نشاندہی کردی جائے مگر جواب نہ آیا۔ تو شریعت بل صرف چند دفعات یا سیاسی نعرہ کا نام نہیں بلکہ ایک نظام ہے اور ہم اس کے ذریعہ ملک کا نظام بدلنا چاہتے ہیں۔ محض شخصیات یا پارٹیاں نہیں بلکہ آئین بدلنا ہے۔ یہ عجیب دور ہے کہ مغربی سیاست اور لادینی سیاست قوم پر مسلط کی جارہی ہے اور اچھے بھلے بعض دیندار لوگ بھی غلط فہمی سے اس کی لپیٹ میں آرہے ہیں کہ حکومت بدلنے کے لیے چہرے بدلنے کے لیے علاقائی فسادات کے لیے قومی تعصب کے لیے بیرونی طاقتوں کی خوشنودی کے لیے لوگوں کو، عوام کو سڑکوں پر نکالو تخریب کاری کرو، دوکانیں جلاؤ، بے گناہ لوگوں کا قتل کراؤ۔ یہ سب کچھ سیاست برائے سیاست ہے، اسلام میں اس کی گنجائش نہیں، اسلام سیاست برائے غلبۂ دین کی تعلیم دیتا ہے، یہ سب بے مقصد ہنگامے ہیں تو جناب! محض سیاست سے، بے مقصد ہنگاموں سے اور بغیر شعور کے تحریک سے آپ یقین جانیں سو سال میں بھی آئین اور نظام نہیں بدلا جاسکتا شریعت بل کے ذریعہ ہم نے نظام کے بدلنے کا فیصلہ کیا ہے، آئین بدلنے کا فیصلہ کیا ہے، جو بھی حکومت قائم ہو جس کا اقتدار بھی آئے اور جائے سب اس نظام کے پابند ہوں گے مسلم لیگ بھی اس کی پابند ہوگی حکومتیں بدلتی رہیں ملک کا سیاسی نظام شریعت کا پابند ہو جائے گا کوئی پارٹی کوئی گروہ اور کوئی جماعت شریعت کے خلاف کام نہیں کرسکے گی شریعت بل کی کامیابی کی صورت میں عدالتوں سے مغربی نظام چھین لیا جائے گا اور اس کی جگہ نظام شریعت جاری کر دیا جائے گا۔

سوال:۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسمبلی میں شریعت بل پیش کرکے اسے متنازعہ بنایا جارہا ہے۔

جواب:۔ یہ عجیب منطق ہے کہ اسمبلی کے ارکان جب اس پر بحث کریں گے تو متنازعہ بن جائے گا لہٰذا اسے اسمبلی میں نہیں پیش کرنا چاہیے۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ اسلام کا نام نہ لو کہ لوگ

اختلاف کریں گے، اس کا تو مطلب یہ ہے کہ اسلام کی تبلیغ ہی نہ کرو، نہ رُوسیوں کو اسلام کی دعوت دو نہ امریکہ کے سامنے اسلام کا نام لو کہ وہ اسے ٹھکرا دیں گے۔ ہمارے اکابر نے ایوب خان کے دور میں، بھٹو شاہی کے دور میں اسمبلی کے ایوان میں اسلام کی بات کی، شریعت کے احکام پیش کیے، نظام شریعت کی دعوت دی مگر اکثریت کے بل بوتے پر اُن کی ہر بات مُسترد کر دی جاتی رہی۔ اگر اسلام کا نام لینا اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دینا اسلام کو متنازعہ کرنا ہے پھر تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کا نام لیا، لوگوں کو توحید کی دعوت دی اور کلمۂ اسلام ان کے سامنے پیش فرمایا کہ ساری دُنیا اس کی مخالف تھی اور ظالموں کے ہاں توحید بھی متنازعہ تھی۔ مجھے اپنے موقف پر سو فیصد یقین ہے کہ وہ درست مؤقف ہے، میرا ضمیر مطمئن ہے، ہمارا راستہ خالص اسلامی انقلاب کا راستہ ہے۔ ہمیں شرح صدر ہے کہ اس راہ میں جو بھی تکلیف آئے گی اللہ کی خوشنودی کا باعث ہو گی، جو بھی قدم اٹھے گا صرف اور صرف شریعت ہی کے لیے ہو گا، کامیابی ہو گی تو نورٌ علیٰ نور، ورنہ فرض منصبی ادا ہو رہا ہے، عنداللہ ماجور ہوں گے۔ انبیاء کرامؑ کا زندگی بھر یہی شیوہ رہا، کامیابی اور ناکامی ان کی ذمہ داری نہ تھی۔ نتائج اللہ پر چھوڑ کر وہ اپنی جدوجہد کرتے رہے۔ ہمارا بھی یہی مشن ہے یہی تحریک ہے اور یہی مؤقف ہے۔

سوال: کچھ لوگ شریعت بل کو مودودی اِزم اور منصورہ برانڈ قرار دے رہے ہیں۔

جواب: یہ سب کچھ جان بوجھ کر کرایا جا رہا ہے اور عامۃ الناس میں انتشار کے لیے قصداً یہ غلط فہمی پھیلائی جا رہی ہے کہ شریعت بل مودودی اِزم ہے اور اسے جماعت اسلامی نے پیش کیا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ دروغ گو را حافظہ نباشد۔ مغربی جمہوری سیاست کے تحفوں میں ایک بڑا تحفہ یہ ہے کہ بڑے لوگ اور خود کو سچا کہلوانے والے بڑے سیاست دان بھی اگر بڑا جھوٹ بولیں، خلافِ واقعہ بات کریں، تو اس کی حقیقت شناسی کئے بغیر داد دی جاتی رہے۔ جھوٹ بولنا اور اتہام و دروغ گوئی بھی موجودہ سیاست کا ایک فیشن اور لازمہ بن گیا ہے۔

خدارا کچھ تو انصاف سے کام لیجئے آخر قوم کیا کہے گی، سیاستدان بھی جھوٹ بولتے ہیں۔ آخر یہ شریعت بل کب پیش ہوا، کس نے پیش کیا، جناب اس کی کون سی دفعہ میں کون سی شق میں

مودودی ازم ہے، کون سی دفعہ شریعت کے خلاف ہے، ذرا نشاندہی کی زحمت فرمائیے محترم! یہ شریعت بل میں نے اور محترم مولانا قاضی عبداللطیف صاحب نے پیش کیا ہے، یہ شریعت بل ابتدا میں جمعیۃ علماء اسلام کے اکابر و مشائخ اور جید علماء کے مشورہ سے پیش ہوا ہے اس کی جنگ قائد شریعت مولانا عبدالحق مدظلہ کی قیادت میں لڑی جا رہی ہے۔

جناب عالی! قوم سچائی چاہتی ہے قوم اطمینان چاہتی ہے، حساس مسئلہ ہے، شریعت کا مسئلہ ہے، جن لوگوں کے ضمیر مطمئن نہیں، جنہیں اپنی سیاست پر یقین نہیں وہ شریعت بل کو بھی سیاہ عینک لگا کر دیکھتے ہیں، میں بجائے اس کے کہ جھوٹوں پر لعنتیں بھیجوں، آیتیں پڑھ کر ان کو اس کا مصداق ٹھہراؤں، ایسے نادان دوستوں کے لیے دعا کروں گا کہ اللہ ہم سب کو راست بازی، راست گوئی اور راست روی کی توفیق عطا فرمائے۔

سوال :۔ غیر جماعتی انتخابات میں آپ نے حصہ لیا اور موجودہ اسمبلیاں بھی اسی بنیاد پر وجود میں آئی ہیں جبکہ سیاسی جماعتیں باہر رہیں، اپنے موقف کی وضاحت فرماویں۔

جواب :۔ جی ہاں سمجھ گیا۔ یہ بات اب عام فیشن بن گئی ہے اور کہا جا رہا ہے کہ جب غیر جماعتی انتخابات کے بعد اب سیاسی جماعتیں بھی بحال ہو گئی ہیں لہٰذا موجودہ اسمبلیوں کی کوئی حیثیت نہیں ہونی چاہیئے، جب تک دوبارہ جماعتی انتخابات نہ ہوں غالباً اسی نکتہ بندی کو وجہ جواز بنا کر لوگ مڈٹرم انتخابات کا مطالبہ بھی کر رہے ہیں۔ غالباً آپ بھی یہی کہنا چاہتے ہیں۔

سوال :۔ جی ہاں میری بھی یہی غرض ہے۔

جواب :۔ یہ دلیل بے حد کمزور ہے، اس میں دلیل کے اعتبار سے کوئی وزن نہیں، آپ کو یاد ہو گا کہ ۱۹۶۲ء میں غیر جماعتی انتخابات ہوئے تھے جب کہ ۱۹۵۸ء میں مارشل لاء لگا گویا مارشل لاء لگنے کے چار سال بعد غیر جماعتی انتخابات ہوئے اور وہ بھی بنیادی جمہوریت کے ارکان کے واسطہ سے، پھر قوم جانتی ہے کہ ان انتخابات میں ملک کی کم و بیش تمام سیاسی جماعتیں اور موجودہ دور کے بڑے بڑے سیاسی بزرگوں نے حصہ لیا، قائد جمعیۃ حضرت مولانا مفتی محمود مرحوم بھی غیر جماعتی انتخابات کے ذریعہ پارلیمنٹ میں آئے تھے، نوابزادہ نصر اللہ خان،

ولی خان، ملک قاسم، جتوئی صاحب سب نے اس میں حصہ لیا تھا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اُس وقت سیاستدانوں کا فیصلہ درست تھا۔ اور اب جب ایم آر ڈی نے غلطی کی فیصلہ درست نہ کرسکی تو چاہیئے کہ وہ اپنی غلطی کا اعتراف کرکے دنگا فساد، تخریب و انتشار کے بجائے قومی یکجہتی کے لیے مُثبت کام کرے۔

سوال:۔ آپ کے نزدیک اس وقت ملکی سیاسی صورتحال، کراچی کے تازہ واقعات اور خارجہ پالیسی کے نقطۂ نظر سے پاکستان کی سیاسی زندگی کا سب سے بڑا مسئلہ کیا ہے؟

جواب:۔ اس وقت میرے نزدیک نظریۂ پاکستان پر یقین اور جمہور اہلِ اسلام کے متفقہ مطالبہ نفاذِ شریعت کا فوری اقدام ہے، پاکستان کی عمر چالیس سال ہوگئی ہے، مختلف ادوار اس پر گذرے ہیں، اس دور میں مختلف مسائل اُبھرے، نظریاتی اقتصادی اور سیاسی پہلو بھی سامنے آئے اور اب آپ دیکھ رہے ہیں کہ بیرونی طاقتیں خواہ وہ رُوس ہو یا ہندوستان اندرونی خلفشار کے بڑھانے، باہمی بے اعتمادی اور خانہ جنگی کی فضاء قائم کرنے اور اس ذریعہ سے اپنے مقاصد حاصل کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ صرف کراچی یا سندھ حیدرآباد ان کا ہدف نہیں، وہ پاکستان کے کانٹے کو اپنے راستہ سے ہٹانا چاہتے ہیں۔ اس لیے ملک کے اطراف و اکناف، چاروں صوبوں اور اہم مرکزی مقامات پر ان کے گماشتے اور تخریب کار عناصر پورے زور سے اپنا کام کر رہے ہیں۔ اس کا توڑ اور ان کے مذموم عزائم سے تحفظ کا واحد ذریعہ قومی یکجہتی ہے۔ یہ حسین مقصد صرف اور صرف نفاذِ شریعت ہی سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ ۴۰ سال سے ہم اس مقصد کے حصول کے لیے کوشاں رہے مگر ناکامی نے قدم چومے، ملک دولخت ہوگیا، اور اب علاقائی اور صوبائی عصبیت کا عفریت بچے کھچے شیرازہ کو نگلنے کے لیے تیار بیٹھا ہے۔ تو اس مقصد کو اگر واقعتاً حاصل کرنا ہے تو پھر بغیر اس کے چارہ نہیں کہ نفاذِ شریعت کا نام لینے کے بجائے عملاً کام کیا جائے، اخلاص و دیانت کے ساتھ شریعت کا پورا نظام نافذ کردیا جائے۔

سوال:۔ نفاذِ شریعت کے سلسلہ میں صدر جنرل محمد ضیاء الحق یا موجودہ حکومت کی اسلامائزیشن سے آپ کہاں تک مطمئن ہیں۔

جواب:۔ اس سلسلہ میں ابتدا میں کچھ عرض کرچکا ہوں۔ بہرحال نو سال سے اسلام کے نفاذ کا مژدہ سنایا جارہا ہے، حکمران اسلام کے نام کی مالا جپتے رہے مگر عملاً ایک فیصد کام بھی نہ کرسکے۔ اسلام کے نام پر ریفرنڈم اور نفاذ اسلام کے منشور کے عنوان سے الیکشن کے بعد نفاذ اسلام میں تاخیر کے لیے کوئی وجہ جواز نہ تھی، مگر آپ دیکھ رہے ہیں کہ اقتدار کا تحفظ تو کیا جارہا ہے مگر جس وسیلہ سے اقتدار کی کرسی ملی اُسے یکلخت نظر انداز کردیا گیا ہے۔

سوال:۔ نفاذ شریعت یا نظام مصطفےٰ کے قیام اور استحکام کے سلسلہ میں آپ کی یا آپ کی جماعت کی کارکردگی اور مساعی کیا ہیں۔

جواب:۔ خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ جمعیۃ علماء اسلام اپنے اکابر شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ، شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنیؒ، شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ اور قائد ملت حضرت مولانا مفتی محمودؒ کے نشان پر چل کر ہر دور میں باطل کی سرکوبی اعلاء کلمۃ اللہ، اسلام کی بالادستی، نفاذ شریعت کے مساعی اور نظام اسلام کے نفاذ کے سلسلہ میں بھرپور جدوجہد اور مؤثر انقلابی کردار ادا کرتی رہی ہے۔

جمعیۃ علماء اسلام کا اپنا منشور ہے، اپنا ایک مؤقف ہے، اپنا لائحہ عمل اور اپنا پلیٹ فارم ہے نظام میں، سیاست میں، تحریک میں، پالیسی کے وضع کرنے میں، ایک رائے قائم کرنے میں، سیاسی اتحاد یا اغراض میں ہماری جماعت کسی بھی بڑی یا چھوٹی طاقت سے وابستہ نہیں میرے نزدیک بڑی طاقت صرف اور صرف ایک ہی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ جمعیۃ کے ہر دور میں سیاسی اور اجتماعی لائحہ عمل، قومی و ملی کردار، اسی ذات کی رضا اور اسی پروردگار کے احکام سے وابستہ رہا ہے۔ یہ جمعیۃ ہی کے درست موقف اور بے داغ کردار کے نتائج ہیں کہ ۷۷ء کی نظام مصطفےٰ کی تحریک کی قیادت حضرت مولانا مفتی محمودؒ کو حاصل رہی۔ اور اب جبکہ نفاذ شریعت کا مسئلہ درپیش ہے، شریعت بل کے منظور کرانے کے اس مرحلہ پر بھی تمام مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے اکابر علماء اور سیاسی زعماء جمعیۃ علماء اسلام کے سرپرست شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب کی قیادت پر متفق ہوگئے ہیں اور متحدہ شریعت محاذ کا ان کو متفقہ طور پر صدر منتخب کرلیا ہے۔

سوال: شریعت بل اور جمعیۃ علماء اسلام کے جنرل سیکرٹری ہونے کے حوالے سے آپ نے ملک کے کئی حصوں کا دورہ کیا ہے، اہم مرکزی مقامات پر پاکستان کے سنجیدہ طبقہ سے آپ کے روابط ہیں تو شریعت بل کی پیش رفت کے بارے میں آپ کا کیا تاثر ہے؟

جواب: الحمدللہ یہ ملک مسلمانوں کا ہے اس میں بسنے والے تمام شہری شریعت کے ساتھ گہری عقیدت اور وابستگی رکھتے ہیں، آخر کون مسلمان ہوگا جو ملک کے اس حساس مسئلے اور نفاذ شریعت کے اس محتاط مرحلے میں سنگدل بن کر اس سے صرف نظر کرے گا۔ آپ دیکھتے ہیں کہ اس وقت تمام مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے اکابر علماء اور سیاسی زعماء شریعت محاذ کے سٹیج پر متفق ہو گئے ہیں۔ پاکستان کے جسور اور غیور مسلمان بیدار ہیں وہ اس کے نفاذ کے سلسلہ میں ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے تیار ہیں۔ جہاں تک ارباب اقتدار کی بات ہے وہ اس کے نفاذ میں مخلص نہیں، آپ دیکھ رہے ہیں کہ سرکاری حلقہ شریعت بل کو التواء میں ڈالنے، ٹرخانے اور اس کو دبا دینے کی پالیسی پر گامزن ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ علماء یا شریعت محاذ اور اہل اسلام نفاذ شریعت کی جنگ چھوڑ دیں گے۔

سوال: سیاسی جماعتیں شریعت بل کی مخالفت کر رہی ہیں، بعض تو صراحتاً اور بعض دبے لفظوں میں، یہ کیوں؟

جواب: شریعت بل ایسی چیز نہیں کہ کوئی مسلمان ایک مسلمان کی حیثیت سے اس کی مخالفت کرے۔ یہ تو ایمان کا مسئلہ ہے۔ اصغر خان، ولی خان، بینظیر صاحبہ، جی ایم سید انہوں نے پہلے کب نفاذ شریعت کی کسی تحریک میں حصہ لیا ہے؟ کہ اب ان سے آپ توقع کر رہے ہیں۔ آخر جو لوگ یہ کہتے ہوئے کوئی باک محسوس نہیں کرتے کہ ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفٰے کے لیے نہیں تھی، جو لوگ علی الاعلان یہ کہہ رہے ہیں کہ پاکستان میں مذہبی نظام اور دین اسلام کو سیاسی نظام پر غلبہ دینے کا کوئی جواز نہیں اور جو لوگ علی الاعلان کمیونسٹوں کے ساتھ دوستیاں بڑھا رہے ہیں اور ملک میں ان کے گماشتوں کا کردار ادا کر رہے ہیں اور جن کے اپنے دور حکومت میں اپریل ۷۷ء میں مکمل نظام اسلام تو اپنی جگہ دو تین مسائل کا شریعت بل بھی پارلیمنٹ میں مسترد کر دیا گیا ہے۔ شراب، جوا اور سود جیسے صریح محرمات پر جمعیۃ علماء اسلام کے اکابر کی تحریکیں اور قرار دادیں اکثریت

نے بڑی ڈھٹائی کے ساتھ مسترد کر دی ہوں، جن کی سیاست بیرونی طاقتوں کے اشارۂ ابرو کے منتظر ہو۔ ان کا شریعت بل کی مخالفت نہ کرنا واقعۃً ایک تعجب کی بات تھی۔ جہاں تک علماء کی ذمہ داریوں کی بات ہے تو میں کہتا ہوں کہ اس وقت اہلِ علم اور اہلِ دین کی سب سے بڑی ذمہ داری اہلِ اسلام اور دین پسند قوتوں کا اتحاد ہے اور موجودہ حالات میں اس اتحاد کا واحد ذریعہ شریعت محاذ کا پلیٹ فارم ہے۔ آخر جب لادین قوتیں لادینیت اور انارکی پھیلانے کے لیے متحد ہو سکتی ہیں کہ پاکستان توڑ دو اور علاقائی عصبیتوں کے علمبردار اتحاد کر سکتے ہیں تو اسلام پسند قوتوں کا بھی یہ فرض ہے کہ نفاذِ اسلام کے لیے متحد ہو جائیں اور الحمد للہ کہ اس مقصد کے حصول میں ایک حد تک اللہ تعالیٰ نے بڑی کامیابیوں سے نوازا ہے کہ ۲۲ دینی جماعتیں شریعت محاذ کے پلیٹ فارم پر متحد ہو گئی ہیں اور تحریک نفاذِ شریعت کے کام کو آگے بڑھا رہی ہیں۔

سوال:۔ تحریک نفاذِ شریعت یا شریعت محاذ کی جانب سے دو مرتبہ پارلیمنٹ ہاؤس کے سامنے نفاذِ شریعت بل کے لیے احتجاجی مظاہرے ہوئے ہیں۔ اس سلسلہ میں محاذ کے ایک اہم راہنما کی حیثیت سے یہ بتائیے کہ آئندہ لائحہ عمل کیا ہو گا؟

جواب:۔ دونوں احتجاجی مظاہرے شریعت محاذ کے قائدین کی سیاسی بصیرت اور مثبت اسلامی سوچ اور فکری اتحاد اور عوام کی بیداری، اسلام پسندی کا واقع اور منہ بولتا ثبوت ہیں۔ دوسری مرتبہ کے مظاہرے میں جگہ جگہ حکومت نے رکاوٹیں پیدا کیں، تشدد کیا، محاذ کے کارکنوں کو جلسہ گاہ تک پہنچنے سے روک دیا گیا، مگر اس کے باوجود جس بڑی تعداد میں لوگ پہنچ گئے تھے اس سے حکومت کو عبرت پکڑنی چاہیے تھی، مگر انہوں نے اپنے متوازی سرکاری شریعت بل کا راگ الاپنا شروع کر دیا۔ شریعت محاذ کے قائدین اسے ہرگز مثبت سوچ نہیں قرار دیتے بلکہ ہمارا فیصلہ ہے کہ اس ملک میں وہی شریعت نافذ ہو گی جس پر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر لگی ہوئی ہو۔

اس وقت ہمارے سامنے سب سے بڑا مسئلہ شریعت محاذ کی تنظیم کو مضبوط، مربوط اور فعال بنانا ہے اور الحمد للہ کہ اس سلسلہ میں توقع سے بڑھ کر حالات حوصلہ افزا ہیں۔ شریعت محاذ کے کارکن رائے عامہ کو ہموار کر رہے ہیں۔ اس وقت ہمیں دو محاذوں پر جنگ لڑنی ہے، ایک حکومت ہے اور دوسری خالص مغربی اور لادینی قوتوں کے الحاد اور خدا بیزار نظریات ہیں، ایسے

حالات میں جب سیاسی فضا میں تکدر ہو، شریعت کا چراغ روشن رکھنا یہ نبوت کا معجزہ ہی ہے ملک کی سیاسی فضا چکّی کے دو پاٹ بن چکے ہیں۔ ایک طرف منافقت کا پاٹ ہے تو دوسری طرف کفر والحاد کی یلغار۔ دونوں کا آپس کی ہزار مخالفت کے باوجود اسلامی فکر اور نظام شریعت کی تحریک کو کچلنے پر اتفاق ہے۔

سوال:۔ آپ جب شریعت محاذ اور باہمی اتحاد کی بات کر رہے ہیں تو جمعیۃ علماء اسلام کے اختلافات کا کیا بنے گا؟

جواب:۔ کوئی اختلاف نہیں، کراچی سے خیبر تک جمعیۃ علماء اسلام کے کارکن متحد ہیں ایک ہیں، حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستی جمعیت کے امیر ہیں، شیخ الحدیث مولانا عبد الحق اور مفتیٔ اعظم مفتی ولی حسن اس کے سرپرست ہیں۔ ملک بھر کے دینی مدارس جمعیۃ کے پیغام کے نشر و اشاعت و تربیت و تبلیغ کے مرکزی دفاتر ہیں، ملک کے علماء و مشائخ تقریباً سب کے سب ہمارے ساتھ ہیں۔ ہاں جمعیت کو ہر اُس طاقت سے اختلاف ہے جو نظام شریعت کی راہ میں رکاوٹ ہو۔ ہم پھر اس جماعت سے اتحاد کر سکتے ہیں جو نفاذِ شریعت کی تحریک میں ساتھ دینے کے لیے تیار ہو۔ ہمارا موقف، ہمارا منشور، ہمارا لائحہ عمل صرف اور صرف شریعت ہی ہے، یہی ہماری سیاست ہے یہی ہماری پالیسی ہے یہی ہمارا نعرہ ہے اور یہی ہماری پہچان ہے۔ ہم کفر والحاد اور باطل قوتوں سے مقابلہ کے علاوہ کسی بھی دوسری محاذ آرائی کا قائل نہیں، کسی بھی رُوٹھے ہوئے دوست کو دھتکارنا ہمارا شیوہ نہیں، ہمارے دروازے سب کے لیے کھلے ہوئے ہیں۔ نفاذِ شریعت کی تحریک میں نظام شریعت کے جھنڈے تلے جو آئے گا وہ ہمارے سروں کا تاج ہے۔

سوال:۔ کراچی کے حالات پر تبصرہ؟

جواب:۔ کراچی کے حالات کوئی ڈھکے چھپے نہیں، وہاں مہاجر، پختون یا سندھی، پنجابی کی جنگ کا کوئی مسئلہ نہیں وہاں اس عنوان سے تخریب کاروں کو انسانی خون سے ہولی کھیلنے کے مواقع فراہم کیے گئے ہیں۔ حکومت کی سست روی، اغماض اور دیدہ دانستہ چشم پوشی ناقابل معافی جرم ہے۔ بے گناہوں کو گرفتار کر لیا گیا، بڑی مچھلیاں نکل گئیں اور

اصل مجرم اب بھی دندنا رہے ہیں۔ صوبائی حکومت نے اپنی نا اہلی کا ثبوت دیا۔ ہم نے کانفرنس میں یہ مطالبہ کیا تھا اور اب بھی میرا یہی موقف ہے کہ روایتی بیانات، تحقیقات، ہمدردیاں اور معاوضوں کے اعلانات اصل درد کا مداوا نہیں، یہ لاوا پھر کسی وقت پھٹ سکتا ہے۔

صوبائی حکومت کو فوراً برطرف کر دیا جائے اور آزادانہ سطح پر کراچی کے فسادات کی عدالتی تحقیقات کی جائے، اصل مجرموں کو سرِ عام سزا دی جائے۔ اس سے بھی قطعی طور پر امن کی ضمانت حاصل نہیں ہو گی جب تک مکمل نظام نہ بدلا جائے، نظام بدلے گا، شریعت کا نظام نافذ ہو گا تب عدم انصاف کا راج قائم ہو سکے گا ع

ورنہ ایں خیال است محال است وجنوں



شریعت بل
اسلامی نظامِ عدل کے نفاذ کا ضامن ہے

شریعت بل کے سلسلہ میں استصواب رائے اور دستخطی مہم کے دوران روزنامہ جنگ فورم کے تحت قائدِ جمعیۃ مولانا سمیع الحق مدظلہ کے علاوہ مولانا قاضی عبداللطیف، مولانا وصی مظہر ندوی، مولانا قاری سعید الرحمٰن اور مولانا مفتی احمد الرحمٰن سے اخبار کے ایک پینل نے خصوصی انٹرویو کیا اور ۲۰ مارچ ۱۹۸۶ء کو اپنی خصوصی اشاعت میں اسے شائع کیا۔ مولانا سمیع الحق مدظلہ نے اس موقع پر جو ارشاد فرمایا وہ بشکریہ جنگ پیشِ خدمت ہے ـــــ

مولانا سمیع الحق | جیسا کہ دوسرے حضرات نے پس منظر پر روشنی ڈالی ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ موجودہ ادارے جب تشکیل پا گئے اور جس پس منظر میں الیکشن ہوا تھا اور قومی و صوبائی اسمبلیوں کی تشکیل ہوئی تھی۔

حکومت کی اوّلین ذمہ داری

میرے نزدیک حکومتِ وقت کا سب سے اوّلین کام یہ تھا کہ وہ خود ایک بل شریعت کے متعلق قومی اسمبلی میں اور سینیٹ میں پیش کرتی اور خود اس پر توجہ دیتی لیکن بدقسمتی سے اس پر زیادہ توجہ نہیں دی گئی۔ جب ہم نے یہ بل پیش کیا تو ہونا یہ چاہیئے تھا کہ وہ ہمارے ساتھ تعاون کرتے اور اس کام کو تیزی سے آگے لے جاتے، ابتداء سے آخر تک ہمارے راستے میں جو مشکلات پیش آئیں اور جو رکاوٹیں درپیش رہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کی اس سے دلچسپی نہیں رہی۔

۱۳ جولائی ۱۹۸۵ء کو یہ بل پیش ہوا۔ جولائی کو دیکھیں اور اب اس کو قائمہ کمیٹی

کے سپرد کرنا تھا اور کر دیا گیا، ۲۴ اکتوبر کو یہ مسئلہ سینٹ میں اٹھایا گیا۔

اس کمیٹی کے چیئرمین نے کہا کہ اس کے لیے ہمیں وقت چاہیئے ہم نے کہا کہ ہم نے تین مہینے کا وقت دیا تھا اور آپ نے کوئی توجہ نہیں دی ہے، یہ اسلام کا مسئلہ ہے شریعت کے نفاذ کا معاملہ ہے اس لیے اس میں تاخیر ٹھیک نہیں ہے، اس لیے ہم ڈٹ گئے کہ ہم ایک منٹ کی توسیع نہیں دے سکتے۔ بہر حال جھگڑا چلتا رہا اور اس پر ہماری ووٹنگ ہوئی، آپ نے اخبارات میں پڑھا ہوگا، الحمد للہ اُس وقت ارکان کی حیثیت اور تھی، ووٹنگ میں ہم لوگ جیت گئے۔ ہم نے کہا کہ بل پر مزید وقت نہیں دیتے، وہ چیز تو رد ہو گئی۔ ان سب حضرات نے آپس میں مشورہ کیا اور اچھا ہے کہ ہم ان کے مشوروں کو بہتر سے بہتر پیش کر سکتے ہیں تو ہمیں انکار نہیں ہے، آزاد ارکان کی یہی رائے تھی کہ یہ سب لوگ کمیٹی میں شامل تھے۔ تو میں نے ایک تجویز پیش کی کہ دوسرے تیسرے دن ہم ایک بارہ رُکنی کمیٹی بناتے ہیں، قائمہ کمیٹی تو الگ تھی۔ بارہ رُکنی سیرت کمیٹی تو دس نومبر کو بنائی گئی۔ اس میں وکلاء، جج اور کئی مکاتیبِ فکر کے علماء بھی تھے۔ مقبول احمد خان چیئرمین تھے اور اقبال احمد خان بحیثیت وزیرِ قانون کے وہاں تشریف لائے۔ وہ کمیٹی جو بنی تھی اُس میں بڑے اہم ترین لوگ شامل تھے جن میں احمد میاں سومرو، قاضی حسین احمد، جہانگیر شاہ، فضل آغا، فدا محمد خان، ذو الفقار علی چشتی، مولانا کوثر نیازی، امیر عبداللہ خان روکڑی، ملک فرید الحق خان، ملک محمد علی خان، وزیرِ قانون اقبال احمد خان شامل تھے۔

نفاذِ شریعت کی مخالفت میں افسر شاہی کا کردار

ہم نے دوسرے دن اجلاس شروع کر دیا وہاں انہیں بڑی مشکلات پیش آئیں قاضی صاحب اور سب حضرات وہاں تھے۔ اور خاص طور پر میں جو سمجھتا ہوں ایک طبقہ "افسر شاہی" بھی ہمارا ساتھ نہیں دے رہا تھا۔ ان کا عجیب سلسلہ تھا، ۱۵ دفعات کا یہ جو بل ہے اس کے بارے میں متضاد باتیں کر رہے تھے کبھی یہ کہتے تھے کہ اس کی ضرورت نہیں ہے، پھر کہتے تھے کہ یہ دفعہ آئین کی فلاں دفعہ کے خلاف ہے۔ میں نے کہا کہ اگر اس طرح آپ تضاد کرتے ہیں تو آپ کے آئین میں

خود بخود تضاد پیدا ہوتا ہے کہ وہ چیز وہاں موجود ہے۔ بہرحال یہ مشکلات اللہ کے فضل سے حل ہوئیں اور اس کمیٹی نے متفقہ طور پر اس شکل میں یہ رپورٹ منظور کر لی، یہ رپورٹ ۱۲ دسمبر کو ایوان میں پیش کی گئی۔

شریعت بل کی ہر دفعہ ضروری اور قابل عمل ہے

بعض حلقوں کی جانب سے باصرار کہا گیا کہ یہ دفعات نامکمل ہیں، یہ متضاد اور غیر ضروری ہیں۔ ہم نے کہا کہ انشاء اللہ ہم ایوان میں یہ ثابت کریں گے کہ اس کی ہر دفعہ ضروری ہے اور قابل عمل ہے اس میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ بہرحال ہم خوش تھے کہ مسئلہ ایوان میں آگیا لیکن جنوری کی ۲۴ تاریخ کو جب اجلاس ہوا تو اچانک ایک رکن کے ذریعے ایک تحریک پیش کر دی گئی، لوگ حیران تھے اور اس وقت بحث شروع ہونے والی تھی کہ بل کو فلاں دفعہ کے تحت مشتہر کیا جائے۔ ہم نے بڑی سختی کے ساتھ مخالفت کی کہ اس مرحلے پر اس کو کیوں اشتہار بنایا جا رہا ہے۔

جیسے مولانا ندوی نے فرمایا تھا کہ یہ حربہ تاخیری ہے۔ ہم نے کہا کہ استصواب تو اس پر لی جاتی ہے جس پر استصواب نہ ملا ہو۔ قیام پاکستان، اس کی ساری جدوجہد اور قربانیاں، یہ سارا استصواب ہی تو ہے۔ پھر ۱۹۷۷ء کی تحریک استصواب ہے، پھر حال ہی میں صدر کا ریفرنڈم ہے، وہ صدر کے لیے ووٹ نہیں دیا گیا وہ ایسی شریعت کے لیے ووٹ دیا گیا تھا، تو اس پر استصواب ہو چکا ہے آپ خدا کے لیے اس پر دیر نہ کریں۔ اس وقت ووٹنگ ہوئی اور ہم لوگ ہار گئے۔ اور مجھے افسوس ہے کہ یہ صورتحال نئی پارٹی کی تشکیل کے بعد پیدا ہوئی انہوں نے مجبور ہو کر اس حق میں ووٹ دیا کہ اس کو مشتہر کیا جائے۔ بہرحال اس صورت میں الحمد للہ ہمارے سب حضرات متفقہ طور پر لگے ہیں اور جس انداز میں یہ بل آیا ہے۔

شریعت بل میں کوئی فرار کا راستہ نہیں

ہم ملک کے تمام مکاتیب فکر کو ساتھ لے کر چلیں، بل کے بارے میں کسی کو انگلی اٹھانے کا موقع نہ ملے، نہ شیعہ کو، نہ بریلوی کو، نہ اہلحدیث کو، نہ دیوبندی اور سنی کو،

اس کے بارے میں سب متفق ہیں۔ اس کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ ابتداء میں جو تمہید ہے اس میں تو بنیادی طور پر یہ تھا کہ قرآن اور سُنّت اسلامی قانون کی بنیادی جو چار چیزیں ہیں ان پر تقریباً سارے ہی متفق ہیں۔ دفعہ ۲ کے ذریعے ہم نے پابند کرایا کہ قرآن اور سُنّت کی وہی تعبیر ہوگی جو صحابہ کرامؓ اور مجتہدین کے اصولوں کے مطابق ہوگی۔ میں مختصر اس بارے میں بتانا چاہتا ہوں کہ شیعہ علماء کا ایک خط آیا جس میں بل کی دفعہ ۱۳ سے اختلاف کیا گیا تھا۔ ہم نے اسی دن جب کمیٹی کا اجلاس ہو رہا تھا وہاں سارا معاملہ پیش کر دیا تو متفقہ فیصلہ کے مطابق دفعہ ۱۳ میں اہل بیت کا لفظ بڑھا دیا گیا۔ اس کے فوراً بعد ہمیں شیعہ علماء کا خط آیا کہ مندرجہ بالا تقابلی مشاہدہ سے ظاہر ہے کہ صحابہ کرامؓ کے درمیان اہل بیت کا لفظ بڑھا کر سیرت کمیٹی نے بیدار مغزی کا ثبوت دیا ہے لہٰذا ہم سمجھتے ہیں کہ مندرجہ بالا شق میں کافی حد تک غلط فہمی کا ازالہ ہوگیا ہے اور ہم سب اس پر متفق ہیں کہ اس میں کوئی فرار کا راستہ نہیں ہے۔

ہم نے جمہوریت کو مسلمان بنانے کی کوشش کی ہے

اس بل میں بنیادی چیز یہ ہے کہ ہم نے جمہوریت کو مسلمان بنانے کی کوشش کی ہے۔ جمہوریت اپنی جگہ لیکن شریعت کے مطابق کوئی قانون نہ بنا سکی۔ دوسرے یہ کہ مولانا صاحب نے فرمایا کہ عدالتیں بھی شریعت کی پابند ہوں۔ تو عدالت عملاً احتساب ہے کہ تمام عمّال حکومت، صدر مملکت سمیت کوئی بھی اسلامی قانون عدل کے مطابق عدالت کے احتساب سے بالاتر نہیں ہے۔ تو یہی اس بل کے مندرجات ہیں۔

مولانا سمیع الحق زکوٰۃ کی کٹوتی سے بچنے کے لیے کئی لوگوں نے اپنا عقیدہ غلط لکھوا دیا، میں ایسے لوگوں کو جانتا ہوں۔

شریعت بل کی تشہیر کے بعد حکومت کی ذمہ داریاں

محرک شریعت بل مولانا سمیع الحق کے خدشات اور اندیشے

(سینٹ سیکرٹریٹ رپورٹوں کے حوالے سے)

ان دنوں ملک بھر میں شریعت بل اور تحریک نفاذ شریعت کا چرچا ہے۔ کراچی سے پشاور تک شریعت بل کے سلسلہ میں دستخطی مہم عروج پر پہنچ چکی ہے۔ ۱۴ مارچ ۱۹۸۶ء کو ملک بھر میں شریعت بل منظور کرنے اور بلا تاخیر اس کے نافذ کر دینے کے سلسلہ میں بڑے بڑے جلسے ہوئے جلوس نکلے بعض مقامات پر شریعت کے پروانوں اور شریعت بل کو منظور کرانے کا مطالبہ کرنے والوں پر لاٹھی چارج ہوا اور گولیاں بھی چلیں، گلگت میں ایک عالم دین مولانا عبدالشکور مطالبۂ نفاذ شریعت کے جرم میں پولیس کی گولی کا نشانہ بنے اور شہادت حاصل کی اور ان کے کئی ایک رفقاء بھی زخمی ہوئے۔

شریعت بل کو سینٹ میں پیش ہوئے دس ماہ کا عرصہ ہو چکا ہے۔ محرکین بل مولانا سمیع الحق اور قاضی عبداللطیف اور ان کے رفقاء نے جس خلوص و اعتماد اور جس حسن ظن سے یہ بل اسلام کے نام پر وجود میں آنے والے ایوان میں پیش کیا۔ دس ماہ کے بحث مباحثے

حکومت کے رویہ اور اکثریتی پارٹی کے لیت و لعل سے حکومت کے تیور بھی پڑھے جا سکتے ہیں۔ حیرت اس پر ہے کہ ایوان کے کرنے کا جو سب سے پہلا کام تھا اسے سب سے آخر میں بلکہ ٹالنے اور التوا میں ڈال دینے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ آج نظام شریعت کو ہندوؤں اور انگریز سے نہیں بلکہ اسلام کی دعویدار اور محبت کا ڈھنڈورا پیٹنے والوں سے گلہ ہے ؎

اغیار کی جفائیں تو زخمی نہ کر سکیں

احباب کے خلوص کے مارے ہوئے ہیں ہم

شریعت بل کی تشہیر بھی ٹالنے اور نظام شریعت کو مزید پیچھے کی طرف دھکیلنے کا ایک حربہ ہے۔ یہ بھی دین کی اپنی کرامت ہے اور نظام شریعت کا معجزہ کہ بہت سوں کے اور بڑی بڑی ذی اثر شخصیتوں کے نہ چاہنے اور بعض موثر سرکاری حلقوں کی شدید مخالفت کے باوجود شریعت بل بطور ایجنڈا بحث کے لیے منظور کر لیا گیا۔ مگر اس کے باوجود اسے بے دست و پا کرنے، حلیہ بگاڑنے اور دبا دینے میں کوئی کسر نہ چھوڑی گئی ایوان میں نظام شریعت بل کی مظلومیت کا اندازہ سینٹر مولانا سمیع الحق کی اس تحریک التوا سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے جو انہوں نے ۱۰ دسمبر ۱۹۸۵ء کو ایوان میں پیش کی اور کہا:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: جناب چیئرمین صاحب! میں تحریک التوا پیش کرتا ہوں کہ حسب ذیل مسئلہ کو جس سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے، زیر غور لایا جائے۔ سینٹ میں میرا اور قاضی عبداللطیف صاحب کا پیش کردہ شریعت بل قواعد کے مطابق سٹینڈنگ کمیٹی کے سپرد کرنا چاہیئے تھا اور ضوابطِ کار سینٹ کی دفعہ ۱۶۴ کے تحت کمیٹی کو اس بارے میں تیس دن کے اندر اپنی رپورٹ ایوان میں پیش کرنی چاہیئے تھی۔ اب جبکہ ایسا نہ ہو سکا تو ضوابطِ کار کی دفعہ ۸۳ کے تحت حکومت نے اس بل کو خود ایوان میں پیش کرنا تھا جبکہ تقریباً تین ماہ کا عرصہ گزرنے کے باوجود نہ تو

رپورٹ آئی اور نہ حکومت نے اب اسے پیش کیا اس طرح دفعہ ۱۶۴ اور دفعہ ۸۳ کی صریح خلاف ورزی سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا“

اپنی تحریک التوا پر ایوان میں تقریر کرتے ہوئے مولانا سمیع الحق نے کہا:

میں شریعت بل کے پیش کرنے کے بعد سینٹ کے قواعد اور دفعات کی اس قدر صریح خلاف ورزی سے اس حقیقت کو سمجھ رہا ہوں حالانکہ یہ مسئلہ بھی ایسا ہے جو کہ بہت حساس اور نازک ہے۔ اس شریعت بل پر پورے ملک کی نگاہیں لگی ہوئی ہیں تو اس کے بارے میں انتہی بے اعتنائی یہ پورے مسلمانوں کے جذبات کے ساتھ کھیلنا ہے۔

مولانا سمیع الحق صاحب کو بھی یہ کوئی نیا تجربہ نہیں، اس سے قبل بھی مجلس شوریٰ اور مسٹر بھٹو کے زمانے میں اپنے والد محترم شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ایم۔این۔اے کیساتھ وہ اسمبلیوں کی کاروائیوں اور امریکہ کے اشاروں پر ایمان رکھنے والوں کو پرکھ چکے ہیں۔ مگر اس کے باوجود بھی ایوان میں حق کی شمع جلائے رکھنا اپنا فریضہ مذہبی سمجھتے ہیں اور واقعہ بھی یہ ہے کہ علماء کے لیے حق منوانا فرض نہیں، حق پہنچانا فرض ہے

(اللہ نے کفار کے دلوں پر مہریں لگادی ہیں) کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ حق کے فرض سے پیچھے نہیں ہٹے اور اپنے چچا کو مرتے دم تک کان میں بھی حق کی آواز اور اسلام کا پیغام پہنچایا۔

علماء کا بھی یہی فرض ہے کہ دل جتنے کالے ہو جائیں، کام منافقوں کے ہوں، ماحول دنیا پرستوں کا ہو، اعراض یقینی ہو، تب بھی حق کی بات پہنچائیں اور نظام اسلام کے نفاذ کی کوششیں جاری رکھنا عین سنت رسول اور تعلیمات نبوی کا تقاضا ہے۔

حق کی باتیں، سچائیاں سونا ہیں جو مٹی کے نیچے دب تو سکتا ہے مگر مٹایا نہیں جاسکتا باطل متعفن لاش ہے جس کو ہزار پالش کر لیا جائے اس کی حقیقت بدبودار رہے گی۔ جھوٹ کو ہزار تاویلات کا لباس پہنایا جائے فریب کو جتنا حسین کرکے پیش کیا جائے

حقیقت بین نگاہوں میں دھول نہیں جھونکی جاسکتی۔ اسی موقعہ پہ جناب اقبال احمد خاں صاحب وزیرِ انصاف و پارلیمانی امور نے بہت کچھ کہا مگر حقیقت کب چھپائی جاسکتی ہے یہ کچھ ایسا ہی منظر تھا۔ وصل وزیرِ غیر کے انکار کے باوجود، بوئے پیرہن اقرار پہ مجبور کر رہی تھی ؎

تیرا وصل در غیر پہ کچھ شک نہیں لیکن
زبان کچھ اور بوئے پیرہن کچھ اور کہتی ہے

تفصیلات تو سینٹ سیکرٹریٹ کی رپورٹ میں موجود ہیں۔ اجمالاً یہ کہ شریعت بل حکومت کے لیے گلے کا ہار بن گیا۔ نہ لیے بنتی ہے نہ چھوڑے بنتی ہے۔ شریعت بل کے ساتھ وزیر موصوف جو کچھ کرنا چاہتے تھے اس کا اندازہ اس سے لگائیے کہ بل کے محرک مولانا سمیع الحق صاحب کو سٹینڈنگ کمیٹی کی اطلاع تک نہیں دی گئی حالانکہ سینٹ کے قواعد کی رو سے جو بل کا محرک ہوتا ہے وہ کمیٹی کا بھی رکن ہوتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اسی روز سینٹ میں مولانا سمیع الحق صاحب نے جناب چیئرمین پر واضح کر دیا کہ:

"جمعرات کے روز چار بجے انہوں (وزیر اقبال احمد خان) نے میٹنگ بلائی اور قواعد اور روایات کے مطابق چونکہ میں اس بل کا محرک ہوں تو مجھے بھی سٹینڈنگ کمیٹی میں بلانا چاہیئے تھا حالانکہ مجھے اطلاع تک نہیں کی گئی کم از کم میری موجودگی تو وہاں ضروری تھی کہ اپنے شریعت بل کا تحفظ تو کر سکتا"

کتنا اہم معاملہ ہے اور شریعت بل کے محرک نے کس قدر اہم رپورٹ درج کر دی ہے مگر سینٹ سیکرٹریٹ کی رپورٹ پڑھ جائیے۔

جناب حسن اے شیخ اور جناب چیئرمین حکومت کے وکیلِ صفائی بنے رہے۔

خورشید احمد سینٹر نے شریعت بل کے حق میں اور مولانا سمیع الحق صاحب کی رپورٹ پر دردانگیز تقریر کی مگر نتیجہ وہی نکلا جیسے نقار خانہ میں طوطے نے ترانہ گایا ہو۔

جناب اقبال احمد خان کی کارکردگی اور شریعت بل کو ٹرخانے کا اندازہ بھی مولانا سمیع الحق

صاحب کی تقریر کے اقتباس سے بآسانی لگایا جاسکتا ہے۔ایک موقعہ پر مولانا نے کہا:

جناب چیئرمین! پوائنٹ آف آرڈر! میں نے یہ مسئلہ ۲۳ تاریخ کو اٹھایا تھا۔اس وقت نہ کمیٹی تھی نہ میٹنگ تھی نہ اطلاع تھی جب اس میں یہ رد و کد ہوئی تو یہ سارا ڈرامہ راتوں رات میں اقبال احمد خان صاحب نے بنایا کہ قواعد کے اندر لایا جائے۔

وزیر انصاف و پارلیمانی امور جناب اقبال احمد خان نے خوب پارلیمانی امور کے تقاضے سنبھالے۔ملت اسلامیہ پاکستان کے جمہور عوام کے دیرینہ اور قدیم مطالبہ نفاذ شریعت کس قدر ملحوظ رکھا۔پارلیمانی امور کے تقاضے کہاں تک پورے کئے اور عدل و انصاف کو کس قدر قائم کیا۔یہ حقیقت تو دس ماہ سے موصوف کے شریعت بل سے متعلق کردار سے واضح اور نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔سینیٹر مولانا سمیع الحق صاحب نے ایوان میں اس موقعہ پر جو تقریر کی سینٹ سیکرٹریٹ کی رپورٹ (۱۰ دسمبر ۱۹۸۵ء صفحہ ۶۹) سے اس کے چند ایک اقتباسات نقل کر دیئے جاتے ہیں جس سے اسلامائزیشن کے عمل اور حکومت کے اصلی عزائم بھی کھل کر سامنے آجاتے ہیں۔

مولانا سمیع الحق صاحب نے فرمایا:

جناب چیئرمین صاحب! میرے احباب نے اور سارے ایوان نے الحمدللہ ایمانی جذبات کا ثبوت دیا ہے۔میرے جذبات کی بھی ترجمانی کی ہے۔

جناب والا! پچھلے آٹھ سال سے تو خاص طور سے یہ سلسلہ جاری ہے اور تین[۳] چار سال میں بھی اس ۔فریضہ اسلام کی خاطر آپ کے ساتھ رہا ہوں چار سال مسلسل کمیٹیوں قراردادوں، کمیشنوں اور کمیٹیوں در کمیٹیوں کا سلسلہ چلتا رہا وہ سب آپ حضرات کے سامنے ہے میں خدارا! آپ کو عوام کے جذبات سناتا ہوں۔بات بہت بری ہے میرے بھی آنسو نکل گئے اور ان لوگوں کے بھی، میں سوات گیا تھا۔میں آپ کو ایک مثال سناتا ہوں کہ کسی حد تک آج اسلام مذاق کا ذریعہ بن گیا وہاں سوات میں کافی احباب بیٹھے ہوئے تھے

اس کے قریب ایک گاؤں کے سامنے میں ایک شخص نے قصہ سنایا۔ اسلام کا ذکر آیا تو اس نے کہا کہ ایک شخص جو کم بخت، لادینی ذہن کا تھا، سیکولر ذہن کا تھا بھرے بازار میں ایک مریل اور نحیف قسم کا گدھا کھینچتے کھینچتے لایا، گدھا مر رہا تھا۔ ہانپ رہا تھا، وہ کم بخت اس گدھا کو وسط بازار اور چوک پر لا کر شور مچانا شروع کیا کہ یہ ضیاء الحق کا اسلام ہے۔ اے لوگو! یہ اسلام بڑی تکلیفوں سے یہاں تک پہنچا ہے اس کو پانی دو اس کو چارہ دو۔ یہ واقعہ سن کر حاضرین رو پڑے کہ اسلام سے اس قدر مذاق کیا جا رہا ہے۔ کیونکہ یہ ضیاء الحق صاحب کا اسلام بھی آٹھ سال سے چلا آ رہا ہے اور آج سینٹ میں اس کا جو حال ہو رہا ہے اور اس کی جو گت بنائی جا رہی ہے یہ خدا کے غیرت و جلال اور غضب الٰہی کو دعوت دینے سے کسی طرح بھی کم نہیں۔ اگر ایوان نے ادھر توجہ نہ کی اور حکومت کا اسلام کیساتھ یہ معاملہ جاری رہا تو یہ خدا کو بھی دھوکہ دینا ہے اور مخلوق کو بھی۔ تو مجھے یقین ہے کہ نوے دن کی تشہیر کے بعد بھی حسن اسے شیخ صاحب ہم سے اس کی مزید توسیع مانگیں گے۔

اگر اسلامی نظریاتی کونسل کی ساری رپورٹیں جو کہ بڑی تحقیقات کے بعد سامنے آئی تھیں۔ ان پر بڑی محنتیں ہوئیں ہم بھی چیختے رہے کہ ان کو کم از کم مشتہر کر دو۔ مگر آج تک اس کو کوئی اہمیت نہیں دی گئی۔ اسلام ایک خدائی قانون ہے۔ ایک جامع دین ہے۔ اس میں ایک لمحہ کی تاخیر بھی اللہ تعالیٰ اور اس کا رسولؐ پسند نہیں کرتے یہ دین چودہ سو سال پہلے مکمل ہو چکا ہے۔ اس کو اب ہم بنا نہیں سکتے اور نہ کسی کو بنانے کا اختیار ہے۔

تو خدارا! سینٹ کے پاس یہ اعزاز رہنے دیجئے شریعت بل کو بلا تاخیر منظور کر کے نافذ کرائیے اس میں مزید توسیع وغیرہ نہ کیجئے۔ اگر اب بھی شریعت بل جو اسلام اور نظام شریعت کو جامع ہے اس کے بارے میں عوام سے پوچھا جا رہا ہے تو میں احتجاجاً اس معاملے پر واک آؤٹ کرتا ہوں اور اپنے ایماندار دوستوں سے بھی کہتا ہوں کہ

وہ بھی میرے ساتھ اس واک آؤٹ میں شریک ہو جائیں۔

ایوان بالا سینٹ میں شریعت بل کے محرک مولانا سمیع الحق صاحب کی مندرجہ بالا تقریر اور درد بھری آواز درحقیقت نظام شریعت کی مظلومیت کی ایک حیرت انگیز داستان ہے اور یہ ظلم غیر نہیں بلکہ اپنے اور اسلام کے دعویدار کر رہے ہیں ۔

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ با من ہر چہ کرد ایں آشنا کرد

حکومتی اور اکثریتی پارٹی کے عزائم نظام شریعت کے نفاذ کے بارے میں کھل کر سامنے آگئے ہیں۔ شریعت بل کے محرک مولانا سمیع الحق صاحب کی ایوان میں کی گئی تقریر کا ایک اور اقتباس ملاحظہ فرمائیے:

جناب چیئرمین! صرف ایک منٹ خدا کے لیے، یہاں مجھے جو خطرہ تھا، جو میرے خدشات تھے کہ شریعت بل کو ڈائنامیٹ کیا جائے گا، تو میں صرف آپ کے توسط سے اراکین سینٹ کے سامنے وہ خدشہ پیش کرنا چاہتا ہوں کیونکہ وہ خدشہ سامنے آگیا ہے۔ یہ عبوری رپورٹ جو ہمارے سامنے ابھی تقسیم کی گئی ہے۔ اس میں تیسرا پیراگراف یہ ہے کہ جناب اقبال احمد خان وزیر انصاف و پارلیمانی امور نے کمیٹی کو مطلع کیا کہ قومی اسمبلی نے اس موضوع پر آئین میں ترمیم کے لیے ایک قرارداد منظور کی۔ اس قرارداد کو عملی جامہ پہنانے کے بعد شاید شریعت بل کی ضرورت بھی نہ رہے تو مجھے یہی خطرہ ہے کہ اس قرارداد کی آڑ میں شریعت بل کو ختم کیا جا رہا ہے ۔

جناب اقبال احمد خان، جناب حسن اے شیخ اور سرکاری پارٹی کے ذمہ دار حلقوں کی شدید مخالفت اور سر توڑ کوششوں کے باوجود شریعت بل بطور ایجنڈا شامل کر لیا گیا ہے۔ لاریب اس میں مولانا سمیع الحق صاحب اور ان کے رفیق قاضی عبداللطیف کی مساعی، ولولہ انگیز ترجمانی اور پرجوش کردار کا دخل ہے مگر اس سے بڑھ کر یہ شریعت

کی اپنی صداقت اور نظام اسلامی کی اپنی کرامت ہے کہ شریعت بل اب جناب وزیر اعظم محمد خان جونیجو اور ایوان کے گلے کا ہار بن چکا ہے۔

قائداعظم مرحوم کی مسلم لیگ سے اپنی نسبتوں کے دعوے کرنے والے اور قائداعظمؒ مرحوم کے پاکستان کو ان کے دیئے ہوئے خطوط پر چلانے کا دعویٰ کرنے والوں کا بھانڈا بھی اس وقت پھوٹ جاتا ہے جب ۲۶ جنوری ۱۹۸۶ء کی سینٹ سیکرٹریٹ کی رپورٹ میں مولانا سمیع الحق کی تقریر سامنے آجاتی ہے۔ اقتباس ملاحظہ ہو۔ مولانا نے کہا:

جناب والا! مجھے حسن اے شیخ کے اس مسئلے سے قطعاً اختلاف ہے کہ قائداعظمؒ پاکستان کو ایک مذہبی سٹیٹ نہیں بنانا چاہتے تھے۔ قائداعظمؒ کے اعلانات، بیانات دعووں، تحریروں اور خطبات سب کی حسن اے شیخ نے تردید کی ہے۔ حالانکہ قائداعظمؒ کا اعلان یہی تھا کہ یہاں قرآن و سنت کی بالادستی ہوگی اور اسی بنیاد پر بہت بڑی قربانیاں دی گئیں۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کا معنیٰ کیا۔ لا الٰہ الا اللہ

معلوم ہوتا ہے کہ حکومتی پارٹی نے نظریہ پاکستان اور اسلامی نظام کے الفاظ رٹ لیے ہیں۔ قائداعظم مرحوم کا نام لینا اور بات ہے۔ ان کے کام اور پیغام کو لے کر آگے بڑھنا اور بات ہے۔

دیکھا! حسن اے شیخ کی جرأت و بے باکی کو، مولانا سمیع الحق صاحب نے موقعہ پہ تردید کر دی مگر اخبارات کے کانوں پہ جوں تک نہیں رینگی

ادھر لیفٹیننٹ جنرل سعید قادر پر تول رہے تھے کہ شریعت بل کے پہلوان نے هَلْ مِنْ مُّبَارِزٍ کی صدا بلند کر رکھی تھی۔ جناب سعید قادر مبارزت کے لیے میدان میں اترے اور پوری قوم سے نفرین کا تمغہ حاصل کیا۔ شقاوت اور سعادت یہ ازلی تقسیم ہے جس کو چاہے سعادت کے لیے منتخب کر دے جس کو چاہے شقاوت کی صفات سے مالا مال کر دے ؎

قسمت کیا ہر ایک کو قسامِ ازل نے
جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا

جنرل سعید قادر کے حصہ میں کیا آیا۔ ۲۶ جنوری کے سینٹ سیکرٹریٹ کی رپورٹ صفحہ ۵ میں ان کا چہرہ کھلی کتاب ہے۔ آپ بھی پڑھیئے ۔۔۔ جنرل سعید قادر نے کہا :

”ہمارے آئین میں قرآن و سنت نافذ کرنے کے سارے اقدامات موجود ہیں۔ اس لیے اس بل کو دوبارہ لانے کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آتی، اس کو رائے عامہ کیلئے مشتہر کر دیا جائے“

سینیٹر مولانا سمیع الحق سمجھ گئے کہ ڈور کہاں سے ہل رہی ہے اور جناب سعید قادر کس کی زبان سے بول رہے ہیں۔ پوائنٹ آف آرڈر پر فوراً کھڑے ہو گئے اور فرمایا :

ہرگز نہیں، یہ محض ٹرخانا ہے، یہ بل سارے مراحل سے گزر کر یہاں تک آچکا ہے۔ اب کسی بھی توسیعی اور تاخیری حربے کو برداشت نہیں کیا جائے گا۔

جب سینٹ کے چیئرمین نے بھی جناب سعید قادر کا پلڑا بھاری کر دیا تو محرک شریعت بل مولانا سمیع الحق نے فرمایا :

ہو گا تو کچھ نہیں لیکن جنرل صاحب ثواب کمانا چاہتے ہیں تو کمالیں۔

نوابزادہ جہانگیر شاہ بھی خاموش نہ رہ سکے، مولانا سمیع الحق کی حمایت میں اراکین ایوان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا :

ریفرنڈم میں اسلام چاہنا، اور نفاذ اسلام ہی کے لیے صدر کو ووٹ دینا، پوری قوم فیصلہ دے چکی ہے، اس پر اب دوبارہ پوری قوم سے رائے لینے کی کیا ضرورت ہے یہ چیز ریکارڈ میں موجود ہے، اگر آپ اسی ریکارڈ کا انکار کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صدر کے الیکشن کا بھی انکار کرتے ہیں۔

مولانا سمیع الحق نے فرمایا :

اس بل کے بارے میں ایک بار لاکھوں افراد نے قربانی دے کر ۱۹۴۷ء میں رائے دی ہے۔ پھر ۱۹۷۷ء کی نظام مصطفیٰ کی تحریک میں لوگوں نے شہید ہو کر اور اپنے سر کٹوا کر رائے دی ہے۔ پھر ریفرنڈم کی شکل میں رائے دی ہے۔ جب عوام کی رائے سامنے آ چکی ہے تو اب پھر دوبارہ ان سے پوچھنے کا کیا فائدہ۔

مولانا سمیع الحق اراکینِ ایوان کے اسلام و ایمان اور شریعت پسندی پر خوش فہمی میں مبتلا تھے۔ جناب چیئرمین سے مولانا نے خطاب کرتے ہوئے کہا: آپ رائے شماری کرائیں۔ میرے خیال میں اس میں حکومت کے اسلامی نظام کے دعووں کے پیش نظر سرکاری افراد بھی ہماری حمایت کریں گے۔ پتہ لگے گا کہ کون شریعت چاہتا ہے اور کون نہیں چاہتا۔ مگر ایوان کے اراکین میں سے ۷ کے مقابلہ میں ۱۲ ارکان نے حکومت کے توسیعی اور تاخیری حربے کا ساتھ دیا اور تشہیرِ شریعت بل کے حق میں ووٹ دے دیا۔

یہی وہ موقعہ تھا جب سینیٹر مولانا سمیع الحق نے اپنی تقریر کے دوران ایوان کو دارالکفر قرار دیا۔ جناب چیئرمین نے جب مولانا کے ان الفاظ کو کاروائی سے حذف کرنے کا فیصلہ دے دیا تب بھی آپ خاموش نہ رہے اور کہا اگر دارالکفر میں آپ کو اعتراض ہے تو اس کے دارالنفاق ہونے میں کوئی شک نہیں۔

پیر پگاڑا اور دوسرے کئی ایک ارکان نے جب انہیں ادھر توجہ دلائی کہ دارالکفر میں تو آپ بھی موجود ہیں تو مولانا سمیع الحق نے کہا:

ہم یہاں ایمان اور اسلام کی شمع جلائے رکھیں گے۔ ہم یہاں اسلام کی دعوت لیکر آئے ہیں۔ ہم بزدل نہیں کہ میدان غیروں کے حوالے کر دیں۔ یہ خود ہمارے نبیؐ کی سنت ہے کہ انہوں نے دارالکفر میں اپنی محنت و تبلیغ سے انقلاب لا کر دارالاسلام بنایا۔

ادھر آجکل ملک بھر میں شریعت بل کی دستخطی مہم اپنے عروج پر ہے مگر اندازہ یہی ہے کہ دستخطی مہم کے بعد بھی ارباب اقتدار شریعت بل کو مزید تاخیری حربوں کا شکار بنائیں گے

اب جبکہ لاکھوں اور کروڑوں افراد نے شریعت بل کی دستخطی مہم میں حصہ لیکر حکومت پر ایک بار پھر یہ واضح کر دیا ہے کہ وہ کسی بھی قیمت میں نفاذ شریعت کے معاملہ میں تاخیر برداشت نہیں کر سکتے تو حکومت کا یہ اولین فرض ہے کہ وہ جمہور اہل اسلام کا یہ دیرینہ مطالبہ پورا کر دے اور بلا تاخیر شریعت بل منظور کر کے نافذ کر دے۔

تاہم محرکین بل مولانا سمیع الحق اور قاضی عبداللطیف بھی پوری امت اور ملت کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے حق کی بالادستی اور نفاذ شریعت کے بارے میں مزید اضافہ کر دیا ہے۔ پوری ملت کی دعائیں ان کے ساتھ ہیں نفاذ شریعت کے راستے میں مساعی اصل کامیابی اور دنیا و آخرت کی سرخروئی ہے ؎

شکست و فتح نصیبوں سے ہے ولے اے میرؔ
مقابلہ تو دلِ ناتواں نے خوب کیا

(تحریر از مرتب)

پارلیمنٹ کا سب سے پہلا اور بنیادی فریضہ

حکومت کے شرمناک کردار نے پارلیمانی روایات پر پانی پھیر دیا

ذیل میں حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کی سینٹ میں دو اہم تقریریں ریکارڈ کی حفاظت اور افادۂ عام کے پیش نظر شامل اشاعت ہیں۔ پہلی تقریر ۴ر اکتوبر ۸۷ء ساتے بجکر دس منٹ پر اور دوسری تقریر ۲۶ر اپریل دس بجکر پچاس منٹ پر ہوئی۔ دونوں تقاریر کا مسودہ سینٹ سیکرٹریٹ کی رپورٹ سے ماخوذ ہے۔ (ادارہ)

مولانا سمیع الحق ۔ سجاد صاحب تو موجود ہیں ۔ میں آپ کی وساطت سے ان کی خدمت میں عرض کروں گا کہ اگر ملک کا کوئی بھی شخص پارلیمنٹ کے ممبران کو ، معزز اراکین کو اپنے فرائض منصبی کی طرف متوجہ کرانا چاہئے تو ہمیں ان کا ممنون ہونا چاہئے یہ نہیں کہ ہم یہ سمجھیں کہ ہمیں یہ دھمکی دے رہا ہے ۔ جیسے کہ میرے دوست قاضی صاحب نے فرمایا کہ اس سینیٹ اور اسمبلی کی ساری بنیاد ہی شریعت اسلامیہ کے نفاذ پر ہے

یہاں جو ریفرنڈم ہوا ہے وہ بھی اسی مسئلہ پہ ہوا کہ ہم فوراً اسلام کے نفاذ کے عمل کو تکمیل تک پہنچا ئیں گے۔ پھر اسی پس منظر میں الیکشن ہوئے اور سب نے عوام کے سامنے یہی بات رکھی کہ ہم نے جاتے ہی اسمبلیوں میں شریعت کے نظام کو نافذ کرنے کے عمل کو تیز کرنا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ انہوں نے سیاستدانوں کے بائیکاٹ کے مطالبہ کو مسترد کر دیا۔ اور بڑے جوش و خروش سے اس الیکشن میں حصہ لیا۔ اصل مسئلہ ایک بل کا نہیں ہے بلکہ پورے نظام کا مسئلہ ہے۔ اس نظام کو لے کر ہم اٹھے ہیں اور چلے ہیں۔ اسی نظام پر مسلم لیگ نے قیام پاکستان کا نعرہ لگایا تھا۔ جیسے کہ میرے دوست ملک صاحب نے فرمایا کہ مسلم لیگ کے منشور میں بھی یہ بات شامل ہے۔ تو چاہئے یہ تھا کہ یہ دھمکی پارلیمنٹ کو اقبال صاحب دیتے کہ بھائی اگر تم نے صحیح کام نہ کیا اور ہمارے منشور کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش نہ کی تو یہ اسمبلیاں جو ہیں ان کا جواز نہیں ہے کہ یہاں بیٹھی رہیں۔ دستور کی تفصیل آپ نے سنی ہیں اور پھر ریفرنڈم جس بنیاد پر ہوا ہے وہ بھی آپ کو پتہ ہے ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے ہر مسلمان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ پارلیمنٹ کو اس کے اصل فرائض کی طرف متوجہ کرے۔ جمہوریت کے بارے میں ان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس کا احتساب کریں کہ پارلیمنٹ اپنے اصل کام کو ٹال رہی ہے یا اس کو پایہ تکمیل تک پہنچا رہی ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہرگز دھمکی نہیں ہے اور حقیقت ہے کہ ممبران اسمبلی اگر شریعت بل یا شریعت کے نفاذ میں سرگرمی نہ دکھائیں اور شریعت بل نافذ نہ ہو تو ہمیں یہاں سب ممبران کو اسمبلیوں میں بیٹھنے کا کوئی حق نہیں ہو گا۔

تو یہاں اسمبلیوں میں سب ممبران پارلیمنٹ کو بیٹھنے کا کوئی جواز نہیں ہو گا۔ اور ہر شخص کو حق حاصل ہو گا کہ وہ ممبران اسمبلی کا گھیراؤ کرے۔ ممبران اسمبلی کے

راستوں میں رکاوٹیں ڈالے۔ ان اسمبلیوں کو درہم برہم کرے اور قوم کو ایکشن پر مجبور کرے نیز اسلامی تبدیلی کے لئے سب کچھ کرنا جہاد اسلامی ہوگا۔

درمیان میں جنرل سعید قادر اور میر حسین بخش بنگلزئی کو موقعہ دیا گیا۔ اس دوران مولانا سمیع الحق کسی ضرورت سے دوسری سیٹ پر تشریف لے جاچکے تھے اور وہیں سے خطاب کرنا چاہا کہ ایک ممبر نے اعتراض کیا

ایک معزز رکن۔ جناب مولانا صاحب اپنی سیٹ پر نہیں ہیں۔

مولانا سمیع الحق۔ کوئی حرج نہیں ہے اگر وہ اجازت دے دیں تو کوئی بات نہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ مولانا صاحب، آپ اپنی سیٹ پر آکر اظہار خیال فرمائیں۔

مولانا سمیع الحق۔ جناب والا! اس بات کے اعادہ کی بار بار ضرورت نہیں ہے کہ شریعت بل ایک اہم ترین قوم اور ملک کا مسئلہ ہے اس وقت پوری قوم کی نگاہیں اسی پر لگی ہوئی ہیں صرف قوم ہی نہیں بلکہ پورے عالم اسلام میں یہ چیز زیر بحث آچکی ہے۔ اور جو اسلام دشمن قوتیں ہیں ان کو یہ بھی بات ہمارے ملک میں اور باہر ملک میں کھٹک رہی ہے سب سے اہم بات یہ جو تاخیری سلسلہ چلا آرہا ہے اس کو پوری قوم نے بے حد محسوس کیا ہے اور اس وقت ہمیں ایک دن ہی شاید مل رہا ہے اور ایک دن ۱۴ تاریخ والا ہے۔ اب ان دونوں میں سے ایک دن کو ختم کرانا میں سمجھتا ہوں کہ یہ صریحاً زیادتی ہے۔ حاجی سیف اللہ صاحب پر

کئی پہلوؤں سے یہ معاملہ موقوف نہیں ہے۔ شریعت بل کا تعلق مذہب سے نہیں ہے بلکہ قانون سے ہے۔ مذہب علمی اصطلاحات میں محدود عبادات وغیرہ جو ہیں ان کا نام ہوتا ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ۔ اس میں نہ نماز کا ذکر ہے نہ روزہ کا ذکر ہے۔ اس میں تو قانون کی بات ہو رہی ہے۔ قانون مسلمانوں کا کیا ہے؟ اس کے ماخذ کیا ہیں؟ اور اس کے علاوہ اس میں مقننہ کی بات ہو رہی ہے کہ مقننہ پر کیا کیا حدود ہیں۔ اس میں انتظامیہ کی بات ہو رہی ہے یہ ساری چیزیں وزیر مذہبی امور کے کھاتے میں ڈال دینا میں سمجھتا ہوں کہ اس کو ٹالنے والی بات ہے کیونکہ وزیر قانون صاحب موجود ہیں۔ شریعت بل کا تعلق براہ راست وزارت قانون سے ہے۔ پھر جب اتنا اہم بل یہاں پیش تھا تو انہیں وہاں کرے بک کرانے کے لئے جانے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ کام ایک معمولی سیکرٹری بھی کر سکتا تھا۔ حجاج کرام کے انتظامات کے لئے چلا جانا اس معاملہ کو یعنی کمروں کی بکنگ کو اتنا اہم سمجھ کر وہاں جانا، اسے میں سمجھتا ہوں کہ یہ تو شریعت بل کے سلسلے میں میدان سے بھاگ کر اس کو ٹالنے والی بات ہے ہم اس کے ہرگز روادار نہیں ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ ہمارے بہت سارے معزز اراکین یہ کہتے ہیں کہ یہ سلسلہ کب تک چلتا رہے گا۔ ہمیں اور بھی اپنے کچھ بل پیش کرنے ہیں۔ قانون سازی کرنی ہے۔ دو سال سے یہ سلسلہ چل رہا ہے لہٰذا آپ اس پر بحث شروع کیجئے۔ شاید حاجی صاحب کے آنے تک یہ پاس بھی نہ ہو۔ آپ اس پر بحث شروع کیجئے۔ اور ہم اس کے ہرگز روادار نہیں کہ آج بھی اس کو ملتوی کر دیں۔ میری یہی گذارشات ہیں اور یہی مؤدبانہ اپیل ہے۔

مولانا سمیع الحق۔ میں گذارش کروں گا کہ بار بار ایک تاثر سامنے آ رہا ہے۔ کہ گویا مذاکرات ہو رہے ہیں یا رابطہ قائم ہے۔ یہ باتیں محض اخبارات

ہیں دیکھتے ہیں۔ میں اپنی حد تک تو کہتا ہوں کہ ہمارے ساتھ بالکل کوئی رابطہ قائم نہیں کیا گیا۔ نہ کوئی بات چیت چلی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ بات مشاورت کی ہو رہی تھی۔ یہ مجلس مشاورت ہی ہے۔ پارلیمنٹ کے ارکان مجلس مشاورت ہی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اس مشاورت کو کیوں ایک شخص پر ملتوی کرتے ہیں آج ہی مشاورت ہو جائے۔ آپ نے ترامیم بھیجی ہیں اور ان ترامیم کی روشنی میں شق وار بحث شروع ہوئی ہے۔ ہر شق پر آپ کی ترامیم کے ساتھ بحث ہو جائے گی۔ اور بحث چلتی رہے گی تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بالکل تاخیری حربے ہیں۔ قاضی عبداللطیف صاحب نے بڑی رعایت کی ہے۔ اب اس طریقے سے ایک شخص پر موقوف کرنا، ایک ہفتے کے بعد شاید وہ وزیر بھی نہ رہے۔ پھر دوسرے وزیر کے لئے انتظار کریں۔ پھر تیسرے وزیر کا انتظار کریں اور اس کے بعد شاید کوئی اور وزیر مذہبی امور آئے۔ یہاں اب تک ۵-۶ تو بدل گئے ہیں۔ ایک ایک وزیر کو آپ بدلتے رہیں گے اور اجلاس ملتوی کرتے رہیں گے۔ پھر کم از کم یہ معاہدہ آج ہمارے ساتھ کر دیجئے کہ جب تک سینٹ شریعت بل کا فیصلہ نہیں کرے گا، اس کو پاس کرنے کا یا رد کرنے کا اس وقت تک سینٹ کا اجلاس ملتوی نہیں ہوگا۔ اگر ہمارے ساتھ یہ معاہدہ تحریری کرتے ہیں تب ہم یہ بات مانتے ہیں۔

(درمیان میں لفٹیننٹ جنرل سعید قادر نے مولانا سمیع الحق کی وزارت کی بات کی تو مولانا نے جواب میں فرمایا)

مولانا سمیع الحق۔ میں وزیر بن بھی جاؤں مگر شریعت بل پاس نہیں کر سکوں گا۔ میں وزیر اعظم بھی بن جاؤں تو شریعت بل پاس نہیں کر سکوں گا (کہ مجھے اپنے مشن کی تکمیل میں آزادی نہیں رہے گی)

مولانا سمیع الحق - جناب چیئرمین صاحب میں یہاں اتنی گذارش کروں گا کہ یہاں ۲۰۳ دفعہ کا سہارا لیا گیا ہے اور حاجی سیف اللہ صاحب محترم نے جو تقریر فرمائی اس میں انہوں نے فرمایا کہ حسب معمول جو پروسیجر ہے اس میں اگر کوئی وقت واقع ہو جائے اور معاملہ آگے نہ بڑھ سکے۔ اس وقت کوئی کمیٹی بنائی جا سکتی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت اور ان مراحل کو طے کرنے کے لئے آپ کے سامنے جب یہ بل پیش ہوا تو یہ ایک سلیکٹ کمیٹی کے حوالے کیا گیا۔ سٹینڈنگ کمیٹی کے حوالے کیا گیا وہ اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ سکی یا نہیں لیکن بعد میں یہ سلیکٹ کے حوالے کیا گیا اور اس نے بھی ایک متفقہ مسودہ آپ کے سامنے رکھ دیا۔ اس کے بعد موجودہ ضوابط میں جو گنجائش تھی وہ یہی تھی کہ اس کو نظریاتی کونسل کے پاس بھیجا جائے۔ چنانچہ اسے نظریاتی کونسل کے پاس بھیجا گیا۔ پھر یہ گنجائش بھی تھی کہ اسے استصواب رائے کے لئے مشتہر کیا جائے چنانچہ اس بل پر آپ نے قوم کی استصواب رائے بھی حاصل کر لی۔ اور انہوں نے پورے جوش و خروش سے پارلیمنٹ کی تاریخ میں بے مثال جذبے کا مظاہرہ کر کے لاکھوں کی تعداد میں اپنی رائے دے دی۔ انہوں نے باہر سے اپنی رائے کی ضرورت محسوس کی۔ شاید آپ کو بھی یاد ہو گا کہ جناب وزیر اعظم نے پارلیمنٹ سے باہر مسلم لیگی ارکان پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی تھی جس میں قومی اسمبلی اور سینیٹ دونوں کے مشترکہ ارکان لئے گئے تھے۔ اور اس کمیٹی کو بھی کہا گیا تھا کہ آپ اپنی تجاویز اس پر دے دیں۔ پھر اس پر حسب ضابطہ پہلی خواندگی شروع ہوئی۔ تقریباً دو سال تک معزز ارکان بڑی محنت سے اور بڑی تیاریاں کر کے اس بل کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے رہے۔ اب ان مراحل کے ہوتے ہوئے دوسری خواندگی کا موقع آیا۔ اب ہمیں کچھ معلوم نہیں کہ اس میں کوئی رکاوٹ ہے یا نہیں اور کیا دقتیں ہیں

ادر کیا نہیں ۔ یہ صورت حال تب پیش آئے گی جب ہم دفعات پر بحث شروع کریں گے دفعہ وار کوئی تجویز سامنے آئے گی ۔ اس وقت پتہ چلے گا کہ کوئی رکاوٹ ہمارے سامنے آئی ہے اور اس کو ہم حل نہیں کر سکتے ۔ ایوان میں تو کمیٹی بنا دی جائے ۔ قومی اسمبلی کی جو مثال دی گئی ہے یا مجلس شوریٰ کی جو مثالیں دی گئی ہیں وہاں تمام دفعات پر بحث ختم ہونے کے بعد ترامیم پر بحث شروع ہوئی ۔ اور وہاں آگے وقت آئی تو وہاں انہوں نے کمیٹی کا سہارا لیا ۔ یہاں پر تو بحث شروع ہی نہیں ہوئی ۔ جنرل بحث ختم ہو چکی ہے ۔ اب کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس ایوان میں کوئی دقت پیش آئے گی یا نہیں ۔ یہ بنیاد مفروضے پر مبنی ہے ۔ پھر جو مثالیں حاجی سیف اللہ صاحب نے دی ہیں قومی اسمبلی اور مجلس شوریٰ کی ۔ میں سمجھتا ہوں کہ نیک نیتی سے انہوں نے مجبور ہو کر معاملہ کو حل کرنے کے لئے ۱۹۷۳ء کے دستور کے وقت بھی اور شوریٰ میں بھی دل سے چاہا کہ ملک بحران سے نکل جائے اور ہم معاملہ حل کرانے کے لئے کسی متفقہ فیصلے پر پہنچ جائیں ۔ یہاں میں سمجھتا ہوں کہ یہاں دفعہ ۱۷۳ کا سہارا ۔

یہاں میں ایک لفظ کہوں تو پھر حاجی صاحب ناراض ہوں گے کہ میری نیت پر شبہ کیا جا رہا ہے میں کہتا ہوں یہاں اس دفعہ کا سہارا مسئلہ حل کرانے کے لئے نہیں لیا جا رہا بلکہ اس کو سرد خانے میں ڈالنے کے لئے اور اس کو دفن کرنے کے لئے اس دفعہ کا سہارا لیا جا رہا ہے ۔

اور اس کی واضح صورت حال یہ ہے کہ ایک طرف تو حاجی صاحب ہمیں یہ مژدہ سناتے ہیں کہ باہر بات چیت بھی شروع ہو چکی ہے اور نظریاتی کونسل ، شریعت کورٹ اور سپریم کورٹ کے ارکان سے بھی مشورہ ہو رہا ہے جب یہ سب کچھ ہو رہا ہے تو پھر اس مرحلے پر یہ تجویز کیسے سامنے لائی گئی ۔ یہ تجویز اور اس کو مستقل کمیٹی کے حوالے

کرنے کی تجویز اسی لئے سامنے لائی گئی ہے کہ باہر اگر اخلاص سے کوئی جدوجہد ہو بھی اور اگر وزیر اعظم چاہیں بھی کہ یہ مسئلہ حل ہو جائے لیکن یہاں یہ حضرات اس تجویز کے ذریعے ان کی کوششوں کو بھی سبوتاژ کرنا چاہتے ہیں۔ ورنہ اس وقت اگر باہر بات چل رہی ہے جب کہ اس کا آغاز مثبت اور ٹھوس طریقے سے ابھی نہیں ہوا۔ تو اس وقت پھر اس کمیٹی کی ضرورت کیا ہے۔ جب باہر، خدا کرے کسی نتیجے پر پہنچ بھی جائیں گے۔ پھر آپ کہیں گے وہ ساری چیزیں اس کمیٹی کے سامنے رکھ دیں تو میرے خیال میں اس کمیٹی سے صرف یہی ہوگا کہ اس بل کو اب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ایک سرد خانے میں ڈال دیا جائے گا۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ خدا را، پارلیمنٹ تو ایک جمہوری ادارہ ہے اور یہاں "قانون بنانے کے ارکان بڑی محنتیں کرتے ہیں اور مخالفانہ اور موافقانہ نقطہ نظر اپنی صوابدید اور بصیرت کے مطابق ارکان پیش کرتے ہیں۔ لاکھوں کروڑوں روپے اس پر خرچ کرتے ہیں انتخابات ہوتے ہیں پھر اسمبلیاں بنتی ہیں، پھر یہ سارے مراحل کمیٹیوں کے سب کمیٹیوں کے استصواب رائے کے جب سارے مراحل گذر جائیں گے تو کسی بھی مرحلے پر کوئی اس سازش کا سہارا لے کر اس ساری پارلیمانی جدوجہد پر پانی پھیر سکے گا۔

اب اگر یہ دو ڈھائی سال کی محنتیں، اب اگر حاجی سیف اللہ صاحب اس دفعہ کا سہارا لے کر ضائع کرنا چاہتے ہیں تو نہ یہ قوم کے حق میں مفید ہے اور نہ جمہوریت کے حق میں۔ نہ قانون سازادارے کے حق میں۔ تو جیسا کہ قاضی عبداللطیف نے بھی فرمایا کہ یہ حق کسی غیر محرک کو ہے ہی نہیں۔ اگر یہ تلوار کسی غیر محرک کے ہاتھ میں دے دیں تو پھر کوئی محترم ممبر قانون سازی کا اپنا فرض ادا نہیں کر سکے گا۔ اس لحاظ سے ان دلائل کی بنیاد پر آپ اس کمیٹی کی تجویز کو منظور نہ فرمائیں بلکہ اس کو مسترد فرمائیں۔

جناب قائمقام چیئرمین: پارلیمانی روایات جن کا ذکر وزیر مذہبی امور نے کیا ہے اور اس کا حوالہ دیا ہے وہ اس امر کی تائید کرتی ہیں کہ اس ایوان کو سپیشل کمیٹی بنانے کا اختیار ہے۔ اٹارنی جنرل نے بھی اس نکتے کی وضاحت کی ہے میں ان کے دلائل سے اتفاق کرتے ہوئے اس تحریک کو باضابطہ قرار دیتا ہوں۔

مولانا سمیع الحق: پوائنٹ آف آرڈر۔ میں گذارش کرتا ہوں....

جناب قائمقام چیئرمین: میں موشن پٹ کر رہا ہوں جو اس تحریک کے حق میں ہیں وہ ہاں کہیں اور جو اس کے خلاف ہیں وہ نہ کہیں۔ فیصلہ ہاں کہنے والوں کے حق میں ہوا اور تحریک منظور ہو گئی۔

مولانا سمیع الحق: میں آپ کی اطلاع کے لئے اتنا عرض کرتا ہوں کہ میں اور قاضی عبداللطیف صاحب جو کہ دونوں محرکین ہیں شریعت بل کے، وہ اس کمیٹی کے ساتھ تعاون نہیں کریں گے۔ اور ہم دونوں اس کمیٹی کی کسی میٹنگ میں نہیں بیٹھیں گے۔ اور اس تجویز پر آپ نے جو فیصلہ دیا ہے ہم دونوں واک آؤٹ کرتے ہیں۔

مولانا سمیع الحق اور قاضی عبداللطیف ایوان سے واک آؤٹ کر گئے۔



ایوانِ بالا (سینیٹ) میں جمہور اہل سنّت والجماعت کے حقوق کے تحفظ کا مقدمہ

۱۵ اکتوبر ۱۹۸۷ء کو ایوانِ بالا (سینیٹ) میں مولانا سمیع الحق مدظلہ نے کراچی میں عظمت صحابہؓ کانفرنس کے انعقاد اور حکومت کے مظالم۔ جامعہ بنوری ٹاؤن کے اساتذہ وطلبہ پر تشدد، شیعہ جلوس کی حمایت وتحفظ۔ کراچی انتظامیہ اور حکومت سندھ کی نااہلی اور علماء اہلسنت کی حق گوئی اور فریضہ منصبی اور دیگر کئی ایک اہم عنوانات پر خطاب فرمایا۔ اور پاکستان کے سب سے بڑے ایوان میں جمہور اہلسنت والجماعت کے حقوق کے تحفظ کا مقدمہ پیش فرمایا۔ ذیل میں سینٹ سیکٹریٹ کی رپورٹ سے اس کی روئیداد نذر قارئین ہے! (ادارہ)

مولانا سمیع الحق جناب چیئرمین صاحب! میں نہایت ہی ادب سے گذارش

کرتا ہوں ۔ میں چند منٹ تاخیر سے آیا تو آپ نے میرا نام پکارا ۔ لیکن میں موجود نہیں تھا کراچی کے مسئلے پر میری تحریک التوا تھی ۔ اصل میں میں گذارش کرتا ہوں یہ تو پرسوں شام پڑھ کر سنائی گئی تھی ۔ اور کارروائی کا حصہ بھی بن گئی ہے اب پیش کرنے کی ضرورت ہی ہے ۔ رات میں خود پیش کر رہا تھا تو آپ نے فرمایا کہ آپ پیش کر چکے ہیں ۔ ذرا آپ کارروائی دیکھیں ۔ آپ نے رات بھی کہا کہ اب پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے چونکہ یہ آپ پڑھ چکے ہیں اس لئے سوچ رہا تھا کہ قاضی صاحب بھی موجود ہیں اور حضرات بھی موجود ہیں ۔ سارے ایوان نے پرسوں رات اس معاملے کی اہمیت کو محسوس کر کے اس کو متفقہ بنیاد پر پیش کرنے کی اجازت بھی دی تھی ۔ تمام ارکان اس کی اہمیت کو محسوس کر رہے تھے اس لئے انہوں نے کہا کہ اس کو پہلے نمبر پر لیا جائے اور میں نے اس وقت پڑھ کر سنائی ۔ کارروائی میں آچکی ہے ۔ تو جناب وزیر داخلہ صاحب بھی موجود ہیں ۔ مجھے یقین ہے کہ آپ چند منٹ کی تاخیر کو درگذر فرما کر آپ نے فراخ دلی کا مظاہرہ بعض ممبران سے کیا ہے وہ ملک سے بھی باہر رہے ہیں تو آپ نے ان کی تحاریک ......

<u>مولانا سمیع الحق</u> ۔ میں شکر گذار ہوں لیکن چند منٹ کی تاخیر درگذر کر دیں ۔ آنریبل وزیر داخلہ بھی موجود ہیں ۔ اور وہ کچھ کہنا چاہیں تو آپ ہمیں موقع دے دیں ۔

<u>مولانا سمیع الحق</u> ۔ حضرت میری گذارش سنئے یہ پیش ہو چکی ہے ۔

<u>جناب چیئرمین</u> ۔ اگر ہاؤس اب بھی اجازت دیتا ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے چونکہ اب سمیع الحق صاحب تشریف لائے ہیں ۔

<u>مولانا سمیع الحق</u> ۔ قوم کے سامنے وزیر داخلہ صاحب کی طرف سے بیان سے اطمینان ہو جائے گا ۔

ملک نسیم احمد آہیر - مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

مولانا سمیع الحق - میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ قومی اور ملّی نوعیت کا حسب ذیل معاملہ زیر غور لایا جائے۔ کراچی کے اخبارات مورخہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۸۷ء سے واضح ہوتا ہے کہ پولیس نے جمشید روڈ کی مسجد میں عظمتِ صحابہؓ کانفرنس میں شرکت کے لئے جانے والے ڈھائی سو افراد کو گرفتار کر لیا۔ سوادِ اعظم اہل سنّت کے راہ نماؤں اور کانفرنس کے منتظمین کے خلاف مقدمات درج کر لئے۔ لوگوں کو روکنے کے لئے سات اطراف سے ناکہ بندی کر لی۔ جامع مسجد بنوریؒ ٹاؤن میں پولیس داخل ہوئی۔ جوتوں سے نمازیوں کو مارا۔ علماء کی داڑھیاں نوچی گئیں۔ سوادِ اعظم اہل سنّت کے علماء کی گرفتاری کے لئے پولیس جلد ہی چھاپے مار رہی ہے۔ اس واقعہ سے پورے ملک کے اہلسنّت مسلمانوں میں شدید بے چینی پھیلی ہوئی ہے ۔۔ جناب چیئرمین صاحب! اس کے باضابطہ ہونے کے بارے میں میرے خیال میں اس سے بڑھ کر قومی اور فوری نوعیت کا معاملہ کیا ہو سکتا ہے جس سے پورے ملک کی یکجہتی متاثر ہو سکتی ہو۔ اور ملک کے ایک بہت بڑے حصّے کے جذبات مجروح ہو سکتے ہوں۔ یہ تحریک میں نے ۱۱ اکتوبر کو پیش کی تھی اور اس کے ابتدائی حصّے کے بارے میں رات راجہ نادر پرویز صاحب بیان دے چکے ہیں۔ اور انہوں نے صوبائی حکومت کی طرف سے کچھ حقائق بیان کئے لیکن میرا خیال یہ ہے کہ انہوں نے ان کو صحیح پوزیشن نہیں بتائی تھی۔ رات انہوں نے فرمایا تھا کہ وہ جلوس نکالنا چاہتے تھے۔ تو قطعاً یہ صورت حال نہ تھی - وہ اہلسنت والجماعت اپنے علاقے میں ایک مسجد میں عظمتِ صحابہ کانفرنس کرنا چاہتے تھے اور اس کے لئے لوگ باہر سے آ رہے تھے وہاں ان کو بلاوجہ گرفتار کر لیا گیا۔ مسجد میں ہمیشہ ختم نبوت پر، عظمت صحابہ پر اور توحید پر انہی موضوعات پر تقریریں ہوتی ہیں جلسے

ہوتے ہیں۔ نہ انہوں نے کوئی اشتعال دیا نہ کسی فرقے کے خلاف مسئلہ تھا۔ انہوں نے چار پانچ سو بلاوجہ گرفتار کئے۔ پھر اس کے ردعمل میں علماء نے حکومت کو وارننگ دی۔ کہ ہم کل ۲۰ صفر کو اس طرف سے جلوس نہیں گذرنے دیں گے۔ وجہ اس کی کوئی جھگڑا وغیرہ نہیں تھا۔ یہ معاملہ پہلے گورنر جہانداد کی موجودگی میں طے ہو چکا تھا۔ اور ان کا تحریری معاہدہ موجود ہے انگریزی میں بھی سارا ایوان اس کا متن دیکھ سکتا ہے۔ انہوں نے باقاعدہ اس معاہدے پر دستخط کئے ہیں۔ شیعہ اور سنی حضرات کے علماء نے بیٹھ کر یہ طے کیا تھا اور اس معاہدے کا دفعہ ۳ صاف طور پر موجود ہے کہ آئندہ محرم اور صفر کے جلوس جمشید روڈ سے جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے سامنے سے نہیں گذریں گے۔ اور مندرجہ بالا فیصلوں کی روشنی میں اس بات کو یقینی بنایا کہ محرم اور صفر میں نکلنے والے جلوس جو براہ راست جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن پر ختم ہوتے ہیں ان کے پرمٹ پھر اس راستے پر جاری نہ کئے جائیں۔

مولانا سمیع الحق۔ اور پرمٹ رکھنے والوں کو وسیع تر مفاد کے لئے متبادل راستے فراہم کئے جائیں۔ یہ اس معاہدہ کی واضح شق تھی۔ تو ان لوگوں نے کہا کہ ہمیں تو اپنے علاقے میں عظمت صحابہ کے بارے میں آپ جلسہ نہیں کرنے دیتے۔ اور ان لوگوں کو چار سال سے اس راستہ سے بار بار گذار رہے ہیں۔ وہ اپیل کرتے ہیں اور جامعہ والے بڑے کھلے دل کے ساتھ کہتے ہیں کہ چلئے اس سال گذار لیجئے۔

پھر اس کے بعد آخری مرحلہ یہ آیا کہ انہوں نے مجبوراً کہا کہ ہم اس راستے اب اس جلوس کو نہیں گذرنے دیں گے۔ کیونکہ وہ ایک اہلسنت کی دینی یونیورسٹی ہے یہ صرف ایک چھوٹا سا مدرسہ نہیں ہے۔ تقریباً ۲۵ ممالک کے طالب علم جن میں امریکہ

افریقہ۔ یورپ کے ممالک کے طلباء پڑھتے ہیں۔ اس کے گیٹ کے سامنے کوئی شیعہ آبادی بھی نہیں ہے۔ ایک فرد بھی شیعہ آباد نہیں ہے۔ جب یہ جلوس یہاں پر آتا ہے اس وقت طالب علم بھی چھتوں پر چڑھ جاتے ہیں۔ اس طرح فسادات کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہر وقت ہمارا مدرسہ ان خطرات میں گھرا رہتا ہے۔ چند گز کے فاصلے پر پیچھے سے ایک گلی ہے۔ جنوب کی طرف جہانگیر روڈ سے بھی راستہ ہے وہاں سے گذار سکتے ہیں۔ ان کا یہی مطالبہ تھا کہ اگر آپ مدرسہ کے سامنے سے جلوس نکالیں گے تو فسادات کا خطرہ ہے۔

اس سے پہلے کراچی میں شدید فسادات ہوئے تھے۔ دکانوں کو جلایا گیا تھا لوٹ مار ہوئی تھی۔ دو آدمی مر بھی گئے تھے پھر کل جو واقعات ہوئے ہیں وہ انتہائی افسوسناک ہیں۔ وہ تو اپنے مدرسہ میں جو کہ چار پانچ ہزار تھے گیٹ بند کر کے جلسہ کر رہے تھے کہ اچانک ساڑھے نو بجے ان پر شلنگ شروع کی گئی اور یہ شلنگ ۱۱½ بجے تک جاری رہی۔ ہم وہاں گئے۔ پرسوں ہم نے اصلاح کی پوری کوشش کی ہے کمشنر صاحب سے ہم ملے ہیں اور ہمارے آدمی نے رات کو دو ہوم سیکرٹری صاحب سے بھی بات چیت کی ہے۔ ہم نے کہا کہ ہم ہر طریقے سے ہر قسم کے تعاون کے لئے تیار ہیں۔ ہوم سکریٹری سے ایک معاہدہ بھی ہوا تھا۔ ہوم سکریٹری صاحب بھی شاید وزیر داخلہ صاحب کو یہ ساری تفصیلات نہیں بتا سکے ہیں۔ رات کے دو بجے پرسوں ہوم سکریٹری صاحب سے ہمارا معاہدہ ہوا کہ پولیس موجود نہیں ہو گی چلئے اگر فوج امن قائم کرنے کے لئے آتی ہے تو ٹھیک ہے لیکن پولیس کو تو لوگ دیکھتے ہی چڑ جاتے ہیں۔ کراچی کے حالات حساس ہیں۔ وہاں پولیس کے آنے سے چار و ناچار فسادات شروع ہو جاتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے یہ ایگری کیا کہ پولیس نہیں آئے گی دوسری انہوں نے یہ بات کہی کہ جو علماء گرفتاریاں دیں گے ان کو ہم گرفتار تو کریں گے

لیکن ان کے ساتھ کوئی غیر مہذب سلوک نہیں کریں گے۔ تیسری بات ہوم سکریٹری صاحب سے یہ طے ہوئی تھی کہ کل آٹھ سے دس بجے تک جو افراد جیلوں میں بند ہیں ان کو رہا کر دیں گے۔

جناب حمیز وخان پلیجو۔ مولانا صاحب کم از کم ایسی بات تو کریں جو حقیقت پر مبنی ہو۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ کئی افراد جو ہیں وہ مارے گئے ہیں۔

مولانا سمیع الحق۔ میں نے یہ جملہ کب کہا ہے کہ کئی افراد مارے گئے ہیں

مولانا سمیع الحق۔ میں نے کہا ہے کہ "۴۸" ہیں

مولانا سمیع الحق۔ میں یہی عرض کرتا ہوں کہ ہم مان گئے تھے کہ اگر یہ تین شرائط ہیں تو چلئے جلوس گذرنے دیں۔ شرائط یہ تھیں۔

۱۔ اگر وہ علماء گرفتار کریں گے تو ان سے بدتمیزی کا سلوک نہیں کریں گے۔

۲۔ آٹھ سے ۱۰ بجے تک وہ پانچ چھ سو جو افراد گرفتار ہیں، جب حکومت مانتی ہے، جو کہ حقیقت میں ایک ہزار سے بھی زیادہ ہیں کو جیلوں سے رہا کر دیا جائے گا۔

۳۔ پھر یہ بھی معاہدہ ہوا تھا کہ جن علماء کو ہم گرفتار کریں گے۔ کل جو گرفتار ہوئے ہیں۔ ان کو شام تک کسی جگہ آرام سے رکھیں گے اور شام کو چھوڑ دیں گے۔

لیکن ابھی ابھی ہماری کراچی بات ہوئی ہے کہ وہ علماء جو کہ جید علماء ہیں اب تک لانڈھی جیل میں بند ہیں۔ وہاں ان کو رکھا گیا ہے۔ نہ ان قیدیوں کو جو ۹ ر تاریخ کو گرفتار ہوئے تھے، چھوڑا گیا ہے۔

جناب چیئرمین۔ مولانا صاحب اگر میں آپ کی توجہ ....

مولانا سمیع الحق۔ بہرحال میرا یہ فریضہ ہے جو کچھ وہ فرماتے ہیں کہ ہم سیاسی دکانداری چمکاتے ہیں۔ آخر میں یہ بات نہ کروں تو کون کرے۔ مجھ پر ان علماء کا حق ہے جن کا میں نمائندہ ہوں اور میری پارٹی جمعیت علماء اسلام کے ایک ہزار افراد

اس وقت اندر ہیں۔ اور پھر یہ ایک مدرسہ ہے۔ ہمارا پورے ملک میں ایک نظام ہے جس کے تحت ایک ڈیڑھ ہزار مدارس چل رہے ہیں۔ یہ ایک وفاق المدارس العربیہ ایک تنظیم ہے یہ اس کا سنٹر ہے اور میرے والد صاحب ان ڈیڑھ ہزار مدارس کے سرپرست ہیں۔ اب اگر میں یہاں خاموش رہوں، اپنے مسلک اور علماء کے بارے میں آواز بھی نہ اٹھا سکوں...... مجھے ہرگز سیاست کی دکان نہیں چمکانی ہے یہ میرا فریضہ ہے کہ میں ان کی بات کروں۔

جناب چیئرمین۔ میرے خیال میں آپ کو یہ سوجسٹ نہیں کیا جا رہا ہے کہ آپ خاموش رہیں آپ کو سوجسٹ یہ کیا جا رہا ہے کہ رولز کے مطابق جو ایڈمیسبلٹی بنتی ہے اس پر ذرا آئیں۔

مولانا سمیع الحق۔ میں یہی عرض کر رہا ہوں کہ یہ ایک المناک سانحہ ہے ملی اور فوری نوعیت کا ہے۔ میں یہ بھی عرض کرتا ہوں کہ اگر اللہ کے گھر کی بے حرمتی ہو۔ ہر دو سیکنڈ بعد مسلسل وہاں ایک گولہ آتا رہا۔ پھر ایدھی ٹرسٹ نے ایمبولینس بھیجی اور زخمی بے ہوش طالب علموں کو ہسپتالوں میں لے جایا گیا۔ ایک بیچارہ عبدالغنی نامی شخص مر بھی گیا۔

مولانا سمیع الحق۔ پھر شیعہ حضرات......

جناب طارق چوہدری۔ مولانا صاحب نے فرمایا ہے کہ ہمارے ایک ہزار افراد اندر ہیں تو میں چاہتا ہوں کہ ان کے کھانے کا خرچہ ان سے ضرور لیا جائے۔

مولانا سمیع الحق۔ پھر افسوسناک صورت یہ پیدا ہوئی کہ ہمارے علماء باہر نہیں نکلے تھے، جو جلوس گزر رہا تھا اس نے صرف گذرنے تک اکتفا نہیں کیا جلوس نے مدرسہ کے طلباء پر پتھراؤ کیا اور وہاں کرنل قاضی زاہد اللہ، اس کی موجودگی میں جلوس والوں نے پتھر برسائے۔ وہ کرنل کہتا ہے کہ میں عدالت میں بھی جا کر یہ گواہی

دے سکتا ہوں کہ جلوس پر امن طریقہ سے گذرا ہی نہیں بلکہ اس نے طالب علموں پر پتھر بھی برسائے۔

جناب چیئرمین۔ آپ پھر واقعات کی تفصیل بتا رہے ہیں جو کہ ایڈ میسبلٹی کی سٹیج پر جائز نہیں ہے لیکن میں آپ کو اس لئے اجازت دے رہا ہوں کہ......

مولانا سمیع الحق۔ میں آپ کا بہر حال شکر گذار ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا۔

مولانا سمیع الحق۔ چلئے، میں صرف اتنی گذارش کرتا ہوں۔

ملک نسیم آہیر۔ اور جو FIR، 265 ہے اس کے تحت اکیاون افراد کو گرفتار کیا گیا ہے ۴۲، افراد ٹوٹل گرفتار ہوئے ہیں تو قانون کا....

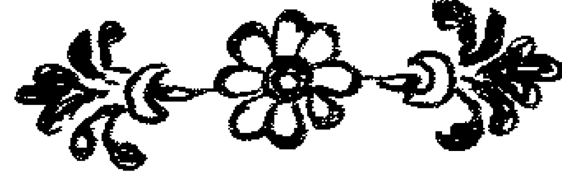
مولانا سمیع الحق۔ پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب راجہ پرویز صاحب نے پرسوں رات کو ۴۷، افراد کا بتایا تھا ایوان میں (اس کے بعد جناب وزیر داخلہ نے جوابی تقریر کی تو مولانا سمیع الحق نے فرمایا)

مولانا سمیع الحق۔ جناب چیئرمین صاحب، ہمیں وزیر داخلہ صاحب کے جذبات کا احترام ہے ہم بھی چاہتے ہیں کہ اس ملک میں مکمل ہم آہنگی ہو۔ یک جہتی ہو۔ لیکن اب دیکھنا ہے کہ زیادتی کس کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر وہ صوبائی انتظامیہ کی اطلاعات پر انحصار کریں گے تو ان کے سامنے صحیح حقائق نہیں آسکیں گے کیوں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ سارے جھگڑے کی بنیاد ایک معاہدہ ہے جو گورنر کے ساتھ ہوا ہے اور انہوں نے فرمایا ہے کہ مجھے اس کا علم ہی نہیں ہے۔ تو مطلب یہ ہے کہ ان کے سامنے وہ حقائق نہیں رکھتے۔ اب انہیں چاہئے کہ لازماً ایک ٹریبونل مقرر کر دیں اور صحیح تحقیقات ہو جائیں۔ جو زیادتی کرتا ہے اس کو روک لیا جائے تاکہ آئندہ یہ سلسلہ نہ چلے۔

جناب چیئرمین۔ میرے خیال میں آپ حضرات مجھے مجبور کر رہے ہیں کہ میں

آپ کو رولنگ دے ہی نہ ل۔ اگر رولنگ آپ کو چاہئے تو یہ ایک پراونشل معاملہ ہے آپ اس کو پریس کرتے ہیں یا نہیں کرتے ۔مولانا صاحب

مولانا سمیع الحق ۔ وزیر داخلہ صاحب آخر میں مکر گئے انہوں نے کہا ہے کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے ۔ان سے کہیں گے اگر وہ کہے ۔ میں بالکل پریس کروں گا جی ۔



ملکی سالمیّت کا تحفّظ اور تخریب کاری کا انسداد

ملک کی تازہ ترین صورت حال، تخریب کاری، دہشت گردی، بموں کے دھماکوں اور بدامنی کے مؤثر انسداد، عدل و انصاف کے حصول اور قیام امن کی تجویز اور اس کے لیے مؤثر منصوبہ بندی کی ضرورت پر مولانا سمیع الحق نے ۶۔ اکتوبر ۸۷ء، بجکر دس منٹ پر سینٹ کے اجلاس سے خطاب فرمایا۔ ذیل میں سینٹ سکرٹیٹ کی رپورٹ سے نقل کیا گیا ہے (ادارہ)

مولانا سمیع الحق جناب والا میں مختصراً عرض کروں گا اور آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ جہاں تک تخریب کاری پر کنٹرول کے مسئلے کا تعلق ہے یہ ایک نہایت ضروری اور اہم مسئلہ ہے۔ اس وقت پورے ملک میں ہر شخص اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھتا ہے، اور کسی وقت بھی وہ سمجھتا ہے کہ میں لقمۂ اجل بن سکتا ہوں۔ تو اس کے لیے ضروری ہے کہ قومی سطح پر اس مسئلہ پر توجہ دی جائے۔ اور وہ اقدام کرنا چاہیے جس سے تخریب کاری کا فوری انسداد ہو۔

دہشت پسندانہ سرگرمیوں کے انسداد کا بل ناقص ہے! یہ بل جو ہمارے سامنے ہے اس کی میرے

خیال میں ایک بنیادی خامی یہ ہے کہ اس کا تعلق دہشت پسندانہ سرگرمیوں سے ہے لیکن بل میں دہشت پسندانہ سرگرمیوں کی کوئی وضاحت یا توضیح نہیں کی گئی حالاں کہ کوئی بھی مسودہ قانون ہو تو اس میں واضح طور پر اس کی وضاحت ہوتی ہے اس میں بھی واضح طور پر دہشت پسندانہ سرگرمیوں کی توضیح ہونی چاہئے تھی تاکہ آگے چل کر اسے مبہم سمجھ کر اس کو کوئی غلط مقاصد کے لیے استعمال نہ کر سکے۔ کل کو آپ کسی سیاسی سرگرمی کے بارے میں بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ دہشت پسندانہ سرگرمی ہے۔ آپ کسی جلسہ یا جلوس یا کسی بھی مسئلہ کو دہشت پسندانہ قرار دے کر اس قانون کو استعمال کر سکتے ہیں۔

مخالفین حکومت کے خلاف چور دروازے بند ہونے چاہئیں

تخریب کاری پر کنٹرول تو نہایت لازمی ہے۔ لیکن ہمیں یہ بھی خیال رکھنا چاہئے کہ آگے چل کر ایسے قوانین اور ان خصوصی عدالتوں کو غلط نہ استعمال کیا جا سکے۔ اسے مخالف سیاسی مقاصد رکھنے والے لوگوں کے خلاف ایک پھندے کے طور پر استعمال نہ کیا جا سکے۔ عموماً ایسا ہوا ہے کہ بعض حکومتوں نے اپنے اقتدار کے نشے میں بعض ایسے قوانین بنائے ہیں اور ایسے اقدامات کیے جو آگے چل کر خود ان کے لیے وبال جان بن گئے۔ یعنی ۱۹۷۳ء سے لے کر ۱۹۷۷ء تک پچھلے دور اقتدار میں بعض ایسے اقدامات کیے گئے تھے۔ اس وقت حکومت کے بعض ممبروں نے بھی اور حزب اختلاف کے اراکین نے انہیں بڑے خلوص سے روکا تھا کہ یہ قوانین آگے چل کر جمہوریت کے لیے اور عوام کے لیے پریشانی کا باعث بن سکتے ہیں۔ لیکن وہ نہ مانے تو ان کے لیے پھندہ بن گئے تو کہیں ہمارے لیے بھی یہ مسئلہ وبال جان نہ بن جائے۔

اسلامی قوانین کے برکات

دوسری بات یہ ہے کہ دہشت پسندانہ اور تخریب کارانہ سرگرمیوں کے لیے اسلام میں بڑی واضح تعزیرات مقرر ہیں۔ ہم انگریزی قوانین کی طرف تو جاتے ہیں اور ان میں کچھ ترامیم

کر لیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ شاید مسئلہ حل ہو گیا ہے۔ لیکن اصل مسئلہ جب تک اسلامی تعزیرات اور سزائیں چوروں کے لیے، ڈاکوؤں کے لیے، راستہ کاٹنے والوں کے لیے اور تخریب کاروں کے لیے، فساد پیدا کرنے والوں کے لیے اللہ اور رسول ؐ نے مقرر کی ہیں۔

اللہ اور رسول ؐ نے جو تعزیرات مقرر کیے ہیں اگر اس کو آپ نافذ کرتے تو یہ سارا مسئلہ آسانی سے حل ہو جاتا۔ نہ آپ کو آج ترامیم کی ضرورت ہوتی نہ خصوصی عدالتوں کی ضرورت ہوتی۔ کیونکہ اسلام نے ہمیں اس معاملے میں محروم نہیں چھوڑا، اور نہ ہم اس معاملے میں دیگر اقوام کے دست نگر ہوتے۔ پھر آپ نے جو سلسلہ خصوصی عدالتیں ہوں یا عام عدالتیں ہوں اس کا جو طریقہ کار رکھا ہے اور اس میں جو شہادت کے ثبوت کے طریقے ہیں۔ وہ سب ایسے ہیں کہ جب تک وہ قانون شہادت اور ضابطۂ کار جو عدالتوں کا ہے۔ مروجہ ۱۸۷۰ء سے کچھ چیزیں بنائی گئی تھیں جب تک وہ چیزیں ہوں گی تو خصوصی عدالتوں کے ذریعے بھی آپ اپنے مقصد تک نہیں پہنچ سکیں گے۔

موجودہ قانون شہادت ناقص غیر شرعی ہے یہاں شہادت کا سارا قانون ہی آپ خود جانتے ہیں کہ کیسا ہے پھر اس میں وکالت کا جو سلسلہ ہے اور اس میں ظالم کو مظلوم اور مظلوم کو ظالم بنانے کا سارا سلسلہ اسی سلسلے کے ہوتے ہوئے آپ یہ توقع نہ رکھیں کہ آپ ان عدالتوں کی وجہ سے تخریب کاری پر کوئی پابندی لگا سکتے ہیں یہاں پورا سلسلہ سفارش، رشوت اور جس کے پاس دولت ہے اور انصاف کو خریدنے کا معاملہ ہے اور جس کا جیب گرم ہو گا وہ مقصد تک پہنچے گا ورنہ وہ اسی طرح محروم اور مظلوم رہے گا۔ ان خرابیوں کے ہوتے ہوئے یہ سارے موجودہ قوانین جو رائج ہیں وہ غیر موثر ہو کر رہ گئے تو آرڈی ننس کے بعد جو آپ اس کو قانونی شکل دے دیں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بھی آسانی سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہو گا۔

انتظامیہ کے بعض عناصر تخریب کاروں کی سرپرستی کرتے ہیں

بلکہ اور بھی بے انصافیوں کا سلسلہ دراز ہوتا جائے گا جیسا کہ قاضی صاحب ہمارے دوست نے فرمایا کہ انتظامیہ کے کچھ عناصر ایسے ہیں کہ ان کی طرف سے تخریب کاری کی درپردہ سرپرستی ہوتی ہے اس کے کئی وجوہات ہیں وہ شاید ان کے مفادات ان لوگوں سے وابستہ ہوں جو امن و امان کو تہ و بالا کرنا چاہتے ہیں یا جن کو ہماری موجودہ افغان پالیسی سے اتفاق نہیں ہے وہ لوگ بعض جگہوں پر انتظامیہ پر اثر انداز ہوتے ہیں اور انتظامیہ ان کو خوش کرنا چاہتی ہے اور بسا اوقات تخریب کار اسی طرح یا تو چھوٹ جاتے ہیں یا ضمانت پر رہا ہو جاتے ہیں یا اسی طرح پڑے رہتے ہیں لیکن ان کو سزا نہیں ملتی؛

مجاہدین افغانستان اور تخریب کاری کا مسئلہ

اس تخریب کاری کے سلسلے کے ساتھ افغان مسئلے کا خاص تعلق ہے اور کئی جگہ پہ وہ افغانی باشندے ہوتے ہیں۔ غیر ملکی ہوتے ہیں۔ اس کے بارے میں میری رائے اور تجویز یہ ہے کہ ان خصوصی عدالتوں کے ذریعے ہم ان پر کنٹرول حاصل نہیں کر سکیں گے اس کا ایک مؤثر علاج یہ ہے کہ اگر تخریب کاری میں ملوث کوئی افغان باشندہ پکڑا جائے تو افغانستان کے باشندے جو یہاں مہاجرین رہتے ہیں اور مہاجرین کی جو جماعتیں ہیں جو ان کے لیڈر ہیں وہ اپنے ملک کے لوگوں کو پہنچانتے ہیں کہ یہ کس ذہن کا ہے تخریب کار ہے یا خاد کی پارٹی سے تعلق رکھتا ہے یا پرچمی پارٹی سے تعلق رکھتا ہے تو اس کو ان کے حوالے کیا جائے۔ میں پاکستانیوں کے بارے میں نہیں کہتا مجھے کئی افغان مجاہدین نے آکر خود کہا ہے کہ ہم یہ ذمہ داری خود قبول کرنے کو تیار ہیں اگر حکومت ہمارے ملک کے باشندوں کے بارے میں ہمیں اختیار دیدے ہم ان کے ساتھ انصاف کے تقاضے پورے کر کے ان کو سزا دے سکتے ہیں اور اس معاملے میں حکومت کا یہ دخل بھی نہ ہو۔ کہ آپ اس کو چھوڑیں۔ پہلے وہ لوگ خود ان کو پکڑ لیتے تھے اور ان کو کیفر کردار تک پہنچا دیتے تھے اور چند دنوں میں وہ ان کو ٹھکانے

لگا دیتے تھے۔ پھر تو یہ سلسلہ چلتا ہی نہیں تھا لیکن بعد میں یہ صورت حال پیدا ہوئی کہ انتظامیہ نے اس میں مداخلت شروع کی۔ وہاں انہوں نے ایک آدمی پکڑا۔ اور انتظامیہ کی طرف سے اس کو چھڑایا گیا کہ آپ لوگوں کا اس سے کیا تعلق ہے ان کو اُلٹا حراست میں رکھا گیا۔ حالاں کہ ان کو معلوم تھا کہ یہ تخریب کار تھے ملک دُشمن تھے۔ روس کے ایجنٹ تھے۔

تو اگر ہم افغان مجاہدین سے مدد لیں اور ان کے زعماء سے کہیں کہ اسلامی طریقے سے آپ ایک ٹریبونل بنالیں یا جس طریقے سے ہو سات جماعتوں کا بنالیں اور کوئی افغان تخریب کار اگر پکڑا جائے تو فوراً اس ٹریبونل کے حوالے کر دیں اور یہ ہمارا درد سر ہی نہ ہو تو آپ دیکھیں گے کہ انشاء اللہ اس معاملے میں وہ فوراً چند گھنٹوں میں فیصلے تک پہنچ سکیں گے اور تخریب کار کو قرار واقعی سزا مل سکے گی باقی جو پاکستانی ہوں ان کو اس میں حق نہیں دیئے لیکن اس میں ہمارا موجودہ نظام بالکل ناقص ہے۔ آپ کے پشاور میں پورے ایک سکول کے بچوں کو اڑایا گیا۔

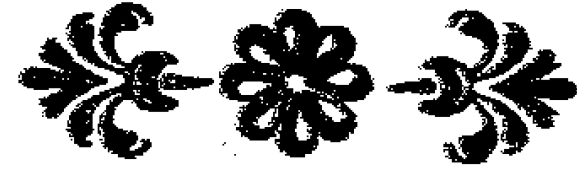
اور وہ تخریب کار

تخریب کاری کے فروغ میں اعلیٰ افسروں کا شرمناک کردار

پکڑا گیا اور

آگے چل کر ٹل ہنگو وغیرہ میں جا کر اس کی ضمانت ہو گئی اور یہ باتیں چل رہی ہیں کہ ۳۰،۳۰ لاکھ روپے رشوت دے کر تخریب کاروں کو چھوڑا گیا آپ کے اسلام آباد میں ایک بہت بڑا تخریب کار بیٹھا ہوا ہے انہی لوگوں میں سے۔ اور اخبارات میں بھی آیا ہے کہ بھیا ۴۵ لاکھ روپے میں سودا کر کے اس کو بٹھا رکھا ہے۔ یہ سودا کون کراتا ہے اس میں جب تک انتظامیہ سے باز پرس نہ ہو گی اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر سزا دینی ہے تو فوری طور پر برسرِ عام دی جائے تخریب کار کو۔ اور اس تخریب کار کو ایسی سزا دی جائے کہ ٹی وی پر اور کھلے میدان میں ہو تاکہ لوگوں کو عبرت حاصل ہو سکے۔ وجہ یہ ہے کہ اس وقت سارے لوگ بے چین ہیں کوئی بس میں سوار ہوتا ہے۔ تو دل لرزتا ہے۔ کوئی سڑک پر جاتا ہے۔ کسی کا بچہ باہر جاتا ہے تو جب تک واپس نہ آئے بے چینی رہتی ہے۔

جنابِ والا صرف اس آرڈیننس کو پاس کرنے پر اکتفا نہ کریں، بلکہ اس کے لیے عملی اور مؤثر اقدام کریں۔ کل بھی اسلام آباد میں دھماکہ ہوا ہے تو اللہ کرے کہ حکومت اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکے اور اس ملک کو امن و امان فراہم ہو سکے۔ شکریہ!



ارباب حکومت شریعت نہیں اکبر کا دینِ الٰہی چاہتے ہیں

> پاکستان کے سب سے بڑے جمہوری ادارے سینٹ میں جناب مولانا سمیع الحق مدیر ماہنامہ الحق نے ۱۷، ۱۸ اور ۲۴ ستمبر ۱۹۸۶ء کو بعض قومی وملی، عالمی اور اہم ملکی مسائل پر تحاریکِ التواء پیش کر کے بحث اور خطاب فرمایا۔ ذیل میں سینٹ سیکرٹریٹ کی رپورٹ سے نقل کر کے پیشِ خدمت قارئین ہے۔ (مرتب)

۲۴ ستمبر سات بجکر تیس منٹ

مولانا سمیع الحق: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین صاحب میں تحریک التواء پیش کرتا ہوں کہ حالیہ اجلاس ملتوی کر کے ملکی وقومی اور دفاعی اہمیت کے اہم ترین مسئلہ "پاکستان کو امریکی امداد کے تعطل" کو زیر بحث لایا جائے۔ ملکی سرحدات استحکام اور بقاء تحفظ کے پیش نظر اس قدر اہم مسئلہ میں تاخیر اور اب تعطل پوری قوم کے لیے تشویش اور غیر یقینی صورت حال کا باعث ہے۔ متعلقہ تمام پہلوؤں کے ساتھ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ امریکہ کے سینیٹ کی ۱۷ رکنی خارجہ تعلقات کی کمیٹی نے پاکستان کی فوجی اور اقتصادی امداد کے لئے اپنی قرارداد میں جو شرائط شامل کی ہیں ان میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ امریکی صدر ہر سال اس مفہوم کا ایک سرٹیفکیٹ جاری کریں کہ حکومت پاکستان اقلیتوں مثلاً احمدیوں کو مکمل شہری اور مذہبی آزادیاں نہ دینے کی روش سے باز آگئی ہے۔ اور ایسی تمام سرگرمیاں ختم کر رہی ہے جو مذہبی آزادیوں پر قدغن عائد کرتی ہیں۔

جناب چیئرمین۔ مائیک خراب ہونے کی وجہ سے آواز صاف سنائی نہیں دے رہا۔

مولانا سمیع الحق: جناب والا۔ پوری قوم کی نگاہیں اس مسئلہ پر لگی ہوئی ہیں۔ اس سے پاکستان کی سالمیت اور تحفظ کا مسئلہ وابستہ ہے۔ اس طرح سے ہر لحاظ سے یہ معاملہ قومی نوعیت کا ہے اس طرح سے آپ ایوان کو اس پر اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیں۔ یہاں کوئی حزبِ اقتدار اور حزبِ اختلاف والی بات نہیں ہے۔ اس مسئلہ پر پورے ایوان کے جذبات ایک ہیں۔

جناب والا! کسی ملک کی امداد پر رہنا، کسی غیور زندہ قوم کے لئے مناسب نہیں ہے۔ ہم ایک آزاد قوم ہیں اور ہم نے بڑی عظیم قربانیوں سے یہ ملک حاصل کیا ہے۔ اس وقت ہمارا ملک بدقسمتی سے کچھ ایسے جغرافیائی حالات سے دوچار ہے جن سے بعض سپر طاقتیں ناجائز فائدہ اٹھا رہی ہیں۔ اس وقت پوری دنیا میں اقتصادی امداد کا سلسلہ جاری ہے اور بڑی طاقتیں چھوٹی طاقتوں کی امداد کر رہی ہیں۔ جو کہ درحقیقت مدد نہیں ہوتی بلکہ سود پر رقم دیتے ہیں۔ جسے پھر امداد حاصل کرنے والے ممالک سود واپس ادا کرتے ہیں۔ اور یہ سودی نظام ساری دنیا میں رائج ہے۔ اس کو وہ اقتصادی امداد کا نام دے کر طرح طرح کے قومی، ملی اور دینی وسیاسی مفادات سے کھیلتے ہیں۔

اس وقت ہمارے سامنے ایک حساس صورت حال افغانستان کی موجود ہے۔ اس کے بارے میں ہماری جو پالیسی ہے وہ ہمارا اسلامی فریضہ ہے اور دینی اہمیت کی بناء پر ان کی امداد ہم پر فرض ہے۔ لیکن امریکہ اس صورت حال سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔ اور ہمارے ملک کے دفاع کو کمزور کرنا چاہتا ہے جب کہ اس صورتِ حال میں ہمارے ملک کو ایٹمی توانائی کے حصول سے روکنا۔ اس کے لئے طرح طرح کی رکاوٹیں ڈالنا کسی طرح بھی امریکہ کو زیب نہیں دیتا۔ اسی طرح کی پالیسی اس نے عرب ممالک کے متعلق اپنا رکھی ہے۔ ایک طرف امریکہ نے اسرائیل کو ایٹمی طاقت بنایا ہے اور اسے عربوں کے سر پر بٹھا رکھا ہے۔ اور ان کو پریشان کرنا چاہتا ہے۔ لیکن دوسری طرف جو اسلامی ممالک ہیں ان کو امداد

سخت قسم کی شرائط لگا کر دیتا ہے ۔ یہی پالیسی اس نے جنوبی افریقہ کے بارے میں اپنا رکھی ہے ۔ایک بھی ایسا ملک نہیں ہے جسے وہ بلیک میل نہ کر رہا ہو ۔اور وہاں سے اپنے مفادات نہیں اٹھا رہا ہو۔ مسلمان قوم پر یہ فرض ہے کہ اپنے آپ کو تیار رکھے اور اپنے آپ کو مسلح رکھے ۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

واعدولهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدو الله وعدوکم

ایٹمی طاقت حاصل کرنا ہماری عین اسلامی ضرورت ہے ۔پاکستان ہر لحاظ سے اپنے پاؤں پر کھڑا کرنا چاہتا ہے ۔اس معاملے امریکہ نے جو رویہ اختیار کیا ہے وہ کوئی بھی انصاف پسند ملک اسے سراہ نہیں سکتا۔ پھر یہ جو امداد آرہی رہے اسے ایک طرف وہ ہمیں ایٹمی طاقت بننے سے روکنے کیلئے استعمال کر رہا ہے اور دوسری طرف ایسی شرائط ہمارے سامنے رکھ رہا ہے ۔جو قطعاً ہمارے لئے قابل قبول نہیں ہیں ۔اخبارات میں جو کچھ آیا ہے ان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہماری آزادی پر بھی قدغن لگانا چاہتا ہے ۔ ہمارے اسلامی ملک اور بحیثیت مسلمان کے جو احساسات ہیں ان کے بارے میں آپ امریکہ کو بتا دیں کہ یہ شرائط ہمیں قطعی ناقابل قبول ہیں ہم کسی ایسی امداد کو قبول نہیں کریں گے ۔یہاں اقلیتوں کے پورے حقوق محفوظ ہیں ۔کسی کو بھی اپنی عبادت سے روکا نہیں جا رہا ۔وہ تو ہم سے یہی چاہتا ہے کہ ہم سرٹیفکیٹ جاری کریں ۔یہاں کی اقلیتوں کو غلام نہیں بنایا جا رہا۔ ان کو پیٹا نہیں ہے ۔اگر ہم ایسا کریں گے تو یہ ہماری آزادی ،غیرت اور وقار اور آزادی کے خلاف عمل ہو گا۔

مسلمان قوم کی حیثیت سے اللہ نے ہمیں جو حقوق دے ہیں ان کے تحت ہم زندگی گزارنا چاہتے ہیں اگر ہم ان سب حدود و قیود پر پابندی لگا دیں تو پھر بالکل امریکہ کے غلام بن کر رہ جائیں گے ۔

پھر جناب دلا ۔ ہمارے خلاف صیہونی لابیاں بنائی گئی ہیں ۔ اس سلسلے میں قادیانی امریکہ میں انتہائی سرگرم ہیں یہاں سے ہزاروں خطوط امریکی صدر اور انتظامیہ کو لکھے جاتے ہیں کہ ان کی امداد معطل کی جائے ۔ میں جناب عرض کرتا ہوں کہ امداد نہیں چاہیے بلکہ ہمیں آزادی، سالمیت اور تحفظ چاہیے ۔ آپ ایوان کو اس موشن کے ذریعہ اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیں ۔ آپ کی عنایت ہو گی ۔

مولانا سمیع الحق | آپ اور میرے درمیان پچھلے ہال میں بہت موٹی سی دیوار حائل کرائی گئی تھی ۔ اب آپ مائیک ہی کاٹ دیتے ہیں

مولانا سمیع الحق | میں یہ عرض کر رہا تھا کہ یہ صورت حال ساری قوم کے سامنے ہے فوری اور قومی نوعیت کا مسئلہ ہے ۔ اگر آپ ایوان کو اس پر بحث کرنے کا حق دیں تو ہم اس کے ہر پہلو پر انشاء اللہ روشنی ڈال سکیں گے ۔ حکومت بھی اس سے استفادہ کرے گی ۔ تفصیل سے وزیر خارجہ صاحب بھی اس پر موقف پیش کریں گے ایسا نہیں ہو گا کہ اس سے کوئی نقصان ہو ۔

جناب چیئرمین | جی ، اور کچھ کہنا ہے ۔

مولانا سمیع الحق | جناب چیئرمین صاحب ۔ آپ نے ابتدا میں جن چھ محرکین کا حوالہ دیا میں سمجھتا ہوں کہ ان کی تحاریک میں اور میری اس تحریک میں بڑا فرق ہے ۔ اس میں جو چیز سامنے رکھی گئی ہے اس میں بنیادی نکتہ یہ ہے کہ امریکہ اپنی امداد کو معطل رکھتا ہے یا بحال کرتا ہے یا اس کو موخر کرتا ہے اگر امریکہ ان شرائط کے ساتھ اس کو معطل نہیں کرتا ۔ جاری بھی رکھتا ہے تو میں آپ کی توجہ اس طرف دلانا چاہتا ہوں کہ یہ بڑی خطرناک چیز ہے وہ امداد جو کہ ہمارے ملک کی آزادی کو سلب کرے اس کے اسلامی تشخص کو ختم کرے اور ہمیں اپنے مذہب اور

اسلامی روایات پر چلنے کا موقع نہ دے تو وہ امداد معطل بھی کرے اور جاری رہے تو وہ بہت زیادہ خطرناک ہے ۔ یہ شرط جو ہے وہ ہمیں بالکل پابند بناتا ہے صحیح پالیسیوں پر عمل نہیں کر سکیں گے اور اپنے عوام کو جو شہری حقوق جو اسلام نے دیے ہیں وہ نہیں دے سکیں گے ۔ اس صورت حال پر دوسری تحاریک التوا میں کسی نے توجہ نہیں دی۔

مولانا سمیع الحق | اس میں یہ تخصیص آجاتی ہے کہ ہم یہ شرط تسلیم نہیں کریں گے ۔ بالخصوص جس شرط کا آپ نے ذکر کیا ہے اس سے پوری قوم کو تشویش ہے ۔ تو اس قسم کی وضاحت ہونی چاہیے کہ ان شرائط کے ساتھ ہم امداد قبول کریں گے

جناب چیئرمین | اسی وضاحت کا اظہار کیا گیا تھا یہی وہ کمیونیکیٹ کیا گیا ہے۔ ابھی تو میں آپ کو بار بار سمجھا رہا ہوں کہ حکومت کا جہاں تک تعلق ہے انہوں نے کیا ہوا ہے ۔ آخری شرائط جن کا اطلاق آپ پر امریکہ کرنا چاہے گا اس کا نہ آپ کو پتہ ہے نہ مجھے پتہ ہے ۔ وہ جب کانگریس کے سامنے آئے گا تو پھر پتہ چلے گا کہ کیا شرائط ہیں۔

برطانیہ میں پاکستانی جج کا شرمناک کردار اور مولانا سمیع الحق کی تحریک التوا ۔ ۱۲ ستمبر سات بج کر تیس منٹ

مولانا سمیع الحق | بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ جناب چیئرمین صاحب میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ سینیٹ کا حالیہ اجلاس ایک ایسے مسئلہ پر غور کرنے کے لیے ملتوی کیا جائے جس سے پوری پاکستانی قوم کا سر شرم سے جھک گیا ہے اور جس سے پارلیمنٹ کے معزز ارکان کا بھی استحقاق مجروح ہوا ہے کیونکہ اس واقعہ نے پورے ملک کے وقار اور عدلیہ کی عظمت کو مجروح کر کے تمام پارلیمنٹ کو شدید صدمہ پہنچایا ہے ۔ روزنامہ نوائے وقت ۲۶ اگست ۱۹۸۷ء [illegible]

ہے کہ ایک برطانوی مجسٹریٹ نے پاکستانی جج سید محمد اقبال جعفری کو جو لاہور کے درجہ اول کے جج ہیں ایک ہفتے کے لئے جیل بھیج دیا ہے ۲۲ اگست کو ہیتھرو ایر پورٹ پہنچنے پر اقبال جعفری کے دو سوٹ کیسوں سے اڑھائی لاکھ پونڈ کی ہیروئن برآمد ہوئی تھی ہیروئن سوٹ کیس کے پیندوں میں چھپائی گئی تھی۔

جناب چیئرمین منشیات کی سمگلنگ میں پاکستان کی اس حد تک بدنامی ہوئی ہے کہ پارلیمنٹ کے لئے لمحۂ فکریہ ہے۔اور یہ معاملہ تو ملک کی باوقار عدلیہ کی عظمت پر ایک افسوسناک دھبہ ہے اس لیے اس پر غور کیا جائے۔

جناب چیئرمین اقبال خان صاحب میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے ابھی میں نے تحریک شروع نہیں کی تو انہوں نے کہا کہ میں جانتا ہوں مجھے دال میں کچھ کالا کالا لگ رہا ہے۔ان کا بھی کچھ حصہ ہوگا۔آخر وکیل ہیں۔

پہلے میں یہ گزارش کر رہا ہوں کہ یہ ایک جزوی واقعہ ہے لیکن اس نے پوری قوم کی ایک بھیانک تصویر دنیا کے سامنے رکھ دی ہے۔منشیات بدقسمتی سے پوری قوم کا نشان بن چکا ہے اور اس روگ نے قوم کے ہزاروں نونہالوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔اور گھر گھر یہ وبا پھیل گئی ہے پولیس سے یہ مسئلہ نہیں حل ہو سکا بلکہ وہ اس کی سرپرستی کر رہی ہے باقاعدہ گھر جا کر صبح اپنے وظیفے لے لیتی ہے ہمارے جو ایر پورٹ ہیں وہاں سے گزر کر یہ چیزیں کیسے چلی جاتی ہیں عام ان پڑھ اور جاہل قسم کے لوگ تو بہرحال بدنام تھے لیکن ملک کی معزز عدلیہ کا ایک معزز فرد اور جج اس جرم میں پکڑا جائے تو ہم دنیا کے سامنے کیسے سر اٹھا سکیں گے۔اس معاملہ کو ایک جزوی واقعہ نہ سمجھیں۔اس کو پورے ملک پارلیمنٹ اور عدلیہ کا مسئلہ بنا کر سوچیں۔اس کا کیا تدارک کیا جا سکتا ہے اور اس مسئلے پر حکومت کیا قدم اٹھاتی ہے

جناب اقبال احمد خان اس قسم کی تحریکیں جب قوم کے سامنے جائیں گی تو پھر اس ایوان کا مذاق اڑے گا کہ جہاں اپر ہاؤس میں قوم کے راہنماؤں نے قوم کو صحیح راستہ دکھانا ہے وہاں وہ کیسی باتیں کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب اس تحریک استحقاق کا اخباروں میں ذکر آئے گا تو پھر اس ایوان کا استحقاق مجروح ہو گا کہ وہاں اس قسم کے ممبر بیٹھے ہوئے ہیں جنہیں اتنا بھی علم نہیں کہ اگر چور یا ایک ملزم پکڑا جائے تو استحقاق ان کا مجروح ہو جاتا ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین مولانا سمیع الحق

مولانا سمیع الحق میں جناب اتنا عرض کروں گا کہ اقبال صاحب کا اگر استحقاق اس مسئلہ سے مجروح نہیں ہوتا تو واقعی ان کا یہ دل گردہ ہے۔ پوری قوم کے بارے میں منشیات، ہیروئن اور سمگلنگ میں ملوث ہونے کے متعلق دنیا میں یہ تصویر سامنے آئے۔ اور پارلیمنٹ کو اس چیز کا احساس بھی نہ ہو اور اس چیز کا نوٹس ہی نہ لے۔

ہمارے ملک کی مقدس عدلیہ دنیا بھر میں رسوا ہو جائے تو بحیثیت ایک وکیل اور وزیر کے ان کو تو اس چیز کا زیادہ احساس ہونا چاہیئے تھا۔ میرا اگر استحقاق مجروح ہوا ہے یا نہیں مگر ان کا یقیناً ہوا ہے۔ ان کو اس کا نوٹس لینا چاہئے۔ میں ان کے استحقاق کے لئے لڑ رہا ہوں۔ عدالت کے استحقاق کے لئے لڑ رہا ہوں

مولانا سمیع الحق راجہ صاحب کو آپ کم از کم جواب دینے کا موقع دیجئے یہ ہیروئن کا مسئلہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ پورے ممبران دل سے اس چیز کو محسوس کرتے ہیں کہ جب پورے پاکستان کی بے عزتی ہو اس کا وقار جب مجروح ہو تو پارلیمنٹ کا بھی لازماً وقار مجروح ہو جاتا ہے جب جج یہ کام کر سکتا ہے تو کل کو پارلیمنٹ کے ممبران کو بھی باہر کے ممالک کے لوگ ایسا ہی سمجھیں گے۔

جناب اقبال احمد خان ۔ وہ باہر پکڑا گیا ہے۔

مولانا سمیع الحق ۔ اگر وہ باہر پکڑا گیا ہے تو پھر میرا سوال یہ ہے کہ یہاں سے ہیروئن جہاز میں کیسے پہنچی۔

مولانا سمیع الحق ۔ جناب چیئرمین ۔ چونکہ میں شریعت بل کا ایک محرک ہوں تو میں بھی اپنے جذبات کا اظہار ایک دو منٹ میں ضروری سمجھتا ہوں

جناب چیئرمین ۔ شریعت بل کا یہاں پر ذکر نہیں ہے۔

مولانا سمیع الحق ۔ شریعت بل کے سلسلے میں اس سیشن سے بائیکاٹ کا سلسلہ چل رہا ہے۔ میں اسی موضوع پر کچھ کہنا چاہتا ہوں

جناب وسیم سجاد ۔ شریعت بل کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ یہ بائیکاٹ ایک غیر اسلامی رویہ ہے۔ اور بائیکاٹ کو ٹرانسلیٹ (ترجمہ) کرنے میں ان کے پاس کوئی لفظ بھی نہیں کوئی عربی کا لفظ لے آئیں بائیکاٹ عین غیر اسلامی چیز ہے۔

مولانا سمیع الحق ۔ میرے نزدیک اصل چیز تو جہاد ہے کہ تلوار لے کر منافقین کی گردن کاٹ دو۔

مولانا سمیع الحق ۔ جناب والا۔ میں پوائنٹ آف آرڈر پر تھا۔ جناب وزیر داخلہ نے مداخلت کی۔ آپ مجھے بولنے کا حق ہی نہیں دیتے میں نے بات شروع کی تھی۔ انہوں نے کہا یہ غیر شرعی ہے۔ پھر آپ نے اور سب حضرات کو موقع دیا اور میں اب اپنا اظہار خیال کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین ۔ آپ نے بھی یہی کہنا کہ شریعت کے ......

جناب سمیع الحق ہاں میں نے کہنا ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ ایک کہہ دے تو میں اس پر اکتفا کر لوں۔ میں اپنی قبر میں جا کر سوؤں گا۔ میں بہت بڑی پارٹی کا ترجمان ہوں۔ نمائندہ ہوں جمعیت علمائے اسلام کی طرف سے مجھے بھی اپنے جذبات ظاہر کرنے دیں میں اتنا عرض کروں گا کہ وزیر عدل صاحب نے بار بار کہا ہے کہ ہم شریعت بل کے مخالف ہیں آج انہوں نے واضح طور پر کہا ہے کہ شریعت بل شریعت نہیں ہے۔ تو انہوں نے آج تک شریعت کا کوئی مثبت کوئی چیز سامنے کیوں نہیں رکھی وہ مسلسل ایک ایسی شریعت کی تلاش میں ہیں کہ جس سے اللہ بھی راضی ہوں اور لات ومنات بھی راضی ہو۔

جناب چیئرمین یہ سب باتیں جب شریعت بل سامنے ہو اس کے ضمن میں آپ کہہ سکتے ہیں اور پہلے بھی آپ کہہ چکے ہیں۔

مولانا سمیع الحق ابھی ضمناً انہوں نے کہا ہے کہ شریعت بل نہیں ہے تو پھر وہ کوئی ایسی چیز ہمارے سامنے رکھ دیتے کہ کوئی چیز تو دیکھ لیتے۔ اس میں کوئی مثبت تجویز یا ٹھوس کوئی پیش رفت ہوتی تو دیکھتے۔ اب کیسی شریعت کی تلاش میں ہیں کہ اکبر کا دین الٰہی وہ دوبارہ زندہ کرنا چاہتے ہیں کہ جس سے ہندو بھی، مسلمان بھی سکھ بھی شرابی بھی۔ زانی بھی اسمگلر بھی چور بھی اس سے خوش ہوں اور پھر ان کی لوٹ کھسوٹ پر بھی زد نہ پڑے اور یہ اپنے اللے تللے بھی پورے کر سکیں اور مفاد پرست طبقے بھی جاری رہ سکیں تو ایسا شریعت بل قیامت کے دن تک ایوان میں نہیں کر سکتے اب اگر وہ شریعت کو شریعت نہیں سمجھتے تو میں اتنی مودبانہ درخواست کروں گا کہ خدارا اخلاقی جرات کا مظاہرہ کر کے اس کو مسترد کیوں نہیں کر دیتے قوم کو گومگو کی کیفیت میں رکھا ہے اگر یہ شریعت بل شریعت نہیں ہے تو ہم اتنی

گذارش کریں گے کہ آپ منظور نہیں کر سکتے اگر یہ سمجھتے ہیں تو آپ ایمانی جرأت اور اخلاقی جرأت سے اسے فوراً مسترد کر دیں آپ اسے کیوں لیت ولعل سے ٹال رہے ہیں آپ کے بہر دپیہ وزیر اور مشیر مسلسل اخبارات میں لوگوں کو مژدے سناتے ہیں کہ ہمارے مذاکرات جاری ہیں کسی کے ساتھ نہ آپ کے مذاکرات جاری ہیں نہ کسی سے رابطہ ہے۔ تو میں یہ اپیل بھی کر رہا ہوں تو آپ بڑی آسانی سے اس کو مسترد کر دیں کہ آپ کی جان اس بلا سے چھوٹ جائے تو یہ پھندا جو آپ کے گلے میں پھنسا ہوا ہے اس سے آپ بھی آرام سے رہ سکیں اور اس سے ہم بھی۔ ہم بہر حال اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے اس سیشن سے اس شریعت بل کے سلسلے میں بائیکاٹ کرتے ہیں :

نفاذِ اسلام کا عمل

جو شرمندۂ تکمیل نہ ہوسکا

چند اہم اور بنیادی نوعیت کی تجاویز

سینٹ کے اجلاس (منعقدہ ۵ مارچ ۱۹۸۶ء) میں اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹوں پر بحث کے دوران قائد جمعیۃ مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے مختصراً جن خیالات کا اظہار کیا اسے ذیل میں سینٹ سیکرٹریٹ کی رپورٹنگ کی شکل میں پیش کیا جارہا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جناب چیئرمین! اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ پر سینٹ کے فاضل ارکان نہایت مفصل اور مبسوط طریقے سے اپنے خیالات کا اظہار کر چکے ہیں اور ہر پہلو سے اس رپورٹ کی تنقیح کی گئی ہے اور تحلیل و تجزیہ آپ کے سامنے آچکا ہے، اس میں میں کوئی اضافہ نہیں کرنا چاہتا۔ اسلامی نظام کے نفاذ کے سلسلے میں ابتداء سے یہاں بعض ایسے طریقے اختیار کیے گئے کہ جس کی وجہ سے یہ عمل شرمندۂ تکمیل نہ ہوسکا ــ سب سے پہلی یہ چیز کہ جب بھی اسلامی نظام کے نفاذ کے سلسلے میں بات کی گئی تو یہاں کہا جاتا رہا کہ تدریجی عمل اختیار کیا جائے کیونکہ راتوں رات کوئی انقلاب نہیں لایا جاسکتا۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ تدریج کا جملہ بنا کر اس معاملے کو بالکل معطل کر دیا جاتا ہے۔ اسلام نے جو احکامات نافذ کیے بلاشبہ وہ تدریجی نافذ کیے، لیکن وہ ایک غیر مسلم معاشرہ تھا جس میں تدریجی انداز اختیار کیا گیا، دنیا بھر میں جاہلیت کا دور دورہ تھا اور ایک

کافر معاشرہ میں انقلاب یکدم راتوں رات نہیں لایا جاسکتا تھا، اس لیے قرآن کریم تدریجی نازل ہُوا اور ۲۳ سال میں اس کی تکمیل ہوئی لیکن جب دین مکمل ہُوا اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ تو اس کے بعد یہ ممکن ہی نہ رہا کہ کسی مسلم معاشرے میں قطعی اور منصوص محرمات کے سلسلے میں کسی تدریج کا انداز اختیار کیا جائے۔ مگر ہمارے ہاں تو ایک مسلم معاشرہ ہے، یہ ایک اسلامی مملکت ہے اور اسلام کے نام پر بنایا گیا ہے، اس میں تدریج کا سہارا محض ایک تاویل اور باطل تاویل ہے۔ چلیے فرض کیجیے اگر تدریجی راستہ اختیار کیا جاتا اور ہم گذرے ہوئے اڑتیس ۳۸ سال میں کچھ تدریجی کام کرتے تو بھی آج کہاں سے کہاں پہنچ چکے ہوتے۔ کہا جاتا ہے کہ یہاں راتوں رات انقلاب نہیں لایا جاسکتا، میں کہتا ہوں کہ یہ رات تو اڑتیس سال پر مشتمل طویل ترین رات بن گئی ہے، اگر کوئی رات اڑتیس سال لمبی ہو تو کیا اس میں بھی کچھ نہیں کیا جاسکتا تھا؟

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ اسلامی نظام کے سلسلہ میں یہاں تضادات کا راستہ اختیار کیا گیا ہے کہ جو اچھے اقدامات کیے بھی جاتے رہے ہیں ان کے ساتھ ہی ساتھ گویا توازن برقرار رکھنے کے لیے یہ کیا گیا کہ ملک کا ہر طبقہ مطمئن اور خوش رہے۔ ان اقدامات کے منفی اور متضاد جو احکام ہیں وہ بھی باقاعدہ ساتھ ساتھ چلائے جاتے ہیں کہ کوئی طبقہ خفا نہ رہے، گویا وہ صورتحال ہے ؎

معشوقِ ما بہ شیوهٔ ہر کس برابر است
با ما شراب خورد و بہ زاہد نماز کرد

یہ سارا عرصہ وہ صورتحال ہمارے سامنے لائی گئی اور جان بوجھ کر لائی گئی۔ سیرت کی بڑی بڑی کانفرنسیں ہر سال ہوتی ہیں، اس سال بھی اسلام آباد میں سیرت کی ایک عظیم الشان کانفرنس ہوئی۔ ان تضادات کی ایک مثال یہ ہے کہ زیرو پوائنٹ پر جب ہم پہنچتے تھے تو دیکھتے تھے کہ وہاں سرخ رنگ کا بہت بڑا بینر لگا ہُوا ہے جس پر عظیم الشان سیرت کانفرنس لکھا ہُوا ہے، وہ سرخ بینر تو نیچے تھا اور عین اس کے اوپر ایک سیاہ بینر اس سے بھی بڑا لگا ہُوا تھا کہ اسلام آباد میں ایک عظیم الشان میلہ رقص و سرود۔ انہیں دنوں یہاں ثقافتی میلہ بھی تھا، ۲۶، ۲۷ تاریخ کو اگر سیرت کانفرنس تھی تو ۲۸، ۲۹ کو میلہ تھا۔ تو کم از کم اتنی بھی زحمت گوارا نہ کی گئی کہ وہ بینر دو دن بعد لگا

دیا جاتا۔ یہ تضاد کی پالیسی ہم نے ہر معاملے میں اختیار کی اور جان بوجھ کر اختیار کی۔ علماء اور مبلغین کے کے وفود آتے رہے تو دوسری طرف ثقافتی طائفوں کی یلغار بھی جاری رہی۔

(۳) تیسری بات خطرناک قسم کی یہ اختیار کی گئی کہ ہم نے دین کے مسلمات اور قطعی احکامات کو بھی متنازعہ بنا دیا، جو چیزیں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے طے فرمائی تھیں اور جن باتوں پر اُمت کا اجماع ہو چکا تھا، اسلام اسلام کی رٹ لگا کر ہم اسلام کی خدمت تو نہ کر سکے لیکن لوگوں کے، عام خالی الذہن لوگوں کی تیز نگاہ میں ہم نے ان باتوں کو متنازعہ بنا کر پیش کیا کہ گویا ان میں توبڑے اختلافات ہیں، اس میں تو فلاں فرقہ یہ بات کہتا ہے اور اس میں تو فلاں مسئلہ ایسا ہے۔ پھر اس کے لیے ہم نے جان بوجھ کر کمیٹیاں در کمیٹیاں بنائیں اور ہمارا معمول ہے کہ جس کام کو ہم پس پشت ڈالنا چاہتے ہیں اس کام کے لیے ہم کمیٹیاں تو بناتے ہی ہیں، لیکن بدقسمتی سے ان کمیٹیوں کا سلسلہ اسلام کے ساتھ بہت بیدردی اور تیزی سے چلا۔ ہم نے اسلامی نظریاتی کونسل کو بھی ایک کمیٹی ہی کی شکل دے دی ہے۔ کاش! یہ ایک کمیٹی نہ ہوتی اور اس کی سفارشات کو ماننے کے لیے ہم مجبور ہوتے اور ہم اسے آئینی وقانونی تقاضا سمجھتے کہ اس کو ہم نے ہر حالت میں پورا کرنا ہے، تاکہ جس پر انسانی دماغ اور حکومت کا کروڑوں روپے کا سرمایہ لگا ہے وہ محنت تو ٹھکانے لگ جاتی لیکن ہم نے تو اس کو بھی ایک کمیٹی یا کمیشن بنا دیا ہے جو صرف سفارشات پیش کر سکتی ہے اور ان سفارشات کو بھی ہم نے سالہا سال دبائے رکھا ہے۔ کونسل کی تشکیل سے ہی یہ خیال رکھا گیا کہ سفارشات مشتہر نہ ہوں شائع نہ ہوں اور عوام کے سامنے نہ آئیں کہ کہیں عوامی فضا اس کے حق میں تیار نہ ہو جائے۔ یہاں ایک لطیفہ بے جا نہ ہوگا جو ایک دوست نے مجھے سنایا تھا کہ جہانگیر بادشاہ کی ملکہ شکار کے شوق میں تیر چلا رہی تھی کہ اتفاقاً ایک تیر کسی دھوبن کو جا لگا اور وہ مر گئی، اب بادشاہ جہانگیر بہت پریشان ہوا، اس کا عدلِ جہانگیری تو مشہور تھا اور اس نے انصاف کے تقاضے پورے کرنے تھے۔ اب وہ بہت پریشان ہوا کہ ملکہ قصاص میں قتل کر دی جائے گی۔ وزیرِ اعظم نے اپنے بادشاہ کو جب اتنا پریشان دیکھا تو اس نے پوچھا کہ کیا بات ہوئی؟ بادشاہ نے اسے بتایا کہ اس طرح یہ حادثہ پیش آیا ہے اُس نے کہا اس کا علاج آسان ہے نہ آپ کا عدلِ جہانگیری متاثر ہوگا اور نہ آپ کی ملکہ قصاص میں قتل کی جائے گی! اُس نے کہا کیسے؟ کہا ایک کمیٹی بنا دی جائے اور یہ کمیٹی غور کرے کہ یہ تیر کس طرف

سے آیا تھا اور کس شکل میں تھا اور وہ دھوبن بیچاری کس حالت میں تھی، اور ملکہ کس انداز میں تھی، کھڑی تھی یا بیٹھی تھی؟ کمیٹی یہ سارے نکتے اور پیچیدگیاں ڈھونڈتی رہے گی۔ اُس نے کہا کہ جب کمیٹی فیصلہ کرے گی تو پھر کیا ہوگا؟ اگر کمیٹی نے فیصلہ دے دیا کہ قصاص لے لیا جائے تو پھر کیا ہوگا؟ اُس نے کہا کہ ایک اور کمیٹی بنا دی جائے گی کہ وہ اس کمیٹی کی رپورٹ کا جائزہ لے، پھر دوسری کمیٹی بنالیں گے اور پھر اس کمیٹی کے اوپر ایک اور بہت بڑا کمیشن بٹھا دیں گے کہ وہ اس کا جائزہ لے، اسی طرح کمیٹیوں کا چکر چلتا رہے گا اور دھوبی بے چارہ طبعی موت مرجائے گا اور بادشاہ کی ملکہ بھی بچ جائے گی اور قصاص کا مطالبہ بھی ختم ہو جائے گا۔

تو گویا ہم نے بھی معاملہ کمیٹیوں کی شکل میں اسلام بے چارے کے ساتھ اختیار کیا ہے۔ ایک نہ ختم ہونے والا چکر ہمارے سامنے ہے۔ قصاص، دیت، شہادت، کیا کیا چیزیں ہمارے سامنے آئیں۔ جب بھی کسی کمیٹی نے کچھ بہتر رپورٹ دی تو دوبارہ ایک کمیٹی بنا دی گئی اور اس کمیٹی میں ایسے افراد کو چن چن کر شامل کیا گیا اور کمیٹی کی باگ ڈور ایسے افراد کے ہاتھ میں دے دی جن کے متعلق یقین تھا کہ وہ اسلام کی طرف ہمیں ایک قدم بھی بڑھانے نہیں دیں گے۔ یہ سلسلہ چلتا رہا۔

بہرحال میں زیادہ وقت نہیں لوں گا، حکومت نے کمیٹیوں، کمیشنوں، کنونشنوں کے ذریعہ ایک سلسلہ چلایا کہ وہ ہمیں بہتر سے بہتر سفارشات اسلامائزیشن کی تکمیل کے لیے پیش کریں۔ میں یہاں سینٹ کے ریکارڈ پر بھی وہ تجاویز لانا چاہتا ہوں جو ان کنونشنوں میں نہایت غور و فکر کے بعد اسلامائزیشن کے بارے میں طے کی گئی تھیں کہ ہم کس طرح منزلِ مقصود تک پہنچ سکتے ہیں۔ آخر میں ابھی ۳۰، ۳۱ جنوری ۱۹۸۵ء کو ایک بہت بڑا نفاذِ اسلام کنونشن ہوا تھا۔ اس میں چاروں صوبوں سے جیّد علماء، مایہ ناز محققین اور نہایت تجربہ کار جج حضرات نے شرکت کی تھی، ان لوگوں نے مل کر دو دن میں نفاذِ اسلام کے سلسلے میں کچھ تجاویز تیار کیں۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ تجاویز سینٹ کے ریکارڈ پر آجائیں، میں نے ان کا خلاصہ اور نچوڑ نکالا ہے اور اسے میں نے چودہ۱۴ نکات میں سمیٹا ہے۔ یہ تجاویز ایک شخص کی نہیں ہیں بلکہ یہ اُن لوگوں کی ہیں جن میں علماء، دانشور اور جج شامل ہیں۔ اگر ہم اسلامائزیشن کے سلسلے میں کچھ اقدام کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں ان تجاویز کو سامنے رکھنا چاہیئے، یہ تجاویز جو کہ اجتماعی فکر اور

سوچ کا نچوڑ ہیں، ہو سکتا ہے کہ بعض نکات سے ہمیں اختلاف ہو۔

(۱) نمبر ایک یہ ہے کہ ملک کے ہر شعبے میں شریعت کی بالادستی قائم کی جائے اور کسی بھی قانون کو اسلامی قانون پر بالادستی حاصل نہ ہو۔ رائج شدہ مختلف قوانین کو ختم کر کے صرف شریعت کا قانون باقی رکھا جائے اور کسی حتمی تاریخ سے اسلامی قانون کا نفاذ عمل میں لایا جائے، مروجہ قوانین سے اس حد تک مدد لی جائے جس حد تک وہ قرآن و سنت سے متصادم نہ ہوں، اور عدالتوں کو پابند کیا جائے کہ وہ آئندہ شریعت کے مطابق فیصلہ کریں۔

(۲) مجوزہ قاضی کورٹس کو بھی ماسوائے شریعت کے کسی اور قانون کا پابند نہ کیا جائے، اور اس میں صرف ایسے قاضی مقرر ہوں جو اسلامی احکام سے پوری طرح باخبر ہوں۔ اگر ان عدالتوں میں اسلام سے بے خبر یا غیر اسلامی کردار کے حامل افراد کی تقرری کی گئی تو ان عدالتوں کا مقصد فوت ہو جائے گا۔

(۳) نفاذِ اسلام کا عمل تیز تر کرنے کے لیے نہایت ضروری ہے کہ کوئی ایسا نگران تنقیدی ادارہ براہِ راست صدرِ مملکت اور وزیرِ اعظم کی نگرانی میں قائم ہونا چاہیئے جو زندگی کے مختلف شعبوں میں نفاذِ اسلام کی پیش رفت پر کڑی نظر رکھے اور جہاں کوئی کمی یا کوتاہی نظر آئے تو اس کو دور کرنے کے لیے متعلقہ اداروں کو متنبہ کرے، رکاوٹیں ہوں تو انہیں دور کرے، یہ ادارہ با اختیار ہو اور وہ طے شدہ امور کے بارہ میں متعلقہ اداروں سے باز پرس بھی کر سکے۔

(۴) قوانین کی تدوین بحالت موجودہ وزارتِ عدل و پارلیمانی امور کے سپرد ہے اور جو بھی اسلامی قانون نافذ کیا جائے وہ تکمیل کے لیے اسی وزارت میں جاتا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ وزارتِ عدل میں اسلامی قوانین کی تدوین کے لیے ایسے افراد کو بھی رکھا جائے جو اسلامی قوانین سے کما حقہٗ باخبر ہوں۔

(۵) تمام ملکی قوانین جو اسلام کے بنیادی تصورات سے متعلق ہیں ان کو اردو میں از سرِ نو مدون کیا جائے کیونکہ اس کے بغیر اسلامی قوانین کی روح منعکس نہیں ہو سکتی۔ مثلاً پچھلے دنوں قانونِ شہادت نافذ ہوا ہے جو چند دفعات کے ماسوا سابقہ قانون ہی کی ترتیبِ نو ہے جس سے اسلامی قانونِ شہادت کے فوائد حاصل نہیں ہو سکتے۔

(۶) **عدلیہ اور حصولِ انصاف کی فراہمی** اس سلسلہ میں حصولِ انصاف کو سہل بنانے کے لیے ضروری ہے

کہ موجودہ ضابطہ عدالت خواہ وہ دیوانی ہو یا فوجداری، خالصتاً اسلامی تعلیمات کے مطابق بنایا جائے، نیز مجرموں کو سزا دینے کے لیے قرآنِ حکیم کے احکام کے مطابق علی الاعلان سزا دینے کا طریقہ اختیار کیا جائے اور تمام جسمانی سزائیں جیل کی چار دیواری کی بجائے برسرِ عام دی جائیں۔

(۷) مروجہ مشاورتی سسٹم کو ختم کر کے قاضی کے فرائض و اختیار میں یہ بات شامل کی جائے کہ وہ صرف فریقین کا تنازعہ نمٹانے کا نہیں بلکہ کماحقہ تحقیق اور انصاف پہنچانے کا پابند ہے۔

(۸) عدالتوں میں مقدمات کی کثرت سے عہدہ برآ ہونے کے لیے ججوں کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ کیا جائے، ججوں کی تنخواہوں اور مراعات میں بھی اضافہ کیا جائے، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ججوں کا معاوضہ ان کے نمٹائے ہوئے مقدمات کی تعداد کے حساب سے ادا کیا جائے۔

(۹) **معاشیات** سود کے خاتمے کے سلسلے میں جن اقدامات کا ذکر ہو رہا ہے اس کے بغیر غیر سودی نظام کے جو دوسرے خدوخال اب تک سامنے آئے ہیں ان کے کچھ پہلو نہایت تشویشناک ہیں اور بعض پہلو تو صریحاً شریعت سے متصادم ہیں۔ یہ صورتِ حال اس وجہ سے پیدا ہوئی کہ متبادل نظام وضع کرتے وقت علماء کرام کی آراء سے استفادہ نہیں کیا گیا۔ بلاسودی متبادل نظام کے بارہ میں عام مسلمانوں کو اس وقت اعتماد ہو سکتا ہے جب یہ سارا عمل ملک کے مستند اور جید اہلِ علم اور ماہرین معاشیات کی نگرانی اور مشورے سے ہو۔ اس سلسلہ میں بعض ممالک میں قائم شدہ اسلامی بینکاری اداروں کے شریعت بورڈ کا خاکہ ہمارے ہاں بھی اپنایا جا سکتا ہے۔ دُنیا کے مختلف اسلامی ملکوں میں اسلامی بینک قائم ہوئے ہیں اُن میں ہر ایک بینک کے اندر ایک شریعت بورڈ رکھا گیا ہے اس غرض سے وہ جو بھی کوئی نئی سکیم آئے تو شریعت کی روشنی میں اس کا جائزہ لیتا ہے، اور شریعت کی روشنی میں اس کا جواب تلاش کر کے بینک اس کے مطابق عمل کرتا ہے۔

(۱۰) سود کے خاتمے اور زکوٰۃ و عشر کے نظام کا قیام اسلامی معاشی نظام کو قائم کرنے میں

بنیادی حیثیت رکھتا ہے، مگر محض ان اقدامات سے اسلام کا پورا معاشی نظام وجود میں نہیں آ سکتا بلکہ اسلام کے معاشی نظام کو مکمل اور جامع شکل میں نافذ کرنے اور اس کے بہترین ثمرات دیکھنے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ معاشرہ کو ہر قسم کے معاشی استحصال سے پاک کیا جائے اور ایسے حالات پیدا کیے جائیں کہ کام کرنے والے، ہر فرد قابل کو کام کرنے کے مواقع مل سکیں، بلاسودی نظام کی کامیابی کے لیے ٹیکسوں کے نظام پر عموماً اور انکم ٹیکس کے نظام پر خصوصاً فوری طور پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

(۱۱) زکوٰۃ وعشر کا نظام مطلوبہ نتائج حاصل نہیں کر سکا۔ اس سلسلے میں اسلامی نظریاتی کونسل اور علماء کنونشن کی وہ تمام سفارشات جو ابھی تک قابل تنفیذ ہیں ان سب پر عملدرآمد کرایا جائے۔

(۱۲) **تعلیم** | نظام اسلام کا سب سے اہم اور بنیادی پہلو نظام تعلیم میں اصلاحات ہیں۔ ہمارا موجودہ نظام تعلیم اور دوئی کی بنیاد پر قائم ہے۔ ایک طرف مغرب کے علوم وفنون پڑھائے جا رہے ہیں جن کی بنیاد یورپ کے لادینی نظریات پر ہے، اور دوسری طرف بعض ادارے ہیں جو محدود سطح پر اسلامی علوم وفنون کی ترویج کے لیے کام کر رہے ہیں۔ نظام تعلیم کو اسلامی بنانے کے لیے محض ایک اسلامی یونیورسٹی کا قیام اسلامیات کے محض ایک پرچے کے اضافہ یا ایسے دوسرے جزوی اقدامات کافی نہیں ہوں گے ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمارا پورا نظام تعلیم اسلامی خطوط پر استوار ہو، ملک کی ہر یونیورسٹی اسلامی یونیورسٹی ہو، ملک کا ہر لاء کالج کلیۃ الشریعہ بھی ہو اور ہر کالج اسلامی کالج ہو — اگر فوری طور پر ہر یونیورسٹی کے نظام اور طریق کار میں بنیادی تبدیلیاں لانا ممکن نہ ہوں تو سردست ملک کے چاروں صوبوں میں ایک ایک اسلامی یونیورسٹی اور ہر بڑے شہر میں کلیۃ الشریعۃ قائم کیا جائے۔

(۱۳) فحاشی، عریانی اور بے پردگی کے سدباب کے لیے مؤثر اقدامات کیے جائیں اور تمام ذرائع ابلاغ سے تضاد وتناقض کا خاتمہ کیا جائے۔

(۱۴) مقابلے کے امتحانات میں اسلامی علوم وفنون کو مناسب اور مؤثر حصہ دیا جائے اور اعلیٰ ملازمتوں کے لیے امیدواروں کا انتخاب کرتے وقت یا ان کی ترقی کا فیصلہ کرتے وقت ان کے کیرکٹر، خدا ترسی اور دینداری کو بنیادی اہمیت دی جائے۔ اسی طرح سرکاری افسران کے ذہنوں کو تبدیل کرنے اور اسلامی خطوط پر ان کی تربیت کے لیے ریفریشر کورس کا انتظام کیا جائے۔

شریعت آرڈیننس

اور

سینٹ میں اس کا مفصّل تجزیّہ

صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم کا شریعت آرڈیننس سینٹ کے اجلاس میں غور و فکر کے لئے زیر بحث رہا۔ محرک شریعت بل سینیٹر مولانا سمیع الحق مدظلہ مرکزی سیکرٹری جنرل جمعیۃ علماء اسلام نے ۲۷ اگست ۸۸ء کو صبح کے اجلاس میں سینٹ میں اس موضوع پر بحث کا آغاز کرتے ہوئے حسب ذیل خطاب فرمایا۔ جسے ہم سینٹ سیکرٹریٹ کے شعبہ رپورٹنگ کے ضبط کردہ شکل میں پیش کر رہے ہیں اس خطاب میں شریعت آرڈیننس کی خامیوں پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے ادارہ

مولانا سمیع الحق ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ جناب چیئرمین صاحب ! شریعت آرڈیننس کے بارے میں ملک میں تین قسم کے نقطۂ نظر اب تک سامنے آئے ہیں۔

نفاذِ شریعت اور تین نقطۂ نظر ۔ تین قسم کے خیالات ہیں۔ ایک تو

اس ملک میں وہ طبقہ ہے جو درحقیقت اس ملک میں دین کی بالا دستی اور اسلام کی بات کو سننا تک گوارا نہیں کرتا اور اس ملک کو ایک سیکولر اور لا دینی سٹیٹ دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ طبقہ جو دین دشمن عناصر کا طبقہ ہے وہ تو ابتدائی دن سے اس ملک میں شریعت کی بات سننے کو تیار نہیں ہے اور جب کہیں شریعت کی بات آجائے وہ شور مچانا شروع کر دیتے ہیں۔ وہ لوگوں کو سڑکوں پر نکالتے ہیں، جلوس نکالتے ہیں اور کبھی عورتوں کے حقوق کی آڑ میں۔ کبھی کسی آڑ میں پورے اسلام کو، پوری شریعت کو، پورے قرآن و سنت کو اسلامی قوانین کو اسلامی حدود کو چیلنج کرتے ہیں۔ اور اس کے خلاف نعرہ بازی کرتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ وہ طبقہ تو اس ملک میں اور اس نظریاتی مملکت میں رہنے کا حقدار ہی نہیں ہے۔ یہ ایک اسلامی ملک ہے اور اسلامی نظام کے لئے بنایا گیا ہے اور بے تحاشا قربانیاں دی گئی ہیں۔ اس ملک میں جب بھی نافذ ہو گا تو اسلام ہی نافذ ہو گا اور اس ملک میں جب تک شریعت کی بالادستی قائم نہیں کی جائے گی تو جن مسلمانوں نے قربانیاں دی ہیں وہ رائیگاں رہیں گی۔

اس وقت شریعت آرڈیننس کے نام سے جو چیز سامنے آئی تو ... لوگوں نے فوراً اس کو مسترد کر دیا۔ ان کو اس مسئلے سے دلچسپی نہیں ہے کہ یہ چونکہ ضیاء الحق نے نافذ کیا ہے اگر اسے جونیجو نافذ کرتا تو مان لیتے ان کو سرے سے شریعت کے نام سے چڑ ہے۔ تو ہم اس طبقے میں بھی نہیں ہیں اور اس طبقے سے بیزاری کا اعلان کرتے ہیں۔ اور ایک طبقہ وہ ہے جو خوشامدی اور درباری قسم کے لوگ ہوتے ہیں اور حکومت کی طرف سے جو بھی بات سامنے آجائے خواہ اس میں کوئی حقیقت ہو یا نہ ہو۔ اس میں کوئی وزن ہو یا نہ ہو۔ انھیں کوئی

مثبت یا انقلاب آفریں باتیں ہوں یا نہ ہوں لیکن وہ اخبارات کے ذریعے۔ ٹی وی کے ذریعے مبارک سلامت میں لگ جاتے ہیں۔ اس شریعت آرڈی ننس کے بارے میں بھی بعض لوگوں نے مبارک سلامت کا طوفان مچا دیا کہ واقعی اس ملک میں شریعت نافذ ہوگئی اور شریعت کی بالادستی آگئی اور انہوں نے یہ تک نہیں دیکھا کہ شریعت آرڈی ننس ہے کیا؟ نہ اس کا مطالعہ کیا لیکن فوراً شور مچا دیا اور مبارک سلامت شروع ہو گئی۔ کہ اسلامی انقلاب آگیا ہے۔ اب عوام کے تمام مسائل حل ہو جائیں گے تو ہم اس طبقے سے بھی نہیں ہیں۔

شریعت پہلے سیاست بعد میں۔ ہم نے ہمیشہ سیاست کو ثانوی نظر سے دیکھا ہے ہم اس ملک میں شریعت کی بالادستی چاہتے ہیں خواہ وہ پارٹی سسٹم کے ذریعے ہو جائے یا نان پارٹی سسٹم کے ذریعے ہو جائے خواہ مارشل لا کے ذریعے ہو یا جمہوری اداروں کے ذریعے ہو۔ ہم مارشل لا کی تحسین نہیں کرتے لیکن اگر ہمیں شریعت کی بالادستی مارشل لا سے بھی ملتی ہے تو اس کو بھی خوش آمدید کہتے ہیں۔ کہ شریعت ہمیں چاہیے۔ اگر جمہوری حکومت آکر شریعت کو پس انداز کرتی ہے اور اس کو نظر انداز کرتی ہے تو ہم نے اس جمہوری حکومت سے بھی لڑائی لڑی ہے۔ اور تین سال ہم جونیجو گورنمنٹ سے اور آٹھ سال سے ضیاء الحق صاحب سے بھی الجھے ہوئے ہیں۔ اس معاملے میں ہم نے کوئی مفاہمت نہیں کی نہ مداہنت کی ہے نہ ترغیب میں آتے ہیں نہ ترہیب میں آتے ہیں نہ لالچ میں آتے ہیں۔

شریعت آرڈی ننس اور متوازن راستہ۔ تو شریعت آرڈی ننس کے بارے میں بھی ہم نے یہی محتاط رویہ اختیار کیا اور ہم نے کہا کہ ایک متوازن رائے سامنے آجائے۔ ہم نے شریعت آرڈی ننس کو مسترد بھی نہیں کیا۔ ہم نے شریعت آرڈی ننس

کی موجودہ شکل میں تحسین بھی نہیں کی۔ بلکہ ہم نے بڑے غور سے اس کا جائزہ لیا کہ شریعت آرڈی ننس سے واقعۃً جو مقاصد ہیں وہ پورے ہوتے ہیں یا نہیں ؟ تو ہمیں بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جو چیز ہم چاہتے ہیں

شریعت بل کے لیے طویل جدوجہد

اور جس شریعت بل کو ہم نے معزز ایوان کے سامنے رکھا تھا اور جس کے لیے ہم نے تین سال مسلسل تگ و دو کر کے جدوجہد کی اور مسلمانوں نے اس کے حق میں مظاہرے کیے، جلسے کیے پارلیمنٹ تک آئے اور محضر نامے بھیجے۔ جناب چیئرمین! آپ نے خود فرمایا تھا کہ کسی بل کے بارے میں پارلیمانی تاریخ میں اتنی عظیم دلچسپی کہیں بھی نظر نہیں آئی۔ میں خود آپ کے سامنے اس پرانی بلڈنگ میں حاضر ہوا تھا اور تین پیٹیاں سر پر اٹھا کر آپ کی خدمت میں لایا تھا۔ میز پر میں نے رکھی تھیں کہ یہ محضر نامے کراچی سے آئے ہیں۔ آپ نے کہا یہ تو بہت زیادہ ہیں۔ میں نے کہا کہ حضرت نیچے پورا ٹرک بھرا ہوا کھڑا ہے۔ آپ نے پھر اپنے سٹاف کو بلایا اور ان کو بھیجا اور انہوں نے پورا ٹرک نیچے خالی کرا کے اسمبلی کے محافظ خانے میں رکھا تو اس سلسلے میں مسلمانوں کی دینی تنظیموں کی عظیم جدوجہد ہوئی۔ اور پھر اس ایوان نے اس کے لیے کمیٹیاں بنائیں۔ سٹینڈنگ کمیٹی بنی۔ سلیکٹ کمیٹی بنی۔ پھر دوبارہ کمیٹیاں بنائی گئیں۔ پھر اس پر تین سال پہلی خواندگی جاری رہی اور دوبارہ دفعہ وار بحث شروع ہوئی۔ تو ہم ایک ایسی چیز ملک میں نافذ کرانا چاہتے تھے جس سے واقعی عدلیہ میں، مقننہ میں، ذرائع ابلاغ میں اور انتظامیہ میں کچھ بہتر تبدیلیاں آجائیں مگر ہوا یہ کہ شریعت بل کو سرد خانے میں ڈال دیا گیا اور اب ایک آرڈی ننس نافذ کیا گیا ہم سمجھتے ہیں کہ قومی اسمبلی جب ٹوٹ گئی تو آرڈی ننس ہی نافذ کیا جا سکتا تھا۔ لیکن جب اسمبلی توڑ ہی گئی تو اس کے لیے سب سے بڑا عذر اور سب سے بڑا جواز یہی مہیا کیا گیا کہ

قومی اسمبلی نے اور پچھلی گورنمنٹ نے اسلام کے نفاذ میں دلچسپی نہیں لی۔ اب ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ واقعی کوئی انقلاب انگیز اور فوری مثبت اثرات والے اقدامات کئے جاتے تب تو صدر ضیاء الحق کے اس اقدام کو کوئی جواز بھی مہیا ہو جاتا۔ لیکن انہوں نے بڑے جذبات و احساسات کے بعد قوم کے سامنے اس آرڈیننس کے ذریعہ جو چیز رکھی تو میں سمجھتا ہوں کہ اس میں ہم کسی بھی مثبت تبدیلی کی طرف نہیں جا سکتے نہ ہی اس ملک میں اسلامی نظام نافذ ہو سکتا ہے نہ مروج قوانین ہیں۔ ان کو ہم تبدیل کر سکتے ہیں اور نہ ہی اسلامی قوانین کو بالادستی حاصل ہو سکتی ہے۔

قرآن و سنت سپریم لا ہے صرف سرچشمہ نہیں

سب سے پہلی چیز جس پر ہم کئی سال سے جھگڑ رہے تھے کہ قرآن و سنت کو سپریم لاء واضح طور پر تسلیم کیا جائے قرآن و سنت صرف لاء ہی نہیں ہے بلکہ سپریم لاء ہے اگر اس کو سپریم لاء مان لیتے تو سارے قانون جو غیر اسلامی ہیں اور جو مروج قوانین ہیں جو بھی اللہ کے قانون سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قوانین سے متصادم ہوتے وہ خود بخود کالعدم ہو جاتے۔ ہم نے اس چیز کو نویں ترمیمی بل کے ذریعہ پاس کرانے کی کوشش کی اور آٹھویں ترمیم کے سلسلہ میں جو جھگڑے جاری رہے اس کے صلے میں نویں ترمیم کا مسودہ ہوا۔ اور الحمدللہ کہ یہ اعزاز سینٹ کو حاصل ہوا۔ کہ اس نے نویں ترمیمی بل کو راتوں رات منظور کیا۔

اس نویں ترمیمی بل میں بھی سب سے بڑی چیز جو ہمیں حاصل ہو سکتی تھی وہ یہ تھی کہ اس کا ایک دفعہ یہ تھا کہ قرآن و سنت اس ملک کا سپریم لاء ہوگا۔ اس "سپریم لاء" کے لفظ پر ہماری کمیٹیوں میں وزیر قانون اور وزارت قانون کے بڑے بڑے ججوں کے ساتھ مہینوں جھگڑے چلتے تھے بالآخر انہوں نے تسلیم کر لیا تھا کہ قرآن و سنت نہ صرف خود ایک لاء ہے بلکہ سپریم لاء ہے۔ لیکن آرڈیننس میں صدر صاحب خود

نویں ترمیمی بل کو نظرانداز کر گئے۔ انہوں نے (اسمبلی توڑتے وقت) تقریروں میں [illegible] کہ ان لوگوں نے (ممبران نے) نویں ترمیمی بل کو پاس نہیں کیا۔ لیکن انہوں نے خود اس اس آرڈی ننس کے ذریعہ نویں ترمیمی بل کو بلڈوز کر دیا۔

میں اپنے معزز اراکین پارلیمنٹ سے درخواست کروں گا کہ وہ ان گذارشات کو ذہن میں رکھیں یہ سب ایک ذمہ دار منصب پر فائز ہیں اور بات شریعت کی ہے مقصد یہ ہے کہ ہمارے طرز فکر سے صدر صاحب خود محسوس کریں یا قوم کے سامنے س کا اظہار کریں کہ ہمارے سامنے کونسی چیز آئی ہے اور کونسی چیز اور آنی چاہئے اور حقیقی اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے کس چیز کی ضرورت ہے۔

جناب والا! میں عرض کرتا ہوں کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹیں بھی آئی ہیں ان میں قرآن و سنت کو سپریم لاء بنانے کی سفارش کی گئی ہے۔ پھر صدر صاحب نے اس اقدام کے بعد ہالے پوتا صاحب کی نگرانی میں ایک کمیٹی بنائی اور اس کمیٹی کو بھی کہا کہ آپ ایک مسودہ تیار کریں۔ اس کمیٹی کے مسودہ میں بھی قرآن و سنت کو سپریم لاء کے طور پر تسلیم کرنے کی سفارش کی گئی تھی۔ پھر بائیس رکنی کمیٹی کی جو علماء کرام اور ججوں پر مشتمل تھی، صدر صاحب نے میٹنگ بلائی۔ اس کے سامنے ہالے پوتا کمیٹی کا مسودہ رکھا وہ خود پندرہ بیس گھنٹے اس کمیٹی کی شروع سے لے کر آخر تک کارروائی میں شریک رہے۔ اس کمیٹی نے بھی اس بات پر زور دیا کہ قرآن و سنت کو سپریم لاء تسلیم کیا جائے۔

نویں ترمیمی بل کو بلڈوز کیا گیا۔ لیکن اچانک جو آرڈی ننس آیا اس میں قرآن و سنت کو سپریم لاء تسلیم کرنے کی بجائے اسے ایک سرچشمہ ہدایت کہا گیا۔ "سب سے بڑا سرچشمہ"، "سب سے بڑا ہدایت عظمیٰ"، "سب سے بڑا ہادی و رہنما اور رہبر"، یہ ایسے الفاظ ہیں، ان سے لوگ خوش تو ہو سکتے ہیں یعنی وزن بہت

کے لئے تو یہ ایک بہترین غزل تو بن سکتی ہے لیکن حقیقت میں ان فوائد سے یہ ملک کا سپہ سالار نہیں بن سکتا۔ آپ کی پارلیمنٹ اور وزارت قانون کی ساری لائبریریاں جو ہیں یہ ہر قانون کے لیے سرچشمہ بن سکتی ہیں آپ تمام قوانین کے لئے کسی بھی ملک سے اور برطانیہ کی لائبریریوں سے بھی ہدایت لے سکتے ہیں اور ان کو ماخذ کے طور پر تسلیم کر سکتے ہیں لیکن ان سے وہ قوانین نہیں بنتے۔ ہمارا جھگڑا یہ ہے کہ قرآن و سنت صرف سرچشمہ نہیں ہے بلکہ وہ براہِ راست خود قانون ہے۔ منبع ہدایت تو ہے ہی۔ لیکن وہ خود قانون ہے اس کو حدود اللہ اس کو احکام اللہ کہا گیا ہے۔

آپ آیت میراث کو دیکھیں کہ کتنا دفعہ وار اس کو اللہ نے مرتب کرکے بھیجا ہے۔ ہزاروں بلکہ لاکھوں مسائل اس سے مستنبط ہو رہے ہیں۔ ایک سمندر کو اللہ نے ایک ایک آیت میں سمویا ہے۔ ایسی دفعات کسی قانون میں بھی مرتب نہیں ہو سکتیں۔ مگر آپ اس کو قانون نہیں کہتے۔ آپ اس کو سرچشمہ کہتے ہیں جب کہ سرچشمہ کی پابندی ضروری نہیں ہوتی۔ اس سے آپ روشنی لے سکتے ہیں اور سب سے زیادہ ظلم یہ ہوا کہ ہم نے جو محنتیں نویں ترمیمی بل کے تیار کرنے میں کی تھیں، نظریاتی کونسل کے ذریعے سے اسلامائزیشن کی کمیٹیوں کے ذریعہ سے جو محنتیں کی تھیں ان کو نظر انداز کرکے اسے سرچشمہ قانون کے طور پر پیش کیا۔

قرآن و سنت کی تعبیر و تشریح سراسر مبہم چھوڑ دی گئی

پھر دوسرا ظلم یہ ہوا کہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ قرآن و سنت کی تعبیر و تشریح یہ ایک ایسی چیز نہیں ہے کہ بالکل اسکو کھلا چھوڑ دیا جائے۔ کسی بھی قانون کی تعبیر و تشریح کے لئے کچھ صلاحیتوں کی ضرورت ہے کچھ حدود و قیود ہوتے ہیں کچھ شرائط ہوتی ہیں۔ کچھ معیار ہوتا ہے ہر شخص اٹھ کر آپ کے بڑے سے بڑے قانون کی تشریح و ترجمانی نہیں کر سکتا، اس کیلئے منٹو صاحب (ایک کن جو سامنے

بیٹھے تھے ان کو کہیں کہ آپ اس کی تشریح کریں۔ آئین کی فلاں دفعہ کی تشریح کریں اگر کوئی شخص سڑک پر سے گذر رہا ہے خواہ وہ دکان دار ہے، زمیندار ہے کاشت کار ہے آپ اسے بلا کر کہیں کہ آپ اس قانون کی وضاحت کریں تو یہ درست نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اس قانون کی تشریح و تعبیر کرائی۔ خلفائے راشدین کے ذریعہ اس کی تشریح و تعبیر ہوئی۔ صحابہ کرام کے ذریعہ اس کی تعبیر و تشریح ہوئی۔ زکوٰۃ کا، عشر کا، صلوٰۃ کا تمام احکام اور قوانین کا ایک مفہوم قطعی طے ہو گیا۔ اب یہاں تشریح و تعبیر کی اگر ہم بات کرتے ہیں تو ہم کوئی فرقہ داریت نہیں پھیلاتے۔ ہم کہتے ہیں کہ شریعت کی تشریح و تعبیر کے لئے جو بھی مسلّمہ قواعد ہیں جو اصلیت و صلاحیت ہے اور جو مسلّمہ ائمہ دین ہیں جو صحابہ کرام ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جو ہدایات و شرائط ہیں ان کی روشنی میں قرآن و سنّت کی تعبیر و تشریح کی جائے گی۔

تحریف والحاد کا دروازہ کھل جائے گا۔ جناب چیئرمین! ہم نے اپنے شریعت بل میں تشریح و تعبیر سے متعلق یہ ساری چیزیں ملحوظ رکھی تھیں۔ فوضویت (بے لگام آزادیٔ رائے افراتفری) جس کو کہتے ہیں۔ افراتفری، اور قانون کی غلط تعبیر و تشریح، الحاد کا دروازہ اجتہاد کے نام پر نہ کھل جائے۔ ان چیزوں کی وضاحت کر دی تھی ورنہ آپ نے خود ایک شعر فرمایا تھا ؎

از اجتہاد عالمانِ کم نظر
اقتدار بر رفتگاں محفوظ تر

پھر تو محبض کا ترجمہ یہ لوگ معاشی نظام سے کرنے لگتے ہیں تو اس آرڈی ننس میں تشریح و تعبیر کی دفعہ کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ آج بھی کہا جا رہا ہے کہ پارلیمنٹ بھی قرآن و سنّت کی تشریح و تعبیر کرتی ہے کوئی کہتا ہے کہ وفاقی کابینہ کو بھی حق

ہے کہ تشریح و تعبیر کرے۔ کوئی کہتا ہے کہ چند مولوی یا وکیل کسی جگہ جمع ہو جائیں تو وہ بھی قرآن و سنت کی تشریح و تعبیر کے ٹھیکیدار بن جائیں۔ نہیں، یہ نہیں ہو سکتا۔

اگر قرآن و سنت کو ہم ایسے ہی کھلے اجتہاد کے لئے چھوڑ دیں تو پھر کل کو "عشر" کا مفہوم بدل جائے گا۔ پرسوں زکوٰۃ کا۔ پرسوں صلوٰۃ کا بدل جائے گا۔ کوئی پارلیمنٹ کہے گی کہ سود حلال ہے اور یہ سود وہ سود نہیں ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھا۔ کوئی کہے گا کہ یہ شراب وہ شراب نہیں ہے جیسا کہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن نے بھی کہا تھا۔ یہ سارے فتنے اس ملک میں اٹھے ہیں۔ تو جناب اجتہاد کے نام سے الحاد کا دروازہ کھول دیا گیا ہے۔ قرآن و سنت سے کیا مراد ہے؟ تو قرآن و سنت سے جو مراد ہے وہ اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسولؐ نے اور صحابہ کرام نے سب نے طے کر دیا ہے۔ مگر شریعت کی وہ تعریف بالکل نظر انداز کر دی گئی ہے۔ کسی جج پر کوئی حدود و قیود نہیں ہوں گی جس وقت وہ چاہے گا وہ قرآن و سنت کی تعبیر کر کے کہے گا کہ میں نے قرآن و سنّت کی یہ تعبیر کر لی ہے تو اس کا ازالہ کیسے ہوگا اور اس سے کتنی افراتفری پیدا ہو گی؟

عدالتوں کو قرآن و سنّت کا پابند نہیں بنایا گیا

تیسری چیز جو ہم نفاذ شریعت کے لئے ضروری سمجھتے تھے وہ یہ تھی کہ عدالتوں کا نظام بدل جائے یا کم از کم عدالتوں کو قرآن و سنت کے مطابق فیصلے کرنے کا پابند بنایا جائے یہاں جتنی بھی تقریباً چالیس سال سے قرآن و سنّت کے مطابق قوانین بنانے کی باتیں کی جا رہی ہیں۔ اس میں منفی پہلو آتا ہے کہ قرآن و سنت کے خلاف قانون نہیں بنایا جائے گا۔ مگر اس طرح بات نہیں بنتی۔ بات مثبت شکل میں بنتی ہے۔ کہ قرآن و سنت کے ماتحت یہ عدالتیں ہوں گی اور عدالتیں قرآن و سنت کے مطابق فیصلہ کریں گی۔ عدالتوں کے نظام کو ہم اس طریقے سے تبدیل کرانا چاہتے تھے

کہ عدالتیں قرآن وسنت کے مطابق فیصلہ کرنے کی پابند ہوں گی۔ اگر عدالتیں پابند نہ ہوں تو اللہ اور رسولؐ کی اہمیت ہی پھر سرے سے غلط ہے ہم سا ورنٹی اور حاکمیت اعلیٰ اللہ تعالیٰ کو دیتے ہیں اور حاکم اعلیٰ، اس کو، قرار داد مقاصد میں تسلیم کرتے ہیں۔ تو حاکمیت اعلیٰ کا تقاضا ہے کہ اللہ نے جو فرمان نازل فرمائے ہیں ان کو نافذ کرایا جا سکتا ہے تو عدالتوں کے ذریعے ہی نافذ کرایا جا سکتا ہے کہ جج قرآن و سنت، اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے مطابق فیصلے کریں۔

آرڈی ننس میں طویل اور لاحاصل طریقہ اختیار کیا گیا ہے

شریعت آرڈی ننس میں جو چیز سامنے آئی، اس میں یہ نہیں کہا گیا کہ عدالتوں کو قرآن وسنت کے مطابق فیصلے کرنے کا پابند بنایا جاتا۔ بلکہ یہ کہا گیا کہ عدالتیں موجودہ مروّج انگریزی قوانین اور جو تعزیرات اس ملک میں رائج ہیں اسی کے مطابق فیصلہ کرتی رہیں گی اور زیادہ سے زیادہ اگر کوئی شخص چاہے تو عدالت میں جا کر اپیل دائر کر سکتا ہے کہ یہ قانون قرآن وسنّت کے خلاف ہے۔

پھر اس کے لئے عجیب طریق کار ہے یعنی اسی جج کے استصواب پر چھوڑا گیا اسی عدالت کی مرضی پر چھوڑا گیا ہے کہ وہ اس اعتراض کو معقول سمجھتا ہے یا غیر معقول سمجھتا ہے۔ کوئی بھی جج اپنے آپ کو ان جھنجھٹوں میں نہیں ڈالے گا اور وہ یک لخت اس اعتراض کو نامعقول قرار دے گا۔

اگر وہ عدالت اس اعتراض کو معقول سمجھتی ہے تو پھر وہ مسئلہ عدالت کو بھیج سکتا ہے جب کہ اسے شریعت کورٹ تک منحصر کرنا ٹھیک نہیں تھا۔ اس میں تمام ہائیکورٹوں اور سپریم کورٹ کو اختیار دینا چاہئے تھا کہ وہ اس اعتراض کا جائزہ لیں کہ بالائی عدالت کے فیصلے کا انتظار کئے بغیر اسی جج کو اختیار دیا گیا کہ وہ مروجہ قانون کے مطابق اس کیس کا فیصلہ کر سکتا ہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ اس جج کو فی الحال

روک دیا جاتا۔ چنانچہ جو معاہدہ (۲۲ رکنی کمیٹی کے) علماء کے ساتھ طے ہوا تھا اس میں یہ بات طے ہو گئی تھی کہ اس کو روک دیا جائے گا۔ لیکن جب دوسرے روز آرڈیننس آیا تو اس میں واضح طور پر یہ تھا کہ وہ انتظار کئے بغیر فیصلہ بھی کر سکتا ہے۔ اب ایک غریب دہقان شخص کو کیا پڑی ہے کہ وہ عدالتوں میں جائے۔ کسی قانون کو اسلامی بنانے کے لئے، وکیل پکڑے ہزاروں لاکھوں روپے خرچ کرے پھر اسے یہ بھی یقین ہے کہ اب اس مقدمے میں سٹے آرڈر بھی نہیں مل سکتا اور جج اپنی کارروائی مروجہ قانون کے مطابق جاری رکھے گا۔ تو اس کو کیا پڑی ہے کہ وہ اتنا درد سر اٹھائے۔

موجودہ طریق کار نفاذ شریعت کی راہ میں رکاوٹ ہے

دوسرا المیہ یہ ہے کہ اگر بالائی عدالت کسی قانون کو غیر اسلامی قرار دے دے تو متبادل راستہ کونسا اختیار کیا جائے۔ پھر اسمبلی بیٹھے گی اور اس کے بارے میں متبادل قانون سامنے لائے گی۔

تا تریاق از عراق آوردہ شود۔ مار گزیدہ مردہ شود

اسی طرح تمام قوانین جو انگریز کے نافذ ہیں ان کو اسلامی بنانے کے لئے میرے خیال میں عمر نوح سے بھی زیادہ عرصہ درکار ہو گا۔ تو یہ ایک ایسا سلسلہ رکھا گیا ہے کہ نہ نو من تیل ہو گا اور نہ رادھا ناچے گی۔ عدالتیں اسی نظام پر چلتی رہیں گی اور جس طرح ہم اس کو پابند بنانا چاہتے ہیں اس کو بالکل آزاد چھوڑ دیا گیا ہے۔ تو اس سسٹم سے ہم کسی قانون کو اسلامی نہیں بنا سکتے۔ اور نہ عدالتیں اسلامی قوانین پر پابند رہ سکتی ہیں (عدالتوں سے متعلق آرڈیننس کا) تو یہ دفعہ بھی محض ایک دھوکہ ہے۔ اگر یہ آرڈیننس اسی شکل میں نافذ رہا تو شریعت کا نفاذ رکا رہے گا۔

مقننہ کو پابند بنانا ضروری تھا۔ پھر ہم مقننہ کو پابند بنانا چاہتے تھے کہ ہم جمہوریت کے قائل ہیں لیکن ہماری جمہوریت مغرب اور یورپ کی جمہوریت الگ

الگ ہے۔ ہماری جمہوریت اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے دائرہ میں ہے۔ اور کوئی قانون ساز اسمبلی ایسا قانون نہیں بنا سکتی جو قرآن و سنت کے صریح احکام سے متصادم ہو ان تمام دفعات کو بھی یکسر نظر انداز کر دیا گیا۔

پالیسیوں کا احتساب کون کرے گا؟ پھر ہم نے یہ رکھا تھا کہ تمام پالیسیاں اسلام کے تابع ہوں۔ اس آرڈیننس میں یہ تو رکھا گیا ہے کہ تمام پالیسیاں اسلام کے دائرے میں ہوں گی۔ لیکن یہ چیز اس میں چھوڑ دی گئی ہے کہ پالیسیوں کا احتساب کون کرے گا اس کے حساب کا حق کس کو دیا گیا ہے کہ وہ دیکھے کہ کونسی پالیسی اسلام کے مطابق ہے اور کونسی نہیں ہے۔ یہ تو آئین کے رہنما اصولوں میں باتیں تھیں وہ تو صرف رہنما اصول کی بات ہے پالیسیوں کو اسلام کے دائرے میں رکھنے کے لئے بھی ایک احتساب اور اس کے لئے قانون ہونا چاہئے تھا۔

صدر اور دیگر عمال احتساب سے بالاتر رکھے گئے

پھر ہم نے انتظامیہ کو اسلامی قانون کے بنانے کے دفعات رکھے تھے کہ عمالِ حکومت بشمول صدر اور وزیر اعظم کوئی بھی ایسا حکم نافذ نہیں کر سکے گا جو قرآن و سنت اور اللہ کے احکام سے متصادم ہو۔ چنانچہ اس بات کو بھی مشترکہ اور متفقہ مسودہ میں تسلیم کر لیا گیا تھا۔ مگر دوسرے دن جو آرڈیننس آیا اس میں انتظامیہ، صدر اور وزیر اعظم سب کو احتساب سے بالاتر رکھا گیا۔ حالانکہ قرآن و سنت اور اسلام کی نگاہ میں صدر، وزیر اعظم اور عام شہری اسلام کی نگاہ میں برابر ہیں اور ان کا ایک ہی طرح کا محاسبہ ہوگا۔

مالیات اور تعلیم کے لئے کمیشنوں کا سہارا لیا گیا

آرڈیننس میں سب سے بڑی بات یہ کی گئی ہے وہ تعلیم اور مالیات کے بارے میں اس میں کہا گیا ہے کہ ایک کمیشن قائم کیا جائے گا ان دونوں شعبوں میں صدر صاحب

۶۰ دنوں یا ۳۰ دنوں کے اندر کمیشن قائم کریں گے۔ چنانچہ قائم بھی کر چکے ہیں جو دو سال کے اندر ایک رپورٹ دیں گے۔ مگر ایسی تجاویز کو آرڈیننس تو نہیں کہہ سکتے۔ قانون تو نہیں کہہ سکتے۔ اس سے تبدیلی کون سی آئی۔ صدر تو کسی وقت بھی ایک کمیشن قائم کر سکتا ہے۔

کمیشنوں کی بیساکھی اور ایک لطیفہ

اور اس ملک میں سارا سلسلہ کمیشنوں پر ہی چل رہا ہے۔ ساری عمارت ہی کمیشن اور کمیٹیوں پر استوار ہے۔ میں نے آپ سے عرض بھی کیا تھا کہ ایک دھوبن عورت کا شوہر شکار میں جہانگیر سے قتل ہو گیا۔ جہانگیر کے عدل کے بڑے چرچے تھے۔ وہ بڑا پریشان تھا اور وہ عورت قصاص مانگ رہی تھی۔ وزرائے کرام نے، وسیم سجاد صاحب نے۔ اقبال احمد خان نے، ہاں ہمارے دوست، اقبال احمد خان جو اب چلے گئے ہیں (سابق وزیر قانون کو اشارہ تھا) اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت کرے، ایسے وزرار نے مشورہ دے دیا کہ جہانگیر صاحب کیوں پریشان ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ مجھ پر دھوبن (عورت) قتل کا دعویٰ کرے گی جب کہ میرے عدل کا ساری دنیا میں چرچا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ پریشان نہ ہوں۔ آپ ایک کمیشن قائم کر دیں۔ جہانگیر نے کہا بہت اچھا کمیشن قائم کر دیا۔ تو پھر کیا ہوگا۔ تو انہوں نے جواب دیا اگر کمیشن نے آپ کے خلاف فیصلہ دیا تو پھر ہم اس کے اوپر دوسرا کمیشن بٹھا دیں گے۔ اس نے کہا پھر تو انہوں نے کہا کہ پھر اسی طرح تیسرا کمیشن بٹھا دیں گے۔ چوتھا بٹھا دیں گے۔ کمیشنوں سے ہمیں کوئی روک نہیں سکتا۔ بالآخر اسی دوران وہ عورت مر جائے گی اور دعویٰ ہی ساقط ہو جائے گا کہ وارث ہی ختم ہو گئے۔ یہاں وہی صورت حال ہے کہ کمیشنوں کے قیام کا مژدہ سنایا جاتا ہے۔ حالاں کہ تعلیم کے بارے میں اس وقت حکومت کے سرد خانوں میں چالیس سال کی رپورٹیں دبی ہوئی ہیں۔ بڑے بڑے کمیشن بیٹھے

جنہوں نے بڑی جامع اور موثر رپورٹیں دیں۔ یہی حال مالیات کے متعلق کمیشنوں کا ہے دنیا بھر کے علماء ماہرین وغیرہ سے رائے لی گئی اور سینکڑوں صفحات کی رپورٹیں مرتب ہو گئیں۔ ایسی رپورٹیں بلا سودی نظام کی ہمارے فاضل کمیشنوں نے مرتب کی ہیں کہ جن پر سعودی عرب اور دیگر اسلامی مملکتوں نے خراج تحسین پیش کیا ہے کہ واقعی یہ متبادل راستے ہیں اور ان پر عمل کرنے سے بلا سودی نظام چل سکتا ہے وہ ساری رپورٹیں آپ کے ریکارڈ میں وزارت قانون میں موجود ہیں۔

کمیشنوں اور نظریاتی کونسل کی رپورٹیں

پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل جس پر آپ کروڑوں روپے خرچ کر رہے ہیں اور اس نے کافی محنت کی ہے اور اس کی تقریباً ۸۰ رپورٹیں تو اس ایوان میں پیش ہو چکی ہیں۔ ان کی رپورٹیں مالیات اور تعلیم کے بارے میں مکمل متبادل تجاویز موجود ہیں۔ اس نظریاتی کونسل میں شیعہ، سنی، بریلوی، دیوبندی، جج، وکیل اور مولوی بھی ہیں۔ انہیں [illegible] اور موثر ادارے نے کروڑوں روپے خرچ کر کے اور موثر رپورٹیں ہمارے سامنے [illegible] جو آرڈی ننس میں کمیشن کو [illegible] سنایا گیا ہے تو اگر ان رپورٹوں سے لے کر کچھ ہمارے سامنے رکھ دیتے کہ یہ تو فوری نافذ ہیں اور کچھ تبدیلی ہم لا رہے ہیں۔ پھر اس نے سینکڑوں قوانین کے غیر اسلامی ہونے کی نشاندہی بھی کی ہے لیکن ہم نے اس تمام ذخیرے کو نظر انداز کر دیا ہے گویا آج ہم نئے سرے سے غور کر کے قوم کے سامنے ایک رپورٹ پیش کریں گے اب (دو سال بعد) اس رپورٹ کا صدر پابند ہو گا یا نہیں؟ آرڈیننس میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے کمیشن اگر دو سال بعد رپورٹ دے بھی دے تو اس کی کیا گارنٹی ہے کہ صدر اس کا پابند بھی ہو گا یا نہیں۔ پھر تو اسمبلیاں بیٹھی ہوں گی۔

ناقص، غیر موثر اقدامات اور اسلام کے ساتھ ظلم عظیم۔ تو میں سمجھتا ہوں

کہ یہ شریعت آرڈی ننس ایک لحاظ سے بالکل ناقص اور غیر مؤثر ہے ہم لوگوں کو بد قسمتی سے دھوکہ دے رہے ہیں کہ اسلام نافذ ہو گیا۔ خوشیاں مناتے ہیں ڈھول بجاتے ہیں کہ اسلام نافذ ہو گیا ہے صبح غریب اٹھتا ہے تو اس کے مشکلات اور بھی بڑھ چکے ہوتے ہیں۔ اس کو عدالتوں میں دھکے کھانے پڑتے ہیں۔ اس کو زیادہ رشوت دینی پڑتی ہے۔ اس کو زیادہ مہنگی چیز خریدنی پڑتی ہے اس کو ملاوٹ اور سمگلنگ کا زیادہ سامنا کرنا پڑتا ہے۔ وہ اور بھی مصیبتوں کی چکی میں پستا جاتا ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ وہ سبز جنت جو ہمارے سامنے اسلام کا ایک تصور تھا شاید وہ آ گیا ہے۔ اس اسلام نے تو ہمیں اور بھی تباہ کر دیا ہے۔

تو ایسے محض اعلانات کے ذریعہ ہم اسلام کے ساتھ غداری کر رہے ہیں اور آئندہ لوگ اسلام کا نام سننا گوارا نہیں کریں گے۔ آپ اگر حقیقی معنوں میں بھی اس ملک میں اسلام نافذ کریں گے تو لوگ کہیں گے اسلام میں کیا رکھا ہے؟ اسلام نے ہمیں کیا دیا؟ وہ تو آدھی روٹی اگر آتی تھی تو وہ بھی اسلام نے چھین لی تو ایسے آرڈی ننسوں اور ایسے اعلانات کے ذریعے اسلام تو نافذ نہیں ہو سکتا۔ لوگ چاہتے ہیں کہ ہم عدالت میں جائیں اور انصاف کا دروازہ کھٹ کھٹائیں اور بغیر پیسوں کے ہمیں انصاف ملے اور گھر بیٹھے انصاف ملے ہم چاہتے ہیں کہ خدارا صدر صاحب اگر چاہتے ہیں تو کم از کم اس مسودے کو جس پر اتفاق ہے اسے لائیں۔

معاہدہ سے انحراف اور کھلا دھوکہ

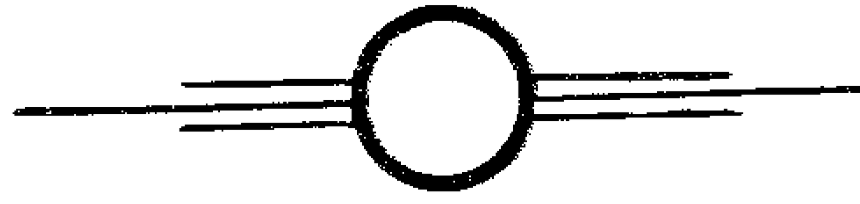
میں ایوان کے نوٹس میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ کتنی بڑی زیادتی ہے کہ ۲۲ علماء کو جو بلایا گیا تھا اور اتنی محنتوں کے بعد ایک مسودہ (ڈرافٹ) تیار ہو گیا اور اس پر اتفاق رائے ہو گیا کہ یہ یہ چیزیں مسودے میں شامل ہوں گی اور یہ آرڈی ننس ہو گا۔ اس کے ہر صفحے پر سب کے دستخط کرائے گئے تھے اس کی فوٹو سٹیٹ کاپی میرے پاس موجود

ہے۔ اس آرڈی ننس کی فوٹو سٹیٹ کاپی جس کے ہر صفحے پر دستخط ہیں تمام ارکان کے، اور طے ہو گیا تھا کئی دنوں کی محنتوں کے بعد کہ یہ ہے آرڈی ننس۔

دوسرے دن جو چیز آتی ہے اس میں سراسر ان تمام کو تبدیل کر دیا گیا۔ ساری قوم سے ایک ملک سربراہ یا اس کے ذمہ دار لوگوں کی طرف سے اگر ایسا دھوکہ کیا جائے (تو کتنا عظیم المیہ ہے) ویسے تو ان لوگوں کو جواب دینا چاہئے جو اس کمیٹی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ الحمد للہ ہم اس جرم میں شریک نہیں تھے، ہم نے کہا بہت اس جرم میں شریک ہو گئے ہیں آئندہ ہمیں دور رکھیں۔ قاضی (عبداللطیف) صاحب باہر تشریف لے گئے ہیں۔ وہ بھی اس کمیٹی میں موجود تھے۔ میں ان سے بھی اپیل کروں گا کہ اس سارے مسودے اور اس کے تضادات کو سامنے رکھیں اور اپنے معزز ایوان کے ارکان کو وہ اصل صورت حال ان کے سامنے رکھیں یہ کیسا آرڈی ننس نافذ ہوا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ جو چیزیں میں نے عرض کیں یا جو اس مسودے میں تھیں وہ تمام ترامیم کی شکل میں اس میں شامل کی جائیں۔ اور اس آرڈی ننس کو ایک جامع شکل میں نافذ کیا جائے۔

سینٹ کے لئے سامان عبرت۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ ہم واقعی اس ملک میں شریعت نافذ کر سکیں۔ اللہ نے ہمیں ایک عبرت کا سامان دیا ہے۔ ہمارے سامنے قومی اسمبلی کا یہ سانحہ جو آیا ہے تو میں کہا کرتا تھا اس کے معزز ارکان کو اور وزیر اعظم کو میں نے تنہائی میں بار بار کہا اور سب کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی وقت یہ مار پڑ سکتی ہے کیونکہ ہم نام اسلام کا لے رہے ہیں آتے اسلام کے نام پر ہیں۔ پھر شریعت کو اس طرح نظر انداز کر دینا اس کے ساتھ ایسا تمسخر اور استہزا کرنا، تو اللہ تو یہ سب کچھ دیکھتے ہیں۔ وہ راتوں رات سب کچھ تبدیل کر سکتا ہے تو اس وقت سینٹ چونکہ واحد ادارہ ہے اس ملک میں، ایک

جمہوری ادارہ ہے اور ایوانِ بالا ہے۔ اس کے ارکان کو اپنی ذمہ داریاں اس معاملے میں جو بڑی نازک ذمہ داریاں ہیں اللہ تعالیٰ کو سامنے رکھ کر اپنی ذمہ داریاں نبھانی چاہئیں۔ تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سرخرو ہوں گے اور قوم کی بارگاہ میں بھی سرخرو ہوں گے۔ ورنہ ہمارے سامنے بھی کسی وقت اللہ تعالیٰ کی ــــ کہ اس کے ہاں دیر ہے اور اندھیر نہیں ہے۔ تو ہم سب کو اس وقت پورے اخلاص سے صدر صاحب کی راہ نمائی کرنی چاہئے۔ اور ان کو اصرار سے، اس کو منت سماجت سے کہنا چاہئے کہ واقعی ہم تیار ہیں۔ آپ جو شریعت آرڈی ننس کی شکل میں شریعت کے لئے جو بھی اقدام کرتے ہیں اگر آپ اسے مؤثر شکل میں ہمارے سامنے کوئی چیز لائیں تو ہم ایک منٹ میں اس کو پاس کریں گے۔



سینٹ میں شریعت بل کی منظوری سے
نظام شریعت کے نفاذ کی راہیں کھل گئی ہیں

> مؤرخہ ۱۳ مئی ۱۹۹۰ء کو پانچ سال کی مسلسل جدوجہد کے بعد بالآخر سینٹ نے شریعت بل کو متفقہ طور پر منظور کر لیا تو مولانا سمیع الحق مدظلہ نے اراکینِ سینٹ کے اعزاز میں (۶ جون ۱۹۹۰ء) کو استقبالیہ دیا جس میں صدرِ مملکت، وزیر اعظم نواز شریف، قومی و سیاسی زعماء، اراکینِ سینٹ اور صحافی حضرات نے شرکت کی۔ اس موقع پر مولانا سمیع الحق مدظلہ کی مفصل تقریر تو دستیاب نہ ہو سکی، چند جملے حاصل ہوئے ہیں ذیل میں وہی نذرِ قارئین ہیں۔ (مرتب)

جنابِ صدرِ مملکت، سفراءِ کرام، وزراءِ محترم، راہنمایانِ قوم، زعمائے ملت، تمام اراکین اور صحافی حضرات! میں خلوص اور صمیم قلب سے آپ سب حضرات کا شکرگذار ہوں بالخصوص صدرِ مملکت کا کہ انہوں نے ایک طویل سفر کے بعد اور شدید مصروفیات کے باوجود اس تقریب میں شرکت فرمائی اور سینٹ کا اور ہم سب کی عزت و وقار کو بڑھا دیا۔ اللہ تعالیٰ تمام حاضرین کو اس کے بدلے میں دارین کی سعادتوں سے نوازے۔

شریعت بل کا متفقہ طور پر پاس ہو جانا الحمد للہ یہ ایک تاریخ ساز واقعہ ہے، اور اللہ تعالیٰ نے سینٹ کو یہ سعادت بخشی ہے۔ پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کی طرف پہلا قدم قرار دادِ مقاصد کی شکل میں اٹھا تھا۔ اس کے لیے ہمارے اکابر نے بڑی محنتیں کیں، اُس وقت جمعیۃ علماء اسلام کے امیر حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ تھے، اُن کی کوششوں سے یہ کام ہوا اور قرار دادِ مقاصد منظور ہوئی۔ پھر ۱۹۷۳ء میں علماءِ حق کی جدوجہد سے اسلام کو آئین میں سرکاری مذہب قرار دیا گیا اور اب سینٹ

سے شریعت بل کا متفقہ طور پر منظور کرانا تیسرا بڑا عظیم اقدام ہے جس سے نظام شریعت کے نفاذ کی راہیں الحمدللہ کھل گئی ہیں۔ اور سینٹ جو کہ چاروں صوبوں کی نمائندگی کرتا ہے اُس کا اس پر متفق ہو جانا ایک مینڈیٹ ہے برابر کا پوری قوم کی طرف سے کہ پورے ملک کے عوام اور چاروں صوبوں کے باشندے اور مسلمان شریعت بل پر متفق ہیں، اور الحمدللہ اس بل سے ثابت ہوا کہ شریعت اِس ملک کا مُقدر ہے۔ اور ہم سینٹ میں مسلسل پانچ سال کی جاں گسل معرکہ آرائیوں اور بڑی طویل جدوجہد کے بعد ایک متفقہ مسودہ پر پہنچے ہیں، اور ہم نے اس بل کو فرقہ واریت اور کسی کے حق پر اثر انداز ہونے سے پاک صاف رکھا ہے، اور اسلام ہی دینِ رحمت ہے جس میں غیر مسلموں کیلئے اپنے مسلم شہریوں سے زیادہ حقوق ہیں، زیادہ مراعات ہیں۔ الحمدللہ کہ اِس بل نے سارے ملک میں نفاذِ اسلام کی راہیں کھول دی ہیں۔

صدرِ مملکت جو سینٹ میں ہمارے چیئرمین تھے اور اس شریعت بل کا پودا اُن کے وقت میں لگا، پروان چڑھا اور سارے مراحل سے گذرا، پھر صدر صاحب نے دو سال سے اس بل کی طرف خصوصی توجہ دی اور اسی سال کے آغاز میں انہوں نے بڑی دردمندانہ اپیل کی تھی ——— تو الحمدللہ کہ سینٹ نے اُن کی اپیل پر لبیک کہا ——— اصولاً اور اسلامی و دینی ذمہ داریوں کے پیشِ نظر اس بل کو تو کئی سال پہلے منظور ہو جانا چاہیئے تھا بالخصوص ضیاء مرحوم کے دور میں ! لیکن اللہ تعالیٰ کو ایک وقت مقدر کرنے میں مصلحت ہوتی ہے۔ ضیاء کے بجائے ظلمت (پی پی پی کے دورِ حکومت) میں اس بل کا منظور ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ حق ہمیشہ غالب رہتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو اربابِ حکومت کی ہزار مخالفت کے باوجود اپنا فیصلہ منوا کے رہتا ہے۔

جنابِ صدر ! ہم آپ سے دردمندانہ اپیل کرتے ہیں کہ آپ اُن پر بھی دباؤ ڈالیں کہ قومی اسمبلی بھی اس کو جلد از جلد پاس کر دے اور یہ ملک جس مقصد کے لیے بنا ہے

اور جو منزل ہماری مقصود ہے ہم جلد از جلد اس تک پہنچ سکیں اور وہ عظیم قربانیاں جو قیام پاکستان میں لوگوں نے دی ہیں وہ حاصل ہو سکیں۔

میرے دوستوں نے کہا کہ شریعت بل سے روح کو تو غذا ملی ہے آپ ہمارے جسم کے لیے بھی ضیافت کا اہتمام کریں کہ جسم اور روح دونوں مکمل ہو جائیں، میں نے اُن سے کہا کہ ضیافت کے بعد اتنی لمبی چوڑی باتیں اچھی نہیں لگتیں۔ میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں، تمام اراکین سینٹ، تمام مسلم امت اور تمام عالم اسلام کے لیے مبارکباد اور خوشی کا مقام ہے، (شریعت بل کی منظوری سے) سینٹ کا سر فخر سے بلند ہو گیا ہے اور جناب صدر کی صدارت کی عزت و وقار میں بھی اللہ تعالیٰ نے اضافہ کر دیا ہے ——— اور بالخصوص اسلامی جمہوری اتحاد کے قائد جناب میاں نواز شریف صاحب جو عورت کی حکمرانی کے خلاف ہمارے ساتھ ایک مسلسل جہاد میں لگے ہوئے ہیں، اُن سے میری ایک گذارش ہے کہ پنجاب کی حد تک (میاں نواز شریف اُس وقت پنجاب کے وزیر اعلیٰ تھے) وہ اس بل سے جس قدر استفادہ کر سکتے ہیں اس کو مدِ نظر رکھیں، قومی اسمبلی میں اس کے پاس کرائے جانے کے جو اُن کے دائرہ کار میں آسکتا ہے کر گذریں کہ پنجاب میں اسلامی رنگ نمایاں ہو جائے۔

مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ اتحاد کی برکت ہے کہ اسلامی جمہوری اتحاد کی طرف سے اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم کام کرا دیا۔ اگر ہم متحد نہ ہوتے تو سینٹ میں شاید ہم اس منزل تک نہ پہنچ سکتے۔ اور اگر اسی طرح متحد رہیں گے اور نفاذ شریعت کے ہدف پر کام کریں گے تو وہ دن دور نہیں جب شریعت بل قومی اسمبلی سے بھی ان شاء اللہ پاس ہو گا اور ملک میں عملاً نفاذ شریعت کی بہار آئے گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

نفاذِ شریعت ایکٹ ۱۹۹۰ء

سینٹ آف پاکستان نے مولانا سمیع الحق اور مولانا قاضی عبداللطیف کا پیش کردہ "شریعت بل" پانچ سال کی طویل بحث و تمحیص کے بعد ۱۳ مئی ۱۹۹۰ء کو متفقہ طور پر "نفاذِ شریعت ایکٹ ۱۹۹۰ء" کے عنوان کے ساتھ منظور کر لیا۔ یہ بل ۱۳ جون ۱۹۸۵ء کو ایوانِ بالا سینٹ کو ایوانِ بالا میں پیش کیا گیا تھا اور اس پر پانچ سال کے دوران متعدد کمیٹیوں نے کام کیا اور اسے سینٹ سیکرٹریٹ کی طرف سے عوام کی رائے معلوم کرنے کے لیے مشتہر بھی کیا گیا۔ بل میں مختلف حلقوں کی طرف سے متعدد ترامیم پیش کی گئیں اور ترامیم سمیت سینٹ نے بل کا جو آخری مسودہ متفقہ طور پر منظور کیا ہے اس کا متن درج ذیل ہے۔ (مرتب)

ہرگاہ کہ قراردادِ مقاصد کو، جو پاکستان میں شریعت کو بالادستی عطا کرتی ہے، دستورِ اسلامی جمہوریہ پاکستان ۱۹۷۳ء کے مستقل حصے کی حیثیت سے شامل کر لیا گیا ہے۔

اور ہرگاہ کہ مذکورہ قراردادِ مقاصد کے اغراض کو بروئے کار لانے کے لیے ضروری ہے کہ شریعت کے فی الفور نفاذ کو یقینی بنایا جائے۔

لہٰذا حسب ذیل قانون بنایا جاتا ہے:۔

① مختصر عنوان، وسعت اور آغازِ نفاذ

(۱) یہ ایکٹ نفاذِ شریعت ایکٹ ۱۹۹۰ء کے نام سے موسوم ہوگا۔

(۲) یہ پورے پاکستان پر وسعت پذیر ہوگا۔

(۳) یہ فی الفور نافذ العمل ہوگا۔

(۴) اِس میں شامل کسی امر کا اطلاق غیر مسلموں کے شخصی قوانین پر نہیں ہوگا۔

۲ تعریفات

اس ایکٹ میں تاوقتیکہ متن سے اس سے مختلف مطلوب ہو، مندرجہ ذیل عبارات سے وہ مفہوم مراد ہے جو یہاں ترتیب وار دیا گیا ہے:۔

(الف) "حکومت" سے مراد

(اوّل) کسی ایسے معاملے سے متعلق جسے دستور میں وفاقی قانون سازی کی فہرست یا مشترکہ قانون سازی کی فہرست میں شمار کیا گیا ہو یا کسی ایسے معاملے کے بارے میں جس کا تعلق "وفاق" سے ہو "وفاقی حکومت" ہے، اور

(دوم) کسی ایسے معاملے سے متعلق جسے مذکورہ فہرستوں میں سے کسی ایک میں شمار نہ کیا گیا ہو یا کسی ایسے معاملے بارے میں جس کا تعلق صوبے سے ہو "صوبائی حکومت" ہے۔

(ب) شریعت کی تشریح وتفسیر کرتے وقت قرآن وسنّت کی تشریح وتفسیر کے مسلّمہ اصول وقواعد کی پابندی کی جائے گی اور راہنمائی کے لیے اسلام کے مسلّمہ فقہاء کی تشریحات اور آراء کا لحاظ رکھا جائے گا جیساکہ دستور کی دفعہ ۲۲۷ شق (۱) کی تشریح میں ذکر کیا گیا ہے۔

(ج) "عدالت" عدالت سے کسی عدالت عالیہ کے ماتحت کوئی عدالت مراد ہے اس میں وہ ٹریبونل یا مقتدرہ شامل ہے جسے فی الوقت نافذ العمل کسی قانون کی رُو سے یا اس کے تحت قائم کیا گیا ہو۔

(د) "قراردادِ مقاصد" سے مراد وہ قراردادِ مقاصد ہے جس کا حوالہ دستور کے آرٹیکل ۲ (الف) میں دیا گیا ہے اور جس کو دستور کے ضمیمے میں درج کیا گیا ہے۔

(ہ) "مقررہ" سے مراد اس ایکٹ کے تحت مقرّرہ قواعد ہیں۔

(و) "مستند دینی مدرسہ" سے مراد پاکستان یا بیرونِ پاکستان کا وہ دینی مدرسہ جسے یونیورسٹی گرانٹس کمیشن یا حکومت قواعد کے مطابق تسلیم کرتی ہو۔

(ھ) "مفتی" سے مراد شریعت سے کماحقہ واقف وہ مسلمان عالم ہے جو کسی باقاعدہ دینی مدرسہ کا سند یافتہ اور تخصیص فی الفقہ کی سند حاصل کر چکا ہو اور پانچ سال کسی مستند دینی مدرسہ میں علومِ اسلامی کی تدریس یا افتاء کا تجربہ رکھتا ہو یا جو دس سال تک کسی مستند دینی مدرسے میں علوم اسلامی کی تدریس یا افتاء کا تجربہ رکھتا ہو اور جسے اس قانون کے تحت شریعت کی تشریح اور تعبیر کرنے کے لیے عدالتِ عظمیٰ، کسی عدالتِ عالیہ یا وفاقی شرعی عدالت کی کی اعانت کے لیے مقرر کیا گیا ہو۔

(۳) شریعت کی بالادستی — شریعت پاکستان کا اعلیٰ ترین قانون ہوگا اور اسے مذکورہ ذیل طریقے سے نافذ کیا جائے گا اور کسی رواج یا دستور العمل میں شامل کسی امر کے علی الرغم ہوگی۔

(۴) عدالتیں شریعت کے مطابق مقدمات کا فیصلہ کریں گی — (۱) اگر کسی عدالت کے سامنے یہ سوال اٹھایا جائے کہ کوئی قانون یا قانون کا کوئی حکم شریعت کے منافی ہے تو عدالت اگر اسے اطمینان ہو کہ سوال غور طلب ہے، ایسے معاملات کی نسبت جو دستور کے تحت وفاقی شرعی عدالت کے اختیارِ سماعت کے اندر آتے ہوں وفاقی شرعی عدالت سے استصواب کرے گی اور مذکورہ عدالت مقدمہ کا ریکارڈ طلب کر سکے گی اور اس کا جائزہ لے سکے گی اور امرِ تنقیح طلب کا ساٹھ دن کے اندر اندر فیصلہ کرے گی۔

مگر شرط یہ ہے کہ اگر سوال کا تعلق کسی ایسے مسئلے سے ہو جو دستور کے تحت وفاقی شریعت کورٹ کے دائرۂ اختیار سے باہر ہو تو عدالت امرِ تنقیح طلب کو عدالتِ عالیہ کے حوالے کر دے گی جو اس کا ساٹھ دن کے اندر اندر فیصلہ کرے گی۔

مزید شرط یہ ہے کہ عدالت کسی ایسے قانون یا قانون کے حکم کی نسبت اس کے شریعت کے منافی ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں کسی سوال پر غور نہیں کرے گی جس کا وفاقی شرعی عدالت یا عدالتِ عظمیٰ کی شرعی مرافعہ بنچ پہلے ہی جائزہ لے چکی ہو اور اس کے منافی نہ ہونے کا فیصلہ کر چکی ہو۔

(۲) ذیلی دفعہ (۱) کا دوسرا فقرہ شرطیہ وفاقی شرعی عدالت یا عدالتِ عظمیٰ کی شرعی مرافعہ بنچ کی جانب سے دیئے گئے کسی فیصلے یا صادر کسی حکم پر نظرِ ثانی کرنے کے اختیار پر اثر انداز نہیں ہوگا۔

(۳) عدالتِ عالیہ خود اپنی تحریک پر یا پاکستان کے کسی شہری یا وفاقی حکومت یا کسی صوبائی حکومت کی درخواست پر یا ذیلی دفعہ (۱) کے پہلے فقرہ شرطیہ کے تحت اس سے کیے گئے کسی استصواب پر اس سوال کا جائزہ لے سکے گی اور فیصلہ کر سکے گی کہ آیا کوئی مسلم شخصی قانون کسی عدالت یا ٹربیونل کے ضابطۂ کار سے متعلق کوئی قانون یا کوئی اور قانون جو وفاقی شرعی عدالت کے دائرۂ اختیار سے باہر ہو یا مذکورہ قانون کا کوئی حکم شریعت کے منافی ہے یا نہیں۔

مگر شرط یہ ہے کہ سوال کا جائزہ لیتے ہوئے عدالتِ عالیہ توضیح طلب سوال سے متعلقہ شعبہ کا تخصیصی ادراک رکھنے والے ماہرین میں سے جن کو وہ مناسب سمجھے، کو طلب کرے اور ان کے نقطۂ نظر کی سماعت کرے گی۔

(۴) جبکہ عدالتِ عالیہ ذیلی دفعہ (۲) کے تحت کسی قانون یا قانون کے حکم کا جائزہ لینا شروع کرے اور اسے ایسا قانون یا قانون کا حکم شریعت کے منافی معلوم ہو، تو عدالتِ عالیہ ایسے قانون کی صورت میں جو دستور میں وفاقی فہرست قانون سازی یا مشترکہ فہرست قانون سازی میں شامل کسی معاملے سے متعلق ہو وفاقی حکومت کو یا کسی ایسے معاملے سے متعلق کسی قانون کی صورت میں جو ان فہرستوں میں سے کسی ایک میں بھی شامل نہ ہو صوبائی حکومت

کو ایک نوٹس دے گی جس میں ان خاص احکام کی صراحت ہو گی جو اسے بایں طور پر منافی معلوم ہوں اور مذکورہ حکومت کو اپنا نقطۂ نظر عدالتِ عالیہ کے سامنے پیش کرنے کے لیے مناسب موقع دے گی۔

(۵) اگر عدالتِ عالیہ فیصلہ کرے کہ کوئی قانون یا قانون کا کوئی حکم شریعت کے منافی ہے تو وہ اپنے فیصلے میں حسب ذیل بیان کرے گی۔

(الف) اس کی مذکورہ رائے قائم کرنے کی وجوہ

(ب) وہ حد جہاں تک ایسا قانون یا حکم بایں طور پر منافی ہے، اور

(ج) اس تاریخ کا تعین جس پر وہ فیصلہ نافذ العمل ہو گا۔

مگر شرط یہ ہے کہ ایسا کوئی فیصلہ اس میعاد کے گذرنے سے پہلے جس کے اندر عدالتِ عظمیٰ میں اس کے خلاف اپیل داخل ہو سکتی ہو یا جبکہ اپیل بایں طور داخل کر دی گئی ہو، اس اپیل کے فیصلے سے پہلے نافذ العمل نہیں ہو گا۔

(۶) عدالتِ عالیہ کو اس دفعہ کے تحت اپنے دیئے ہوئے کسی فیصلے یا صادر کردہ کسی حکم پر نظر ثانی کرنے کا اختیار ہو گا۔

(۷) اس دفعہ کی رُو سے عدالتِ عالیہ کو عطا کردہ اختیار سماعت کو کم از کم تین ججوں کی کوئی بنچ استعمال کرے گی۔

(۸) اگر ذیلی دفعہ (۱) یا ذیلی دفعہ (۲) میں محولہ کوئی سوال عدالتِ عالیہ کی یک رُکنی بنچ یا دو رُکنی بنچ کے سامنے اُٹھے تو اسے کم از کم تین ججوں کی بنچ کے حوالے کیا جائے گا۔

(۹) اس دفعہ کے تحت کسی کارروائی میں عدالتِ عالیہ کے قطعی فیصلے سے ناراض کوئی فریق مذکورہ فیصلے سے ساٹھ دن کے اندر عدالتِ عظمیٰ میں اپیل داخل کر سکے گا۔

مگر شرط یہ ہے کہ وفاق یا کسی صوبے کی طرف سے اپیل مذکورہ فیصلے کے چھ ماہ کے اندر داخل کی جاسکے گی۔

(۱۰) اس قانون میں شامل کوئی امر یا اس کے تحت کوئی فیصلہ اس قانون کے آغازِ نفاذ سے قبل کسی عدالت یا ٹریبونل یا مقتدرہ کی طرف سے کسی قانون کے تحت دی گئی سزاؤں، دیئے گئے احکام یا سنائے ہوئے فیصلوں، منظور شدہ ڈگریوں، ذمہ کیے گئے واجبات، حاصل شدہ حقوق، کی گئی تشخیصات، وصول شدہ رقوم یا اعلان کردہ قابلِ ادا رقوم پر اثر انداز نہیں ہوگا۔

تشریح:۔ اس ذیلی دفعہ کی غرض کے لیے "عدالت" یا "ٹریبونل" سے مراد اس قانون کے آغازِ نفاذ سے قبل کسی وقت کسی قانون یا دستور کی رُو سے یا اس کے تحت قائم شدہ کوئی عدالت یا ٹریبونل ہوگی اور لفظ "مقتدرہ" سے مراد فی الوقت نافذ العمل کسی قانون کے تحت قائم شدہ کوئی مقتدرہ ہوگی۔

(۱۱) کوئی عدالت یا ٹریبونل بشمول عدالتِ عالیہ کسی زیرِ سماعت یا اس قانون کے آغازِ نفاذ کے بعد شروع کی گئی کسی کارروائی کو محض اس بناء پر موقوف یا ملتوی نہیں کرے گی کہ یہ سوال کہ کیا کوئی قانون یا قانون کا حکم شریعت کے منافی ہے یا نہیں عدالتِ عالیہ یا وفاقی شرعی عدالت کے سپرد کر دیا گیا ہے یا یہ کہ عدالتِ عالیہ نے اس سوال کا جائزہ لینا شروع کر دیا ہے اور ایسی کارروائی جاری رہے گی اور اس میں امرِ دریافت طلب کا فیصلہ فی الوقت نافذ العمل قانون کے مطابق کیا جائے گا بشرطیکہ عدالتِ عالیہ ابتدائی سماعت کے بعد یہ فیصلہ نہ دیدے کہ زیرِ سماعت مقدمات کو عدالت کے فیصلے تک روک دیا جائے۔

⑤ شریعت کے خلاف احکامات دینے پر پابندی

انتظامیہ کا کوئی بھی فرد بشمول صدرِ مملکت، وزیرِ اعظم اور وزیرِ اعلیٰ شریعت کے خلاف کوئی حکم نہیں دے سکے گا اور اگر ایسا کوئی حکم دے دیا گیا ہو تو اسے عدالتِ عالیہ میں چیلنج کیا جا سکے گا۔

⑥ عدالتی عمل اور احتساب

حکومت کے تمام عمال دستور کے تابع رہتے ہوئے

اِسلامی نظامِ انصاف کے پابند ہوں گے اور شریعت کے مطابق عدالتی احتساب سے بالاتر نہیں ہوں گے ۔

⑦ علماء کو جج اور معاونینِ عدالت مقرر کیا جاسکے گا

(۱) ایسے تجربہ کار اور مستند علماء جو اس قانون کے تحت مفتی مقرر کیے جانے کے اہل ہوں، عدالتوں کے ججوں اور معاونینِ عدالت کے طور پر مقرر کیے جانے کے بھی اہل ہوں گے ۔

(۲) ایسے اشخاص جو پاکستان یا بیرونِ ملک اس مقصد کے لیے متعلقہ حکومت کے تسلیم شدہ اسلامی علوم کے معروف اداروں اور مستند دینی مدارس سے شریعت کا راسخ علم رکھتے ہوں فی الوقت نافذ العمل کسی دیگر قانون میں شامل کسی امر کے باوجود شریعت کی تشریح اور تعبیر کے لیے عدالت کے سامنے اس مقصد کے لیے وضع کیے جانے والے قواعد کے مطابق پیش ہونے کے اہل ہوں گے۔

(۳) صدر، چیف جسٹس عدالتِ عالیہ کے مشورے سے ذیلی دفعہ (۱) کی غرض کے لیے قواعد مرتب کرے گا جن میں ججوں اور عدالتوں میں معاونینِ عدالت کی حیثیت سے تقرر کے لیے مطلوبہ اہلیت اور تجربہ کی وضاحت ہو گی ۔

(۴) ایسے اشخاص جو بین الاقوامی اِسلامی یونیورسٹی اسلام آباد یا کسی دیگر یونیورسٹی سے قانون اور شریعت میں گریجویٹ یا پوسٹ گریجویٹ ڈگریاں رکھتے ہوں، فی الوقت نافذ العمل کسی دیگر قانون میں شامل کسی امر کے باوجود، اس غرض کے لیے حکومت کے وضع کردہ قواعد کے مطابق ایڈووکیٹ کی حیثیت سے اندراج کے اہل ہوں گے ۔

(۵) اس دفعہ کے احکام کسی طور پر بھی قانون پیشہ اشخاص اور مجالسِ وکلاء سے متعلق قانون کے تحت اندراج شدہ وکلاء کے مختلف عدالتوں، ٹربیونلوں اور دیگر مقتدرات بشمول عدالتِ عظمیٰ، کسی عدالتِ عالیہ یا وفاقی شرعی عدالت میں پیش ہونے کے حق پر اثر انداز نہیں ہوں گے ۔

۸ مُفتیوں کا تقرر

(۱) صدر، چیف جسٹس پاکستان یا چیف جسٹس وفاقی شرعی عدالت اور چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل کے مشورہ سے، جس طرح وہ مناسب تصور کرے ایسے اور اتنے مُفتیوں کا تقرر کرے گا جو عدالتِ عظمیٰ، عدالتِ عالیہ اور وفاقی شرعی عدالت کی شریعت کے احکام کی تعبیر و تشریح میں اعانت کے لیے مطلوب ہوں۔

(۲) ذیلی دفعہ (۱) کے تحت مقرر کردہ کوئی مفتی صدر کی رضامندی کے دوران اپنے عُہدہ پر فائز رہے گا اور اس کا عہدہ فی الوقت کسی نائب اٹارنی جنرل برائے پاکستان کے برابر ہوگا۔

(۳) مفتی کا یہ فرض ہوگا کہ وہ حکومت کو ایسے قانونی امور کے بارے میں جن پر شریعت کی تشریح و تعبیر درکار ہو مشورہ دے اور ایسے دیگر فرائض انجام دے جو حکومت کی طرف سے اس کے سپرد یا اس کو تفویض کیے جائیں اور اسے حق حاصل ہوگا کہ اپنے فرائض کی بجاآوری میں عدالتِ عظمیٰ اور عدالتِ عالیہ میں جبکہ وہ اس قانون کے تحت اختیارِ سماعت استعمال کر رہی ہوں اور وفاقی شرعی عدالت میں سماعت کے لیے پیش ہو۔

(۴) کوئی مفتی کسی فریق کی وکالت نہیں کرے گا بلکہ کارروائی سے متعلق اپنی دانست کے مطابق شریعت کے حکم بیان کرے گا، اس کی توضیح، تشریح و تعبیر کرے گا اور شریعت کی تشریح کے بارے میں اپنا تحریری بیان عدالت میں پیش کرے گا۔

(۵) حکومتِ پاکستان کی وزارتِ قانون و انصاف مُفتیوں کے بارے میں انتظامی امور کی ذمہ دار ہوگی۔

۹ شریعت کی تدریس و تربیت

(۱) مملکت، اسلامی قانون کے مختلف شعبوں میں تعلیم و تربیت کے لیے مؤثر انتظامات کرے گی تاکہ شریعت کے مطابق نظامِ عدل کے لیے تربیت یافتہ افراد دستیاب ہو سکیں۔

(۲) مملکت، ماتحت عدلیہ کے ارکان کے لیے وفاقی جوڈیشل اکادمی اسلام آباد اور

اس طرح کے دیگر اداروں میں مسلّمہ مکاتبِ فکر کے فقہ اور اصولِ فقہ کی تدریس و تربیت نیز باقاعدہ وقفوں سے تجدیدی پروگراموں کے انعقاد کے لیے مؤثر انتظامات کرے گی۔

(۳) مملکتِ پاکستان کے لاء کالجوں میں مسلّمہ مکاتبِ فکر کے فقہ اور اصولِ فقہ کے جامع اسباق کو نصاب میں شامل کرنے کے لیے مؤثر اقدامات کرے گی۔

(۱۰) معیشت کو اسلامی بنانا

(۱) مملکت اس امر کو یقینی بنانے کے لیے اقدامات کرے گی کہ پاکستان کے معاشی نظام کی تعمیر اجتماعی عدل کے اسلامی معاشی اصولوں، اقدار اور ترجیحات کی بنیاد پر کی جائے اور دولت کمانے کے اُن تمام ذرائع پر پابندی ہو جو خلافِ شریعت ہیں۔

(۲) صدر، اس قانون کے آغازِ نفاذ کے ساٹھ دن کے اندر ایک مستقل کمیشن مقرر کرے گا جو ماہرینِ معاشیات علماء اور منتخب نمائندگانِ پارلیمنٹ پر مشتمل ہوگا جن کو وہ موزوں تصور کرے اور ان میں سے ایک کو اس کا چیئرمین مقرر کرے گا۔

(۳) کمیشن کے چیئرمین کو حسبِ ضرورت ممبر مقرر کرنے کا اختیار ہوگا۔

(۴) کمیشن کے کارہائے منصبی حسبِ ذیل ہوں گے:۔

(الف) معیشت کو اسلامی بنانے کے عمل کی نگرانی کرنا اور عدم تعمیل کے معاملات وفاقی حکومت کے علم میں لانا۔

(ب) کسی مالیاتی قانون یا محصولات اور فیسوں کے عائد کرنے اور وصول کرنے سے متعلق کسی قانون یا بنکاری اور بیمہ کے عمل اور طریقۂ کار کو اسلام سے ہم آہنگ کرنے کے لیے سفارش کرنا۔

(ج) دستور کے آرٹیکل ۳۸ کی روشنی میں عوام کی سماجی اور معاشی فلاح و بہبود کے حصول کیلئے پاکستان کے معاشی نظام میں تبدیلیوں کی سفارش کرنا اور

(د) ایسے طریقے اور اقدامات تجویز کرنا جن میں ایسے موزوں متبادلات شامل ہوں

جن کے ذریعے وہ نظام معیشت نافذ کیا جا سکے جسے اسلام نے پیش کیا ہے۔

(۵) کمیشن کی سفارش پر مشتمل ایک جامع رپورٹ اس کے تقرر کی تاریخ سے ایک سال کی مدت کے اندر وفاقی حکومت کو پیش کی جائے گی اور اس کے بعد کمیشن حسب ضرورت وقتاً فوقتاً اپنی رپورٹیں پیش کرتا رہے گا، البتہ سال میں کم از کم ایک رپورٹ پیش کرنا لازمی ہوگا۔ کمیشن کی رپورٹ حکومت کو موصول ہونے کے ۳ ماہ کے اندر پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں اور تمام صوبائی اسمبلیوں کے سامنے بحث کیلئے پیش کی جائے گی۔

(۶) کمیشن کو ہر لحاظ سے جس طرح وہ مناسب تصور کرے اپنی کارروائی کے انصرام اور اپنے طریقۂ کار کے انضباط کا اختیار ہوگا۔

(۷) جملہ انتظامی مقتدرات، ادارے اور مقامی حکام کمیشن کی اعانت کریں گے۔

(۸) وزارتِ خزانہ حکومتِ پاکستان اس کمیشن سے متعلق انتظامی امور کی ذمہ دار ہوگی۔

(۱۱) ذرائع ابلاغ عامہ اسلامی اقدار کو فروغ دیں گے

مملکت کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ ایسے مؤثر اقدام کرے جن کے ذریعہ ذرائع ابلاغِ عامہ سے اسلامی اقدار کو فروغ ملے، نیز نشر و ابلاغ کے ہر ذریعہ سے خلافِ شریعت پروگرام فحاشی اور منکرات کی اشاعت پر پابندی ہوگی۔

(۱۲) تعلیم کو اسلامی بنانا

(۱) مملکت اسلامی معاشرہ کی حیثیت سے جامع اور متوازن ترقی کے لیے مؤثر اقدامات کرے گی تاکہ اس امر کو یقینی بنایا جا سکے کہ پاکستان کے نظامِ تعلیم و تدریس کی اساس اسلامی اقدار پر ہو۔

(۲) صدرِ مملکت اس قانون کے آغازِ نفاذ سے ساٹھ دن کے اندر تعلیم اور ذرائع ابلاغ کو اسلامی سانچہ میں ڈھالنے کے لیے ایک کمیشن مقرر کرے گا جو ماہرینِ تعلیم، ماہرینِ ابلاغِ عامہ، علماء اور منتخب نمائندگانِ پارلیمنٹ پر مشتمل ہوگا جن کو وہ موزوں تصور کرے اور ان میں سے ایک کو اس کا چیئرمین مقرر کرے گا۔

(۳) کمیشن کے چیئرمین کو حسب ضرورت مشیر مقرر کرنے کا اختیار ہو گا۔

(۴) کمیشن کے کارہائے منصبی یہ ہوں گے:۔

(الف) دفعہ (۱۱) اور اس دفعہ کی ذیلی دفعہ (۱) میں متذکرہ مقصد کے حصول کے لیے پاکستان کے تعلیمی نظام اور ذرائع ابلاغ کا جائزہ لے اور اس بارے میں سفارشات پیش کرے۔

(ب) تعلیم اور ذرائع ابلاغ کو اسلام کے مطابق ڈھالنے کے عمل کی نگرانی کرے اور عدم تعمیل کے معاملات وفاقی حکومت کے علم میں لائے۔

(۵) کمیشن کی سفارشات پر مشتمل ایک جامع رپورٹ اس کے تقرر کی تاریخ سے ایک سال کی مدت کے اندر وفاقی حکومت کو پیش کی جائے گی اور اس کے بعد کمیشن حسب ضرورت وقتاً فوقتاً اپنی رپورٹیں پیش کرتا رہے گا، البتہ سال میں کم از کم ایک رپورٹ پیش کرنا لازمی ہو گا، کمیشن کی رپورٹ حکومت کو موصول ہونے کے تین ماہ کے اندر پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں اور تمام صوبائی اسمبلیوں کے سامنے بحث کے لیے پیش کی جائے گی۔

(۶) کمیشن کو ہر لحاظ سے، جس طرح وہ مناسب تصوّر کرے، اپنی کارروائی کے انصرام اور اپنے طریقۂ کار کے انضباط کا اختیار ہو گا۔

(۷) جملہ انتظامی مقتدرات، ادارے اور مقامی حکام کمیشن کی اعانت کریں گے۔

(۸) وزارتِ تعلیم حکومتِ پاکستان اس کمیشن سے متعلق انتظامی امور کی ذمہ دار ہو گی۔

(۱۳) عمالِ حکومت کیلئے شریعت کی پابندی

انتظامیہ، عدلیہ اور مقننہ کے تمام مسلمان ارکان کیلئے فرائضِ شریعت کی پابندی اور کبائر سے اجتناب لازم ہو گا۔

(۱۴) قوانین کی تعبیر شریعت کی روشنی میں کی جائے گی

اس قانون کی غرض کیلئے:

(اوّل) قانونِ موضوعہ کی تشریح و تعبیر کر ... ت، اگر ایک سے زیادہ تشریحات اور تعبیرات ممکن ہوں تو عدالت کی

طرف سے اس تشریح و تعبیر کو کیا جائیگا جو اسلامی اصولوں اور فقہی قواعد و ضوابط اور اصول تنزیہہ کے مطابق ہو، اور

(دوم) جبکہ دو اور دو سے زیادہ تشریحات و تعبیرات مساوی طور پر ممکن ہوں تو عدالت کی طرف سے اُس تشریح و تعبیر کو اختیار کیا جائے گا جو اسلامی احکام اور دستور میں بیان کردہ حکمتِ عملی کے اصولوں کو فروغ دے۔

(۱۵) بین الاقوامی مالی ذمہ داریوں کا تسلسل | اس قانون کے احکام یا اسکے تحت دیئے گئے کسی فیصلے کے باوجود اس قانون کے نفاذ سے پہلے کسی قومی ادارے اور بیرونی ایجنسی کے درمیان عائد کردہ مالی ذمہ داریاں اور کیے گئے معاہدے مؤثر، لازم اور قابلِ عمل رہیں گے۔

تشریح: اس دفعہ میں "قومی ادارے" کے الفاظ میں وفاقی حکومت یا کوئی صوبائی حکومت، کوئی قانونی کارپوریشن، کمپنی، ادارہ، تجارتی ادارہ اور پاکستان میں کوئی شخص شامل ہوں گے۔ اور "بیرونی ایجنسی" کے الفاظ میں کوئی بیرونی حکومت، کوئی بیرونی مالی ادارہ، بیرونی سرمایہ منڈی، بشمول بنک اور کوئی بھی قرض دینے والی بیرونی ایجنسی بشمول کسی شخص کے شامل ہوں گے۔

(۱۶) موجودہ ذمہ داریوں کی تکمیل | اس قانون میں شامل کوئی امر یا اس کے تحت کوئی دیا گیا فیصلہ کسی عائد کردہ مالی ذمہ داری کی باضابطگی پر اثر انداز نہیں ہوگا بشمول ان ذمہ داریوں کے جو وفاقی حکومت یا کسی صوبائی حکومت یا کسی مالی یا قانونی کارپوریشن یا دیگر ادارے نے کسی دستاویزات کے تحت واجب کی ہوں یا اس کی طرف سے کی گئی ہوں خواہ وہ معاہداتی ہوں یا بصورتِ دیگر ہوں یا ادائیگی کے وعدے کے تحت ہوں اور یہ تمام ذمہ داریاں، وعدے اور مالی پابندیاں قابلِ عمل لازم اور مؤثر رہیں گی۔

(۱۷) قواعد | متعلقہ حکومت، سرکاری جریدے میں اعلان کے ذریعے اس قانون کی اغراض کی بجا آوری کے لیے وضع کر سکے گی۔

علماء اور وکلاء ایک ہی گاڑی کے دو پہیے ہیں

جمعیۃ علماء اسلام نے سیاست میں خالص دینی اور شرعی نقطہ نظر کو سامنے رکھا ہماری سیاست کا تمام محور نظامِ مصطفےٰ ہے

جمعیۃ علماء اسلام کی جانب سے ملک بھر میں عوامی رابطہ مہم کے پیشِ نظر قائد جمعیۃ مولانا سمیع الحق نے ملک بھر کا دورہ کیا مورخہ ۱۰ اپریل ۱۹۸۸ء کو مردان تشریف لائے۔ اکابر علماء، مشائخ اور جمعیۃ کے کارکنوں سے خطابات کے علاوہ مردان بار روم میں وکلاء سے مفصل خطاب بھی کیا اور سوال و جواب کی نشست بھی ہوئی۔ جناب مولانا طارق علی شاہ صاحب کوہاٹی ٹائپ ریکارڈر سے من و عن نقل کرکے نذرِ قارئین کر رہے ہیں۔

بار روم مردان میں وکلاء سے خطاب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم!

میرے قابلِ احترام معزز وکلاء اور قانون دان حضرات! میں آپ کا انتہائی شکرگذار ہوں کہ ایسے وقت میں کہ مقدمات اور عدالتوں کا انتہائی مصروفیت کا

وقت ہے۔ آپ مجھ جیسے ناچیز انسان کے لئے یہاں تشریف لائے، میری عزت افزائی کی۔ وقت چونکہ کم ہے اور جمعرات کے روز اکثر نصف وقت ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ہمارے اور پروگرام بھی ہیں۔ میں انشاء اللہ آپ کا قیمتی وقت زیادہ نہ لوں گا۔

ملک کے انقلاب میں علماء اور وکلاء کا کردار

یہ میرے لئے بڑا اہم اعزاز اور وقت کا اہم تقاضہ ہے کہ ملک کے ہر اس طبقہ سے ملاقات ہو، بات چیت ہو، جس کے ہاتھ میں اس ملک کی تقدیر وابستہ ہے۔ میں ہمیشہ یہ کہتا ہوں اور جمعیۃ کی اس سے رابطہ مہم ہیں، پچھلے ہفتہ میں میری بڑی خوشی یہ تھی کہ ساتھیوں نے فیصل آباد، ملتان اور ایبٹ آباد، ان اہم شہروں میں وکلاء بھائیوں سے ملاقات کا پروگرام بنایا تھا۔ ان میں ہزار، آٹھ سو کے قریب وکلاء موجود تھے اور ہم نے ایک دوسرے کی باتیں سنیں۔ میں نے وہاں بھی یہ کہا کہ ہم ہزاروں لوگوں سے ملاقات کریں یا لاکھوں کے اجتماعات سے خطاب کریں اس کی اتنی افادیت نہیں جتنا کہ ہم اپنے وکلاء بھائیوں سے ملیں ہم ان کی باتیں سنیں اور وہ ہماری باتیں سنیں۔ اس لئے کہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس ملک کا نظام بدل سکتا ہے۔ اس کے حالات درست ہو سکتے ہیں تو اس میں دو طبقے ایک کلیدی کردار ادا کر سکتے ہیں۔ ایک علماء کرام دوسرے وکلاء عظام۔ یہ دو طبقے جدا جدا نہیں ہیں۔ اسلام کی تاریخ میں قرآن وسنّت اور قوانین کی تعبیر وتشریح، ان کی تفصیلات بیان کرنا، ان کے مطابق فیصلہ کرنے والوں کو فقہا کہا جاتا تھا۔ جن کو اسلامی تاریخ میں فقیہہ اور عالم کہا جاتا تھا اور قاضی کہا جاتا تھا۔

نئے انقلاب سے جب استعمار کا دور آیا اور سامراجیت عالم اسلام پر مسلط ہوئی انہوں نے ہمارے اور آپ کے علماء اور وکلاء کے درمیان ایک تفریق پیدا کر دی

اور یہ استعماری قوتوں کی ایک بڑی کامیابی تھی۔ کہ ان دونوں طبقوں کو ایک دوسرے سے بالکل متنفر کر دیا جائے۔ اور محاذ آرائی کی صورت پیدا کر دی جائے۔ اسلامی تاریخ، قرآن و سنّت اور ان علوم کے جو فقہا ہیں ان کو وکلا کے ساتھ لڑا دیا جائے اور نفرت کی خلیج اتنی بڑھ گئی کہ وکیل کا تصور یہ ہے کہ عالم کو کیا سمجھ ہے یہ تو دو رکعت کا امام ہے (العیاذ باللہ) دو سورتیں یاد کیں اور تیمم اور غسل کی باتیں بس یہی علم اور عالم کا کام ہے۔ یہ خالص انگریز نے ان کو کچھ پٹی پڑھائی ہے کچھ مفادات ان کے سامنے رکھے ہیں اور یہ بالکل لکیر کے فقیر ہیں اور ان کو کچھ پتہ نہیں انہوں نے بڑے زور شور سے ذہنوں میں یہ بات ڈالی اور وکیل اور عالم کو ایک دوسرے کا دشمن بنا دیا۔ اب وکیل علماء کے بارے میں غلط فہمی میں ہے اور علماء اس طبقہ کے بارے میں بالکل غفلت میں ڈال دیئے گئے ہیں۔ یہ شریعت بل کا مسئلہ جو پیش ہوا۔ چار سال تک چلتا رہا۔ اس میں قانون، دستور اور نظام کی تبدیلی کی بات تھی۔ براہِ راست ہماری بات کہاں سنتے ہیں۔ کمیٹیوں کے ذریعے سے بات چیت ہوتی تو جج اور وکلاء صاحبان سے بھی بات چیت ہوتی اس لئے کہ پارلیمنٹ میں بھی ٹاپ کے وکلاء اور جج حضرات موجود ہیں۔ جب میں نے ان سے بات چیت کی تو مجھے اندازہ ہوا کہ یہ طبقہ علماء کے بارے میں انتہائی غلط فہمی میں ہے۔ اسلامی نظام اور قوانین کے بارے میں غلط فہمیاں ہیں۔ اور جس طرح ہمارے لئے انگریزی حجاب بنی ہوئی ہے، آپ کے لئے عربیت سے بے خبری حجاب ہے۔ ہم آپ کی حقیقت کو نہیں سمجھتے صرف انگریزی کی وجہ سے اور آپ کہتے ہیں کہ یہ بے چارے تو دو رکعت کے امام ہیں اور صرف قل ہو اللہ ان کو یاد ہے ہمارے سامنے آپ کے دستور اور آئین کی جدید ترین اور ساری دنیا کی محنتیں نہیں ہیں اور آپ کے سامنے اپنی وسیع تاریخ نہیں ہے۔ بہرحال وکلاء اور ججوں

کے سامنے جب میں نے یہ باتیں کیں تو وہ حیران اور ششدر رہ گئے۔ ہم کہتے ہیں کہ ان کا تصور یہ ہے کہ اسلام اچانک خلا سے آیا ہے اس کا کوئی بیک گراؤنڈ نہیں۔ ہم نے ان کو بتایا کہ اسلام کے قوانین کی تعبیر و تشریح کا اتنا بڑا ذخیرہ ہے کہ دنیا کی کوئی قوم اس کا جواب نہیں دے سکتی۔ ایک عالم فقیہہ اسلامی قانون کا وکیل، اس کو حکومت وقت نے گرفتار کر لیا۔ اور کنوئیں میں محبوس کر دیا۔ یہ وکلاء علماء ہمیشہ ان آزمائشوں، امتحانات، حکومت سے جنگ میں یہ دو طبقے ہمیشہ آگے رہے ہیں۔ تو ان کو کنوئیں میں پھینک دیا گیا۔ اس نے کنوئیں میں سے قوانین کی تدوین و تشریح کا اپنے شاگردوں کو املا کرایا ہے جو اوپر بیٹھے ہوتے تھے اس کے پاس کتابیں نہیں تھیں۔ لائبریریاں نہیں تھیں۔ اور چالیس جلدوں میں وہ املا مرتب ہوا ہے جو اسلام کے قوانین کا عظیم ذخیرہ ہے۔ مبسوط سرخسی اس کو کہتے ہیں۔ اگر آپ کو عربیت کا حجاب نہ ہوتا اور آپ اس کا مطالعہ کرتے تو اس کی صحیح قدر و قیمت پہچانتے۔ کتنی باریکیاں، کتنے نکتے، کتنے پیچیدہ قانون کی تشریحات انہوں نے کی ہیں۔ ۳۰ جلدوں ہیں، کہ یہ بڑی الماری اس سے بھر سکتی ہے تو امام سرخسی رحمتہ اللہ علیہ نے مبسوط وہاں سے املا کرائی۔

فقہ اسلامی کی حقیقت

یہ فقہ، فقہ جو کہتے ہیں تصور میں یہ ڈالا ہوا ہے کہ یہ صرف وضو، نماز کی باتیں ہیں فقہ نام ہے قانون کا۔ اسلامی قانون کا وکیل بھی وہ ہے جو معاملے کی تہہ تک پہنچ جائے۔ معاملے کے سیاق و سباق سے، کیفیت سے ہر چیز سے واقف ہو۔ فقہ کی تعریف بھی آپ کے امام اعظم ابوحنیفہؒ نے سب سے اچھی کی ہے کہ فقہ کہتے ہیں فہم غرض المتکلم کو یعنی متکلم کے مقصد کو سمجھنا۔ یہ ایک خداداد شے ہے ہزاروں میں سے ایک آدمی بات کی تہ تک پہنچ سکتا ہے۔ کہ کس مفہوم سے متکلم بات کہہ رہا ہے۔ اور اس کا کیا مطلب ہے

یہ معنی ہیں فقہ کے۔ اور بڑی نعمت ہے اللہ تعالیٰ جس کو عطا کریں۔ قرآن بھی کہتا ہے کہ جس کو فقہ دی گئی تو یہ بڑی نعمت ہے اللہ کی۔ تو یہ فقہ اسلامی قانون ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اس آیت سے کیا مطلب ہے وہ اس کو واجب کرنا چاہتے ہیں یا فرض کرنا چاہتے ہیں؟ مستحب کرنا چاہتے ہیں؟ یا اس کو حرام کرنا چاہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا کیا مطلب ہے؟ اس کا تعلق فقاہت سے ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ کا شورائی طریق کار

خود امام اعظم ابوحنیفہؒ پارلیمنٹ (مجلس شوریٰ) منعقد کیا کرتے تھے جس میں دنیا کے بڑے بڑے وکلاء اور قانون دان بیٹھتے تھے۔ اس وقت کے علوم کے بادشاہ، علم کے، ادب کے، فلسفہ کے امام زفر رحمۃ اللہ علیہ۔ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ یہ ان کی پارلیمنٹ کے ممبران تھے۔ ایک مسئلہ پیش ہوتا اور اس پر قانونی بحث شروع ہوجاتی۔ وکلاء کی جنگ ہوتی۔ ایک ایک مسئلہ پر ان علماء نے چالیس چالیس دن تک بحث کی ہے۔ پھر امام ابوحنیفہؒ اپنی رائے دیتے اور مسئلہ مدون ہوتا اتنی محنت و کوشش کے بعد اسلام و قانون کی یہ تعبیرات و تشریحات اور یہ ذخیرے ہمارے پاس رکھے ہوئے ہیں۔

سوچنے کی بات

ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ جب پاکستان بنا تو وقت کا اہم تقاضا یہ تھا کہ علماء، فقہا اور وکلاء آپس میں مل کر بیٹھتے، ایک دوسرے کو پہچانتے۔ ملک کے حالات تبدیل کرنے کا احساس دونوں کو ہے۔ دونوں چاہتے ہیں کہ ہماری تقدیر بدل جائے۔ لیکن تقدیر بدلنے کے لئے ہم نے ابھی تک کوئی کام نہیں کیا۔ اصل بنیاد تو اس وقت شروع ہوتی جب کہ ہم اور آپ مل بیٹھتے اور فیصلہ کرتے کہ یہ نظام جو انگریز سے رہ گیا ہے ایک ڈھانچہ ہے اچھا ہے یا برا،

ہماری بنیاد پُر کرسکتا ہے یا نہیں۔ ہمارے لئے کافی ہوسکتا ہے یا نہیں۔ اس کو بدلنا چاہئے تو سب سے پہلے سیاستدانوں، علماء، وکلاء، سیاسی جماعتوں کو پہلے یہ سوچنا چاہئے تھا کہ ہم تو ایک غلام قوم ہیں۔ انگریز یہاں سے چلا گیا۔ ٹھیک ہے اس نے ہم کو ایک ڈھانچہ دیا تھا تعزیرات کا، قوانین وایڈمنسٹریشن کا، لیکن وہ تو ایک غلام قوم کے لئے تھا وہ تو قیدخانہ کے لئے قوانین بنائے گئے تھے جیل خانہ کے اپنے قوانین وضوابط ہوتے ہیں۔ انگریز کا مقصد یہ تھا کہ ایسا نظام بنائیں جس میں انسان کے لئے آسائش نہ ہو، آدمی آرام سے نہ بیٹھے، اس کو آسانی سے عدل نہ مل سکے، اس کو آسانی سے حقوق نہ مل سکیں۔ اور وہ خان بہادروں نوابوں، وڈیروں اور اس قسم کے لوگوں کے رحم وکرم پر رہیں۔ تمام بلوچستان وڈیروں کے حوالے ہوجائے اور وہ بھیڑ بکریوں کی طرح انسانوں کو استعمال کریں یہ ان کا ایک سیاسی مقصد تھا اور اس کے بغیر وہ حکومت نہیں کرسکتے تھے۔ وہ یہ چاہتے تھے کہ ہندوستانی عدالت کے چکروں میں رہے۔ کئی کئی سال مقدمات جاری رہیں۔ وہ چاہتے تھے کہ یہ روٹی، کپڑا، اور مکان کے لئے محتاج رہے بہرحال جیل کے قوانین تھے وہ تو چکی میں مشقت میں ڈالتے ہیں کہ یہ فارغ نہ رہے۔

آزادی کے تقاضے

اب جب ہم آزاد ہو گئے تو ہمیں سوچنا چاہئے تھا کہ اب ہم ایک آزاد قوم ہیں آیا اس نظام کو باقی رکھنا چاہیے یا نہیں۔ اسلام سے قطع نظر ہر آزاد قوم آزادی کے بعد سوچتی ہے کہ اب ہمیں وہی نقشہ غلامی والا رکھنا چاہیئے یا نہیں، یہ ہونا چاہیئے تھا یا نہیں؟ چین نے یہ سوچا، اسرائیل نے یہ سوچا، روس نے یہ سوچا، امریکہ نے یہ سوچا۔ امریکہ میں نظام کے بعد کتنی تبدیلیاں آئیں۔ ہمارا نظام قوانین سے بدلے گا اور تعزیرات سے! نظام جلسوں اور ہنگاموں سے نہیں بدلا کرتا۔ شور وشغب سے نظام نہیں بدلتا۔ منشوروں

سے نظام نہیں بدلتا۔ نظام بدلے گا قوانین سے، حدود و تعزیرات سے، ایڈمنسٹریشن کے ضوابط سے، اس نظام کو بدلنے کے لئے اس ملک میں کیا ہے؟ آپ نے ۴۲ سال میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں لائی۔ جو آپ اسی پہ چل رہے ہیں۔ اسمبلیاں بن رہی ہیں، قانون ساز اسمبلیاں، صوبائی اسمبلی، سینٹ بن رہی ہے کروڑوں، اربوں روپیہ اس پر خرچ ہو رہا ہے۔ سیاست کے نتیجے میں ایک طبقہ جاتا ہے اور دوسرا آجاتا ہے۔ لیکن وہ اسمبلیاں بھی ان قوانین پر کچھ غور نہیں کرتیں۔ آپ روزانہ سنتے ہیں مسودہ پیش ہوا، بل آیا قانون میں تبدیلی ہوگی۔ یہ سب دھوکہ اور فراڈ ہے۔ ہم ۱۶، ۱۷ سال وہاں بیٹھے ہیں یہ سب وہاں، زیادہ سے زیادہ الفاظ بدلتے رہتے ہیں یہ پیرا کم کردو یہ زیادہ کردو۔ وہاں بریکٹ بند ہے اس کو کھول دو۔ جہاں بریکٹ نہیں ہے وہاں لگادو۔ آپ مجھے بتائیے کہ ان چالیس سالوں میں کونسی قانون سازی دستور سازی ان ممبران نے، لیڈران نے قوم کے لئے کی؟

سیاستدانوں کی ذمہ داری

سیاستدانوں کو بھی چاہئے کہ آپ کو کچھ دیں، نئی روشنی نئے حالات کا تقاضا ہے لیکن وہاں یہ کچھ نہیں کرتے۔ ممبر گیا ہے پرمٹ کے لئے، لائسنس کے لئے، وہ زیادہ سے زیادہ لائسنس اور پرمٹ کے لئے کوشش کرتا ہے۔ قوم کا چھوٹے سے چھوٹا مسئلہ حل کرنے کی فکر میں ہے۔ لیکن ملک کی تقدیر بدلنے کی کوئی سوچ نہیں ہے ہر کوئی دل میں کہتا ہے کہ میں کرسی پر بیٹھوں، لوٹ کھسوٹ کروں اور کچھ نہیں سب وہی پرانا۔ لکیر کے فقیر والا حال ہے۔ آزاد قوموں کی پارلیمنٹ اور نظام اس طرح نہیں ہوا کرتا۔

دلچسپ لطیفہ

ایک مثال آپ سے کہتا ہوں جو نیجو کے دور

حکومت ۸۵ء میں جب اسمبلی بنی تو ایک ممبر نے قرارداد پیش کی کہ تلور کے شکار پر پابندی لگنی چاہیئے۔ یہ تلور ایک پرندہ ہے اب ڈھائی تین سال گذر گئے آپ سنتے رہے کہ تلور کے شکار پر پابندی لگنی چاہیئے۔ ڈھائی تین سال اسمبلی رہی لیکن اس کا فیصلہ نہ ہو سکا۔ یہ نظام ہی ایسا ہے۔ میں نے ایک دن اُن سے کہا کہ خدا تمہیں ہدایت دے۔

۱۵ء میں یحییٰ کے خلاف تحریک چلی پھر سوشلزم آیا پھر اور انقلابات آئے پھر بھٹو صاحب کی حکومت آئی۔ سات سال تک ان کے خلاف جنگ ہوتی رہی قوم نکلی۔ ہزاروں لوگوں نے قربانیاں دیں۔ پھر مارشل لاء آیا تو اس کے خلاف تحریک اور جدوجہد رہی۔ تو ۸۵ء تک یہ ۱۵ سال جدوجہد ہوئی اور ایک اسمبلی بنی تو یہ پندرہ سال جنگ صرف تلور کی پابندی کے لیئے ہوئی کہ اس پر پابندی لگائی جائے۔

بہرحال مسئلہ اس طرح رہا کہ اسمبلی ڈس مس Dis Miss ہو گئی۔ تلور تو کب کا ختم ہو چکا۔ لوگ اُس کا شکار کرتے رہے اور یہ ۳ سال تک اس پر سوچتے رہے۔

اصل مسئلہ نظام کی تبدیلی کا ہے

اُن کا تمام طریقہ کار اس مروجہ نظام میں تبدیلی نہیں کر سکتا۔ اور مسئلہ ہمارا اور آپ کا نظام کی تبدیلی کا ہے سیاست کا نہیں۔ اس وجہ سے میں یہ نہیں کہتا کہ فلاں پارٹی خراب ہے فلاں اچھی۔ ہم ابھی اسی جگہ پر ہیں جہاں ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو تھے۔ ہمیں سوچنا چاہیئے تھا کہ موجودہ نظام ہماری حالت بدل سکتا ہے یا نہیں۔ اس پر تو آپ متفق ہیں کہ نہیں بدل سکتا۔ اگر یہ نظام ہماری حالت بدل سکتا تو ہمارے ملک میں مسائل نہ ہوتے۔ آج بیروزگاری نہ ہوتی۔ آج روٹی، کپڑا اور مکان کا مسئلہ نہ ہوتا، آج استحصال

نہ ہوتا، آج لوٹ کھسوٹ نہ ہوتی یہ تو اس نظام کی لعنت ہے۔ میں نے ان وکلاء بھائیوں سے کہا کہ آپ مجھے بتائیں کہ.......

روزگار مہیا کرنا ریاست کی بنیادی ذمہ داری ہے

ایک اسلامی ریاست..... ایک فلاحی ریاست کوئی سی بھی ہو وہ روٹی، کپڑے اور مکان کی ذمہ دار ہے یا نہیں۔ برطانیہ اور یورپ بھی ذمہ دار ہیں۔ آیا ایک اسلامی ریاست...... اسلام تو بڑی بات ہے، اسلام تو کہتا ہے کہ کتے کی ذمہ داری بھی ریاست پر ہے اسلام کا تو نام بھی یہاں نہیں آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عراق کے آخری سرے پر، دریائے فرات کے کنارے اگر ایک کتا بھی بھوک سے مر جائے تو میں اس کا ذمہ دار ہوں۔ خلیفہ وقت اعلان کرتا ہے کہ میں اس کا ذمہ دار ہوں اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھیں گے کہ یہ کیوں مرا۔ لؤمات الکلب علی شط الفرات لکان عمر مسئولا کتا مرے گا تو اللہ تعالیٰ مجھ سے اس کا پوچھیں گے۔ اسلام تو بڑی بات ہے آپ دوسرے ممالک کو دیکھیں برطانیہ، امریکہ ان ملکوں کو دیکھیں انہوں نے بھی آدمی کی روٹی، کپڑے اور مکان کی ذمہ داری لی ہے۔ روزگار مہیا کرنے کی ذمہ داری لی ہے۔ یہ لاکھوں نوجوان جو بے روزگار پھرتے ہیں۔ اسلامی ریاست تو بڑی بات ہے۔ آپ لندن جائیں۔ ایک نوجوان بیکار نہیں بیٹھ سکتا۔ کام نہیں کر سکتا تو حکومت کی ذمہ داری ہے کہ اس کو تنخواہ دے گی۔ لاکھوں نوجوان وہاں تنخواہ لیتے ہیں۔ کام نہیں ہے یہ حکومت کی ذمہ داری ہے ایک آدمی ریٹائرڈ ہو گیا۔ بوڑھا ہو گیا، کام نہیں کر سکتا تو اب حکومت کی ذمہ داری ہے کہ اس سے کام نہ لے بلکہ گھر بیٹھے اس کو تنخواہ دے ہزاروں بوڑھے ہمارے ملک میں پڑے ہوئے ہیں، وظیفہ لیتے ہیں اور کوئی انتظام نہیں۔ میں نے ان دوستوں سے کہا کہ اگر آپ کا یہ نظام اچھا ہے تو ایک نوجوان آپ کے قوانین

کے زور سے، عدالتوں اور تعزیرات سے روزگار حاصل کر سکتا ہے۔ ایک بیروزگار نوجوان آئے اور عدالت میں یہ مقدمہ دائر کرے کہ میں کیوں بیروزگار ہوں۔ تو آپ وزیراعظم کو عدالت میں بلا سکتے ہیں؟ آپ صدر کو عدالت میں بلا سکتے ہیں یا وزیراعلیٰ کے ساتھ محاسبہ کر سکتے ہیں کہ ایسا کیوں ہے؟ ایسا قانون نہیں ہے کہ قانون اور نظام کے ذریعے سٹیٹ کو مجبور کریں کہ اس نوجوان کو روزگار کیوں نہیں ملتا۔ وہ وزیراعظم نااہل ہے، وہ وزیراعلیٰ نااہل ہے، وہ صدر نااہل ہے کہ اس نوجوان کو روزگار نہیں ملتا۔ یا ایک آدمی بھوک سے مر رہا ہے۔ روٹی، کپڑے، مکان سے محروم ہے تو آپ کا یہ موجودہ نظام اس کو عدالت کے ذریعے رزق نہیں دے سکتا۔ یا ایک علاقہ طبی سہولتوں سے محروم ہے، روشنی سے محروم ہے۔ یہ ایک اسلامی اور فلاحی ریاست کے فرائض میں سے ہے تکفل۔ اس نظام میں تو یہ نہیں ہے یہ تو انگریز کا نظام ریاست ہے۔ اس کو کیا پڑی کہ آپ کے لئے یہ سب انتظام کرتا، وہ تو آپ پر حکومت کرنا چاہتا تھا اور انگریز کا نظام اس معنی میں ہے کہ انگریز کا چھوڑا ہوا ہے اور میں کہتا ہوں کہ

موجودہ مروّج نظام کو انگریزی نظام کہنا انگریزی نظام کی توہین ہے

انگریزی نظام جو انہوں نے اپنے لئے بنایا ہے وہ تو جانوروں کے بھی ذمہ دار ہیں۔ وہاں کوئی بھوک سے نہیں مرتا، وہاں بنیادی حقوق کا تحفظ ہے وہاں روٹی کپڑا مکان کی ذمہ داری ہے وہاں بغیر مکان کے کوئی نہیں رہتا۔ انگریز نے تو اپنے لئے ایسا نظام بنایا ہے یہ تو استحصالی اور غلامانہ نظام ہے اور .... نظام بدلنے کا طریقہ صرف قوانین ضوابط اور تعزیرات سے ہوتا ہے۔ ہم نظام بدلنے کی بات

کرتے ہیں غلط فہمی کی وجہ سے۔ یہ طبقے کہتے ہیں کہ ملّا ہمارا دشمن ہے۔ یہ ہمارے نظام پر قبضہ کرنا چاہتا ہے حالانکہ ایسا قطعاً نہیں خدا گواہ ہے۔

شریعت بل

ہم نے جب سینٹ میں شریعت بل پیش کیا تو سخت مقابلہ شروع ہو گیا اس میں بنیادی نکتہ یہ تھا (یعنی نظام کی تبدیلی کا) کوئی فرقہ واریت کا جھگڑا نہ تھا۔ ہم نے کہا کہ عدالتی نظام میں (CHANGE) لایا جائے۔ موجودہ دستور اور قوانین کی بجائے اللہ و رسول ﷺ کے قوانین اور احکام رکھے جائیں، انگریزی ہیں رکھے نہ جائیں۔ انتظامیہ پابند ہو جائے کہ غلط حکم نہ کیا جا سکے۔ ہر استحصال اور شریعت کے خلاف، چاہے صدر اور وزیر اعظم کا ہو خود بخود کالعدم ہو جائے اور مقننہ پر پابندی ہو۔ قانون ساز ادارے اپنی ذمہ داری محسوس کریں وہ عدالتوں کو اسلام قرآن و سنت کی روشنی میں قانون دیں قانون سازی مقننہ ہی کرے لیکن ان حدود سے نہ نکلے یہ ایک انقلاب تھا اگر یہ تین طبقے انتظامیہ، عدلیہ اور مقننہ بدل جائیں تو انقلاب تب آئے گا تو بڑا طوفان برپا ہو گیا کہ ملّا تو سب کچھ خراب کرنا چاہتا ہے تباہ کرنا چاہتا ہے۔

ہم نے ان سے کہا کہ خدا گواہ ہے ہم ہنستے تھے اور وہ نظام کے حامیوں سے کہتے تھے کہ آپ کا یہ تصور ہے کہ اگر شریعت نافذ ہو گئی تو ملّا لوگ بڑی بڑی پگڑیاں باندھے، عصا ان کے ساتھ ہوں گے، تسبیح ہاتھ میں لئے، نعرۂ تکبیر اللہ اکبر کہہ کر عدالتوں میں داخل ہو جائیں گے۔ اور ججوں، وکیلوں کی جگہوں پر قبضہ کریں گے۔ یہ تصور بالکل نہیں۔ ملّا یہ نہیں چاہتا وہ اپنا مدرسہ اپنی مسجد کو سب سے بڑی عزت سمجھتا ہے وہ تو یہ چاہتا ہے کہ خدا کے لئے آپ اس نظام کو بدل لیں۔ وکالت بھی کریں، جج بھی رہیں گے۔ لیکن یہ نظام صحیح نہیں۔ نظام تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ہے۔ بحیثیت مسلمان آپ کا بھی یہ ایمان اور عقیدہ ہے کہ وہی نظام ہمارے

مسائل حل کر سکتا ہے۔ اگر یہ نظام ہمارے اسلام کے نظام کے علاوہ ٹھیک ہوتا تو آج دنیا ایک نظام پر متفق ہو جاتی

کمیونزم کا برا انجام | اس ماہ میں اسلام کی حقانیت وصداقت آپ پر اس سے واضح ہو گئی کہ باہر بڑا ہنگامہ تھا کہ یہ نظام صحیح نہیں تو سرمایہ دارانہ نظام صحیح ہے۔ مغربی جمہوریت ٹھیک ہے آپ نے ۱۹۱۷ء میں اس کا حشر دیکھ لیا کہ ۱۹۱۷ء میں انقلاب آیا اور سرمایہ دارانہ نظام کو تہس نہس کر دیا اس ظالمانہ نظام کے ردعمل میں کمیونزم آیا۔ پھر ہم نے کہا کہ یہ کمیونزم ہی انسان کے مسائل کا حل ہے اس پر مہر لگا دی کہ یہ قیامت تک کے مسائل کا حل ہے، پھر اس کمیونزم کے لئے دنیا میں کتنا خون بہایا گیا ہے چین میں ایک مہینہ میں دو کروڑ (۲۰۰۰۰۰۰۰) انسانوں کو قتل کیا گیا اور یہاں جو قتل عام ہوا ہے کہ ہمیں پتہ بھی نہ چلا۔ لاکھوں، کروڑوں انسان اس نظام کے لئے قتل کر دئے گئے۔ دنیا کا سارا نقشہ درہم برہم ہو گیا۔ اس نظام کے لئے خدا اور رسول ؐ سے بغاوت کی گئی۔ تصور آخرت کو ختم کر دیا گیا۔ اخلاقی اقدار سے بغاوت کی گئی۔ شرافت کی نشانیاں مٹا دی گئیں کمیونزم کو لایا گیا۔ آپ نے کمیونزم کا حشر دیکھ لیا ایک نظریہ کے طور پر نہیں عملاً خود کمیونسٹوں نے اس ہفتہ میں اس سے ایسی بغاوت کی کہ دھوم دھام سے اس کا جنازہ نکال دیا۔

بڑے دھوم دھام سے کمیونسٹ ممالک میں کمیونسٹ نکل آئے ہیں اور وہ یہ مطالبہ نہیں کر رہے کہ کمیونزم میں اصلاح کرنی چاہئے۔ گوربا چوف جو اصطلاحات کر رہا ہے وہ کم ہیں اُن میں اضافہ ہونا چاہئے وہ یہ مطالبہ نہیں کر رہے۔

کمیونزم کی اصلاح نہیں خاتمہ | وہ سب ایک آواز ہو کر کہہ رہے ہیں کہ کمیونزم کو ختم کرو ہم اس نظام پر لعنت بھیجتے ہیں۔ کمیونزم سے

وابستہ لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر اس میں کچھ اصلاحات ہوتی ہیں تو یہ لوگ اس کو نہیں مانتے ۔ چیکوسلواکیہ میں ابھی تک جدوجہد ہو رہی ہے ان سے جب اصلاحات کا کہا گیا تو انہوں نے کہا کہ اصلاحات کیا ہوتی ہیں اس لعنتی نظام کو بالکل جڑوں سے ختم کر دیا جائے ۔ ایک بغاوت شروع ہے بلغاریہ میں ، ہنگری میں ۔ پولینڈ میں بغاوت ہوئی اور اس نظام کو مکمل طور پر دفن کر دیا گیا ۔ ابھی پچھلے دنوں آپ نے دیکھا کہ چاؤشسکو کے ساتھ کیا ہوا اور دیوار برلن کے پرخچے اڑا دئے گئے ۔ مشرقی یورپ جو پچاس سال تک کمیونزم کی وجہ سے منجمد تھا انہوں نے اس کو تہس نہس کر دیا ۔ ان قوموں نے علی الاعلان کہا کہ ہم اس کو ظلم کہتے ہیں ۔ ہم تو آزادی سے محروم تھے ۔ ہماری عزت نفس تباہ ہو گئی تھی ۔ ہم گائے بھینسوں کی طرح بندھے ہوئے تھے تو اپنے نظام سے کمیونزم سے علی الاعلان بغاوت اس بات کی دلیل ہے کہ ۱۹۱۷ء میں انسان نے سرمایہ دارانہ نظام مسترد کر دیا تھا اور ۱۹۸۹ء میں اس کمیونزم کو بھی مسترد کر دیا معلوم ہو گیا کہ اب دنیا میں نظام نہیں ہے ۔

۱۹۹۰ء کی دہائی اور مسلمان کی ذمہ داری

یہ ۱۹۹۰ء کے بعد جو دہائی ہے یہ دس سال نظام کے خلا کی دہائی ہے ان دس سالوں میں دنیا کے پاس کوئی نظام نہیں ہے ۔ امریکہ کے پاس کوئی نظام نہیں ، امریکہ پریشان ہے ۔ مشرقی یورپ امریکہ کے تسلط سے نکل گیا ۔ امریکہ اور روس دونوں کا تسلط یورپ پر تھا ۔ یورپ اب ان کے نظام سے آزاد ہو گیا ہے ۔ وہ اپنے لئے کوئی راستہ دیکھیں گے ۔ اور جب یورپ ان کے تسلط سے نکل گیا تو اقتصادی لحاظ سے امریکہ کا بھی جنازہ نکل گیا اور روس کا بھی ۔ روس میں خود جگہ جگہ انقلاب آ رہا ہے ۔ آذر بائیجان میں آپ دیکھیں ۔ مختلف ریاستوں میں ایک تحریک شروع ہے یہ حالت ایسی ہے ساری دنیا بے نظام ہو کر رہ گئی ہے اور جو نظام اللہ نے بھیجا ہے اس کی

ہیں یقین نہیں تھا۔ وہ ہم نے جاری نہیں کیا۔ روس اور امریکہ تو چاہتے ہیں کہ یہ نظام نہ ہو ان کا ایمان ہے کہ اگر یہ نظام ہو گا تو سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا وہ تو اسلام کے دشمن ہیں الکفر ملۃ واحدۃ وہ تو علی الاعلان ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ ہم آپس میں دشمن نہیں بلکہ ان کے دشمن ہیں۔

امریکی صدر کا روسی سربراہ کے نام خط

صدر نکسن (سابق صدر امریکہ) نے چار پانچ سال پہلے گورباچوف کو خط لکھا تھا جس میں اس نے لکھا تھا کہ اصل میں یہ مذہبی جنونی ہمارے دشمن ہیں آؤ کہ ان کے خلاف ایک ہو جائیں۔ افغانستان کے سلسلہ میں اس نے ابتداء میں نشان دہی کی تھی۔ اب افغانستان کے مسلمانوں نے یہ بتا دیا کہ ایمان اور جہاد کی قوت سے تمہارے ہر باطل نظام کو تہس نہس کر سکتے ہیں۔ روس کو انہوں نے یہ بتا دیا۔ ایران کا انقلاب اچھا تھا یا برا، اس میں بہت سی باتوں میں ہمارا اختلاف ہے لیکن اس انقلاب کی بنیاد بھی مذہب تھا۔ اس انقلاب نے امریکہ کو یہ بتا دیا کہ انسان اور مسلمان اگر اٹھ کھڑا ہو تو ساری سامراجیت کو تہس نہس کر سکتا ہے اور افغان مجاہدین نے روس کو یہ بتا دیا کہ افغان مجاہدین کے جہاد و ایمان کی قوت سے تمہارا سارا نظام تہس نہس ہو سکتا ہے۔ روس نے بھی تسلیم کر لیا کہ مسلمان بہت بڑی قوت ہیں امریکہ نے بھی تسلیم کر لیا۔ کسی نے ایران کے ذریعے، کسی نے افغانستان کے ذریعہ۔ اب وہ دونوں ایک ہو جائیں گے ان کے درمیان نفرت ختم ہو گئی ہے۔ ان کی ساری ایٹمی قوتیں اور جنگ ایک دوسرے کے لئے تھی اب جب وہ دونوں ایک ہو جائیں گے تو پھر کس سے مقابلہ کریں گے دنیا میں اور کونسی طاقت اور حریف ہے کہ جس کو وہ اپنا متفقہ دشمن سمجھتے ہوں وہ ہم اور آپ مسلمان ہیں یا نہیں؟ ان کی سرکشی میں ہماری بچت تھی۔ ہمارے دشمن آ[illegible] ہیں

ٹکرائے ہوئے تھے تو ہم ذرا امن میں تھے تو اب وہ سینہ بسینہ ایک ہوگئے ہیں اور نظام بچانے کا آپ کے اور ہمارے پاس ہے اس سے بہترین موقعہ نہیں۔

اسلامی نظام کا نمونہ عمل | کاش کہ عالم اسلام میں صحیح نظام ایک اسلامی ملک قائم کرتا تو لوگ اِدھر اُدھر نہ بھاگتے۔ ہمارے پاس آتے۔ مثلاً آج اگر افغانستان میں ایک صحیح اسلامی سٹیٹ قائم ہوجاتی تو روس کے مسلمان اس طرف نہ جاتے بلکہ اس فلاحی ریاست کے پیچھے چلتے جہاں کتے کی بھی روٹی کا انتظام ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ اگر میری بیٹی بھی چوری کرے تو اس کا بھی ہاتھ کاٹا جائے گا۔ جہاں بادشاہِ وقت امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو عدالت میں بلایا جاسکتا ہے اور ملزموں کے ساتھ ایک کٹہرے میں ان کو کھڑا کیا جاسکتا ہے۔ آپ کا نظام تو ایسا نظام ہے لیکن یہ نظام قائم ہونے نہیں دیتے۔ انگریز کے جانے کے بعد وہ ظالم ہم پر مسلط کئے کہ نہیں اس نظام میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ وہی وڈیرے سرمایہ دار اور سیاستدان کیا کر رہے ہیں ہر پارٹی دوسرے کے خلاف بولتی ہے کہ یہ چلے جائیں اور ہم آجائیں۔ بس یہی ملک کی اصلاح ہے کہ ان کو ہٹا دیں تو ہم بیٹھ جائیں گے۔ اور مسئلہ حل ہوجائے گا۔ اُس کو ہٹا دو گے تو تم لوٹ مار کرو گے۔ پہلے تو ساری قوم علماء و کلاء اٹھ کھڑے ہوں کہ ان ظالموں کو ہٹائیں پہلے اس نظام کو بدلیں۔ نظام وہی ہے وہی پرانی گاڑی، پنکچر ردی ۱۸۷۰ء کی گاڑی اس میں سو دفعہ ڈرائیور کو بدلیں نظام کو بدل سکتے ہیں ہے نئے زمانے کی گاڑی ہونی چاہئے۔ ہم لوگوں کو بھی دھوکا دیتے ہیں لوگ بے چارے نعرے لگاتے ہیں، محنت کرتے ہیں، قربانی دیتے ہیں جلسے کرتے ہیں

اور وہاں صرف چہرے بدل جاتے ہیں۔ موجودہ جمہوری نظام میں پہلے یہ کہتا تھا کہ

موجودہ طریق کار سے صرف چہرے بدل جاتے ہیں نظام نہیں بدلتا۔

کل میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ یہ بات بھی غلط ہے کہ چہرے بدل جاتے ہیں، چہرے بھی نہیں بدلتے۔ چہرے بھی فراڈ اور ملمع کے چہرے ہیں اور وہی چند چہرے ہیں جو چالیس سال سے اس نظام میں فٹ ہیں انہوں نے نقاب پہنے ہوئے ہیں، ایک لباس ہٹاتے ہیں اور دوسرا پہن لیتے ہیں جب نیچے سے دیکھیں تو وہی مسلم لیگی ہے اب پیپلی ہے پھر جب نقشہ بدلتا ہے پھر وہی بیٹھا ہے۔ ان اسمبلیوں میں آپ دیکھیں ایسے چہرے بدلتے ہیں جو ہر حال میں فٹ رہتے ہیں اس طریقے سے کیسے نظام بدلے گا اور آپ جمہوریت کے علمبردار بنے ہوئے ہیں کہ جمہوریت ہے، جمہوریت ہے یہ جمہوریت ہے جو ہمارے ملک میں ہے؟ یہ جمہوریت مسلم لیگ کی ہو یا پیپلز پارٹی کی۔ نواز شریف کی ہو یا بے نظیر کی یہ ایک دھوکا ہے اس جمہوریت کو آپ جمہوریت کہتے ہیں کہ ہر ممبر بھیڑ بکری کی طرح، گھوڑے خچر کی طرح روزانہ بکتا ہے۔ اس نظام میں آپ انقلاب لا سکتے ہیں؟ اس موجودہ رسہ کشی سے تو یہ معلوم ہو گیا کہ اس پارلیمینٹ سے کوئی مسئلہ حل نہ ہو گا اس لئے کہ آپ نے ممبر منتخب کیا ایک پارٹی کے لئے، ایک منشور کے لئے، ایک نظریہ کے لئے، جگہ جگہ گئے، ووٹ کے لئے، لوگوں سے لڑائیاں کیں لیکن اس ظالم کو کوئی پرواہ نہیں۔ وہ تو گدھا ہے اوپر کی زین بدلنا چاہتا ہے کبھی ہم اس کو سرخ زین پہنا دیتے ہیں کبھی سبز اور کبھی سفید اور کبھی زرد۔ گدھا تو گدھا ہے۔ کوئی ضابطہ نہیں کوئی ایسا نظام اس جمہوریت میں نہیں کہ یہ آدمی بدل گیا تو بس

آج سے ممبری ختم! یہ گھر واپس چلا جائے۔

ممبران اسمبلی کا جمعہ بازار

یہ تو آسان کام ہے آدمی ۲ ارب روپیہ باہر سے لے آئے تو دو سو ممبران کو خرید سکتا ہے۔ ہمارا سارا نظام، ڈھانچہ اور امت کی جد وجہد سب ۲ ارب روپیہ میں بدل سکتی ہے اس کو ۲۰۰ ووٹ چاہئیں۔ ۲۰۰ بھی نہیں ۱۲۰ ووٹ چاہئیں تو ایک ارب بیس کروڑ روپے چاہئے اگر امریکہ لے آئے تو نظام اس کے ہاتھ میں ہو گیا۔ اگر روس نے بھیجے تو نظام اس کے ہاتھ میں۔ لیبیا نے بھیجے تو نظام اس کے ہاتھ میں۔ ایران نے بھیجے تو اس کے ہاتھ میں ہو جائے گا۔ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ ان دو تین ماہ میں کیا ہوا جمعہ بازار لگا ہوا ہے آپ نظریاتی لحاظ سے جتنی بھی کوشش کریں ملک کو استحکام نہیں دے سکتے۔ ملک کا سیاسی ڈھانچہ قائم نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ اخلاقی ضابطہ نہیں۔ قانون اس کو روک نہیں سکتا۔ عوام اس کا احتساب نہیں کر سکتے کہ اس کے گریبان میں ہاتھ ڈالیں بہار ہو کہ خزاں لاالٰہ الااللہ۔ تو بہر حال اصل بات، ہماری جمعیت کا ابتداء سے یہ پیغام ہے کہ ہم نظام بدلنا چاہتے ہیں ہمارے بھائیوں کا ہم سے اختلاف تھا۔ ہم مارشل لاء کے دور میں شریعت کی آواز لگاتے تھے وہ کہتے تھے کہ مارشل لاء کے دور میں یہ بات! ہم نے کہا کہ جمہوریت کونسی اللہ ورسولؐ قرآن وسنت کی منصوص راہ ہے۔ ہمارے لئے مارشل لاء جمہوریت، پارٹی سسٹم، نان پارٹی سسٹم یہ سب سامراجی چیزیں ہیں۔ پہلا مسئلہ ملک کا نظام و تقدیر بدلنا ہے جو کہ شریعت سے بدل سکتا ہے جمعیت نے مارشل لاء کے دور میں بھی مسلسل اسمبلیوں اور پارلیمنٹ میں جنگ کی ہے کہ اسلام جاری ہو جائے۔ جونیجو کا دور آیا تو ہمارے دوست ناراض تھے کہ یہ نعرہ نہیں لگانا چاہئے (یعنی شریعت کا) بھئی کیوں؟ اس لئے کہ پارٹی سسٹم کے لحاظ سے

صحیح نہیں۔ میں نے پہلے تو کہا کہ آئین میں یہ قطعاً نہیں لکھا، آئین میں کوئی ایسی دفعہ نہیں کہ جو الیکشن پارٹی سسٹم پر ہو تو وہ الیکشن ہے اور جو پارٹی سسٹم پر نہ ہو تو وہ الیکشن نہیں۔ اس میں صرف الیکشن کا لکھا ہے اور اگر بالفرض محال لکھا بھی ہے تو یہ کونسا قرآن وسنت کا قانون ہے کہ پارٹی سسٹم اور نان پارٹی سسٹم ہم تو اسلام کا نعرہ اس میں بھی لگائیں گے اس لئے کہ دوسری طرف تم اس سے باہر جو قوتیں ہیں وہ نجات کی طرف ملک کو نہیں لے جا سکتے۔ جمہوریت ضروری ہے لیکن جمہوریت کے نتیجے میں کیا آئے گا۔ وہ صورت حال ہمارے سامنے ہے ہم نے کہا کہ ہمیں اس سے کوئی دلچسپی نہیں۔ بہرحال ان سیاستدانوں نے ہماری مخالفت کی۔ ہمارے بھائی بعض علماء بھی اس میں تھے۔ ہمارا ایل بھی سیاست کی نذر ہو گیا۔ اگر یہ مخالفت نہ ہوتی سیاست کی وجہ سے اور سب ایک قوت ہو جاتے تو اس وقت یہ انقلاب آسکتا تھا۔ ہم نے پارلیمنٹ تک ۳ لاکھ آدمیوں کو پہنچا دیا تھا۔ آپ کو پتہ ہوگا ہم نے صدر ضیاء الحق مرحوم کے گریبان میں ہاتھ ڈال دیئے تھے اور اس کو منافقت کے کتبے پہنائے تھے۔ کہ اللہ کی لعنت تم پہ نازل ہوگی خدا سے توبہ کرو۔ یہ سب ہنگامہ ہوا تھا لیکن یہ کہتے تھے

کہ علماء ہیں آمریت کو مضبوط کرنا چاہتے ہیں۔ ان کو چاہئے کہ M R D میں آ جائیں۔ ہمارا اختلاف یہی تھا۔ ہم سے کہتے تھے کہ آپ جمہوریت کی طرف کیوں نہیں آتے۔ ہم نے کہا کہ آپ کا راستہ جمہوریت کی طرف جاتا ہو تو جاتا ہو گا، لیکن شریعت کی طرف نہیں جاتا ہمیں تو صرف شریعت چاہئے

بہار ہو کہ خزاں
لا الہ الا اللہ

نتیجہ یہ ہوا کہ M R D کامیاب ہوئی اور ہمارے نظام اور جدوجہد کو نزک

پہنچائی اور اس کے نتیجہ میں وہ جسے جمہوریت کہتے تھے وہ حکومت آگئی۔ ٹھیک ہے اس جمہوریت کے نتیجہ میں جو حکومت آئی ہم اس سے بحث نہیں کرتے لیکن اب ہمارے یہی دوست دوبارہ نکل آئے ہیں۔ MRD کے جو ہمارے دوست تھے انہوں نے خود اب جمہوریت کے خلاف طوفان بنا رکھا ہے یا نہیں؟ آج وہ COP کی شکل میں ہمارے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہم ان سے کہتے ہیں کہ ہمارا ایک موقف تھا جو حق تھا۔ اا سال سے اس پر چل رہے ہیں آپ اپنے موقف سے کیوں پیچھے ہٹتے ہیں۔ وہ لیڈر نوابزادہ نصراللہ خاں ہوں یا جتوئی۔ مولانا فضل الرحمن ہوں یا جتنے بھی MRD کے لوگ ہیں۔ وہ اپنے موقف سے دستبردار ہو گئے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر جمہوریت ایسا ہی نسخہ کیمیا، اکسیر تھا تو اب خلاف کیوں کرتے ہو۔ پانچ سال تو صبر کرو ۵ سال صبر کرنا چاہئے یا نہیں۔ اس جمہوریت کے لئے انہوں نے اپنے رشتے ختم کر دئے، تفرقے پیدا کی اور جان بوجھ کر قوم پر یہ دن مسلط کیا۔ اب جو پودا کاشت کیا ہے اچھا ہے یا برا اس کا میوہ چکھنا چاہئے یا نہیں۔ لیکن اب کہتے ہیں کہ جمہوریت سے توبہ۔ ہم تو ان سے پہلے بھی یہی کہتے تھے۔

اصل چیز یہ ہے کہ ہم اور آپ مل کر انقلاب اور نظام کی تبدیلی کے لئے کوشش کریں۔ میں آپ سے اخلاص سے کہتا ہوں اللہ کی قسم ذمہ داری سیاستدانوں کی نہیں وہ تو عوام کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرتے ہیں ذمہ داری آپ پر ہے اور علماء پر ہے اور علماء اپنی جدوجہد میں لگے ہوتے ہیں۔ اور آپ کے بغیر گاڑی نہیں چل سکتی۔ یہ گاڑی کے دو پہئے ہیں وکیل اور عالم اگر ایک نہ ہوئے تو خدا کے سامنے جواب دہ بن گئے۔ اور ذمہ داری ہم پر ہوگی۔ لوگ جو بھی سیاست کریں، ہمیں نظام کے لئے انقلابی قدم اٹھانا چاہئے۔ دنیا کے نظام آپ نے دیکھ لئے اللہ کا

نظام ابھی تک رکھا ہوا ہے اور ہم نے اسے ابھی تک نہیں آزمایا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلامی نظام اپنانے اور نظام شریعت نافذ کرنے کی توفیق دے۔ آمین

علماء کا اختلاف نفاذِ شریعت میں رکاوٹ نہیں

وکلاء کے بالمشافہ سوالات

اور

مولانا سمیع الحق کے جوابات

س۔ اس ملک میں علماء صاحبان کا اتفاق کیوں نہیں جب کہ اسلام ایک ہے قرآن ایک ہے، خدا ایک اور رسولؐ بھی ایک ہے؟

ج۔ جہاں تک یہ مسئلہ ہے کہ علماء متفق کیوں نہیں ہوتے تو ہمیشہ یہ مسئلہ اٹھایا جاتا ہے جب بھی اسلام کی بات آتی ہے تو جو لوگ اس کے لئے تیار نہیں، وہ بعض علماء کے اختلاف کو سامنے لے آتے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ قوم کے مختلف طبقے ہیں اور علماء بھی قوم کا ایک طبقہ ہیں اور قوم کا کوئی طبقہ تمام باتوں میں متفق نہیں نہ وکلاء جو کہ علماء کی طرح ایک بڑا، پڑھا لکھا دانشور طبقہ ہے۔ ان کے درمیان بھی تمام مسائل میں راستے جدا جدا ہیں۔ جہاں بھی سیاست آتی ہے تو اب بھی یہ HALL اس پر ایک جگہ متفق نہیں۔ کوئی MRD کا ساتھی ہے کوئی نہیں ہے۔ علماء کا اختلاف اس وقت رکاوٹ ہوتا اگر اسلامی قانون یا اسلامی احکام کے بارے میں اختلاف ہوتا۔ جب جونیجو صاحب نے ۱۹ لیڈروں کی گول میز کانفرنس بلائی۔ میں بھی اس میں تھا اور یہ تینوں علماء

مولانا فضل الرحمن صاحب، نورانی صاحب اور علامہ عارف الحسینی صاحب اتفاق سے میرے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ نورانی صاحب نے طنزاً کہا:

" وہ شریعت بل کا کیا ہوا؟"

بے نظیر صاحبہ بھی اس میں تھیں۔ میں نے سوچا آج موقع ہاتھ آیا ہے قاضی حسین احمد صاحب بھی میرے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے تو میں نے کہا کہ جونیجو صاحب آج اللہ نے بات واضح کر دی ہے آج یہ تینوں بھی یہاں بیٹھے ہوئے ہیں اور انہوں نے شریعت بل سے اختلاف کیا ہے یہ لوگ قرآن و سنت کی روشنی میں بتائیں کہ شریعت بل کے کونسی دفعہ میں غلطی ہے اور اس میں کیا اختلاف ہے؟ تو ان تینوں کا رنگ پیلا پڑ گیا۔ میں نے کہا کہ کسی دفعہ میں کوئی اختلاف نہیں وہ کوئی مبہم شئے نہیں۔ لیکن بات صرف یہ ہے کہ آپ کے دور میں یہ نہیں مانتے کہ شریعت جاری ہو جائے اس لئے کہ آپ کے وجود میں ان کو اختلاف ہے اگر آپ سارا قرآن بھی نافذ کر دیں تو یہ نہیں مانیں گے۔ تو سیاست ایک ایسی شئے ہے کہ ہمارے درمیان نظام میں کوئی اختلاف نہیں۔ نہ دیوبندیوں کا نہ بریلویوں کا۔ آپ جتنے قوانین بنائیں اس کا تعلق معیشت سے ہے یا تمدن سے یا دنیا کے دیگر شعبوں سے ہو۔ یہ ہمارا اختلاف یعنی دیوبندیوں اور بریلویوں کا نظریاتی اختلاف ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ناظر ہیں یا نہیں۔ نور ہیں یا نور نہیں۔ بشر ہیں یا نہیں اس کا تعلق عدالت سے یا بازار سے یا منڈی سے یا سیاست سے نہیں ہم نے بار بار چیلنج دیا کہ بتاؤ کونسا قانون ہے جس میں ہمارا اختلاف ہو تو یہ ان دوستوں کو وضاحت کرنی چاہیئے کہ ہم نے شریعت کی جدوجہد جاری کی تھی تو آپ کا اختلاف کیوں ہے؟

تنویر قیصر شاھد

خصوصی ملاقات

قرارداد مقاصد سے شریعت بل تک جدوجہد

کی کہانی

سینیٹر مولانا سمیع الحق کی زبانی

جسے ہفت روزہ "زندگی" لاہور ۲۲ جون ۱۹۹۰ء کے شکریہ کے ساتھ نذر قارئین کیا جارہا ہے

یہ سارے مسلمانوں کا بل ہے

اہلحدیث، سُنّی، حنفی، شافعی، دیوبندی، بریلوی کوئی اس سے اختلاف نہیں کرسکتا۔

شریعت بل نے

مولویوں کی اجارہ داری ختم کردی

"مولوی" اعلیٰ عدالتوں کے ججوں کے حق میں

اپنے حق سے دستبردار ہوگئے

جامعہ اشرفیہ، نیلا گنبد کی قدیم دینی درس گاہ کی دوسری منزل پر علمائے دین اکٹھے بیٹھے تھے۔ موضوع بحث شریعت بل تھا۔ سب کے چہرے خوشی سے دمک

رہے تھے۔ اور سبھی مولانا سمیع الحق صاحب کو مبارک بادیں دے رہے تھے جن کی پیہم کوششوں سے ملک میں اسلامی نظام نافذ کرنے کی پہلی جنگ فتح سے ہمکنار ہوئی۔ سینیٹر جناب مولانا سمیع الحق اور سینیٹر جناب مولانا عبداللطیف کے اسمائے گرامی تاریخ پاکستان میں سنہری حروف سے لکھے جائیں گے کہ ان کی مساعی جمیلہ سے مملکت خداداد میں شریعت اسلامی کے نفاذ کا آفتاب آہستہ آہستہ طلوع ہو رہا ہے اگرچہ اس کی راہ میں چھوٹی بڑی بہت سی رکاوٹیں کھڑی ہیں۔ لیکن حریفان شریعت محمدی کب تک اس کی مخالفت کرتے رہیں گے۔

آگ برساتے جون کے پہلے ہفتے ہم جناب والا مولانا سمیع الحق کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ شریعت بل کے حوالے سے بات چیت کی جائے۔ ان شکوک و شبہات کا کھوج لگایا جائے جن کو بنیاد بنا کر بعض حلقے حقوق کے نام پر شریعت بل کی مخالفت پر کمربستہ ہیں۔ ترقی پسندی کے شوق میں اس مقدس بل کا مذاق اڑا رہے ہیں۔

مغرب کی نماز کے بعد جامعہ اشرفیہ میں موصوف کی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف حاصل کیا۔ "لیکن میں شریعت بل، جس کا پورا نام شریعت محمدی بل ہے، پر بات چیت کرنے سے پہلے اس کا پس منظر بیان کرنا چاہتا ہوں تاکہ بات آسان ہو جائے" مولانا سمیع الحق صاحب نے سر پر پختونی پگڑی کی جگہ عام سفید ٹوپی جماتے ہوئے فرمایا۔

"پاکستان لا الہ الا اللہ کے نعرے کی بدولت معرض وجود میں آیا۔ پاکستان کو قائم کرنے کا اصل مقصد ہی یہ تھا کہ یہاں اسلام کا نفاذ ہو گا۔ قیام پاکستان کے بعد جب پہلی دستور ساز اسمبلی تشکیل پائی تو اس میں یہ بحث چل پڑی کہ پاکستان کے دستور کی بنیاد کیا ہونی چاہیے۔ دستور سیکولر ہو یا اس کی بنیاد نظریاتی ہو؟ اس

خاصی لمبی بحث ہوتی رہی جو تقریباً سوا سال تک جاری رہی۔ اس وقت حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی جمیعت علمار اسلام کے سربراہ تھے، اور دستور ساز اسمبلی کے رکن بھی۔ حقیقت یہ ہے کہ قرار دادِ مقاصد کی کامیابی میں بنیادی کردار حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کا ہے۔ انہوں نے دستور ساز اسمبلی کے فلور پر یہ جنگ لڑی، تمام منطق اور استدلال کے ساتھ۔ تمام اعتراضات جو ایک نظریاتی دشمن کر سکتا تھا، اس کا انہوں نے سامنا کیا اور ان کے تشفی بخش جوابات دیئے۔ آخر کار ۱۹۴۹ء میں خان لیاقت علی خان نے قرار دادِ مقاصد ایوان میں پیش کر دی جو متفقہ طور پر منظور ہو گئی۔

قرار دادِ مقاصد اس ملک کی نظریاتی اساس ہے اس میں جو بات بنیادی طور پر طے کی گئی ہے یہ ہے کہ حاکمیت خدا کی ہے SUPER LAW خدا کا ہے اور عوام کے نمائندے اللہ پاک کے احکام کے نفاذ کے لئے ہیں۔ اور یہ کہ خدا کا قانون عوام کے نمائندوں کے ہاتھوں اس ملک میں نافذ ہو گا۔ سب کی مرضی ساتھ لے کر چلیں گے۔ لیکن حکم الٰہی میں کسی کی ذاتی خواہش یا مرضی نہیں چلے گی۔ قرار دادِ مقاصد پر سب مسالک کے لوگ متعلق تھے۔ اس پر دستخط کرنے والوں میں علامہ بدایونی بھی تھے، مولانا داؤد غزنوی بھی تھے۔ دیوبندی، بریلوی، اہلحدیث، اہل تشیع اس کے اتفاق میں شامل تھے۔ یہ قرار دادِ پاکستان کے تمام سیاسی اور مذہبی فرقوں اور جماعتوں کی متفقہ دستاویز ہے۔ اس کے بعد ۵۶ء کے دستور کی بات چلی، پھر ۶۲ء کا آئین آیا۔ قرار دادِ مقاصد ان سب دساتیر کا حصہ تو بنی رہی مگر قابلِ عمل حصے کے طور پر نہیں، صرف دیباچے اور تمہیدی شکل میں۔ اس کا نام برائے نام تو لیا جاتا رہا مگر عملی طور پر اس کو نافذ کرنے کے لئے کوئی آگے نہ بڑھ سکا۔ یا جرأت نہ کر سکا۔ دستورِ پاکستان میں اسے مرکزی اور سپریم قوت کے طور پر مسلسل نظر انداز کیا جاتا رہا

یہ اعزاز خدا نے جنرل محمد ضیاء الحق کے مقدر میں لکھا تھا۔ جنہوں نے قرار داد مقاصد کو دستور کا حصہ بنایا۔

اور یوں وہ قرار داد مقاصد جو ۴۹ء میں منظور ہوئی۔ قریباً ۳۵ برس گذر جانے کے بعد ۸۳ء میں دستور کا ناگزیر حصہ بنی۔ ایک قابل عمل حصہ بنی، ایسا حصہ جسے نظر انداز کرنا کسی کے بس کی بات نہ رہی۔ اور یہی بعد میں یعنی اب شریعت بل کی کامیابی کا موجب بنا۔

اس کے لئے جنرل ضیاء الحق، خدا انہیں غریق رحمت کرے، نے اسلام آباد میں علماء کی ایک بہت بڑی کانفرنس بلائی۔ جس میں ہم نے کہا کہ آپ ہر بار تجاویز توسن لیتے ہیں لیکن بات آگے نہیں بڑھاتے۔ پہلی بات آپ آج یہ کردیں کہ اس کنونشن کے خاتمے پر اب یہ اعلان کردیں کہ قرار داد اب دستور کا باقاعدہ حصہ بن گئی ہے۔ کنونشن کے اختتام پر انہوں نے ہماری درخواست پر عمل کرتے ہوئے قرار داد مقاصد کو آئین کا قابل عمل اور ناگزیر حصہ بنانے کا اعلان کیا اور سب کو حیران کردیا۔ الحمدللہ یہ مہم بھی علماء کے ذریعے جنرل ضیاء الحق مرحوم کی وساطت سے سر ہوئی۔ اور وہ جنگ جس کا آغاز ۴۹ء میں ہوا تھا ۸۳ء میں آکر اس کا ایک حصہ فتح سے ہمکنار ہوا۔

علامہ اقبال نے شریعت بل کو شرع پیغمبر بل کا نام دیا ہے۔ وہ یہ نام برسوں پہلے دے چکے ہیں ان کی بے مثل بصیرت پاکستان کی تخلیق سے پہلے یہ دیکھ چکی تھی کہ اس قوم کے دکھوں کی نجات اسی بل میں پنہاں ہے۔ ان کے نزدیک شیطان اور اس کے چیلے جمہوریت یا اشتراکیت سے خوفزدہ نہیں کہ ملوکیت کو جمہوری لباس انہوں ہی نے پہنایا ہے۔ وہ صرف شرع پیغمبر یعنی شریعت محمدی سے لرزاں و ترساں ہیں اور آئین پیغمبری سے دور بھاگتے ہیں ؎

جانتا ہوں میں یہ اُمت حاملِ قرآں نہیں
ہے وہی سرمایہ داری بندۂ مومن کا دین
عصرِ حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرعِ پیغمبر کہیں

شریعت بل نواب بہادر یار جنگ، علامہ اقبال اور قائد اعظم کی خواہشات اور تمناؤں کی تکمیل کا نام ہے۔ مجھے حیرت ان لوگوں پر ہے جو یہ کہہ کر لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں کہ بابائے قوم حضرت قائد اعظم پاکستان کو ایک سیکولر سٹیٹ بنانا چاہتے تھے۔ ان لوگوں کی خدمت میں میں نواب بہادر یار جنگ مرحوم کے اس تاریخی خطبے کا خلاصہ پیش کرنا چاہتا ہوں جو انہوں نے قائد اعظم کی صدارت میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔ نواب بہادر یار جنگ جو اس وقت ہندوستان کی تمام ریاستوں کی مسلم لیگ کے صدر تھے، فرمایا:-

"پاکستان کو حاصل کرنا اتنا مشکل نہ ہو گا آپ کے قائد (اعظم) ایک سے زیادہ مرتبہ اعلان کر چکے ہیں کہ مسلمانوں کو اپنی ریاست کے لئے آئین یا قانون بنانے کا ذاتی حق نہیں ہے کیونکہ مسلمانوں کو کنٹرول کرنے کے لئے تمام قوانین یقینی طور پر قرآن مجید میں موجود ہیں۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کہ ہم پاکستان اس لئے چاہتے ہیں کہ قرآنی نظام حکومت قائم کیا جائے۔ یہیں وہی نظام راس آ سکتا ہے جو قرآن و سنت پر مبنی ہو اور سچے مسلمان پیدا کرے۔ اسلام میں دراصل کسی بادشاہ کی اطاعت ہے نہ کسی پارلیمان کی نہ کسی شخص یا ادارے کی قرآن کے احکام ہی سیاست و معاشرت میں ہماری آزادی اور پابندی کے حدود متعین کرتے ہیں۔"

مندرجہ اقتباس کے حوالے کے لئے سید شریف الدین پیرزادہ کی مرتب کردہ کتاب " فاؤنڈیشنز آف پاکستان، مسلم لیگ ڈاکومنٹس" ملاحظہ کی جا سکتی ہے
وہ لوگ جو قائد اعظم پر الزام لگاتے ہوئے یہ جھوٹا پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ قائد اعظم پاکستان کو سیکولر سٹیٹ بنانا چاہتے تھے۔ ان کے لئے قائد کا وہ فرمان بھی، منہ بند کرنے کے لئے کافی ہے جس میں انہوں نے فرمایا "وہ کونسا رشتہ ہے جس سے تمام مسلمان ایک جسد واحد کی طرح ہیں؟ وہ کونسا لنگر ہے جس کی وجہ سے امت کی کشتی محفوظ کر دی گئی ہے؟ وہ رشتہ، وہ لنگر قرآن ہے، ایک خدا ہے، ایک رسول ﷺ ہے"

قرارداد مقاصد کا پیش کیا جانا، اس کا منظور ہونا بعد ازاں اسے دستور کا باقاعدہ حصہ بنایا جانا قائد اعظم کی خواہشات، تمناؤں اور فرمودات کی روشنی کی وجہ سے ممکن ہوا۔ ۱۹۷۳ء میں دستوری محاذ پر دوسری جنگ لڑی گئی اس وقت اسمبلی میں مولانا مفتی محمود تھے، مولانا عبدالحق تھے، مولانا غلام غوث ہزاروی تھے، مولانا شاہ احمد نورانی تھے، پروفیسر غفور احمد تھے۔ دینی جماعتوں کے نمائندوں کی اٹھارہ بیس آدمیوں کی ایک مؤثر طاقت اسمبلی کے فلور پر موجود تھی۔ حیدر آباد سے مولانا محمد علی تھے، مولانا محمد ذاکر تھے۔ ان علماء کی کوششوں سے یہ پیش رفت ہوئی کہ پاکستان میں سرکاری مذہب اسلام ہوگا۔

قرارداد مقاصد کے بعد یہ دوسرا بڑا اور اہم مرحلہ تھا جو شریعت بل کی منظوری کی راہ کا سنگ میل ہے۔ یہ اس لئے بھی اہم کامیابی تھی کہ پیپلز پارٹی نے یہ شور مچا رکھا تھا کہ دستور میں سوشلزم کو اہم مقام حاصل ہوگا۔ یہ اگر کامیاب ہو جاتا تو خدا سے انکاری لوگ اس قوم کی تقدیر کے مالک ہوتے۔ شیخ رشید وغیرہ ببانگ دہل کہہ رہے تھے کہ سوشلزم آکر رہے گا۔ اس کے لئے ہم نے بڑی قربانیاں دی ہیں۔

کی ہے۔ اس ملحدانہ طوفان کے سامنے تمام علماء کرام ڈٹ گئے اسمبلی میں تمام دیوبندی
بریلوی، اہلحدیث حضرات ایک مٹھی ہو گئے۔ اور ان سب نے یک جان ہو کر ان
سوشلسٹوں کا مقابلہ کیا اور انہیں ان کے مذموم ارادوں میں کامیاب نہ ہونے دیا
اس مرحلے پر ایک اور کامیابی بھی علماء کے حصے میں آئی اور وہ یہ تھی کہ علماء مطالبہ
کر رہے تھے کہ اس ملک کا صدر، وزیر اعظم مسلمان ہونا چاہیئے۔ کہ یہ ملک اسلام
کے نام پر قائم ہوا ہے۔

اس موقع پر پیرزادہ صاحب، کوثر نیازی صاحب وغیرہ اٹھے اور کہا کہ
اے مولویو! تم لوگ تو مسلمان کی تعریف پر متفق نہیں ہو سکتے تمہارا یہ مطالبہ کیسے
منظور کیا جا سکتا ہے؟ پہلے مسلمان کی تعریف تو متفقہ طور پر منظور کرا لو۔ اس
وقت میرے والد مولانا عبدالحق حیات تھے اور قومی اسمبلی کے رکن بھی۔ وہ گھر گئے
اور مسلمان کی تعریف کا مختصر مسودہ تیار کر لائے اور دوسرے روز مولانا شاہ احمد
نورانی اور پروفیسر غفور احمد کے سامنے پیش کر دیا۔ انہوں نے کہہ دیا مولانا!
آپ کو ہماری طرف سے مکمل اختیار ہے کہ مسلمان کی یہ تعریف آپ ایوان میں
پیش کر دیں۔

مولانا عبدالحق صاحب نے یہ تعریف ایوان میں پیش کر دی۔ اس کی سب علماء نے
تائید کی۔ یہ پیرزادہ اور کوثر نیازی بشمول بھٹو اس تائید پر بڑے ششدر تھے

علامہ احسان الٰہی ظہیر نے کہا:

"مولانا، ہمیں سیاست بھی تو کرنی ہے ناں"!

چنانچہ یہی تعریف منظور ہو کر آئین کا حصہ بنی اور اسی کے پیش نظر وہ مطالبہ بھی منظور
ہوا کہ سربراہ مملکت کے ساتھ سپریم کورٹ اور ہائیکورٹ تمام صوبوں کے وزرائے

اعلیٰ ہمیشہ مسلمان ہوں گے"

یہ تو اسلامائزیشن کے لئے دستوری جنگ کا ایک حصہ تھا۔ اسلام کو ملک کا سرکاری مذہب تسلیم کر لینے، قرار داد مقاصد کو آئین کا باقاعدہ اور قابل عمل حصہ بنا لینے اور مسلمان کی متفقہ تعریف متعین ہونے کے بعد دستوری جنگ کا ایک حصہ مکمل ہو گیا۔ وہ بنیادیں فراہم ہو گئیں جس پر اسلام کے نظام کو نافذ کرنے کی عمارت استوار کی جا سکتی تھی۔ دوسرا مرحلہ تھا قانون سازی کا۔ اور اب سینیٹ نے شریعت بل کو منظور کر کے اس کی راہ ہموار کر دی ہے۔ یہ ایک غیر معمولی واقعہ ہے۔ یوں تو شریعت بل میں سب کچھ آ گیا ہے تعلیم کا مسئلہ ہے۔ ذرائع ابلاغ کا بھی مسئلہ ہے، احتساب کی شق بھی ہے۔ لیکن میرے نزدیک اس کی اہمیت ملک کے نظام میں تبدیلی ہے۔ اس وقت وطن عزیز میں جو عدالتی، انتظامی اور قانونی نظام مروج ہے۔ یہ انگریز نے ہندوستان (متحدہ) جو اس کی ایک نوآبادی تھی، سے نمٹنے کے لئے وضع کیا تھا۔ نوآبادیاتی ڈھانچے کے لئے اسے تخلیق کیا گیا تھا۔ یہ انگریز کی یادگار ہے۔ پاکستان آزاد ہونے کے بعد اس میں تبدیلی نہیں لائی گئی۔ اب یہ بات تجربات سے ثابت ہو چکی ہے کہ یہ قانون ہمارے معاشرے کو جرائم اور برائیوں سے پاک کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا ہے۔ ہر شخص یہ گلہ شکوہ کرتا نظر آتا ہے کہ اس ملک کی عدالتوں میں انصاف نہیں ہے۔ مجرم اکثر اوقات بچ جاتے ہیں۔ اور بے گناہ پھنس جاتے ہیں۔ اس لئے ان تمام قباحتوں کا علاج یہ ہے کہ ملک کے عدالتی اور قانونی نظام کو تبدیل کر دیا جائے اور اسے اسلام کے مبادیات سے ہم آہنگ کیا جائے۔ اور یہ اہم کام، یہ منزل صرف شریعت محمدی ہی طے کر سکتی ہے۔

شریعت بل میں یہ طے کیا گیا ہے کہ عدالتوں کو قرآن و سنت کے تحت فیصلہ کرنے کا اختیار دیا جائے۔ اس بل میں طے پا گیا ہے کہ بالاتر قانون خدا کا قانون

ہوگا۔ ملک کے اندر ہر جگہ، ہر عدالت کی زبان شریعت محمدی ہوگی۔ اسی کے مطابق فیصلے کرنے ہوں گے۔ مخالفین کو یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی کہ شریعت بھی کوئی قانون ہے۔ لیکن الحمد للہ ہم نے ان پر ثابت کر دیا ہے کہ ایک ہمہ گیر قانون ہے اور یہی SUPER LAW ہوگا۔

لوگ کہہ رہے ہیں کہ جنرل ضیاء الحق مرحوم نے اس ملک میں گیارہ سال حکومت کی انہوں نے آتے ہی اسلام اور تنفیذ اسلام کی باتیں کرنی شروع کیں۔ مگر تمام تر اختیارات رکھنے کے باوجود وہ شریعت محمدی کو منظور نہ کروا سکے۔ اسے معاشرے پر لاگو نہ کروا سکے اگرچہ اس ضمن میں جنرل ضیاء الحق پر بھی واقعی اتنی ہی ذمے داریاں عائد ہوتی تھیں جتنی ان سے پہلے کسی دوسرے حکمران پر۔ لیکن ہم ان کے دور اقتدار میں بھی ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہ بیٹھے رہے۔ ضیاء مرحوم کے دور میں بھی ہماری کوششیں مسلسل جاری رہیں ہمارے بہت سے دوستوں نے کہا کہ یہ وقت شریعت بل کا رولا ڈالنے کا نہیں، ابھی جمہوریت کی گاڑی کو آگے بڑھنے دو۔ مگر ہم اور ہمارے دوست ان تمام تر خدشات کے باوجود اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔ اور ضیاء الحق کے کانوں میں برابر شریعت بل کی باتیں ڈالتے رہے۔ ہم نے کہا، ہم ہر صورت میں اس بل کو پیش کریں گے اور منظور بھی کروائیں گے۔ ہمارے سامنے نظام کی تبدیلی سب سے اہم مطالبہ ہے۔ ہم نے اپنے ساتھ بیٹھنے والوں پر واضح کر دیا کہ مارشل لاء ہو یا جمہوریت، جماعتی الیکشن ہو یا غیر جماعتی، ہم اس کوشش کو منقطع نہیں کر سکتے جو حضرت شاہ ولی اللہؒ کے زمانے سے مسلسل جاری ہے۔ پھر جب ضیاء الحق نے بھی کہہ دیا کہ میں ملک میں اسلامی نظام نافذ کروں گا، میری مدد کریں تو ہم نے آگے بڑھ کر ان کی معاونت کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ ہم نے قانون شہادت، دیت اور قانون شفعہ وغیرہ مرتب کرکے ان کو دیا۔ اس پر وہ خاصے مطمئن نظر آتے تھے۔

ہم نے ہر طرح سے تیاری کر کے، زندگی کے قریباً تمام پہلوؤں کا گہری نظر سے جائزہ لے کر شریعت بل جنرل ضیاء الحق کو پیش کر دیا تو انہوں نے نظر ثانی کے لئے اسے اسلامی نظریاتی کونسل کو ارسال کر دیا۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے اس کے بہت سے پہلوؤں کی اصلاح کی۔ اور وہ تمام عناصر جو فرقہ پرستی کو ہوا دینے والے تھے یا جن کے بارے میں فرقہ پرستی کو فروغ مل سکتا تھا تمام کی تمام حذف کر دی گئیں اور اسے فائنل شکل دینے کے لئے اس کے تین اجلاس ہوئے جن میں پاکستان کے تمام مکاتب فکر کے علماء شریک ہوئے ان میں مولانا ظفر احمد انصاری صاحب ایڈووکیٹ جنرل آف پاکستان، مولانا متین ہاشمی صاحب، طالب جوہری صاحب مولانا عبدالغفار حسن صاحب جنہوں نے بارہ سال مدینہ یونیورسٹی میں حدیث شریف کی تدریس کی ہے۔ مولانا مالک کاندھلوی (جو اب خدا کو پیارے ہو چکے ہیں) مولانا مفتی محمد حسین نعیمی صاحب۔ اور مولانا سراج الدین صاحب کاکاخیل شامل تھے۔ سب کی آراء، مشورے اور گہری تحقیق کے بعد آخر کار کلیئر کر کے شریعت کے مسودے کو صدر جنرل محمد ضیاء الحق (مرحوم) کو پیش کر دیا گیا۔ مسودے کی تیاری کے دوران میں بھی ضیاء الحق مسلسل اسلامی نظریاتی کونسل میں تشریف لاتے رہے۔ اس سے بھی ان کی شریعت محمدی میں دلچسپی مترشح ہے — لیکن ایک بات اس وقت بھی ہماری سمجھ میں نہ آ سکی۔ اب بھی نہیں آتی کہ وہ کونسی وجوہات تھیں جن کی بناء پر جنرل ضیاء الحق اس بل کو اپنے خصوصی اختیارات کے ذریعے منظور نہ کروا سکے؟

پھر مارشل لاء کے اٹھنے کے بعد جمہوریت بحال ہوئی تو محمد خان جونیجو صاحب وزیراعظم بن گئے۔ ان کی نوخیز جمہوریت کے دور کے اولین دنوں ہی میں ہم نے شریعت بل کو پارلیمنٹ میں پیش کرنے کی ٹھانی۔ مقدور بھر تمام کوششیں

کرڈالیں۔ یہ کوئی معمولی کام نہ تھا۔ ضیاء الحق تو پھر بھی اسلام اور شریعت محمدی کا نام لیتے تھے۔ لیکن جونیجو صاحب اور ان کے حواری اس نام ہی سے بدکتے تھے۔ پارلیمنٹ میں جب ہم نے یہ بل پیش کیا تو ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ ہمیں جمہوریت پسندوں نے طرح طرح کے القاب سے نوازا۔ لیکن ہم بددل ہوئے نہ اپنی کوششیں ترک کیں۔ اور زیادہ دباؤ ڈالنے کے لئے ہم نے متحدہ محاذ شریعت تشکیل دیا۔ جس کے صدر مولانا عبدالحق، سیکریٹری قاضی حسین احمد صاحب تھے۔ متحدہ محاذ شریعت کی مرکزی قیادت مولانا مفتی محمد حسین نعیمی۔ مولانا معین الدین لکھوی۔ مولانا محمد اجمل خان۔ ڈاکٹر اسرار احمد۔ مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی۔ مولانا عبدالرحمٰن اشرفی۔ میاں محمد نعیم۔ مولانا ملک عبدالرؤف۔ مولانا زاہد الراشدی۔ مولانا حافظ عبدالرحمٰن، میاں فضل حق مولانا قاضی عبداللطیف۔ خان اشرف خان۔ مولانا قاضی احسان الحق۔ مولانا اسفندیار اور مولانا محمد رفیع عثمانی شامل تھے۔

ہم نے دونوں طرح سے پریشر ڈالا۔ ہر طرح سے اس بل کی منظوری کے لئے بھاگ دوڑ کی۔ یہاں تک کہ سال کے آخر میں صدر صاحب کو جو آخری خطاب کرنا ہوتا ہے اس میں بھی ہم نے کوشش کی۔ ہوا یوں کہ صدر ضیاء الحق مرحوم سال کا آخری خطاب (۸۷ء میں) کرنے آئے تو ہم نے پارلیمنٹ ہاؤس کے دروازے کے باہر ان کا "گھیراؤ" کر لیا۔ میں نے صاحب صدر سے کہا کہ آج آپ میری لاش سے گزر کر جائیں گے۔ اگر آپ شریعت بل کے حوالے سے کوئی مثبت اعلان نہیں کردیتے میں نے دروازے ہی پر ان سے پوچھا کہ اس بل کی راہ میں آخر کیا رکاوٹ ہے؟ موجودہ صدر صاحب بھی اس وقت ان کے ساتھ کھڑے تھے۔ ضیاء مرحوم نے کہا کہ مولانا! آج پارلیمنٹ میں ضرور اعلان کروں گا ——— لیکن پارلیمنٹ میں

انہوں نے حسبِ منشا اعلان نہ کیا۔ یہ معمہ آج تک میں حل نہیں کر سکا۔ کہ آخر وہ ایسا کیوں نہ کر پائے؟

میں نے ایک روز ان سے عرض کیا جناب صدر! آخر اس راہ میں کونسی قوت آپ کا ہاتھ روک رہی ہے؟ مرحوم صدر تھوڑی دیر خاموشی کے بعد

نورانی میاں نے طنزیہ انداز میں جونیجو صاحب سے پوچھا:

جناب سمیع الحق صاحب کا بل کہاں ہے؟

گویا ہوئے! مولانا! تدریج میں زیادہ اثر ہوتا ہے۔ میں نے عرض کیا! جناب، اسلام کے نزول میں تو تدریج تھی لیکن اب یہ اکمل ترین صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ پھر اب تدریج کی کیا ضرورت ہے؟ صدر مرحوم اپنے چند ساتھیوں کی طرف اشارہ کر کے خاموش ہو گئے۔

یہ سوال کہ شاہ احمد نورانی، مولانا فضل الرحمٰن اور علامہ احسان الٰہی ظہیر وغیرہ نے شریعت بل کی مخالفت کی تھی، کیوں اور کن بنیادوں پر؟ تو حقیقت یہ ہے کہ اصل میں یہ لوگ پارلیمنٹ سے باہر تھے اور وہ بات جس کے کرنے سے لوگوں کی توجہ ان کی طرف مبذول ہو سکتی تھی، وہ کرتے تھے۔ متحدہ شریعت محاذ کی طرف سے مولانا معین الدین لکھوی، قاضی حسین احمد خود چل کر شاہ احمد نورانی کے گھر گئے۔ مولانا فضل الرحمٰن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے گذارش کی کہ بتائیے اس بل میں کون کون سی خامی ہے۔ کہاں کہاں سقم ہے۔ مگر ان لوگوں نے ہمیں کچھ نہ بتایا۔

بعض لوگوں نے اس بل کو ضیائی بل کا نام دیا۔ بعضوں نے اسے جونیجو کا نام دیا

بعض کے نزدیک یہ فرقہ واریت کے فروغ کا سبب بننے والا تھا۔ مخالفت کرنے والوں نے بالخصوص دینی حلقوں نے اس کی مخالفت کرتے وقت یہ نہ سوچا کہ وہ ایک شخص کی مخالفت کرکے دراصل اجتماعی سطح پر اسلام کو نقصان پہنچا رہے ہیں ہم نے بار بار درخواست کی کہ یہ سنہری موقع ہے کہ سربراہ مملکت بھی اسلام کا نام لے رہا ہے، آیئے متحد ہو کر آگے بڑھیں اور ان سے شریعت بل منظور کروالیں مگر یہ سب ٹکڑیوں میں بٹے رہے اور آگے نہ بڑھے مبادا یہ کریڈٹ ضیاء کو نہ چلا جائے۔

ایک مرتبہ اکوڑہ خٹک میں میرے پاس علامہ احسان الٰہی ظہیر صاحب تشریف لائے۔ میرے دوست تھے۔ ہم دونوں کتب خانے میں بیٹھے تھے میں نے پوچھا آپ اسلام کے علمبردار ہیں، اتنے بڑے عالم دین ہیں۔ آپ کی طرف سے شریعت بل کی مخالفت سمجھ میں نہیں آتی؟ کس بات سے آپ کو اختلاف ہے؟ اس میں کہاں فرقہ واریت ہے؟

ایک توقف کے بعد بولے کہ اس میں ۳۱ علماء کے متفقہ ۲۲ نکات کو شامل نہیں کیا گیا، انہیں بنیاد کیوں نہیں بنایا گیا؟ میں نے کہا اللہ کے بندے آپ نے اس کا بغور مطالعہ نہیں کیا، اس میں ۲۲ نکات شامل ہیں۔ میں نے وہ مسودہ ان کے سامنے پیش کر دیا اور گذارش کی کہ بتایئے، اس میں ۲۲ نکات کہاں نہیں ہیں؟ پھر وہ ہنس کر بولے

"مولانا! ہمیں سیاست بھی تو کرنی ہے ناں"

ان کا جواب سُن کر تو میں سن ہو گیا، ہکا بکا رہ گیا۔

جونیجو صاحب نے اپنی وزارت عظمیٰ کے دوران تمام سیاسی پارٹیوں کی گول میز کانفرنس اسلام آباد میں بلائی۔ جس میں پاکستان کے قریباً تمام سیاستدان

شریک ہوئے۔ کانفرنس کے بعد کھانے کے لیے ہم جس میز پر بیٹھے، اس پر جونیجو صاحب، بے نظیر، نورانی، بزنجو، جتوئی اور فضل الرحمن تشریف فرما تھے۔ کھانا ابھی شروع ہی ہوا تھا کہ نورانی میاں نے طنزیہ انداز میں جونیجو صاحب سے پوچھا۔

جونیجو صاحب! سمیع الحق کا بل کہاں گیا؟ کونے میں بیٹھے بزنجو بولے، وہ تو کب کا مرحوم ہو چکا! پھر بولے کونسا بل؟ یہاں تو ہر صدی میں ہر مولوی نے اپنا شریعت بل پیش کر دیا۔ قاضی حسین احمد صاحب نے منہ توڑ جواب دیا۔ لیکن مجھ سے بھی نہ رہا گیا۔ میں نے وزیر اعظم سے کہا، جونیجو صاحب، اللہ نے آج شریعت بل کی مخالفت کرنے والے ان حضرات کو ایک میز پر بٹھا دیا ہے۔ آپ ان سے قسم لے کر پوچھیں کہ شریعت بل کی کونسی شق سے انہیں اختلاف ہے؟ اور کیوں؟ اور یہ بتائیں کہ ان کی جگہ کیا اضافہ کیا جائے؟

جونیجو صاحب نے ان کی طرف استفہامیہ انداز میں دیکھا تو یہ مخالفین جواب دینے کے بجائے ہنس پڑے۔ گویا یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کے وضع کردہ قوانین کا مذاق اڑانے سے بھی باز نہیں آتے تھے۔ ان لوگوں نے شریعت بل کو انا اور پروجیکشن کا مسئلہ بنا لیا تھا۔

الحمدللہ ان تمام مخالفتوں، مسلسل مخالفتوں کے باوجود سینیٹ نے اب یہ بل اکثریتی متفقہ رائے سے منظور کر لیا ہے۔ اسے منظور کرنے سے قبل سینیٹ نے مسلسل تیرہ اجلاس منعقد کیے۔ جس میں اس کے تمام ظاہری اور پوشیدہ پہلوؤں کا بغور جائزہ لیا گیا۔ اس میں ہم نے پاکستان کے تمام مکاتب فکر کے علماء کو دعوت دی کہ وہ تشریف لائیں اور آکر اپنی اپنی تجاویز سے ہمیں نوازیں تاکہ اس میں کوئی خامی رہ نہ جائے۔ نورانی صاحب تو نہ آئے مگر عبدالستار نیازی صاحب

آ گئے ۔ پروفیسر ساجد میر آئے ۔ پروفیسر خورشید احمد اور خان محمد علی ہوتی صاحبان کا ایک وفد مولانا فضل الرحمن صاحب کے پاس گیا لیکن تمام تر درخواستوں کے باوجود وہ شریک نہ ہوئے جس کا بہرحال ہمیں افسوس ہے۔

اب سوال یہ اٹھایا جا رہا ہے کہ شریعت بل تو منظور ہو گیا لیکن اس کی تمام فرقوں پر (IMPLEMENTATION) کیسے ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت بل میں پہلے سے یہ طے کر لیا گیا ہے کہ شریعت ہے کیا؟ اور اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن و سنت سے ثابت احکام، اس میں یہ بات بھی طے کر لی گئی ہے کہ جو مسلمہ قواعد و ضوابط ہیں ان کی تشریح و تعبیر قرآن و سنت کے مطابق ہوگی اگرچہ یہ اختیار وفاقی شرعی عدالتوں کے ذریعے ہائی کورٹ کو دیا گیا ہے۔ مسلمہ قواعد و ضوابط سے کیا مراد ہے؟ یہ بات ذرا واضح ہو جانی چاہئے اس سے مراد اس ملک کی غالب اکثریت کے مصدقہ قواعد و ضوابط ہیں۔ شیعہ حضرات اس مطالبے کے ساتھ شریعت بل کی مخالفت کر رہے ہیں کہ اس ملک میں دو متوازی پبلک لا نافذ ہوں۔ اس مطالبے کو نہ ہم نے قبول کیا ہے اور نہ قبول کیا جا سکتا ہے۔ یہ غیر منطقی بات ہے۔ ہم نے انہیں ایران کے دستور کی مثال دی ہے جس میں شیعہ اکثریت کی وجہ سے ایک ہی پبلک لا ہے۔ اور باقی سنی اور دوسری اقلیتی آبادیوں کے لئے ان کے پرسنل لاء ہیں۔ جن میں انہیں آزادی ہے ۳۱ علماء کے مرتب کردہ ۲۲ نکات میں اہل تشیع کے نمائندہ علماء مفتی جعفر حسین اور حافظ کفایت حسین ہمارے ساتھ اتفاق کر چکے ہیں کہ پرسنل لاء میں اقلیتی فرقوں کو آزادی ہوگی مگر پبلک لاء ایک ہی ہوگا۔

پیپلز پارٹی کے وفاقی وزراء مثلاً اعتزاز احسن اور طارق رحیم وغیرہ شور مچا رہے ہیں کہ شریعت بل کے نفاذ سے معاشرہ انتشار کا شکار ہو جائے گا۔

ملک کی وحدت اور سالمیت کو نقصان پہنچے گا۔ یہ شرمناک بیانات فی الحقیقت انسان کا اپنے خدا کے سامنے مقابلے کے لئے کھڑے ہونے کے مترادف ہے۔ ہمارا موقف یہ ہے کہ اس نظام کے نفاذ سے صرف احتساب کا عمل ہی کئی معاشرتی بیماریوں کو دور کر دے گا۔ قرآن و سنت کی حکمرانی سے معاشرے اور ملک میں انتشار و انارکی کے بجائے یک جہتی پیدا ہو گی۔ ملکی وحدت میں استحکام پیدا ہو گا۔ اس وقت ملک میں جو افتراق کا طوفان اٹھا ہوا ہے۔ بھائی بھائی کا گلا کاٹ رہا ہے۔ اس کی بڑی وجہ مذہب سے دوری اور خدا کے خوف سے آزاد ہونا ہے۔ پیپلز پارٹی والے اسے عوام کے سامنے اس لئے ہوا بنا کر پیش کر رہے ہیں کہ شریعت کے نفاذ سے ان کے ذاتی مفادات مجروح ہوں گے۔ یہ لوگ اپنی کھال بچانے کی فکر میں غلط پروپیگنڈے سے دوسروں کو بھی ساتھ ملانے کی مکروہ سازشش کر رہے ہیں تاکہ اللہ کی حکمرانی قائم نہ ہو۔ اس کوشش میں انشاء اللہ پی پی پی کو خاک چاٹنا پڑے گی۔ دراصل پیپلز پارٹی کی زندگی شریعت کے نفاذ کے ساتھ جوڑ ہی نہیں کھاتی۔ اس کا منشور شریعت کے بالکل منافی ہے۔ یہ اسلام کے بجائے اسلامی سوشلزم کا نام لیتے ہیں۔ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے کوئی شراب پینے سے پہلے بسم اللہ پڑھ لے، جوئے کو اسلامی جوا قرار دے دے۔ شراب کو اسلامی شراب کہہ کر کھلے بندوں پینا شروع کر دیا جائے۔ پھر ان کی طرف سے شریعت کی مخالفت کا جو طوفان بدتمیزی کھڑا ہے اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس کے نفاذ سے عورت کی حکمرانی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ عورت کی حکمرانی اس وقت بھی آئین سے بغاوت ہے۔ شریعت کے نفاذ کے بعد جب کہ تمام فیصلے قرآن و سنت کی روشنی میں ہوں گے، صدر صاحب اپنے اختیارات کے باوجود عورت کو سربراہ مملکت بننے کی پیشکش ہی نہیں کر سکیں گے تو یہ گنجائش ہمیشہ ہمیشہ کے

لے ختم ہو جائے گی کہ پاکستان میں آئندہ کبھی کوئی عورت برسر اقتدار آ جائے۔ عالم اسلام میں ہماری جو سبکی ہوئی تھی، وہ تو ہو گئی۔ مگر آئندہ اس ندامت کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔

عورتوں کی ایک تنظیم کی طرف سے بھی شریعت بل کی مخالفت ہو رہی ہے بیانات آ رہے ہیں۔ مثلاً عاصمہ جہانگیر نے یہ بیان دیا کہ شریعت بل کے ذریعے ملا چور دروازے سے اقتدار میں آنا چاہتا ہے، ہم اسے اقتدار میں نہیں آنے دیں گی۔

اس طرح تعلیمی اداروں سے پڑھے لکھے جاہل پیدا ہوں گے۔ "خواتین محاذ عمل" کی طرف سے کہا گیا ہے کہ شریعت بل کی وجہ سے عورتوں کے حقوق ختم ہو جائیں گے۔ یہ سب بیانات دینے والیاں اسلام سے دور ہیں۔ انہوں نے اگر اسلام کا مطالعہ کیا ہوتا تو یہ مذموم بیانات دینے سے احتراز کرتیں۔ شریعت بل تو عورتوں کے حقوق کا تحفظ کرتا ہے۔ ساری دنیا اس حقیقت کو تسلیم کرتی ہے کہ جتنے حقوق اسلام نے عورت کو تفویض کئے ہیں اتنے آج تک کسی دوسرے مذہب نے عورت کو

کوثر نیازی اور پیرزادہ نے کہا:

مولانا! پہلے مسلمان کی تعریف پر تو اتفاق کر لیں

نہیں دیئے۔ مخالفت کرنے والی یہ خواتین پانچ فیصد سے کم ہیں۔ یہ مغربی تہذیب کی دلدادہ خواتین اسلام کو اپنی راہ کا سب سے بڑا روڑا خیال کرتی ہیں لیکن ان کی یہ کوشش، یہ بیانات ملک کی پچانوے فی صد اسلام پسند خواتین کو گمراہ کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکیں گی۔ مغربی نظام نے تو عورت کے حقوق غصب

کر رکھے ہیں جب کہ شریعت اسلامی نے اسے وہ عزت اور توقیر دی ہے جس کا مغربی خواتین تصور بھی نہیں کرسکتیں مگر چونکہ ابھی تک اس کا یہاں عملی مظاہرہ نہیں ہوا اس لئے وہ ساری برکتیں سامنے نہیں آسکیں۔ شریعت اسلامی کی مخالفت کرنے والی یہ چند مغرب زدہ خواتین اگر سرگرم عمل ہیں تو ان کے مقابلے میں شریعت اسلامی کو پسند کرنے والی کثیر تعداد خواتین کا فورم ہمارے موقف کی تائید کر رہا ہے جس میں خواتین کی بیس سے زائد تنظیموں کی نمائندہ تنظیم "متحدہ شریعت محاذ" پاکستان،، نمایاں ترین ہے جس نے ملک بھر میں مختلف شہروں میں فورم منعقد کروا کر واضح کر دیا ہے کہ ہمیں پاکستان میں قرآن کے قانون کے علاوہ کچھ اور نہیں چاہئے۔ محترمہ نثار فاطمہ، تہمینہ دولتانہ، محترمہ ڈاکٹر مریم الٰہی بیگم حسین داؤد وغیرہ کی کوششیں اس ضمن میں مستحسن ہیں اور ہم ان کی معاونت کے شکر گذار ہیں۔

اور یہ جو بات کہی جا رہی ہے کہ ملا چور دروازے سے اقتدار میں آنا چاہتا ہے، اور یہ کہ شریعت کے نفاذ کے بعد ملک میں ملائیت کی حکمرانی ہو گی، تھیاکریسی ہو گی، پاپائیت ہو گی، یہ ساری باتیں علمائے دین پر اتہام ہیں الزام ہیں۔ علمائے کرام نے تو اس بل کے حوالے سے اس فراخ دلی، فراخ ذہنی کا ثبوت دیا ہے کہ اس سے مزید پیچھے ہٹنا ان کے لئے ممکن ہی نہیں کہ قرآن وسنت کی تعبیر و تشریح کا اختیار عدالتوں کو دے دیا ہے اگر علماء اس پر اڑ جاتے کہ قرآن وسنت کی تعبیر و تشریح کا اختیار علماء کونسل کو دیا جائے تو پھر یہ لوگ کیا کر لیتے؟ اس حوالے سے ان لوگوں کی مخالفت کی کوئی تک بھی بنتی مگر علمائے دین نے شریعت بل کی کامیابیوں کے لئے اپنے بہت سے حقوق سے دستبرداری اختیار کر لی۔ جب علماء نے سارے اختیارات ہی عدالتوں کو

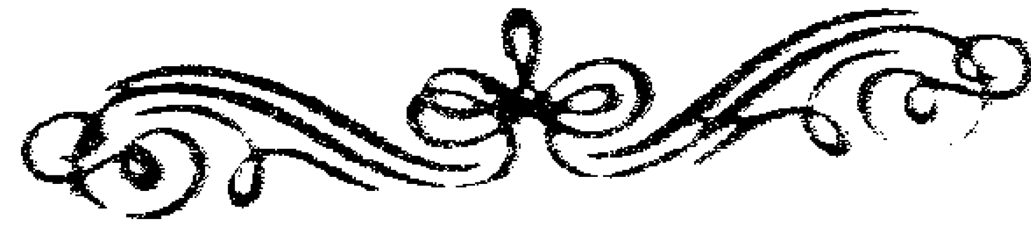
دے دیتے ہیں تو شریعت کے نفاذ کے بعد ملائیت کی حکمرانی کیسے ممکن ہوگئی ؟ چور دروازے سے ہم نہیں " وہ " داخل ہوئے ہیں، اور آئندہ بھی اس دروازے کو اپنے لئے محفوظ کروانے کے لئے شریعت اسلامی کے خلاف سازشوں میں لگے ہوئے ہیں۔ ہاں ہم نے یہ ضرور کہا ہے کہ عدالت اگر کسی مقدمے کے فیصلے کے لئے علماء کی ضرورت محسوس کرے تو انہیں بلایا جاسکتا ہے۔ ان کی مدد حاصل کی جاسکتی ہے۔ بل کو متنازعہ بنانے اور اسے قومی اسمبلی میں جانے سے روکنے کے لئے یہ شوشے چھوڑے جارہے ہیں۔ ہم نے ان لوگوں کو یہ پیشکش بھی کردی ہے کہ آئیں ٹی وی پر سب اکٹھے ہوجاتے ہیں۔ آپ شریعت کے حوالے سے اپنے مخالفانہ اور اعتراضانہ نکات لائیں۔ اور ہم قرآن و سنت کی روشنی میں ان کا جواب پوری پاکستانی قوم کے سامنے پیش کریں گے۔ اور پھر فیصلہ عوام سے مانگ لیتے ہیں مگر اس کے لئے بھی یہ لوگ تیار نہیں۔ ادھر آنے کا نام نہیں لیتے۔ دراصل ان کے دل کا چور انہیں سامنے نہیں آنے دیتا۔

اب ہمارے سامنے سب سے نازک مرحلہ اس بل کو قومی اسمبلی میں پیش کرنا ہے۔ انشاءاللہ ہم اسے ہر صورت میں اسمبلی میں پیش کریں گے۔ بہت سی لادینی قوتیں ہمارے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی ہیں۔ ہمیں اس کا پہلے سے اندازہ تھا مگر خدا نے ہمیں پہلے بھی کامیاب کیا تھا اب بھی کرے گا۔ ہم تمام مکاتب فکر علماء کی تائید اور معاونت حاصل کرنے کے لئے ان کے گھر گھر حاضری دے رہے ہیں اور ہمیں حسب دلخواہ تائید حاصل بھی ہو رہی ہے۔ اصل جنگ قومی اسمبلی کے فلور پر لڑی جائے گی۔ مزید معاونت حاصل کرنے اور وفاقی حکومت کی اسلام سے باغیانہ حرکتوں اور سازشوں کا مقابلہ کرنے کے لئے سترہ جون کو راولپنڈی میں آل پارٹیز شریعت کنونشن بلا رہے ہیں۔ یہ کنونشن پیپلز پارٹی والوں

کو انشاء اللہ مجبور کر دے گا۔ کہ وہ قومی اسمبلی میں شریعت بل کی راہ میں کھڑے نہ ہوں ورنہ ......

قریب بیٹھے مولانا زاہد الراشدی صاحب نے گرج دار آواز میں فرمایا۔

" ورنہ اگر علماء دین ان وزیروں، اور پیپلز پارٹی کے اقتدار کے سامنے کھڑے ہو گئے تو بے نظیر اقتدار کے لئے بیٹھنے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہے گا کسی کو یقین نہ آئے تو ۷۷ء کی تحریک کا مطالعہ کرے یا بے نظیر بھٹو کے والد سے نوڈیرو میں جاکر پوچھ لے "



ہم کافروں سے نہیں کافرانہ نظام سے نبرد آزما ہیں (مولانا سمیع الحق)

۱۴ جولائی ۱۹۸۷ء کو شریعت بل کے سلسلہ میں دو وفاقی وزراء حاجی سیف اللہ وزیر مذہبی امور، وسیم سجاد وزیر عدل و انصاف سے مکالمہ کی دلچسپ اخباری رپورٹ

روزنامہ "جنگ" راولپنڈی، ۱۵ جولائی ۱۹۸۷ء

شریعت بل کے محرک اور دو وفاقی وزیروں کا مکالمہ

بائیکاٹ غیر شرعی بات ہے ہمیں اپنا موقف تو سمجھائیں۔ سیف اللہ

ہم دو سال میں آپ کو سمجھا نہیں سکے۔ سمیع الحق

آپ تعاون تو کیجئے مسئلہ حل ہو جائے گا۔ وسیم سجاد

راولپنڈی (سٹاف رپورٹر) شریعت بل کے محرک سینیٹر مولانا سمیع الحق کی پیر کے روز وزیر مذہبی امور حاجی سیف اللہ اور وزیر عدل و انصاف وسیم سجاد سے شریعت بل کے بارے میں دلچسپ گفتگو ہوئی۔ حاجی سیف اللہ سے ان کی ملاقات کراچی میں ہوئی جبکہ وسیم سجاد انہیں اچانک اس وقت مل گئے جب وہ کراچی سے اسلام آباد آرہے تھے اور وزیر عدل لاہور سے اسی طیارے میں سوار ہو گئے۔ حاجی سیف اللہ اور مولانا سمیع الحق کے درمیان یہ مکالمہ ہوا۔

حاجی سیف اللہ ... شریعت بل کا بائیکاٹ غیر شرعی حرکت ہے۔ آپ تبلیغ کا بھی بائیکاٹ کرتے ہیں۔

مولانا سمیع الحق ..... شریعت کے لئے جہاد بھی جائز ہے۔ حضور نے تلوار بھی اٹھائی تھی۔

حاجی سیف اللہ..... وہ معاملہ تو کافروں کے ساتھ تھا۔

مولانا سمیع الحق ... ہم کافروں سے نہیں مگر کافرانہ نظام سے نبرد آزما ہیں۔ اسلام کے لئے ہر قسم کی کوششیں جہاد میں شمار ہوتی ہیں۔ اگر شریعت سے حکومت نے قطعی انکار کیا تو ہمیں سوچنا ہو گا کہ ایسی حکومت اسلامی بھی ہو سکتی ہے یا نہیں۔

حاجی سیف اللہ ... مولانا آپ اسلام کے طریقوں کو اپنائیں بائیکاٹ نہ کریں آپ پارلیمنٹ کے اندر آ کر موقف پیش کریں۔

مولانا سمیع الحق ... اسے ہماری بدقسمتی یا نالائقی کہیئے کہ ہم دو سال میں بھی شریعت بل کے بارے میں اپنا موقف واضح نہ کر سکے اب آپ کو کیا سمجھائیں گے۔

لاہور سے اسلام آباد کے سفر کے دوران مولانا سمیع الحق اور وسیم سجاد کے درمیان جو گفتگو ہوئی وہ کچھ یوں تھی۔

وسیم سجاد ... مولانا آپ شریعت بل کے معاملے کو کہاں تک لے کر جائیں گے۔

مولانا سمیع الحق ... جناب! گاڑی کا اسٹیرنگ تو آپ کے ہاتھ میں ہے آپ گاڑی چلائیں گے تو چلے گی۔

وسیم سجاد..... سارے معاملے کو پارلیمنٹ کی مشترکہ کمیٹی کے حوالے کر دیتے ہیں جو آپ لوگوں اور وزیر اعظم کی مرضی سے بنادی جائے گی۔ جو یہ کمیٹی شریعت بل سمیت 'اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات' قانون قصاص و دیت اور اسلامی قانون شہادت وغیرہ کا تفصیلی جائزہ لے کر ایک رپورٹ مرتب کرے گی۔

مولانا سمیع الحق ... یہ تجویز سر آنکھوں پر مگر ہمارا مطالبہ تو یہ ہے کہ شریعت بل کو اگلے سیشن میں لا کر پاس کرایا جائے۔ باقی امور کے بارے میں آپ بے شک کمیٹی بنائیں۔ اس کمیٹی سے ہم ہر طرح تعاون کریں گے۔ اس وقت اگر شریعت بل کمیٹی کے سپرد کیا گیا تو اسلامی نظریاتی کی رپورٹ کے اوپر ایک اور رپورٹ آجائے گی۔

وسیم سجاد ... نہیں مولانا آپ تعاون تو کریں معاملے طے ہو جائے

مولانا سمیع الحق ... محاذ نے کب تعاون سے انکار کیا ہے مگر ہم سینٹ کے آئندہ سیشن میں نہیں آئیں گے۔ آپ کے لئے ہم راستہ کھلا رکھنا چاہتے ہیں تاکہ آپ چاہیں تو ہماری عدم موجودگی میں شریعت بل کو آسانی سے منظور کر سکیں۔

روزنامہ جنگ راولپنڈی
صفحات (۱۲)

ہمارے مظاہرے کا مقصد کسی ایک فرقے یا پارٹی کی بالادستی قائم کرنا نہیں، بلکہ شریعت اسلامی کا بول بالا کرنا ہے۔ مظاہرین سے قائدین کا خطاب

شریعت بل کی حمایت میں علماء اور عوام کا تاریخی مظاہرہ

آزاد کشمیر اور شمالی علاقہ جات سمیت ملک بھر سے لوگ قافلوں کی شکل میں [illegible]

پارلیمنٹ ہاؤس کے سامنے شریعت بل کی حمایت میں زبردست اجتماع

ہم حکومتی بل کو تسلیم نہیں کریں گے کیونکہ اس کے تحت مروجہ قوانین میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی، جلسے سے ممتاز علماء کی تقریریں

پرائیویٹ شریعت بل کی منظوری کیلئے ملک بھر میں جلسے کئے جائیں گے

حکومت سے مذاکرات کے لئے کوئی رابطہ نہیں ہوا [illegible]

راولپنڈی (خصوصی رپورٹر) متحدہ شریعت محاذ [illegible]

(روزنامہ جنگ راولپنڈی ۱۹ نومبر ۱۹۸۶ء)

مذہبی امور کے وفاقی وزیر حاجی سیف اللہ سے مولانا سمیع الحق کا

ایک اور مکالمہ

روزنامہ "جنگ" راولپنڈی (۱۰؍جون ۱۹۸۶ء) کی رپورٹ

میرے علاقے کے علماء اور پیروکار حاجی سیف اللہ کو یرغمال بنا لیں گے

انہیں اس وقت چھوڑا جائے گا جب حکومت شریعت بل منظور کرے گی: مولانا سمیع الحق

مولانا آپ کو غلط فہمی ہے، میں ان کو شریعت بل کی اصلیت بتا دوں گا، میں آپ کے گھر جانے کی تیاری کر رہا ہوں: حاجی سیف اللہ

اسلام آباد (نمائندہ جنگ) متحدہ شریعت محاذ اور پارلیمانی اپوزیشن گروپ کے بعد اسلامی پارلیمانی اتحاد کی طرف سے قومی اسمبلی کے بائیکاٹ کے اعلان کے بعد پارلیمنٹ ہاؤس کے اندر سیاسی سرگرمیاں تیز ہو گئی ہیں یہ لابیوں اور وزراء کے کمروں تک میں جہاں اپوزیشن گروپوں کے ارکان کا سرکاری پارٹی والوں سے آمنا سامنا ہوتا ہے ایک دوسرے کے بارے میں فقرے بازی ہونے لگتی ہے۔ وزیر مذہبی امور حاجی سیف اللہ کے کمرے میں متحدہ شریعت محاذ کے مرکزی رہنما مولانا سمیع الحق اپنے ساتھی علماء کے ہمراہ آئے اس دوران پارلیمانی اپوزیشن گروپ کے رکن شفیق چودھری بھی وہاں آ گئے حاجی صاحب نے مولانا سمیع الحق سے کہا کہ مولانا صاحب کیسے آنا ہوا تو انہوں نے جواب میں یہ شعر پڑھا

جاتا پڑا رقیب کے در پر ہزار بار
کاش جانتا نہ تیری رہگذر کو میں

حاجی سیف اللہ۔ مولانا صاحب آپ آ ہی گئے ہیں فرمایئے کیا حکم ہے؟

مولانا سمیع الحق۔ آپ جناب شریعت بل کو منظور کر لیں اس کی مخالفت چھوڑ دیں۔

حاجی سیف اللہ۔ شریعت تو اس دن نافذ ہو گئی تھی جب رسول مقبول ﷺ نے دین کی تکمیل کا اعلان کیا تھا۔ اب تو اس کے اوپر عمل کرنے کا سوال ہے اب آپ عمل کے طریقے بتائیں۔

ایک عالم دین۔ ہمارا بھی یہ مطالبہ ہے کہ پاکستان میں شریعت کے قوانین پر عمل کیا جائے۔

حاجی سیف اللہ۔ وہ جو خود کو مسلمان کہہ دیتا ہے وہ خود پر شریعت نافذ کر لیتا ہے۔

مولانا سمیع الحق۔ یہ درست ہے مگر حکومت پھر کیوں شریعت بل منظور کرنے کے خلاف ہے۔

شفیق چودھری۔ حاجی صاحب کہاں شریعت نافذ ہوئی ہے

حاجی سیف اللہ۔ اسلامی قوانین پر ملک میں عمل کیا جا رہا ہے آپ کو نظر نہیں آ رہا ویسے میں کوہاٹ جا کر مولانا سمیع الحق کے ساتھی علماء کے سامنے حقیقت بیان کروں گا۔

مولانا سمیع الحق۔ اگر آپ کوہاٹ گئے تو وہاں علمائے کرام اور ان کے پیروکار آپ کو یرغمال بنا لیں گے آپ کو اس وقت چھوڑا جائے گا جب حکومت شریعت بل منظور کرنے کا اعلان کرے گی۔

حاجی سیف اللہ۔ مولانا صاحب آپ کو غلط فہمی ہے میں آپ کے پیروکاروں کو شریعت بل کی اصلیت بتا دوں گا۔

مولانا سمیع الحق۔ پہلے آپ جمعہ کو فوارہ چوک میں شریعت بل کے حق میں ہونے والے مظاہرے سے خطاب کرنے کی میری دعوت قبول کریں۔

حاجی سیف اللہ۔ آپ فوارہ چوک کی بات کرتے ہیں میں تو آپ اور دوسرے علماء کے گھر میں جانے کی تیاری کر رہا ہوں۔

شریعت بل کی حمایت میں احتجاجی مظاہرے

آج کا احتجاج بارش کا پہلا قطرہ ہے' اسلام دشمن عناصر کا محاسبہ کیا جائے' رہنماؤں کا خطاب

لاہور (اپنے نامہ نگار سے) متحدہ شریعت محاذ کے زیر اہتمام گذشتہ روز لاہور میں شریعت بل منظور کرنے کے بارے میں مختلف مقامات پر احتجاجی مظاہرے ہوئے یہ مظاہرے مسجد شہداء' مسجد دارالسلام باغ جناح' قلعہ گوجر سنگھ' شیرانوالہ گیٹ' جامعہ اشرفیہ' جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو' جامع مسجد کمال مصطفی مزنگ' وغیرہ میں نماز جمعہ کے بعد ہوئے۔ جن سے متعدد مقررین نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ شریعت بل کے منظور ہونے تک ہماری تحریک جاری رہے گی۔ تفصیلات کے مطابق مسجد شہداء میں نماز جمعہ کے بعد محاذ کے کارکنوں کا اجتماع ہوا جس سے فرید احمد پراچہ' مولانا ولدار احمد احرار' مولانا احسان اللہ وقاص' اور خلیق احمد بٹ نے خطاب کیا مقررین نے کہا کہ آج کا احتجاج بارش کا پہلا قطرہ ہے اور یہ سلسلہ جاری رہے گا انہوں نے کہا کہ ہم آمریت کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک کر دم لیں گے۔ اس موقع پر مظاہرین نے مختلف کتبے اٹھا رکھے تھے جن پر شریعت بل منظور کرو' قرآن کا ول شریعت بل' قرآن و سنت کا ماخذ شریعت بل' شریعت بل کے تحت مکمل اسلامی نظام نافذ کرو' اور دیگر کئی نعرے درج تھے اجتماع کے بعد مظاہرین پرامن طور پر منتشر ہو گئے اس موقع پر پولیس کی بھاری نفری موجود تھی اور اجتماع کے وقت شاہراہ قائداعظم پر ٹریفک عارضی طور پر معطل کی گئی۔ تاہم کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا۔

متحدہ شریعت محاذ کے ترجمان کے مطابق جامعہ اشرفیہ میں احتجاجی مظاہرین سے قومی اسمبلی کے رکن لیاقت بلوچ اور اسلامی جمعیت طلبہ پنجاب کے ناظم اعجاز احمد چودھری نے خطاب کیا انہوں نے مطالبہ کیا کہ ملک میں فوری طور پر شریعت بل نافذ کیا جائے اور اسلام دشمن قوتوں کا محاسبہ کیا جائے۔

پاک پتن سے نامہ نگار کے مطابق پاک پتن میں متحدہ شریعت محاذ کے زیر اہتمام شریعت بل کی حمایت میں ایک پرامن جلوس نکالا گیا جس کے شرکاء نے بل کو منظور کرنے کے حق میں نعروں پر مشتمل کتبے اٹھا رکھے تھے۔

روزنامہ "جنگ" لاہور ۲۰ جون ۱۹۸۶ء

باب دوم

جمعیۃ علماء اسلام اور متحدہ شریعت محاذ
کے پلیٹ فارم سے
نفاذِ شریعت کی جنگ

- تحریک و تنظیم، سیاسی مساعی اور اہداف
- تحریک نفاذِ شریعت اور دینی قوتوں کے اتحاد کی ضرورت
- اِسلامی اِنقلاب ، الجہاد الجہاد
- قومی و ملّی اور بین الاقوامی سطح کے اہم مسائل
- حصولِ عدل و انصاف اور قیامِ امن کی تجاویز

تحریک نفاذِ شریعت اور دینی قوتوں کے اتحاد کی ضرورت و اہمیت

> ۹ ستمبر ۱۹۸۶ء کو ۴ بجے بعد نماز ظہر پشاور (نمک منڈی) کی جامع مسجد میں متحدہ شریعت محاذ کا ایک جلسہ عام ہوا، جس میں اجتماع کے مہمانِ خصوصی قائد جمعیۃ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے مختصر خطاب فرمایا خطاب کے بعض حصے جو اس وقت احقر نے نوٹ کر لیے تھے، ماہنامہ الحق کے اگست کے شمارہ میں شائع ہوئے اور اب ذیل میں الحق سے نقل کر کے پیشِ خدمت ہیں ——— (ع-ق-ح)

خطبہ مسنونہ کے بعد!

حضراتِ گرامی، بزرگو اور دوستو! یہ حُسنِ اتفاق اور تحریک نظامِ شریعت کی برکتیں ہیں کہ آج مسجد میں اندر اور باہر کہیں پاؤں رکھنے کی جگہ نہیں، یہ عظیم الشان جلسہ حُسنِ اتفاق سے منعقد ہوا ہے، ورنہ میں نے ان سے عرض کیا تھا کہ آج پشاور کے علماء، دارالعلوم کے فضلاء اور مختلف مکاتبِ فکر کے زعماء کی خصوصی میٹنگ بلائی جائے جس میں متحدہ شریعت محاذ کے کارکنوں کے لیے کام کرنے کے بارے میں باہم مشورہ کیا جائے ——— مجھے معلوم نہ تھا کہ اتنے بڑے جلسہ کا انعقاد ہوگا۔ اب جب دوستوں نے کل سے میٹنگ کی بجائے جلسہ کے انعقاد کا فیصلہ کر لیا، تو خدا تعالیٰ کو بھی یہی منظور تھا۔ آپ حضرات کی اس قدر بڑے پیمانہ پر حاضری، جوش اور خلوص اور آج کا یہ کامیاب جلسہ بغیر کسی تیاری کے اس بات کی دلیل

ہے کہ مسلمانوں کی نظامِ شریعت سے وابستگی مضبوط اور اٹوٹ ہے۔

میں مختصراً یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ متحدہ شریعت محاذ کی تشکیل اور اس کا وجود اور نفاذِ شریعت کی تحریک اور دینی قوتوں کا اتحاد کیوں ضروری ہے اور موجودہ ملکی اور بین الاقوامی سطح پر سیاسی صورتحال کے پیشِ نظر اس کی اہمیت مزید کیوں بڑھ جاتی ہے۔

علماء کی ذمہ داریاں

محترم بزرگو! آپ جانتے ہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ہر مسلمان کے ذمہ ایک لازمی فریضہ ہے، مسلمان کا یہ فریضہ ہے کہ وہ ہر باطل نظام اور دُنیا کے ہر باطل آئین سے ٹکرائے اور اسے تہس نہس کر کے اس کی جگہ صالح انقلاب برپا اور اسلامی نظام قائم کرے۔ پھر قرآن و سنت اس پر شاہد ہیں کہ جس کو جس قدر عقل و شعور اور علم و فہم کی دولت سے نوازا گیا ہے، اس مناسبت سے اس کے ذمہ داریاں اور مسئولیت بھی بڑھ جاتی ہیں۔ اگر ایک شخص عالم ہے، قرآن و حدیث کو جانتا ہے اور میدانِ سیاست میں برسرِ پیکار ہے تو اس کی ذمہ داری سب سے زیادہ بڑی اور اہم ہے۔ اسلام صرف عبادات کا مجموعہ نہیں اور نہ چند مخصوص ریاضتوں سے عبارت ہے، بلکہ اسلام ایک جامع اور مکمل نظامِ حیات ہے۔ علماء انبیاء کے ورثاء ہیں وہ دنیا کے ہر غلط نظام کو بدلنے اور نظامِ اسلام قائم کرنے کے ذمہ دار ہیں۔

پھر ماحول، واقعات اور حقائق و نتائج سے آنکھ بند کر کے محض سیاست برائے سیاست کرنا علماء کے شایانِ شان نہیں۔ سیاست میں حصہ لینا اور ملک میں شریعتِ اسلامیہ کا نفاذ علماء کا فریضۂ منصبی ہے، مسلمان غلبۂ اسلام اور اس کے سیاسی استحکام کی جدوجہد سے کنارہ کش نہیں رہ سکتا۔

سیاست کا مقصد

محترم بزرگو! موجودہ حالات میں علماء کو، اہلِ اسلام کو اور دین کی سربلندی چاہنے والوں کو کون سی سیاست کرنی چاہیئے۔ میں نے اس سے قبل بھی یہاں علماء کنونشن میں یہی عرض کیا تھا کہ علماء کی سیاست برائے سیاست نہیں ہونی چاہیئے۔ یہ نہیں کہ محض حکومتیں بدلتے رہیں، اشخاص اور چہرے بدلتے رہیں، بلکہ ہماری سیاست کا مقصد خدا کے دین کا نفاذ، نظامِ اسلام کی ترویج اور غلبۂ اسلام ہونا چاہئے

لادین سیاست مسلمانوں کیلئے شجرۂ ممنوعہ وملعونہ ہے

پھر ہمیں دیکھنا ہے کہ اگر ہماری سیاست سے اللہ کے دین کو غلبہ حاصل ہوتا ہے، نظام اسلام کا نفاذ ہوتا ہے، شریعت کی بالادستی آتی ہے، تو سیاست میں حصہ لینا واجب ہے، میدانِ سیاست میں کودنا پھر علماء کا فریضہ منصبی بن جاتا ہے کہ اصلاح وتبلیغ اور غلبۂ دین کے لیے سیاسی جدوجہد میں شریک ہوں، اور اگر سیاست لادینی ہو، مادیت اور دہریت کا غلبہ ہو، اسلام کو نقصان پہنچتا ہو اور ہماری کوششوں سے شیطانی قوتیں ابھرتی ہوں، میکیاولی سیاست کی راہیں کھلتی ہوں تو ایسی سیاست شجرۂ ممنوعہ وملعونہ ہے۔ ایسی سیاست جس سے دینِ اسلام کی بقاء واستحکام اور نفاذ کی راہیں مسدود ہوتی ہوں، ایک لعنت ہے علماء کے لیے ایسی سیاست میں حصہ لینا اور تخریب کاری اور قومی وملکی انتشار کو پھیلانا شرعاً اور اخلاقاً ممنوع ہے۔ انبیاء کے ورثاء کے شایانِ شان یہ کام نہیں۔ علماءِ حق ہمیشہ سے باطل کے نظام کو اور باطل کی سیاست کو باطل قرار دیتے آئے ہیں، اسلئے علماء باطل آلۂ کار کبھی نہیں بنے اور نہ علماء حق کی سیاست یہ ہے کہ اربابِ اقتدار کی مدح وثنا کرتے پھریں، ان کی ہر جائز وناجائز کی تائید کرتے رہیں۔ جو دین کا عالم ہوگا، جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح وارث اور جانشین ہوگا وہ ہمیشہ حکومت کے ظالمانہ کردار، منافقانہ پالیسیوں سے جنگ کرے گا۔ جو عالم حکومت پر بک جاتا ہے اور اقتدار کے ایوانوں میں نظام اسلام اور اعلاء کلمۃ الحق کا جھنڈا بلند نہیں کرسکتا وہ ملعون ہے اور شیطان سے بھی بدتر ہے۔ الساکت عن الحق شیطان اخرس۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسے عالم کو گونگا شیطان کہا ہے۔

اور ایسا عالم بھی غضبِ خداوندی کا مستحق ہے جو قطعاً علم دین کی تحقیر وتذلیل کررہا ہے، جو علی الاعلان لادینی طبقوں، سوشلسٹوں، کمیونسٹوں اور دین دشمن عناصر کے لیے راہ ہموار کرتا پھر اور ان کو منزلِ مقصود تک پہنچانے کیلئے اپنا کاندھا آگے بڑھاتا ہے، جو برسرِ اقتدار آکر اہلِ اسلام کو، دینی قدروں کو، نبوت کی تعلیمات کو، اخلاقی مجد وشرف کو تہس نہس کردے، اس لیے جمعیۃ علماء اسلام کی تحریک نفاذِ شریعت متحدہ شریعت محاذ کی شکل میں ایک اعتدال کا راستہ اللہ نے

ہمارے لیے پیدا کیا۔ اور یہ ایک صراطِ مستقیم ہے۔ اگر ایک طرف حکومت سے اسکی جنگ ہے، ایوان میں اس کے گریبان میں ہاتھ ڈالنا ہے، جیسا کہ حکومت کے لیے آج کل شریعت بل گلے کا طوق بنا دیا گیا ہے، تو دوسری طرف لادینی قوتوں، بے دین سیاستدانوں اور دین دشمن عناصر سے بھی برسرِ پیکار ہے۔ ان ملک دشمن عزائم اور دین کے مٹا دینے والے کردار کو قطعاً پنپنے نہیں دیا جائے گا۔

کچھ لوگ جن کو سیاسی میدان میں شکست مل چکی ہے، جنہیں شریعت کی بجائے جمہوریت میں ہی سب کچھ نظر آتا ہے، وہ عوام کو یہ دھوکہ دے رہے ہیں کہ شریعت بل پیش کرنے والے پارلیمنٹ کے ممبر ہیں اور جو پارلیمنٹ کا ممبر ہوتا ہے وہ حکومت کا ساتھی ہوتا ہے حالانکہ یہ محض فریب ہے۔ آخر تم تو خود بھی الیکشن کا مطالبہ کر رہے ہو، کس لیے؟ انتخاب کے ذریعہ اسمبلی میں جانا چاہتے ہو۔ اگر ممبر بننا حکومت کی ہاں میں ہاں ملانا ہے، پھر تو تمہاری ساری جد و جہد بھی اسی لیے ہے، تم خود تو اقتدار کی جنگ لڑ رہے ہو کہ کسی طرح کرسی تک پہنچ جائیں اسلام دشمن قوتیں اقتدار میں کیوں نہ آئیں مگر ہمیں ایک آدھ سیٹ تو مل جائے۔

الغرض الحمدللہ علماء حق آج وہی کردار ادا کر رہے ہیں جو ان کے اسلاف نے پارلیمنٹ میں اختیار کیا تھا۔ نہ حکومت کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں اور نہ لادینی قوتوں کے لیے راہ کھولنے کی سیاست کر رہے ہیں بلکہ علماء حق حکومت کے منافقانہ کردار کا پردہ چاک کر رہے ہیں، نفاذِ شریعت کی جنگ کر کے ائمہ اسلاف کی نیابت کا حق ادا کر رہے ہیں، شریعت بل پیش کر کے اسلامی سیاست کا جھنڈا بلند کر دیا ہے۔

شریعت بل کیا ہے

شریعت بل کیا ہے؟ یہ نظام کا بدلنا ہے، تو جمعیۃ علماء اسلام کے اکابر چہرے نہیں بلکہ نظام بدلنا چاہتے ہیں۔ یہ عجیب دور ہے کہ مغربی سیاست اور لادینی قوم پر مسلط کی جا رہی ہے اور اچھے بھلے دیندار لوگ بھی غلط فہمی سے اس کی لپیٹ میں آ رہے ہیں کہ حکومت بدلنے اور محض چہرے بدلنے کے لیے لوگوں کو سڑکوں پر نکالو، تخریب کاری کرو، دکانیں جلاؤ، بیگناہ لوگوں کو قتل کراؤ۔ جبکہ اسلام میں محض سیاست برائے سیاست کی گنجائش نہیں۔ اسلام

سیاست برائے غلبۂ دین کی تعلیم دیتا ہے ———— نوابزادہ نصر اللہ خان کی سیاست نہیں کہ کنوئیں کی چرخی ہے کہ ایک طرف ڈول خالی ہوتے ہیں اور پھر دوبارہ بھر لیے جاتے جاتے ہیں۔ آخر یہ بھی کوئی مشن ہے۔ اس سیاست سے، بے مقصد ہنگاموں سے، بغیر منشور کی تحریک سے، آپ یقین جانیں سو سال میں بھی آئین اور نظام نہیں بدلا جا سکتا۔

تو اس بل کے ذریعہ جمعیۃ علمائے اسلام نے نظام بدلنے کا فیصلہ کیا ہے، آئین بدلنے کا فیصلہ کیا ہے کہ جو بھی حکومت آئے اور جائے، اس کی پابند ہوگی، مسلم لیگ بھی اس کی پابند ہوگی، پارلیمنٹ بھی پابند ہوگی، عدالت بھی اس کی پابند ہوگی۔ حکومت ہزار بار بدلتی رہے، جو حکومت بھی آئے اس کی پابند ہو۔ اگر پیپلز پارٹی کی حکومت آئے گی تو وہ بھی اس کی پابند ہوگی۔ ملک کا سیاسی نظام شریعت کا پابند ہو جائے گا۔ کوئی پارٹی، کوئی جماعت اور کوئی گروہ شریعت کے خلاف کام نہیں کر سکے گا۔

جمعیۃ علماء اسلام کی تحریک نفاذِ شریعت کی برکت سے عدالتوں سے مغربی نظامِ عدالت چھین لیا جائے گا اور اس کی جگہ نظامِ شریعت جاری کر دیا جائے گا۔ (انشاء اللہ)

دوستو! آج حکومت بھی اور لادینی قوتیں بھی شریعت بل کے خلاف متحد ہیں، آج شریعت کے خلاف پیپلز پارٹی کے جو جذبات ہیں حکومت کے بھی وہی جذبات ہیں۔

الکفر ملّۃ واحدۃ

عام سیاسی لیڈر اور مولوی کے لباس میں بعض پیشہ ور سیاستدان بھی شریعت بل کے بارے میں حکومت اور پیپلز پارٹی کے مؤقف سے پیچھے نہیں ———— عجیب بات ہے حکومت اور سیاستدان بظاہر آپس میں مختلف ہیں، اختلافات میں اقتدار کی جنگ لڑ رہے ہیں مگر شریعت بل کی مخالفت میں سب متفق ہیں اور سب کا مؤقف ایک ہے، شریعت کے نفاذ کو ٹالنے میں سب کا اجماع ہے۔ خوب فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے: الکفر ملۃ واحدۃ ——— یہ دو نظاموں کی جنگ ہے۔ حکومت کی سیاست منافقت کی سیاست ہے جو بغیر دباؤ کے اور زبردست سیاسی قوت کے نظام اسلام نافذ کرنے میں قطعاً مخلص نہیں۔

ارباب حکومت اور لادین سیاستدانوں کا متفقہ فیصلہ

ہمارا تجربہ ہو چکا ہے، قریب سے دیکھ چکے ہیں، اندر باہر سے جھانکا ہے، ہم نے ان کے ہر خدشے کا جواب دیا، ہر اعتراض کو رفع کیا، ہر مشکل سلجھائی، ہر موڑ پر اسلام کی معتدل راہ بتائی، مگر ایسا لگتا ہے کہ ارباب حکومت فیصلہ کر چکے ہیں کہ حکومت چلی جائے مگر نظام شریعت نہ آنے پائے۔

دوسری طرف سیاسی پارٹیاں ہیں، لادینی قوتیں ہیں، لادینیت اور دہریت کے علمبردار ہیں، جن کے اندر سیکولرازم، سوشلزم، قادیانیت اور ہر بے دینی کھپ چکی ہے جو سب کچھ چاہتے ہیں مگر نظام شریعت نہیں چاہتے، بڑی جرأت اور بے باکی سے نظام شریعت کی مخالفت کر رہے ہیں، قادیانیت کی سرپرستی کر رہے ہیں، سیکولرازم اور بھٹوازم کے نعرے لگا رہے ہیں۔

اب علماء حق، اہل درد، غلبۂ اسلام کی تمنا اور کام کرنے کا جذبہ رکھنے والے کارکن چکی کے دو پاٹوں میں آ گئے ہیں۔ ایک طرف حکومت کی منافقت ہے اور دوسری طرف سیاسی پارٹیوں کا کفر صریح ہے۔ ہم دونوں سے دستبردار ہیں، ہم دونوں سے لاتعلق ہیں۔

وحدتِ اُمّت کا منشور

ہمارے پاس اپنا پلیٹ فارم ہے، اپنا منشور ہے، اپنا لائحہ عمل ہے۔ وہ قرآن کا منشور ہے اور شریعت کا پلیٹ فارم ہے، اور شریعت کے محاذ پر شریعت، شریعت کے پلیٹ فارم پر اور شریعت کے مؤقف پر متحد ہونے کی دعوت دیتے ہیں یہی صراطِ مستقیم ہے اور یہی نجات کا راستہ ہے، جمعیۃ علماء اسلام اسی کی علمبردار ہے۔

شیطانی سیاست سے برأت کا اعلان

جو لوگ پیپلز پارٹی وغیرہ کی شیطانی سیاست کے علمبردار ہیں، لادینیت کا جھنڈا اٹھائے ہوئے ہیں اور اسی جھنڈے کے تحت مطمئن ہیں وہ شیطنت کی راہ چل رہے ہیں، اور جو لوگ حکومت کے جھنڈے کے تلے مطمئن ہیں، اس کی ہر بات پر لبیک کہتے ہیں، حق و ناحق کی تمیز نہیں کر پاتے، حکومت پر اپنا ضمیر بیچ چکے ہیں، ہم ایسوں سے اعلانِ بیزاری

کرتے ہیں۔

جمیعۃ علماء اسلام کی نفاذ شریعت کی تحریک اور شریعت بل درمیان کا راستہ ہے اعتدال کا راستہ ہے جو خالص اور شرعی جہاد ہے جس کی دونوں باطل سیاسی نظاموں سے جنگ ہے، اور الحمد للہ کہ جمیعۃ علماء اسلام کے اس مؤقف پر کراچی سے لے کر خیبر تک علماء کرام، مفتیانِ عظام، ہمدردانِ اُمت اور غمخوارانِ ملت کو اطمینان ہے، جید علماء کرام اور مشائخ عظام کی اس کو تائید حاصل ہے۔

بے حمیتی کی انتہاء

ہم نے گذشتہ چند ماہ میں سارے ملک کا دورہ کیا ہے۔ سندھ، پنجاب اور ملک کی ہر گلی اور کوچہ کوچہ چھوٹے بڑے اور بچے بچے کی زبان پر شریعت بل ہے۔ جب مجھے کراچی، سندھ اور پنجاب میں شریعت بل کے سلسلہ میں جانا ہوا تو میرا سر شرم سے جھک گیا، جب وہاں کے لوگ کہنے لگے کہ تمہارے پشاور کے بعض نام نہاد مولویوں نے شریعت بل کے خلاف مظاہرہ کیا اور اخبارات میں اس کی تصویریں بھی شائع ہوئیں۔

جو بات مرزائی کہہ رہے ہیں، انتہائی متعصب شیعہ کہہ رہے ہیں، لادین عناصر کہہ رہے ہیں، کمیونسٹ اور سوشلسٹ کہہ رہے ہیں، حکومت کہہ رہی ہے، وہی بات سیاسی مولوی بھی کہہ رہے ہیں کہ شریعت بل اسمبلی میں پیش کر کے اسے متنازعہ بنایا جا رہا ہے۔ جب اسمبلی کے ارکان اس پر بحث کریں گے یا مخالفت کریں گے تو متنازعہ بن جائے گا، لہٰذا اسے نہیں پیش کرنا چاہیئے —— یہ عجیب منطق ہے، اسلام کا نام نہ لو کہ لوگ اختلاف کریں گے۔ پھر تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کی تبلیغ ہی نہ کرو، نہ رُوس کو اسلام کی دعوت دو نہ امریکہ کے سامنے اسلام کا نام لو کہ وہ اسے ٹھکرا دیں گے —— ہمارے اکابر بھٹو کے دور میں، ایوب خان کے دور میں اسلام کی بات کیوں کرتے رہے! جبکہ اکثریت کے بل بوتے پر ہر بات مسترد کی جاتی رہی۔

اگر اسلام کا نام لینا اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دینا، اسلام کو متنازعہ کرنا ہے پھر تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کا نام کیوں لیا کہ لوگوں کو توحید کی دعوت دی

اور کلمۂ اسلام ان کے سامنے پیش فرمایا کہ ساری دنیا اس کی مخالف تھی اور ظالموں کے ہاں توحید بھی متنازعہ تھی۔

جھوٹا اور بے بنیاد پروپیگنڈہ

ایک اور غلط فہمی یہ پھیلائی جا رہی ہے کہ شریعت بل میں مودودی ازم ہے اور اسے جماعت اسلامی نے پیش کیا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ دروغ گورا حافظہ نہ باشد۔ کچھ تو خدارا انصاف سے کام لیجئے۔ آخر قوم کیا کہے گی کہ علماء بھی جھوٹ بولتے ہیں۔ آخر یہ شریعت بل کب پیش ہوا، کس نے پیش کیا، اس کی کون سی دفعہ میں مودودی ازم ہے، کون سی دفعہ شریعت کے خلاف ہے؟ یہ شریعت بل میں نے اور محترم قاضی عبداللطیف صاحب نے پیش کیا۔ یہ شریعت بل جمعیۃ علماء اسلام کے اکابر و مشائخ اور جید علماء کے مشورہ سے پیش ہوا ہے اور اس کی جنگ حضرت شیخ الحدیث قائد شریعت مولانا عبدالحق مدظلہ کی قیادت میں لڑی جا رہی ہے۔ قوم سچائی چاہتی ہے ــــ قوم اطمینان چاہتی ہے ــــ جو لوگ محض باطل قوتوں کے آلۂ کار کے طور پر کام کر کے فسادات پھیلا رہے ہیں، ان کو اپنے مؤقف پر کوئی اطمینان نہیں ہے۔ وہ جیل جائیں، وہ مار کھائیں، وہ جلوس نکالیں، انہیں ضمیر ملامت کرتا ہے انہیں شریعت ملامت کرتی ہے، وہ خود سوچیں گے کہ یہ قربانی کس لیے دی جا رہی ہے۔

جمعیۃ علماء اسلام کا مؤقف

ہمارا مؤقف خالص شریعت کا مؤقف ہے، صحیح مؤقف ہے اور ہمیں اپنے مؤقف پر سو فیصد یقین ہے کہ وہ درست مؤقف ہے۔ ہمارا ضمیر مطمئن ہے، ہماری تحریک کامیاب ہے، ہمارا راستہ خالص اسلامی انقلاب کا راستہ ہے۔ ہمیں شرح صدر ہے کہ اس میں جو بھی تکلیف آئے گی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہو گی، جو بھی قدم اٹھے گا صرف اور صرف شریعت کے لیے ہو گا، کامیابی ہو گی تو نورٌ علیٰ نور، کامیابی بظاہر نہ ہو تو فرض منصبی تو ادا ہو گا اور عند اللہ تو سرخرو ہوں گے۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم

کا زندگی بھر یہی شیوہ اور وطیرہ تھا۔ کامیابی اور ناکامی ان کی ذمہ داری نہ تھی، نتائج اللہ تعالےٰ پر چھوڑ کر وہ جدوجہد کرتے رہے۔ ہمارا یہی مشن ہے اور یہی تحریک۔

آئیے ہم سب دائیں اور بائیں سے ہٹ کر صراطِ مستقیم پر گامزن ہوں اور اس کے لیے متحدہ شریعت محاذ کو مضبوط بنائیں، تاکہ یہ آخر تک اسلامی انقلاب اصلاحِ معاشرہ اور قرآن و سنت کی بالادستی کی کامیاب جنگ لڑ سکے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔



اسلامی انقلاب

الجہاد ــــ الجہاد

جمعیۃ علماء اسلام کو انقلاب انگیز پالیسی اپنانا ہو گی

جناب مدیر الحق مولانا سمیع الحق کے جمعیۃ علماء اسلام کی نئی ذمہ داریوں اور نظامتِ علیا کے پیشِ نظر دارالعلوم کے اساتذہ وطلبہ اور جمعیۃ طلباء اسلام اکوڑہ خٹک کے کارکنوں کا بھی ملک کے دیگر اضلاع کے جماعتی اکابر اور کارکنوں کی طرح دارالعلوم میں انہیں استقبالیہ دینے کا اصرار تھا، مگر قائد جمعیۃ مولانا سمیع الحق کا اپنے گھر میں ایسی تقریبات کو پسند نہ کرنے اور مسلسل مصروفیات جماعتی و تنظیمی اسفار، متحدہ شریعت محاذ اور سینٹ کے اجلاسوں میں شمولیت اس کے التواء کا باعث بنتے رہے، چنانچہ ۲ فروری ۸۹ء کو حسنِ اتفاق سے حضرت مولانا میاں محمد اجمل قادری اور جمعیۃ کے دیگر مرکزی راہنماؤں کی دارالعلوم تشریف آوری کے موقع کو غنیمت سمجھ کر جمعیۃ کے کارکن استقبالیہ تقریب کے انعقاد میں کامیاب ہوگئے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق مدظلہ نے صدارت کی۔ دارالعلوم کے مشائخ و اساتذہ اور طلبہ کے علاوہ ضلع ہزارہ، مردان، پشاور، ڈیرہ اسمٰعیل خان، بلوچستان اور پنجاب سے جمعیۃ علماء اسلام اور جمعیۃ طلباء اسلام کے مرکزی راہنماؤں اور کارکنوں نے شرکت کی۔ دارالحدیث کا وسیع ہال اور سامنے کا برآمدہ کھچا کھچ بھر چکا تھا۔ آخری خطاب قائد جمعیۃ مولانا سمیع الحق صاحب کا تھا، گھنٹہ بھر جاری رہا جو حالاتِ حاضرہ، ملک کی تازہ ترین سیاسی صورتحال، متحدہ شریعت محاذ، جمعیۃ علماء اسلام کے اغراض و مقاصد، جماعتی موقف و پالیسی، نئے نظامِ شرعی اور اسلامی نقطہ نگاہ سے اہلِ علم کی ذمہ داریاں اور سیاسی ترجیحات جیسے اہم موضوعات پر حاوی ہے اس لحاظ سے قائد جمعیۃ کا یہ خطاب مغربی استعمار کیخلاف برسرپیکار اور نفاذِ اسلام کی کوششوں میں منہمک تمام دینی قوتوں اور جماعتی کارکنوں کیلئے انتہائی فکر انگیز اور لائق توجہ ہے۔ لہٰذا ٹیپ ریکارڈ سے من وعن نقل کر کے افادہ عام کے پیشِ نظر نذرِ قارئین ہے۔ (عبدالقیوم حقانی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ــ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم العلماء ورثۃ الانبیاء ــــ محترم علماء کرام، مشائخ عظام، حضرات اساتذہ اور عزیز طلبہ!

تمہید

کافی دنوں سے دارالعلوم حقانیہ کے طلباء کی خواہش تھی اور ایک پروگرام کا ارادہ تھا کہ یہاں مجھے جمعیۃ علماء اسلام کی خدمت اور نئی ذمہ داریوں کے پیش نظر استقبالیہ دیں مگر میں نے اعذار پیش کیے اور ان سے عرض کیا کہ یہ تو دارالعلوم، مادر علمی اور اس علمی گھرانے کی اپنی مسرت اور خوشی ہے، میں اس گھر کا اور حقانی برادری کا ایک فرد ہوں۔ ہم سب ایک گھر کے افراد ہیں، جسد واحد اور ایک مادر علمی کی اولاد ہیں اور سب بھائی ہیں۔ اپنے ہی گھر میں مبارکبادیں اور استقبالیے؟ میں اسے ایک شائستہ امر نہیں سمجھتا۔ یہ معاملہ تو وہی ہے جو متنبی نے کہا تھا کہ

انما التهنئات للاكفاء　　ولمن يتبع من البعداء

وانا منك لا يهنئ عضو　　بالمسرات الى سائر الاعضاء

(ترجمہ) ــــ "بیشک مبارکبادیاں ہمسروں کے لیے ہیں اور اس شخص کے واسطے جو دور افتادوں میں سے نزدیک ہو ــ اور میں تو تجھی سے ہوں گویا تیرا ایک جز ہوں اور ایک عضو بقیہ اعضاء کو خوشیوں کی مبارکباد نہیں دیتا ــــ"

وانا منکم ہم سب ایک جسم کے اعضاء اور جوارح ہیں، کوئی دل ہے، کوئی دماغ ہے، کوئی ہاتھ ہے کوئی پاؤں ہے، کوئی کان اور کوئی آنکھ ہے۔ میں نے کہا اور بار بار کہا کہ دیکھو! ایک عضو دوسرے عضو کو مبارکباد پیش نہیں کرتا، یہ موقعہ مبارکباد کا نہیں، مبارکباد تو تب دی جاتی ہے جب بے انتہا مسرتوں اور خوشیوں سے انسان مالامال ہو، کوئی سہولت اور راحت حاصل ہو، یہ خوشی کا مقام نہیں ــ عزیز طلبا! میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ آپ میرے ساتھ تعزیت کریں' ہمدردی کریں۔ ایک شخص جب ایک من بوجھ نہیں اٹھا سکتا اور آپ اس پر بیس من بوجھ لا دیں تو اس موقعہ پر اس کو مبارکباد نہیں دی جاتی بلکہ اُس سے ہمدردی کی جاتی ہے۔ ارشاد نبوی ہے: کانما ذبح بغیر سکین ــ اب تو میری حالت یہی ہے کہ بغیر چھری کے ذبح کیا جا رہا ہوں۔

بہرحال یہ حقیقت ہے کہ جب لاہور کے عظیم اجلاس میں اکابر نے جنرل سیکرٹری کے لیے میرا نام پیش کیا تو میں نے وہاں بھی اپنی مجبوریاں، معذرتیں اور واقعی اعذار بیان کر دیئے، اور واقعہ بھی یہ ہے کہ میں اس عظیم منصب اور اہل حق کے قافلہ کی خدمت کیلئے

خود کو اہل نہیں سمجھتا، اس لیے کہ علم میں عمل میں، شجاعت اور بہادری میں، ہر لحاظ سے میں ادنیٰ ترین اور خود کو گنہگار انسان سمجھتا ہوں۔

جمعیۃ کی خدمت دنیا و آخرت کی عظیم سعادت ہے

جمعیۃ علماء اسلام تو کاروانِ حق کی ایسی مقدس جماعت اور ایسی برگزیدہ شخصیتوں کی جماعت ہے کہ اس جماعت کے کارکنوں کی جوتیوں میں بھی اگر کسی خوش نصیب کو جگہ مل جائے تو یہ اس کے لیے دنیا و آخرت کی عظیم سعادت ہے۔ علاوہ ازیں دارالعلوم کی مصروفیات، شریعت محاذ کے مشاغل، پارلیمنٹ کے امور، علاقائی ضرورتیں، آپ سب اور دوسرے مجھے دیکھتے ہیں، میں اتنا بڑا بوجھ اور اتنی بڑی ذمہ داری نہیں اٹھا سکتا تھا۔

فیصلے خالقِ کائنات کی طرف سے ہوتے ہیں

اگر حضرت امیر مرکزیہ مولانا محمد عبداللہ درخواستی دامت برکاتہم نے حکم فرمایا تو میں نے منت و سماجت اور عجز و انکسار سے اور رو رو کر درخواست کی کہ مجھے معاف رکھا جائے میں اس کا اہل نہیں مگر کسی بھی طریقہ سے میرا عذر مسموع نہ ہوا تو میں سمجھ پایا کہ اب قہرِ درویش برجانِ درویش والی بات بن گئی ہے۔ اس میں اور اس ذمہ داری کے سونپ دیئے جانے میں میرا ذاتی کوئی کمال نہیں، نہ میرے اندر صلاحیت ہے اور نہ اس میں کوئی سیاست بازی ہے نہ میری کسی سے ضد ہے اور نہ کسی سے مقابلہ ہے۔ واللہ العظیم میں اس عہدہ کے قبول کرنے میں کسی سے کوئی مقابلہ نہیں کرنا چاہتا، یہ سب فیصلے تقدیری ہیں، فیصلے خالقِ کائنات کی طرف سے ہوتے ہیں، جو کچھ ہوتا ہے اللہ کی مرضی سے ہوتا ہے ہر کام میں اس کے دسیوں مصالح اور لاکھوں حکمتیں ہوتی ہیں، میرا تو یہ خیال ہے۔

دارالعلوم حقانیہ اور شہدائے بالاکوٹ

الحمدللہ دارالعلوم حقانیہ کی نسبتیں بہت زیادہ قوی ہیں، اللہ پاک نے اس کی بنیادیں بھی گہری اور مضبوط رکھی ہیں۔ آپ کو علم ہے کہ آپ آج جس زمین پر بیٹھے ہیں، دارالحدیث میں بیٹھے ہیں، اس زمین پر آج سے تقریباً پونے دو سو سال قبل اللہ کے راستے میں

نفاذ اسلام کے لیے ایک عظیم اور مقدس خون بہایا گیا ہے، یعنی حضرت امیر المومنین سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور ان کے مجاہد و جاں سپار رفقاء نے یہاں اکوڑہ میں پڑاؤ کیا تھا اور قرین قیاس یہی ہے کہ یہاں دار العلوم والی جگہ کے آس پاس سکھوں کے بڑے فوجی لشکر کا پڑاؤ تھا، اور جہاد سے مقابلہ کیا۔ دس ہزار مسلح سکھوں پر مجاہدین نے شبخون مارا، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ فرماتے ہیں کہ میری تاریخی تتبع اور واقعاتی تحقیق یہ ہے کہ اکوڑہ خٹک کے اس جہاد سے پہلے پانچ سو سال تک صحیح اسلامی اور خالص جہاد عمل میں نہیں آیا تھا، مگر شہدائے بالاکوٹ نے خالص اسلامی جہاد و قربانی سنتِ نبوی اور شرائط کے مطابق یہاں سے جہاد شروع کر دیا۔

اکوڑہ کی جنگ

یہ جہاد خالص اسلامی اور شرعی جہاد تھا۔ امیر المومنین سید احمد شہیدؒ پہلے اسلام کی دعوت دیتے تھے پھر جزیہ ورنہ تلوار، پھر اس جہاد میں اسلام کی تمام شرائط مکمل تھیں۔ تو بہت سے افراد شہید ہوئے، یہ اکوڑہ کی جنگ تھی اور یہاں دار العلوم اور اس کے آس پاس کی زمین پر مجاہدین نے جام شہادت نوش کیا۔ حضرت سید احمد شہیدؒ نے ستر شہداء کے نام کی فہرست ہندوستان بھیجی جو صرف ہندوستانی تھے اور اس رات میں شہید ہوئے تھے۔ سید احمد شہیدؒ اکوڑہ کی جنگ کو "لیلۃ الفرقان" سے تعبیر فرمایا کرتے تھے۔ جنگِ بدر اور اس کا منظر ان کے سامنے تھا، وہ اس رات کو حق اور باطل کے درمیان امتیاز کی رات قرار دیتے تھے۔ تو شہدائے بالاکوٹ نے اکوڑہ خٹک سے جس جہاد کا آغاز کیا تھا الحمد للہ وہ ابھی تک جاری ہے۔ اس جنگ میں بڑے عظیم اور مقدس لوگوں کا خون بہا ہے۔ اکوڑہ کو جو خدا تعالیٰ نے دار العلوم حقانیہ کے لیے منتخب کیا اس میں بھی یہی راز ہو سکتا ہے۔ بڑے شہروں، آبادیوں، مراکز اور سرسبز و شاداب علاقوں کو چھوڑ کر اکوڑہ کی بنجر اور پتھریلی زمین کو منتخب کیا گیا۔

شہداء کا خون رنگ لایا

یہ دراصل اُن شہداء کا خون رنگ لایا، ان کی نسبتیں قوی تھیں، ان میں ایسے نوجوان بھی تھے کہ ایک نوجوان سخت بخار کی حالت میں حاضر ہوا، بخار کی شدت سے لرز رہا تھا اور عرض کیا امیر المومنین!

میرا نام آپ نے مجاہدین کی فہرست سے کیوں خارج کر دیا ہے؟ امیرالمؤمنین نے فرمایا تجھے بخار ہے، تم سخت مریض ہو، اُدھر دریا سے پار ہونا ہے، رات کی تاریکی کا سخت مرحلہ ہے۔ اس نوجوان نے عرض کیا حضرت! یہ تو جنگ اور جہاد کا آغاز ہے، پہلی لڑائی ہے، تو خدا کی راہ میں شہید ہونا چاہتا ہوں، یہ ابتداء ہے تو اس جہاد میں سابقین کی فضیلت سے خود کو محروم کرنے کے لیے تیار نہیں۔

جہادِ افغانستان اور شہدائے دارالعلوم

اور آج جہادِ افغانستان کا بھی دار العلوم حقانیہ سے ایک بڑا تعلق اور قوی نسبت ہے، اللہ پاک نے دارالعلوم حقانیہ کو مرکزِ علم بنایا، پھر یہاں کے اساتذہ، طلباء اور مدرسین اور فضلاء آج افغانستان کے میدانِ کارزار میں روس جیسی عظیم اور درندہ صفت طاقت کے ساتھ صفِ اول میں نبرد آزما ہیں، برسرپیکار ہیں۔

بہرحال میں عرض کر رہا تھا کہ دارالعلوم حقانیہ کی نسبتیں ہیں، تو میری بھی اپنی ذاتی کوئی اہلیت نہیں، کوئی کمال اور صلاحیت نہیں، البتہ مجھے دارالعلوم حقانیہ کے ساتھ اس کے ایک فرد اور خادم ہونے کی نسبت ہے۔ امیر مرکزیہ حضرت درخواستی دامت برکاتہم نے بھی اپنی تقریر میں حقانیہ کی ان نسبتوں کا تذکرہ فرمایا، حضرت شیخ الحدیث مدظلہ، دارالعلوم حقانیہ اور جہادِ افغانستان کا تذکرہ فرمایا کہ فضلائے حقانیہ روس جیسی عظیم اور سپر پاور اور ایک بڑی طاقت سے لڑ رہے ہیں۔ تو میں بھی آپ کی مادرِ علمی کا ایک ادنیٰ فرد ہوں اور آپ حضرات جو مادرِ علمی کے فضلاء اور طلباء ہیں سب میرے بھائی ہیں۔

جمعیۃ کے کارکنوں اور اہلِ علم کی ذمہ داریاں

اس موقعہ پر بجائے مسرت کے آپ کی یہ ذمہ داری ہے کہ پرخلوص دعاؤں سے میری مدد فرمائیں، ہمدردی کریں۔ اور ہمارے اکابر اور جمعیۃ علماء اسلام اس وقت جو جنگ لڑ رہے ہیں، لازمی ہے کہ تم لوگ صفِ اول میں آکر مجاہدانہ کردار ادا کرو، اگر گھر کے افراد پیچھے رہ جائیں، اہلِ علم پیچھے رہ جائیں تو دنیا ان کو بری نظر سے دیکھتی ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ دیکھو یہ بھی اس گھر کا فرد ہے، اہلِ علم سے تعلق ہے، دارالعلوم دیوبند

یا دارالعلوم حقانیہ کا فاضل ہے، جمعیۃ سے وابستہ ہے، مگر پھر بھی دین اور غلبۂ دین کا کام نہیں کر رہا۔ تو یہ عیب کی بات ہے، نازیبا اور ناشائستہ کام ہے۔

بہرحال مجھے خوشی ہے کہ آپ حضرات اور اہل علم اور جمعیۃ علماء اسلام کے مخلص کارکن اپنی ذمہ داری محسوس کر رہے ہیں، آپ نے میرے حوصلے بلند کر دیئے ہیں، میں اس پر آپ سب کا بیحد ممنون اور شکرگذار ہوں کہ آپ حضرات نے میری پشت پناہی فرمائی۔ میں قائد یا لیڈر نہیں، میں تو آپ کا خادم ہوں، ایک ادنیٰ سپاہی ہوں۔

جمعیۃ کے مقاصد مروجہ سیاست سے بالاتر ہیں

اب ہمارے سامنے ایک بڑا اور عظیم مرحلہ اور ایک چیلنج درپیش ہے، لوگ سیاست کا نام لیتے ہیں۔ ہر طرف سے سیاست سیاست کی آوازیں آ رہی ہیں محترم دوستو! یہ سیاست ایک عارضی چیز ہے۔ مروجہ سیاست مغربی جمہوریت، الیکشن پارٹیاں، حکومتیں اور چہرے بدلنا، ایک کو بٹھانا دوسرے کو اتارنا، پھر چند روز بعد اس کو اتار کر تیسرے کو بٹھانا، یہ سب مروجہ سیاست کے طریقے ہیں۔ مگر ہماری جدوجہد اور جمعیۃ علماء اسلام کے مقاصد اس قدر کمزور اور پست نہیں ہیں، سطحی اور بے روح نہیں، میری نزدیک اس حقیر مقصد کے لیے اور ایسی بے مقصد سیاست کے لیے بخاری شریف، ترمذی شریف اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تدریس کی مسند جلیل چھوڑ کر محض سیاست میں لگا رہنا حرام ہے، یہ کام تو دنیا پرستوں اور اقتدار پرستوں اور مفاد پرستوں کا مطمح نظر ہے۔ البتہ ہمارے سامنے ایک عظیم مقصد ہے وہ یہ ہے کہ ہماری عظیم قربانیاں، ہمارے اسلاف کی بے نظیر مساعی، سید احمد شہیدؒ کا عظیم جہاد اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کا خون شہادت تاحال وہ بار آور نہیں ہوا، اس کے اصل مقصدی نتائج حاصل نہیں ہو سکے۔

میں اس ملک کو حقیقی طور پر دارالاسلام نہیں سمجھتا

امام انقلاب شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ نے جدوجہد جس غرض کے لیے شروع فرمائی تھی، اس منزل تک ابھی تک ہم نہیں پہنچ سکے۔ شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ، حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ

اور حضرت مولانا مفتی محمودؒ کے مسلسل مساعی، کوششیں اور انتھک مجاہدے اور بے مثال قربانیاں صرف اور صرف اس لیے تھیں کہ اس ملک سے انگریز کا نافذ کردہ نظام باہر پھینک دیا جائے، میرا یقین ہے اور آپ سب میرے ساتھ اس بات پر متفق ہوں گے کہ ابھی تک ہمیں پاکستان بن جانے کے باوجود بھی حقیقی آزادی نہیں ملی۔ جب ہمیں کہا جاتا ہے کہ تم آزاد ہو تو یہ دھوکہ دیا جاتا ہے حکومت فوجی ہو، صدارتی ہو، پارلیمانی ہو، میرے نزدیک کوئی ایک بھی حقیقی آزادی ہمیں نہیں دے سکی، اور میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے اکابر کی جنگِ آزادی کے مقاصد اور اصل نتائج ابھی تک حاصل نہیں ہوئے۔

ہمارے ساتھ فراڈ ہوا ہے، سازش ہوئی ہے۔ اور جنگِ آزادی ہم نے لڑی، مگر ہمیں غلام رکھ کر بھی کہا جا رہا ہے کہ تمہیں آزادی مل گئی، مگر میرا یہ نظریہ ہے کہ ابھی تک ہم قطعاً آزاد نہیں ہیں۔ انگریز نے جاتے جاتے ہم سے ایسی چال چلی کہ اس نے اپنی ذریت کے ہاتھوں سارے کلیدی مناصب، سارا نظام، ساری عدالتیں اور اجتماعی نظام تھما دیا۔ آج اگر افغانستان میں خلقی اور پرچمی بیٹھے ہوئے ہیں تو یہ کوئی افغانی نہیں بلکہ درحقیقت یہ روس کے آلۂ کار ہیں، خلقیوں اور پرچمیوں کی شکل میں وہاں روس حکمرانی کر رہا ہے۔ اسی طرح ہم بھی بیوروکریسی اور انگریز کی وفادار اولاد کے ہاتھوں میں جکڑے ہوئے ہیں اور ہم غلام ہیں ہمیں حقیقی آزادی تاحال میسر نہیں، ہم پر اب بھی گویا انگریز حکومت کر رہا ہے، میں جگہ جگہ یہی بات کہتا ہوں، لوگ کہتے ہیں تم بغاوت کر رہے ہو تم خروج کر رہے ہو، میں اکابرین کے سامنے کھڑا ہوں، علماء بیٹھے ہیں، شاید میری غلطی ہو لیکن واقعہ یہ ہے کہ میں اس ملک کو حقیقی طور پر دارالاسلام نہیں کہہ سکتا۔

سفید انگریز کی جگہ کالا انگریز حکومت کر رہا ہے

کیونکہ دارالحرب کہلانے کے دو بنیادی وجوہات تھے، ایک تو انگریز کے ظالمانہ نظام کا شکنجہ تھا۔ سید احمد شہیدؒ نے اور شاہ عبدالعزیزؒ نے بھی اس کا ذکر کیا تھا۔ سید احمد شہیدؒ کے مکتوبات میں مسلسل یہ لکھا ہے کہ میرا اصل مقصود انگریز ہے کہ اس کو ہندوستان سے نکالنا ہے، اور یہ اس لیے کہ انگریز نے کتاب و سنت، فقہ حنفی اور نظام شریعت سے

ہمیں محروم کر دیا ہے۔ تو چالیس سال قبل ہمیں برائے نام آزادی دی گئی ہے اور کہا گیا کہ اب آزادی کی خوشیاں مناؤ، لیکن کام وہی ہو رہا ہے جو انگریز کے دور میں ہوتا رہا ہے بلکہ بعض تو ایسے قبیح کام ہو رہے ہیں کہ انگریز کو بھی ان کی جرأت نہ ہو سکی، یہاں سب انگریزوں کے ایجنٹوں کا تسلط ہے، سفید انگریز کی جگہ کالا انگریز حکمرانی کر رہا ہے۔

ہمیں نظامِ شریعت کے لیے ایک عظیم جنگ لڑنی ہے

میری ساری جدوجہد اور جہاد اور موجودہ سیاست کا مطمحِ نظر محض جمہوریت اور محض انقلاب اور محض چہروں کی تبدیلی نہیں، ہمیں تو ہر دور میں ہر زمانے میں خواہ سیاسی فضا موافق ہو یا مخالف، جنگ لڑنی ہے، مجھے تو مارشل لاء کے دور میں بھی جنگ لڑنی ہے جمہوریت کے دور میں بھی جنگ لڑنی ہے۔ آمریت اور حصولِ اقتدار اور مغربی جمہوریت، سارے حیلے حوالے اپنے کو دھوکہ دینا ہے، اپنی لیڈری اور سیاست چمکانی ہے، کرسی لینی ہے، لیکن اس طور طریقہ سے نظامِ شریعت کے لیے کچھ نہ ہو گا۔ ہمیں نظامِ شریعت کے لیے ایک عظیم جنگ لڑنی پڑے گی، خونی جنگ لڑنی پڑے گی، اپنے بازوؤں پر انحصار کرنا ہو گا، ہمیں دائیں بائیں اور یمین و یسار سے ہٹ کر سوچنا ہو گا کہ ہم حزب اللہ ہیں یا نہیں، اگر حزب اللہ ہیں تو حزب الشیاطین کے ساتھ کوئی میل جول، کوئی مداہنت اور کوئی توقع و امید نہیں رکھنی ہو گی، اکیلے صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی مدد و نصرت پر بھروسہ کر کے آگے بڑھنا ہو گا، ڈٹ کر مقابلہ کرنا ہو گا، جہاد کرنا ہو گا۔

اصل چیز انگریزی نظام سے ٹکر لینے کی ہے، یہی ہمارا مطمحِ نظر ہے، یہی ہماری پالیسی ہے، ہم نے چالیس سال گنوا دیئے ہیں، سیاست کے چکروں میں پڑے رہے واللہ العظیم! اگر ہم دو سو سال اور بھی اسی طرح کی سیاست کے چکروں میں پڑتے رہے تو کبھی پیپلز پارٹی آئے گی، کبھی مسلم لیگ آئے گی، کبھی نیشنل عوامی پارٹی آئے گی، کبھی ایک اسمبلی بنے گی کبھی دوسری مگر یاد رہے گدھا وہی ہو گا صرف اس کا لبادہ اور پالان بدلتا رہے گا، مگر خالص اور مکمل نظامِ شریعت نافذ نہیں ہو سکے گا۔ ہلڑ بازی کے ان مروجہ طریقوں سے ہم اسلام حاصل نہیں کر سکتے نہ ہم منزلِ مقصود تک پہنچ سکتے ہیں اور نہ اس طرح اسلامی انقلاب برپا

کر سکتے ہیں۔

انقلابی خطوط پر پروگرام

محترم دوستو! اب ہم سب کا مطمح نظر یہ ہونا چاہیے کہ یہ سب کچھ ثانوی طریقے ہیں، اگران سے کچھ فائدہ حاصل ہوتا ہے تو بقدرِ ضرورت استعمال کریں گے، مگر یہ دین نہیں مقصود نہیں۔ اصل غرض جمعیۃ علماء اسلام کی جدوجہد اور اہلِ اسلام کے اتحاد کی یہ ہونی چاہیے کہ ہمیں انقلابی خطوط پر ایک پروگرام مرتب کرنا ہوگا اور اللہ مدد کر سکتا ہے، اللہ نے اپنے بندوں کی ہر دور میں مدد کی ہے، اس کی نصرتیں مخلص بندوں کا استقبال کرتی ہیں۔ اگر ہم نے باطل نظام سے ٹکر نہ لی اور خالص اسلامی نظام کو مطمح نظر نہ بنایا تو حضرت شیخ الہندؒ کی روح تڑپتی رہے گی، شیخ الاسلام والمسلمین مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی روح بے قرار رہے گی، شہدائے بالاکوٹ اور شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی روحیں بے چین رہیں گی کہ آزادی کے لیے ان کی قربانیاں تا حال ٹھکانے نہیں لگ سکیں، غیر ملکی سامراجی نظام کو اپنے سروں سے ہم تا حال ہٹا نہ سکے۔

حکومت نے گھر گھر کو میوزک سنٹر بنا دیا ہے

آخر جب انگریز کی سیاست یہاں کار فرما ہے، ہائیکورٹ میں آج بھی جج یہ فیصلہ دیتا ہے کہ رقص و سرود قانوناً جائز ہے اور پولیس کو مداخلت کا کوئی حق نہیں۔ میں نے پرسوں یہ مسئلہ سینٹ میں اٹھایا تھا۔ اور عجیب حالت ہے قوم کے سامنے صحیح واقعات نہیں آ رہے کہ ہم وہاں ہر ہر لمحہ کیا کرتے ہیں۔ مفاد پرست سیاستدانوں نے آپ کے سامنے سیاہ اور دھندلی تصویریں رکھ دی ہیں، علماء حق اور اسلام کے سپاہیوں کی کردار کشی کی جا رہی ہے ___ الحمد للہ! کہ ہم نے ایک روز بھی پارلیمنٹ کو اعلاء کلمۃ الحق سے خالی نہیں چھوڑا ___ تو میں نے کہا، ایوان میں کہا کہ عدالت کے اس فیصلے پر ہم لعنت بھیجتے ہیں جس میں رقص و سرود کے جواز کا فیصلہ کیا گیا ہے، میں نے پارلیمنٹ میں حکومت پر واضح کیا کہ تمہارا اسلامائزیشن (نفاذِ اسلام کی کوششیں) تو اب چکلوں میں پہنچ کر رقص و سرود کی اجازتیں دے رہا ہے اور قانونی جواز مہیا کر رہا ہے ___ تو اس پر سینٹ

کے چیئرمین نے مجھ سے کہا مولانا! آپ نے موسیقی نہیں سنی، اس میں بڑا لطف ہوتا ہے روح کی غذا ہے، اخبارات میں اس کی کچھ جھلکیاں آگئی ہیں۔ تو میں نے اُن سے کہا کہ موجودہ حکومت نے تو گھر گھر کو میوزک سنٹر بنا دیا ہے، تم نے وی سی آر اور ویڈیو کیسٹوں کو بجٹ میں آزاد کر دیا ہے، اب قوم کو کوٹھے پر جانے اور موسیقی سننے کی تکلیف کیوں دیتے ہو؟

تو محترم دوستو! تو میں عرض کر رہا تھا کہ ایسے حالات میں اور ایسے نظام کے ساتھ ہم لڑ رہے ہیں اور شریعت بل کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ اس لیے تو ہم عدالت کو پابند کرنا چاہتے ہیں کہ کوئی عدالت اور کوئی جج قرآن وسنت کے خلاف فیصلہ نہ کر سکے، اس کے بغیر ملک میں کوئی صحیح اسلامی انقلاب نہیں آسکتا ــــ اس پر چیئرمین صاحب پھر کہہ اُٹھے کہ شریعت بل کی طرف نہ آیئے۔

پورے نظام کو بدلنا ہوگا

تو میں عرض کر رہا تھا کہ جب لاہور کے جج نے فیصلہ دیا کہ ہیرامنڈی (چکلوں کے بازار) میں آپ آزادانہ جا سکتے ہیں، یہ اس کا اپنا فیصلہ نہیں تھا بلکہ اس کا فیصلہ پاکستان کے رائج انگریزی قانون کا فیصلہ تھا اور جج مجبور ہے کہ قانون کے مطابق فیصلہ کرے، اس کے سامنے آئین موجود ہے وہ مجبور ہے کہ اس آئین کی پابندی کرے، قانون میں کوئی پابندی نہیں ہے ــ تو جب تک سارے قانون اور پورے مغربی نظام کے خلاف ہم جنگ نہیں لڑیں گے اُس وقت تک ہم مقصد تک نہیں پہنچ سکتے ــ کہتے ہیں قانون کی بات نہ کرو، شریعت بل کی بات نہ کرو، الیکشن کراؤ اور پرانے کھلاڑیوں کے لیے اقتدار کی راہیں ہموار کرو۔ ولی خان کے لیے، بزنجو کے لیے، پیپلز پارٹی کے لیے، اصغر خان کے لیے۔ الیکشن سے تو یہی لوگ آئیں گے یا پھر مسلم لیگ آئے گی۔ لوگ وہی آئیں گے جو کل تھے اور آج ہیں صرف چہرے بدلیں گے، نظام وہی رہے گا جسے ۴۰ سال سے تحفظ دیا جا رہا ہے۔ یہ مفاد پرستوں کا ٹولہ ہے جو کبھی مسلم لیگ کی شکل میں، کبھی پیپلز پارٹی کی شکل میں، کبھی نیشنل عوامی پارٹی کی شکل میں قوم پر مسلط رہتے ہیں۔ پارٹیاں ہزار بدلیں، اسمبلیاں قائم ہوتی رہیں، لیکن اصل نظام ان ہی کل پرزوں کے ہاتھوں میں ہے جو اسلام کے بجائے مغربی نظام کے وفادار

ہیں یعنی بیوروکریٹس، جو کلیدی اسامیوں پر فائز ہیں مغربی ذہن رکھنے والے وکلاء، ججز اور بے دین سیاستدان، یہ سب آپس میں لڑتے ہیں، بظاہر مختلف رہتے ہیں لیکن دین کے بارے میں سب تمہارے خلاف متحد اور متفق ہیں، لادینیت پر سب کا اتفاق ہے۔ ایم آر ڈی کی تمام پارٹیاں اور جنرل ضیاء اور مسٹر جونیجو کے تمام وزراء بالخصوص وزراء قانون، وہ آپ کے دین کو، وہ اسلام کے جامع نظام کو ملا ازم سمجھتے ہیں، اسے وہ دقیانوسیت سے تعبیر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کے ذریعہ علماء ہم کو پرانے دور میں لے جا رہے ہیں، وہ ہمیں جاہل کہتے ہیں اور ہماری شریعت بل کی جدوجہد کے بارے میں کہتے ہیں کہ ہم اس کی منظوری و نفاذ کا مطالبہ کر کے ملک میں بحران پیدا کرنا چاہتے ہیں اور تھیاکریسی کی طرف لے جا رہے ہیں۔

جان لڑا دو، شہادت ملے یا اسلام کی بالادستی ہو

میرے عزیز ساتھیو! تم نئے حالات سے واقف نہیں، تمہیں ان سے واسطہ نہیں پڑا، میں نے انہیں قریب سے دیکھا ہے، اندر باہر سے دیکھا ہے۔ ان سب کا اندر، ان سب کا ضمیر ان سب کا ذہن اسلام کے اور تمہاری مساعی نفاذِ اسلام کے خلاف ہے ــــ جب اسلام کی مخالفت کر رہے ہیں، جب اسے ملا ازم سمجھ رہے ہیں تو پھر ہمیں کیا پڑی ہے کہ کبھی ایک کے پیچھے دوڑیں کبھی دوسرے کے پیچھے، میں کسی ایک سے وابستگی کا قائل نہیں۔ جب اپنی جماعت ہے، جب اپنا موقف ہے، جب اپنا نظریہ ہے تو ہم کیوں لادین قوتوں کے دستِ نگر بنیں، میں ایسی کسی بھی مداہنت کا قائل نہیں، میں انشاء اللہ جمعیۃ علماء اسلام کو ایسے ہی انقلابی خطوط پر لے جانے کی کوشش کروں گا۔ میں اگر خدا نے چاہا تو اپنی اسلامی قوت، اپنی نظریاتی قوت اور خالص اپنی مذہبی قوت کو ایک مٹھی بنا کر باطل سے ٹکراؤں گا، میں جمعیۃ کو موجودہ دور کی لادین مغربی سیاست سے نکال کر خالص اسلامی سیاست کے خطوط پر چلاؤں گا۔ اور خالص اپنی قوتوں کو مستحکم کر کے آگے بڑھوں گا، انشاء اللہ العزیز۔

افغان مجاہدین کا انقلابی کردار

آپ کہیں گے ایسا "انقلاب" کیسے لاؤ گے؟ ایسے خطوط کون سے ہیں؟ تو میں عرض کرتا ہوں

جناب! افغان مجاہدین نے نہتے اور بے سروسامانی کی حالت میں کس طرح سات سال سے دُنیا کی سب سے بڑی سُپر پاور کو لوہے کے چنے چبوا کر گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا ہے۔ وہاں کون سے الیکشن ہو رہے ہیں، کون سی تحریکیں چل رہی ہیں؟ وہاں تو صرف اور صرف ایک ہی تحریک ہے کہ جان لڑا دو، شہادت ملے یا اسلام کی بالادستی ہو۔ وہاں کوئی ووٹ کا چکر نہیں، بس چند سال قبل چند نوجوان اور اسلام کے جانباز سپاہی اُٹھے، سر بکف ہو گئے، سیاست مروّجہ سے بے نیاز ہو کر خدا کی ذات پر بھروسہ کر کے اپنے سے بڑی طاقت کے ساتھ ٹکرا گئے اور عظیم سپر پاور کی ذلّت و رسوائی کا باعث بن گئے۔ آج روس آٹے کی ناک رکھوانا چاہتا ہے کہ کسی طرح عزت سے نکل جائے افغانستان سے۔

تو محترم ساتھیو! یہ چند مُلّا تھے، چند مجاہد تھے، چند سرفروش تھے جنہوں نے انقلابی کردار ادا کیا، اسلام آئے گا، ایسے انقلابی طریقوں سے آئے گا مروجہ دور میں کسی سے معاہدہ کسی سے توڑنا، کسی سے جوڑنا اسلام کے لیے نہیں بلکہ محض سیاست کیلئے، محض حصولِ اقتدار کے لیے، محض اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے، یہ سیاست برائے سیاست میرے نزدیک جائز نہیں۔

اتحاد کا قدرِ مشترک

البتہ اسلام کے لیے، شریعت کے لیے اور نفاذِ شریعت کے لیے ہر فرد سے، ہر جماعت سے اتفاق اور اشتراکِ کار ضروری ہے جب ہدف صرف اور صرف اسلام ہو اور منشور خالص محمدی نظام ہو تو اس کیلئے ہم ہر ایک کو دعوت دیں گے، جو بھی ہمارے پاس آئے گا ہم اُسے خوش آمدید کہیں گے، ہم اسے سینے سے لگائیں گے۔ اِس مقصد کے لیے کوئی بھی آئے خواہ اس کا تعلق مسلم لیگ سے ہو، نیشنل پارٹی سے ہو، پیپلز پارٹی سے ہو، خواہ جماعت اسلامی سے ہو، خواہ بریلوی ہو، یا اہلحدیث ہو، خواہ وکیل ہو یا جج، جب وہ خالص نفاذِ شریعت کے جذبات سے معمور ہو کر ہماری تحریک میں شریک ہو گا تو ہم اس کو سر پر بٹھائیں گے، اُس کی عزت اور اکرام کریں گے۔

ہم اپنا نعرہ، اپنا منشور اور اپنی شریعت کو چھوڑ کر کسی کے پیچھے نہیں چلیں گے، ہماری

جمعیت دوسروں کا ضمیمہ نہیں بنے گی، ہمارے کارکن دوسروں کا کندھا نہیں بنیں گے۔

ایرانی انقلاب صیہونی انقلاب ہے

ہم نے دیکھا کہ ایران میں انقلاب آیا میں اسے اسلامی انقلاب نہیں سمجھتا، میں اسے صیہونی انقلاب قرار دیتا ہوں۔ میں نے چار پانچ سال قبل اسے امریکی انقلاب کہا تھا تو مجھ سے میرے بعض دوست اس پر جھگڑنے لگے مگر آج بات نکھر کر سامنے آگئی، امریکہ سے لڑائی یہ سب چکر تھا اور آج ہم نے دیکھا کہ ریگن کا سارا منصوبہ ظاہر ہوگیا، معاہدے ظاہر ہوگئے اور امریکہ سے ایران کو اسرائیل کے ذریعہ اسلحہ کی ترسیل ہوتی رہی۔ دنیا بھر میں اب یہ بات ظاہر ہوگئی کہ ایران یہودیوں کا ایجنٹ ہے۔ یہ ضمنی بات ہے لیکن ایک تبدیلی آئی ہے، انقلاب تو بہرحال ہے مگر انقلاب کے طریقوں سے آیا ہے۔

تو حضرات علماء کرام! آپ نے بھی اتحاد کی قوت سے، ایمان کی طاقت سے، خدا کی ذات پر بھروسہ کر کے، مروجہ سیاست سے بالاتر رہ کر خالص انقلابی طریقوں سے ان ظالموں کو، ان جاگیرداروں اور وڈیروں کو، ان قومی مجرموں اور لٹیروں کو، غاصبوں کو اور دین دشمنوں کو راستہ سے ہٹانا ہوگا، یہ روڑے دور کرنے ہوں گے، یہ کل پرزے ہٹانے ہوں گے۔ ہم نے انہیں قریب سے دیکھا ہے، ان کو جانچا پرکھا اور خوب ٹٹولا ہے، اسلامی قوانین کے بارہ میں ان کے شبہات کے جوابات دیئے ہیں، ان کو قائل کیا ہے، ان کا ہر خدشہ دور کیا ہے، ان کے غلط پروپیگنڈوں کا پردہ چاک کیا ہے، لیکن انہوں نے پرنالہ وہیں رکھا جہاں پہلے تھا۔ موجودہ نظام میں آپ اس طبقے کو نہیں ہٹا سکتے۔ اقتدار پر یہی لوگ قابض رہیں گے۔ آپ ۹۵ فیصد ہیں جو نفاذ اسلام چاہتے ہیں جو غلبۂ اسلام کے لیے تڑپ رہے ہیں۔

پانچ فیصد مراعات یافتہ طبقہ سیاسی نظام پر مسلط ہے

مگر ۵ فیصدی اس کے لیے رکاوٹ ہیں۔ آپ کی جنگ ۵ فیصدی سے ہوگی، آپ کا مقابلہ اس ۵ فیصدی سے ہوگا جس میں بیوروکریٹس، سیاستدان اور کلیدی مناصب پر فائز عہدیدار بھی ہیں۔ یہ لوگ ملک کے سارے نظام اور

تعلیمی و سیاسی نظام پر مسلط ہیں ۔ پچھلے دنوں بلوچستان میں تعلیم کے بارے میں میٹنگ تھی، تو ایک مرکزی سیکرٹری نے تجاویز مرتب کیں کہ پاکستان کے نصابِ تعلیم سے اسلامیات، اُردو اور مطالعۂ پاکستان کو نکال دینا چاہیئے ۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ملک کی سیاسی اساس بھی نہ رہے، جغرافیائی بھی نہ رہے اور نظریاتی اساس کو بھی ختم کر دیا جائے ۔ یہ تو صرف ایک سیکرٹری کی مثال ہے، وزیر بدلتے ہیں سیکرٹری بدستور رہتے ہیں ۔ کل آپ کی حکومت آجائے تب بھی سیکرٹری یہی رہیں گے ۔ مولانا مفتی محمودؒ کے زمانہ میں بھی یہی لوگ تھے، کل اگر جمعیۃ علماء اسلام کی حکومت بھی آجائے تب بھی سیکرٹری یہی رہیں گے کسی پارٹی کی حکومت ہو سیکرٹری نہیں بدلیں گے، پالیسی بنانے والا طبقہ یہی ہوگا ۔

تنظیم اور واضح لائحہ عمل کی ضرورت

محترم دوستو! پوری منصوبہ بندی اور گہرے فکر و تدبر کے ساتھ ہمیں سوچنا ہوگا، اگر واقعتہً ملک میں اسلام لانا ہے اور اسلامی انقلاب برپا کرنے میں مخلص ہیں تو بے جان نعرہ بازی اور کھوکھلی سیاست کے بجائے ہمیں ایک منظم منصوبے اور ایک واضح لائحہ عمل متعین کرنا ہوگا، اللہ کی راہ میں جہاد یہی ہے اور خالص اسلامی جہاد اسے کہتے ہیں ۔

شاہ ولی اللہ کا فلسفہ فکّ کل نظام

اور الحمد للہ کہ ہم اس وقت ایک مقدس جہاد میں مصروف کار ہیں، ہماری دو سو سالہ محنت اور جد و جہد کا خلاصہ اور ثمرہ یہی ہے کہ ہم اس ملک میں فوراً شریعت نافذ کرنا چاہتے ہیں اور بغیر کسی تاخیر کے ہر قسم کے لادینی اور انگریزی نظام کو ختم کرنا چاہتے ہیں ۔ اور یہ میرے نزدیک فکّ کل نظام والی بات ہے، یہی حضرت شاہ ولی اللہ کا فلسفہ تھا ۔ یہ کوئی آسان بات نہیں، شریعت بل کے خلاف آج جو طوفان اٹھا ہے معلوم ہوتا ہے جیسے ہم نے بہت بڑا جُرم کیا ہو ۔ ہم جب سینٹ میں گئے تو ہمارا سب سے پہلا اور سب سے بڑا فریضہ عند اللہ یہی تھا کہ ہم وہاں نفاذِ شریعت کی بات کریں، بحیثیتِ عالم ہی نہیں بلکہ بحیثیت ایک مسلمان کے ہمارا یہ فرض بنتا ہے کہ ہم وہاں نعرہ بلند کریں کہ اصل اسلام یہ ہے اور اسے فوراً نافذ کرو، نظام شریعت اور شریعت بل

کے سامنے لانے میں بڑے روڑے اٹکائے گئے، ارباپ اقتدار کب چاہتے ہیں کہ یہاں اصل شریعت کے سامنے آجانے سے ان کے سرکاری اور نشریاتی دعوؤں کی دھجیاں اڑیں، مگر الحمد للہ کہ ہم نے صدر ضیاء الحق کی حکومت اور مسلم لیگ کو شریعت کے مقابلہ میں پرکاہ کی وقعت بھی نہیں دی۔ اور ہم نے جاتے ہی پارلیمنٹ میں نظام اسلام کے لیے للکارا ہے، ہم نے چور کو گھر تک بھگانے کی ٹھانی ہے، ہم نے ہر مجلس میں ان کے نفاق کے پردے چاک کر دیئے ہیں۔

افضل الجہاد

آج لوگ اسٹیج پر کوئی بات کہہ کر حق گوئی کی تشہیر کراتے ہیں، جلسے اور جلوسوں میں ہُلڑ بازی کر کے حق کے طغرے لگواتے ہیں۔ یہ باتیں اپنی جگہ کتنی بھی اہم ہوں مگر تاجدارِ ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: افضل الجهاد کلمة الحق عند سلطان الجائر۔ جابر اور ظالم اور منافق سلاطین کے سامنے جا کر حق کہنا افضل جہاد ہے۔

الحمد للہ! آج ہمارا سر اونچا ہے، میں نے کل پشاور کے جلسۂ عام میں حکمرانوں کی منافقت کا اعلان کیا، میرے نزدیک یہ سب منافقوں کا ٹولہ ہے جو اقتدار پر مسلط ہو گیا ہے۔ اور مجھے ایسا کہنے میں کوئی باک نہیں کیونکہ میرے پاس کوئی پرمٹ نہیں ہے، کوئی لائسنس نہیں ہے، کوئی بینک بیلنس نہیں، میں نے اپنے ذاتی مفادات کے لیے کوئی درخواست ان کے سامنے نہیں رکھی، میری نگاہ اور میرا ضمیر کبھی ان کے سامنے نہیں جھکا۔ الحمد للہ میں نے بھرے ایوان میں ان کی منافقت کو ہمیشہ للکارا ہے۔

امتحان کا نازک مرحلہ

اور الحمد للہ ایسے دور میں اللہ نے ہمیں کلمۃ الحق کا جہاد جاری رکھنے کی توفیق دی کہ جب حالات ہمارے لیے انتہائی مایوس کن تھے۔ ہمارے بزرگ جب اسمبلی میں کلمۃ الحق کہتے تھے تو آپ جیسے مخلص کارکن انکی حوصلہ افزائی کرتے تھے، دعائیں دیتے تھے، زندہ باد کے نعرے لگاتے اور پھولوں کے ہار پہناتے تھے۔ مگر جب ہم نے ایوان کے اندر لڑائی شروع کی تو مروجہ سیاست کی ابتری اور سیاسی فضا کی ناہمواری کی رو میں اپنے بھی بہنے لگے۔ اندر حکومت نے ہمیں دبانا چاہا تو باہر لا دین

سیاستدانوں نے علی الاعلان شریعت بل مُردہ باد کے نعرے لگوائے، مادرپدر آزاد خواتین کے جلوس نکلوائے۔ اور اپنے دوست بھی ہمارے خلاف اور شریعت بل کے خلاف وہی کچھ کہنے لگے جو لادین قوتیں کہلوانا چاہتی تھیں۔ اور انہوں نے بھی گالیاں دیں۔ کوئی ہمیں پھولوں کی سیج پیش کرنے والا نہیں تھا، زندہ باد کہنے والا نہیں تھا، پرائے تو چھوڑ واپنے بھی گالیاں دینے اور پتھر مارنے سے نہیں چوکتے تھے، اندر ایوان میں بھی ہم نشانۂ تضحیک و استہزاء بنے ہوئے تھے۔ تو یہ بڑا سخت اور نازک مرحلہ تھا۔ الحمد للہ! کہ ہم نے پھر اس وقت یہ نہیں دیکھا کہ کون ہمیں زندہ باد کہتا ہے یا مُردہ باد کہتا ہے۔ اور یاد رکھیے اگر آپ سب مل کر مجھے مُردہ باد کہیں تو میرے عزم اور مؤقف میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ اور جب آج آپ سب زندہ باد کہتے ہیں تو میرا سر شرم سے جھک جاتا ہے کہ میں اس کا اہل نہیں۔

مجھے ہے حکمِ اذاں لا الٰہ الا اللہ

مجھے اس سے کوئی خوشی نہیں ہوتی، میں نے ایک راستہ درست سمجھا، اپنے مؤقف کو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے موافق پایا تو یقین بن گیا کہ زندگی کے آخری لمحات تک اس بُت خانہ میں اذانِ حق دیتا رہوں گا ؎

اگرچہ بُت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکمِ اذاں لا الٰہ الا اللہ

میں نے مارشل لاء کے تاریک دور میں بھی الحمد للہ کہ حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ اور حضرت مولانا مفتی محمودؒ کے عظیم کردار کا تسلسل قائم رکھا، اگر ہماری چار سالہ کوششیں نکال دی جائیں تو وہ تسلسل ٹوٹ جاتا۔

جمعیۃ کی واضح سیاسی پالیسی

یہ عجیب فلسفہ ہے کہ حکومت سے جھگڑا ہے لہٰذا نفاذِ شریعت کی کوششیں بھی نہ کرو، کہتے ہیں مارشل لاء ہے اب اسلام کی جنگ مت لڑو، پارلیمانی حکومت آئے گی تب لڑیں گے۔ جب مارشل لاء ہٹا تو اب اسلام کی جنگ نہ لڑو کہ اس حکومت کو ہٹا کر جب بزنجو، ولی خان اور بے نظیر کی حکومت آئے گی تب اسلام کی جنگ لڑیں گے۔ کہتے ہیں جمہوری

حکومت ہے مگر غیر جماعتی بنیاد پر قائم ہوئی ہے۔ اسلام کا نعرہ نہ لگاؤ، پھر جب کل یہ حکومت چلی جائے اور خدا نہ کرے کہ اس کے بعد دوسرا مارشل لاء آجائے پھر کہیں گے اسلام کا نعرہ نہ لگاؤ، یہ عجیب سیاست ہے ۔۔۔ میں تو کہتا ہوں کہ اسلام اور قرآن اور اللہ کا پیغام ایک لمحہ کے لیے بھی کسی مولوی کو اور کسی مسلمان کو یہ اجازت نہیں دیتا کہ وہ اسلام کی جنگ چھوڑ دے۔ یہ عجیب سیاست ہے، یہ عجیب جہاد ہے۔ بیس پچیس سال مارشل لاء اور سیاسی جماعتوں کے چکر میں پڑے رہو، اس کے بعد جب موقع آئے گا اور جناب سیاسی لیڈر ولی خان اور بینظیر صاحبہ انگوٹھا لگائیں گی اور بزنجو جب دستخط کرے گا تب مولوی صاحب اسمبلی میں جا کر اسلام کا نعرہ لگائیں گے ؟

جناب عالی! میں ایسی سیاست سے ہزار بار بیزاری کا اعلان کرتا ہوں، مجھے نہ تو ولی خان اور بے نظیر کو دعوت دینے کی ضرورت ہے اور نہ ان سے اجازت کی ضرورت ہے، نہ میں دین کی جدوجہد کے لیے ایم آر ڈی (M-R-D) کے پروانوں کا پابند ہوں۔ جمعیۃ علمائے اسلام سیاستدانوں کو خوش کرنے کے لیے ان کو ساتھ لے کر چلنے کی پالیسی کو ہرگز اسلامی پالیسی نہیں قرار دیتی۔

جناب! اسلامی سیاست جہاد ہے، میدانِ کارزار ہے، ہر دور اور ہر حالت میں کلمۃ الحق کی جنگ لڑنی ہوگی، یہاں کسی بھی لمحہ غفلت و سستی کی ضرورت نہیں، یہ تو مکتب عشق ہے ؎

مکتبِ عشق کا دیکھا یہ نرالا دستور
اُس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

یہ کیسا دور ہے اور کیا فلسفہ ہے، کہتے ہیں اسلام کی جنگ مارشل لاء کے دور میں لڑو تو ضیاء الحق مضبوط ہوتا ہے۔ جونیجو کے زمانہ میں اسلام کی جنگ لڑو تو کہتے ہیں جونیجو مضبوط ہوتا ہے۔ پھر کوئی دوسرا حکمران آئے گا تو اسلام کی جنگ لڑو گے تو پھر وہ مضبوط ہو گا۔ پھر اس کا مطلب تو یہ ہے کہ اسلام کی جنگ لڑنا ہی چھوڑ دو۔

اکابر کا سیاسی مؤقف مگر ہم نے ایسی باطل، فرسودہ اور بیہودہ باتوں پر کوئی توجہ

نہیں دینی۔ ہمارے سامنے اکابر کی تاریخ ہے۔ کیا ہمارے اکابر ایک لمحہ کے لیے اسلام کی جنگ لڑنے سے غفلت برتتے تھے، چھٹی کرتے تھے؟ ایوب خان کے ایوان میں غیر جماعتی بنیاد پر اور نان سیاسی پارٹی کی بنیاد پر بی ڈی سسٹم کا الیکشن ہوا تھا۔ تو جناب اس وقت ہمارے راہنماؤں نے ایوان میں اسلام کی جنگ لڑی تھی اور وہ بھی عائلی قوانین کے لیے جو شریعت کا ایک جزء ہے مگر اس میں بھی کامیابی نہیں ہوئی، عائلی قوانین اب تک مسلط ہیں، مگر انہوں نے یہ نہیں کہا کہ یہ جنگ ہم چھوڑ دیں اور ہمیں مورچہ سے بھاگ جانا چاہیئے اور اسمبلی چھوڑ کر نکل آنا چاہیئے —— اور اب تو ہم پوری شریعت کا جھنڈا لے کر اٹھے ہوئے ہیں۔ ہم کیسے میدان چھوڑ دیں؟ چھوڑیں گے تو اقتدار والے میدان چھوڑ دیں گے۔ اگر شریعت نافذ کر دیں گے تو آرام سے بیٹھے رہیں گے ورنہ ہم آرام سے نہیں بیٹھنے دیں گے۔

اور اب یہ جنگ اندر اور باہر لڑی جا رہی ہے۔ دیکھئے ابتداء میں ہم اکیلے تھے لیکن شریعت کا کارروان روانہ ہوا تو آج الحمدللہ خیبر سے کراچی تک شریعت کا غلغلہ ہے۔

کوئی سیاست کے لیے مر رہا ہے، کوئی اقتدار کی جنگ لڑ رہا ہے، کوئی الیکشن کا مطالبہ کر رہا ہے، کوئی صوبائی خود مختاری کا مریض ہے۔ ہمارا نعرہ اور ہماری جنگ صرف اور صرف نفاذ شریعت کے لیے ہے، کامیاب ہوئے تو فبہا نہ ہوئے تو آخرت کی کامرانی تو کہیں نہیں گئی۔

شیخ الہند کے بعد شیخ الحدیث مدظلہ کی قیادت پر دینی قوتوں کا اتفاق

حضرات! آپ کی جنگ مقدس ہے پھر دیکھو ساری دینی قوتیں اکٹھی ہو گئی ہیں، سب شریعت بل پر متفق ہو گئی ہیں حضرۃ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کو اپنا صدر منتخب کیا ہے، قافلہ منظم ہوتا جا رہا ہے اور کاروان آگے بڑھ رہا ہے۔

کل پشاور کے تاریخی جلسہ میں جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے بڑے پتے کی بات کہی۔ انہوں نے کہا کہ برصغیر کی تاریخ میں ۷۵ سال بعد ایسا موقع آیا کہ خالص دینی قوتیں نفاذ شریعت کے لیے عملی جہاد پر متفق ہو گئی ہیں، اور یہ کہ ساری قیادت علماء حق کے

کے ہاتھ میں ہے، کوئی اس میں بزنجو بینگل، جی ایم سید، پلیجو، ولی خان اور سوشلسٹ اور کمیونسٹ نہیں ہیں، شریعت محاذ کی قیادت دل کے کھوٹوں اور منافقین کے ہاتھ میں نہیں علماء حق کے پاس ہے۔

شریعت محاذ کی مروجہ سیاست سے قطع نظر خالص دین اسلام کی اشاعت اور غلبۂ اسلام کی جنگ ہے، اس میں کوئی سیاسی مقصد نہیں۔ اس سے قبل ۱۹۲۰ء میں ایسا ہوا تھا کہ حضرت شیخ الہندؒ مولانا محمود حسن صاحبؒ نے دہلی میں سارے علماء کو اکٹھا کیا، اس میں علماء دیوبند، علماء فرنگی محل، علماء بدایوں، علی گڑھ اور اہل حدیث، غرض تمام طبقوں سے تعلق رکھنے والے علماء جمع ہوئے اور شیخ الہندؒ کی تحریک انقلاب کو متفقہ طور پر آگے بڑھانے کا لائحہ عمل طے ہوا۔ آج ۶۵ سال بعد تاریخ نے اپنے آپ کو دہرایا اور حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ کی دعوت اور قیادت میں جملہ مکاتب فکر کے علماء اکٹھے ہو کر نفاذ شریعت کے کام کو آگے بڑھانے کے لائحہ عمل پر گامزن ہیں، یہ مقصد کی حقانیت کی دلیل ہے، آج ہم کہہ سکتے ہیں ۔

اولٰئک آبائی فجئنی بمثلهم اذا جمعتنا یا جریر المجامع

دارالعلوم حقانیہ اور شیخ لاہوریؒ

مجھے افسوس ہے کہ بات طویل ہو گئی، میرا ارادہ تو صرف ایک دو منٹ کیلئے بات کرنا تھی۔ آج تو ہمارے ایک محترم و معزز مہمان، اس لحاظ سے کہ وہ ہمارے مخدوم شیخ و استاذ، پیر شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی مسند عظیم کے جانشین ہیں حضرت شیخ لاہوریؒ کا دارالعلوم حقانیہ سے ایک خصوصی تعلق اور شفقت تھی، اس دارالحدیث کا افتتاح انہوں نے فرمایا تھا حضرت لاہوری رحمہ اللہ کو دارالعلوم حقانیہ سے ایک عشق تھا اور اپنے خطبوں میں چیلنج دیا کرتے تھے، اس زمانہ میں دارالعلوم کے قیام کو ۲۵ سال ہوئے تھے۔ فرمایا کرتے اے حکمرانو اور سیاستدانو تم نے ۲۵ سال میں ملک کیلئے ایسا کام نہیں کیا جو اکوڑہ خٹک کے ایک مولانا عبدالحق نے انجام دیا ہے، اور یہ "خدام الدین" میں شائع ہوا۔ ان کے پاس چندے آتے تو خفیہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ کے پاس بھیجتے تھے کہ انہیں دارالعلوم میں استعمال کرو۔ پھر حضرۃ جانشین شیخ التفسیر مولانا عبیداللہ انور نے

دارالعلوم حقانیہ کو اپنا قبلۂ علم بنایا تھا، وہ جب بھی دارالعلوم حقانیہ تشریف لاتے تو اپنی تقریر کا آغاز ان الفاظ سے کرتے کہ :۔

قبلۂ علم | خانہ کعبہ جس طرح میرے لیے قبلۂ عبادت ہے تو دارالعلوم حقانیہ میرے لیے قبلۂ علم ہے — کیونکہ حضرت مولانا شیخ الحدیث دامت برکاتہم ان کے خاص اساتذہ میں سے تھے۔ انہوں نے دیوبند میں بالکل ابتدائی کتابیں خصوصیت کے ساتھ حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ سے پڑھیں تھیں، حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ، حضرت مولانا اسعد مدنی، حضرت مولانا حامد میاں صاحب، تین چار صاحبزادگان کو بزرگوں نے حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ کے حوالے کیا تھا کہ ان کو خصوصیت کے ساتھ پڑھائیں۔ مولانا عبیداللہ انورؒ فرمایا کرتے تھے کہ پاکستان میں شیخ الحدیث مدظلہٗ میرے اُستاد ہیں، دارالعلوم حقانیہ میرا قبلۂ علم ہے۔

بہر حال دو تین نسلوں سے دارالعلوم حقانیہ اور شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ اور ہمارا تعلق بڑا قریبی رہا ہے۔ اس خانوادہ کے گل سرسبد حضرت مولانا میاں محمد اجمل قادری لاہوری کو دارالعلوم حقانیہ میں تشریف آوری پر خوش آمدید کہتے ہیں، انہوں نے اپنے بزرگوں کی روایات کو تازہ کیا اور یہاں تشریف آوری کی زحمت اٹھائی۔ اب وہ آپ سے خطاب کریں گے۔ بہر حال ایسے مواقع بہت کم میسر آتے ہیں، اس لیے میں نے آپ کا بہت وقت لیا ؎

آمیز جمع ہیں احباب دردِ دل کہہ لے
پھر التفاتِ دل داستاں رہے نہ رہے



قومی و بین الاقوامی اور ملّی سطح کے اہم مسائل

متحدہ شریعت محاذ اور جمعیۃ علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے

قائد جمعیۃ مولانا سمیع الحق کی پریس کانفرنس کا مکمل متن

جمعیۃ علماء اسلام کے سیکرٹری جنرل، شریعت بل کے محرک اور متحدہ شریعت محاذ کے رہنما مولانا سمیع الحق نے مورخہ ۲۵ جولائی ۱۹۸۷ء کو پشاور میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے ملک وقت کو درپیش بعض اہم مسائل پر اظہار خیال کیا جسے اکثر اخبارات نے اہمیت سے شائع کیا ہم اس پریس کانفرنس کا متن شائع کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

نفاذ شریعت اور شریعت بل کا مسئلہ

صدارتی ریفرنڈم اور عام انتخابات کے پس منظر میں سب سے بڑا مسئلہ ملک میں اسلامی نفاذ کا تھا۔ آٹھ سال طویل مارشل لاء کے لئے اسی مسئلہ کا سہارا لیا گیا تھا اور اسی بنیاد پر قوم نے غیر جماعتی انتخابات میں حصہ لیا مگر سوا دو سال کا عرصہ گذرنے کے باوجود نہ صدر پاکستان نے اس معاملہ میں کوئی قانونی یا اخلاقی ذمہ داری محسوس کی نہ موجودہ

حکومت نے نفاذِ اسلام کے معاملے میں کوئی پیش رفت کی۔ اب شریعت بل جس کو ایوان میں پیش ہوئے دو سال ہو چکے ہیں اور جو سٹینڈنگ کمیٹی، سلیکٹ کمیٹی استصواب رائے اور نظریاتی کونسل کی بھرپور تائید کے تمام مراحل سے گذر چکا ہے۔ مگر حکومت نہ تو اسے منظور کرنا چاہتی ہے اور نہ مسترد کر دینے کی جرأت کر سکتی ہے۔ مسلسل تاخیری حربوں اور بعض اوقات نام نہاد مذاکرات کی آڑ لے کر ٹالتی رہی ہے۔ دوسری طرف صدر پاکستان اپنے بیانات میں شریعت بل سے لاتعلقی کا اعلان کر کے ساری ذمہ داری پارلیمنٹ پر ڈال رہے ہیں۔ اور لوگوں کو نفاذ شریعت کے لئے کام کرنے کے بجائے مسلم لیگ میں شمولیت کی دعوت دے رہے ہیں جو اخلاقاً اور قانوناً ایک سربراہ مملکت کو ہرگز زیب نہیں دیتا پھر صدر اگر نفاذ شریعت کی ہر قسم کی ذمہ داری سے بری الذمہ ہیں تو ان کی صدارت کی بنیاد یعنی اسلام کے نام پر ریفرنڈم خود بخود ختم ہو جاتا ہے اور ان کا موجودہ عہدہ پر قائم رہنا کوئی اخلاقی جواز نہیں رکھتا۔ اگر حکومت صدر سمیت نظام شریعت پر قابل عمل نظام کے طور پر یقین نہیں رکھتی اور نہ اس کے نفاذ سے ملک کے مسائل حل کرنا چاہتی ہے تو اسے شریعت بل کو کھل کر مسترد کر دینا چاہئے اور منافقت کا جوا اتار پھینکنا چاہئے تاکہ ملک کی دینی قوتیں اور علمی حلقے یہ فیصلہ کر سکیں کہ یہ مملکت اسلامی ہے یا غیر اسلامی اور کیا شریعت اسلامی کے نفاذ اور بالادستی سے فرار اور گریز کرنے والے حکمرانوں کی اطاعت جائز ہے یا ناجائز؟

قائد جمعیۃ مولانا سمیع الحق نے کہا کہ حکومت کا ایک شریعت بل جو تمام ملکی باشندوں کے لئے قابل قبول ہو ایک سیاسی ڈھونگ کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اور اگر واقعۃً ایسا کوئی اقدام کیا گیا تو اس کی حیثیت اکبر کے دین الٰہی سے بھی بدتر ہو گی۔

مولانا سمیع الحق نے کہا۔ شریعت بل پیش کرنے سے ہمارا مقصد کوئی سیاسی مفادات کا تحفظ ہرگز نہیں بلکہ ہم ملک میں آئے دن کے بحرانوں، مشکلات، طبقاتی کشمکش غریبوں کی تکالیف، قومی، صوبائی اور لسانی بنیادوں پہ پیدا کئے گئے منافرتوں کو نظام شریعت کے ذریعہ ختم کرنا چاہتے ہیں مگر حکومت اور مفاد پرست سیاست دان موجودہ نظام میں اپنے مذموم سیاسی مفادات کا حصول و تحفظ سمجھ کر شریعت بل کی مخالفت پر متفق ہو گئے ہیں۔ چنانچہ ایم آر ڈی کے اہم افراد کے حکومت سے ظاہری اور خفیہ رابطے ہیں۔ ایسے حالات میں تمام دینی قوتوں اور نظام اسلام کے لئے کام کرنے والے کارکنوں اور تمام اہل اسلام کا فرض بنتا ہے کہ وہ اپنی قوتیں منظم کر کے نفاذ شریعت کی جدوجہد میں شریک ہوں۔ انہوں نے کہا کہ یہ ذمہ داری سب سے بڑھ کر علماء و مشائخ اور معاشرہ کے ذی وجاہت افراد پر عائد ہوتی ہے۔ کہ وہ اپنے حکمرانوں اور طالع آزما سیاسی لیڈروں کو نفاذ شریعت کی جدوجہد میں شامل ہونے پر مجبور کریں ورنہ ان سے قطعی لاتعلقی کا اظہار کریں۔ اور اگر ایسا نہ کیا گیا تو قیامت کے روز انہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے شرمسار ہونا پڑے گا۔

مولانا سمیع الحق نے کہا کہ ہم اپنی جماعت جمعیۃ علماء اسلام اور متحدہ شریعت محاذ کے پلیٹ فارم سے مسلسل مقدور بھر جدوجہد کر رہے ہیں اور وہ لوگ جماعتیں، تنظیمیں اور کارکن قابل تحسین ہیں جو پچھلے دو سال کے طویل عرصہ میں مختلف طریقوں سے ہمارا ساتھ دے رہے ہیں۔ اس وقت بھی ہم شریعت محاذ کی سطح پر ملک بھر میں دوروں کا پروگرام بنا چکے ہیں اور رائے عامہ منظم کرنے میں مصروف ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس سلسلہ میں متحدہ شریعت محاذ کے فیصلے کے مطابق شریعت بل کے حامی ارکان سینٹ کے حالیہ اجلاس کا بائیکاٹ کریں گے۔ قومی

اسمبلی کے بجٹ سیشن کا بائیکاٹ اس سلسلہ کی ایک کڑی تھا۔ انہوں نے کہا اب ملک بھر کے دوروں کے پروگرام کو آخری شکل دی جا چکی ہے چنانچہ ۱۴ اگست کو نشتر پارک کراچی میں جلسہ عام ہوگا۔ اس کے بعد ۱۵ سے ۲۲ اگست تک صوبہ سندھ کا دورہ ہوگا۔ آخری عشرہ پنجاب اور ستمبر کا پہلا ہفتہ بلوچستان کا دورہ کریں گے۔ ۱۱ ستمبر کو لاہور میں محاذ کا ایک جلسہ عام ہوگا۔

جمعیۃ علماء اسلام کا واضح انقلابی پروگرام

مولانا سمیع الحق نے کہا کہ اس وقت جمعیۃ علماء اسلام واحد جماعت ہے جس نے شریعت بل کی شکل میں ایک مثبت جامع اور انقلابی پروگرام قوم کے سامنے پیش کیا ہے اور اس مقصد کے لئے ملک کی اہم دینی جماعتوں کو شریعت محاذ میں ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دیا گیا ہے جبکہ باقی سیاسی پارٹیوں کے پاس کوئی جامع پروگرام سوائے الیکشن کے مطالبہ کے کوئی نہیں۔ اور اب تو بعض بڑی سیاسی پارٹیاں اس مطالبہ سے بھی پیچھے ہٹتی چلی جا رہی ہیں۔ جمعیۃ علماء اسلام اپنے ساتھیوں سمیت اپنے مقدس مشن میں شب و روز مصروف ہے اور اس کے رہنما و قائدین اور عام کارکن اور مخلص ورکر اپنی سیاست کو عبادت اور جہاد سمجھتے ہیں۔

تخریب کاری اور بدامنی کا دور دورہ

جمعیۃ علماء اسلام کے سیکرٹری جنرل مولانا سمیع الحق نے ملک کی تازہ ترین صورت حال اور امن عامہ کو نہایت شرمناک قرار دیتے ہوئے کہا کہ آئے دن کے دھماکوں اور تخریب کاروں کے واردات سے ایسے لگتا ہے کہ گویا ہم کسی مہذب پرامن ملک میں نہیں، میدان جنگ میں رہ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حکومت کا کردار بموں کے دھماکوں اور تخریب کاروں کے واقعات کے سلسلہ میں نہایت مجرمانہ ہے

حکومت نہ تو آج تک مجرموں کی نشاندہی کرسکی ہے نہ کسی مجرم کو قرار واقعی سزا دی گئی ہے۔ جب کہ وزیر داخلہ اور دیگر حکام کبھی کبھی یہ مژدہ سناتے ہیں کہ اس میں بیرونی عناصر کا ہاتھ ہے۔ سوال یہ ہے کہ ان ہاتھوں کو اگر توڑا نہیں جا سکتا تو بے نقاب کیوں نہیں کیا جاتا۔ موجودہ حکومت کے دوران اقتدار میں بلا مبالغہ سینکڑوں افراد بموں کے دھماکوں میں ہلاک ہو چکے ہیں۔ لاکھوں اور کروڑوں کا مالی نقصان اس پر مستزاد۔ ایسی تباہی تو پچھلے چالیس سال میں نہیں ہوئی۔ سوال یہ ہے کہ دنیا کے کسی مہذب ملک میں ان حالات کے باوجود کوئی حکومت حکومت کرنے کی اہل رہ سکتی ہے ؟

ایران کے خونی متحارب گروپ اور تخریب کاری

جمعیۃ علماء اسلام کے رہنما مولانا سمیع الحق نے کراچی کے مسلسل فسادات اور کوئٹہ میں ایران کے متحارب گروپوں کی باہمی لڑائی اور جانی و مالی نقصان اور راکٹ لانچروں اور کلاشنکوف کے مسلح حملوں کو پورے ملک کے لئے انتہائی ذلت آمیز اور شرمناک قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ کوئی بھی مہذب ملک اپنی پرامن سرزمین کو غیر کا اکھاڑہ بننے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ اور نہ کوئی شریف اور پرامن ملک دوسرے ملک میں جا کر اپنے مذموم سیاسی عزائم کی خاطر پڑوس ملک کے امن و امان کو تہس نہس کرتا ہے جب کہ ایرانی سیاست پورے عالم اسلام کو اپنے شرانگیزیوں کی لپیٹ میں لینا چاہتی ہے۔ حکومت اور اس کی ایجنسیوں کا کردار اس سلسلہ میں اور بھی افسوسناک ہے کہ ایرانیوں نے بھاری ہتھیار حاصل کئے، گھروں کو اسلحہ خانہ بنایا۔ جب کہ ایسا بھاری ہتھیار بیرونی سفارت خانوں ہی کے ذریعہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ مگر ہمارے ذرائع حکومت کو اس کا علم ہی نہ ہو سکا۔

مولانا سمیع الحق نے مطالبہ کیا کہ فوری طور پر ایران کے متحارب گروپوں کو ملک سے نکال دینا چاہیئے ورنہ خطرہ ہے کہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ایرانیوں کے ہاتھوں کہیں ملک دوسرا بیروت نہ بن جائے جب کہ وہاں کے شیعہ عمل ملیشیا کی ظالمانہ انسانیت سوز کارنامے دنیا کے سامنے ہیں۔

حکومت اور مذہبی انتشار و تفرقہ بازی

مولانا سمیع الحق نے اس امر پر افسوس کا اظہار کیا کہ حکومت دینی قوتوں کو کمزور کرنے اور شریعت کے نفاذ سے فرار کی خاطر ملک میں مذہبی انتشار برپا کرنے میں دلچسپی لے رہی ہے۔ یہ فرقہ وارانہ اور مذہبی انتشار بالآخر نہ صرف موجودہ حکومت، بلکہ پورے ملک کے لئے وبال جان بن سکتا ہے۔ اور سب اس آگ کی لپیٹ میں آسکتے ہیں انہوں نے الزام لگایا کہ حکومت فرقہ واریت پھیلانے والے اقدامات، بیانات نعروں اور جلسوں کی سرپرستی کر رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ حکومت ملکی یک جہتی کو تباہ کرنے والے نعروں کو اچھالتی ہے کہ اسلام پسند حلقوں کو دبایا اور مرعوب کیا جاسکے۔ شریعت بل کے معاملہ میں بھی حکومت اور اس کے وزراء کا یہی معاملہ تھا کہ اسے کسی نہ کسی ایک فرقہ کی طرف منسوب کر کے "لڑاؤ اور حکومت کرو" کی پالیسی کو مستحکم کیا جائے۔ انگریز ملعون کی اس پالیسی نے شریعت بل کی تحریک کو بھی نقصان پہنچایا۔

لیہ کے واقعات

مولانا سمیع الحق نے لیہ میں مولانا حق نواز جھنگوی کی رہائی کے سلسلہ میں نکالے گئے جلوس میں اندھا دھند فائرنگ، تشدد اور گرفتاریوں کی شدید مذمت کی اور گرفتار شدگان کی رہائی اور اس معاملہ کو ہائیکورٹ کے اعلیٰ جج سے تحقیقات کرانے کا مطالبہ کیا۔



مولانا سمیع الحق نے کہا کہ بجٹ کا جو ڈرامہ کھیلا گیا اس کے نتیجے میں مہنگائی بے حد بڑھ گئی۔ اور اب کہا جا رہا ہے کہ قیمتیں پچھلی سطح پر آچکی ہیں جب کہ سیلز ٹیکس برقرار رکھنے سے نرخوں میں بے تحاشا اضافہ ہو چکا ہے اور دکاندار من مانے نرخ وصول کر رہے ہیں۔ جس کے نتیجے میں گریڈ ۱۶ تک کے ملازمین کی تنخواہوں میں اضافہ کے باوجود انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔

مولانا سمیع الحق نے کہا کہ ملک بھر میں بالخصوص کراچی کے ہنگاموں کی بنیادی وجہ بے روزگاری ہے۔ حکومت کو چاہیئے کہ روزگار فراہم کرنے کے منظم منصوبوں کو بروئے کار لائے۔ اسی طرح تعلیمی اداروں بالخصوص میڈیکل کالج کی سیٹوں میں کمی اور اس سلسلہ میں بے انصافی بھی وقت کا ایک بڑا اہم مسئلہ ہے۔



مولانا سمیع الحق نے کہا کہ ہماری پارٹی مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کو کسی بین الاقوامی ادارہ کے کنٹرول میں دینے کی تجویز کو قابل مذمت سمجھتی ہے اس وقت حکومت سعودی عرب حرمین شریفین کی بے مثال خدمات انجام دے رہی ہے اور اس پر اسے خراج تحسین پیش کرتی ہے۔

مولانا سمیع الحق نے کہا مجوزہ آل پارٹیز کانفرنس کے بارہ میں کہا کہ اس سلسلہ میں ہماری رائے ہے کہ یہ آل پارٹیز کے بغیر ایک کانفرنس ہوگی۔ جماعت اسلامی اور مسلم لیگ کو شریک نہیں کیا جا رہا۔ جمعیۃ علماء اسلام جو ملک بھر کے ۹۵ فیصد علماء پر مشتمل ہے کو شتر مرغ کی طرح دنیا میں تسلیم نہیں کیا جاتا۔ اصغر خان مخالف ہیں۔ نورانی صاحب ابھی سوچ رہے ہیں اور مسلم لیگ کا ملک قاسم دھڑا اس میں شمولیت نہیں کر رہا۔ این پی پی کو مس بے نظیر قبول نہیں کریں گی تو یہ کانفرنس

درحقیقت ایم آر ڈی کا وہ ایڈیشن ہوگا جس پر ایم آر ڈی بھی پوری شریک نہیں ہو گی۔ ہمارے نزدیک اگر کانفرنس کی داعی جماعت اسلامی نظام کے بارہ میں مخلص ہے تو ہمارا مطالبہ ہے کہ مجوزہ آل پارٹیز کانفرنس میں سب سے اہم نقطہ فوری طور پر اسلامی نظام کے نفاذ کا شامل کیا جائے۔ تب معلوم ہو سکے گا کہ ان لوگوں کی سیاست اسلام کے لئے ہے۔ ہماری جدوجہد نفاذ شریعت میں تو ان لوگوں کو کیڑے ہی کیڑے نظر آ رہے ہیں تو پھر انہیں ایسی اہم کانفرنس میں اسلام کا نقطہ رکھنے میں کیا تردد ہے۔ اگر ایجنڈے میں یہ نقطہ شامل کیا جائے تو ہم ایسی کانفرنس کا خیر مقدم کریں گے مگر جن لوگوں کی سیاست لادینی عناصر کی بیساکھیوں پر قائم ہے وہ ہرگز ایسے گھاٹے کے سودے پر تیار نہیں ہوں گے۔



مولانا سمیع الحق نے پاکستان کی فوجی اور اقتصادی امداد کے لئے امریکی سینیٹ کی خارجہ تعلقات کی کمیٹی کے شرائط اور پاکستان کی حکومت کی اس چپ سادھ کی شدید مذمت کی۔ انہوں نے کہا کہ امریکی امداد کے شرائط میں قادیانیوں کو مکمل تحفظ اور مکمل شہری آزادیاں اور مذہبی آزادیاں دلوانے سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ قادیانی گروہ استعماری قوتوں کا ایجنٹ اور آلہ کار ہے مولانا سمیع الحق نے کہا، امریکہ کی مشروط امداد سے ملت اسلامیہ کے دینی تشخص اور مذہبی معتقدات پر براہ راست ناقابل برداشت حملہ ہے۔ یہ صورت حال ملک کے دینی اور قومی حلقوں کے لئے چیلنج اور لمحہ فکریہ ہیں۔ انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ اس شرط کو مسترد کر دینے کا دوٹوک اعلان کرے۔



مولانا سمیع الحق نے سندھ ہائیکورٹ کے جسٹس تنزیل الرحمن کے حالیہ

تاریخ ساز فیصلوں پر انہیں خراج تحسین پیش کیا۔ انہوں نے کہا اس سے حکومت کے اصل عزائم نکھر کر سامنے آجاتے ہیں کہ جب قانونی گنجائش بھی نہیں ہے مگر پھر بھی غیر اسلامی قوانین کو تحفظ دیا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جسٹس تنزیل الرحمٰن نے قرار داد مقاصد کے ذریعے غیر اسلامی قوانین کی تنسیخ کے ضمن میں جو تاریخ ساز فیصلہ دیا ہے اس سے مسلمانوں کا سر اونچا ہو گیا ہے، عدالتوں کا وقار بحال ہوا ہے اور انشاء اللہ یہ فیصلہ اسلامی قوانین کی تنفیذ میں بہت اہم اور موثر ثابت ہو گا۔ کاش حکومت اس آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھ کر مستقبل سنوارنے کا کچھ سوچ لیتی۔



مولانا سمیع الحق نے پاکستان میں امریکی سفیر مسٹر آرنلڈ رافیل کے حالیہ انٹرویو جو روزنامہ "خلیج ٹائمز" میں شائع ہوا، کو ناپسندیدہ اور شرانگیز قرار دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ امریکی سفیر نے یہ بیان دے کر کہ "امریکہ اسلامی بنیاد پرستی کے خلاف نہیں بلکہ وہ ایران اور لبنان کی طرح اسلامی ریڈیکل ازم کی مخالفت کرتا ہے" اہل اسلام کے جذبات کو مجروح کیا ہے۔ اور جہاں اس سے مسلمانوں میں اشتعال پیدا ہوا وہاں امریکہ اور پاکستان کے تعلقات میں ناخوشگواری کے امکانات کے ساتھ ساتھ اسلام اور مسلمین کے بارے میں امریکیوں کے عزائم کی عکاسی بھی ہوئی ہے۔

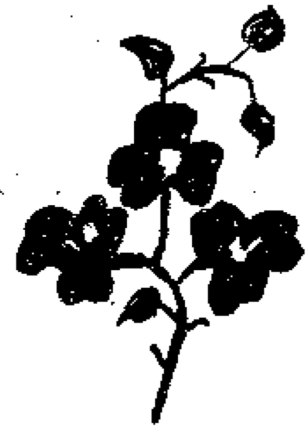
مولانا سمیع الحق نے کہا "اسلامی بنیاد پرستی" کی اصطلاح امریکیوں کی وضع کردہ ہے وہ اس تصور کا مصداق رجعت پسند، ترقی بیزار اور ذہنی و فکری جمود کا شکار قوموں کو قرار دیتے ہیں۔

مولانا سمیع الحق نے کہا کہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ سرکاری سطح پر اس کا

نوٹس لے۔ ہمیں کسی بھی بڑی یا چھوٹی طاقت سے وابستہ رہنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ ہمیں ایمان اور اسلام سے خارج کر دیں۔ انہوں نے کہا کہ ملکی سطح پر ٹھوس پالیسی اختیار کر کے جب تک بڑی طاقتوں کی غلامی سے مکمل نجات حاصل نہیں کر لی جاتی، اسلامی اقدار و روایات اور مسلّم معتقدات کے خلاف کفر کی یلغار کو نہیں روکا جا سکتا۔



مولانا سمیع الحق نے کہا کہ ہماری جمعیۃ علماء اسلام بلدیاتی انتخابات میں بھرپور حصہ لے گی انہوں نے کہا کہ ہماری جماعت کسی بھی سطح پر قوم اور ملک کی تعمیری خدمات سے فرار کی قائل نہیں۔ اس لئے جمعیۃ علماء اسلام کے کارکن ابھی سے بلدیاتی انتخابات میں حصہ لینے کی تیاریاں شروع کر دیں اور پارٹی کی تنظیمی کارکردگی پر بھرپور توجہ دیں اور اس سلسلہ میں ابھی سے رابطہ عوام مہم کا آغاز کر دیں ۔



ہماری سیاست کا پہلا اور آخری ہدف

شریعت کی جنگ لڑنا ہے

ایک ہمہ پہلو جامع انٹرویو

روزنامہ جنگ (۲۹ راگست ۱۹۸۰ء) نے اپنی خصوصی اشاعت میں مولانا سمیع الحق مدظلہ سے ایک ہمہ پہلو جامع انٹرویو لیا، جسے ملک بھر کے علمی و دینی اور اسلامی انقلاب کے خواہاں حلقوں میں پسند کیا گیا۔ روزنامہ جنگ کے شکریہ کے ساتھ پیش خدمت ہے۔

آٹھویں اور نویں ترمیمی بل کا پس منظر

سوال: جب آٹھواں ترمیمی بل منظور ہو گیا اور آپ نے اور آپ کے حامی اراکین اسمبلی نے اس کو قبول کر لیا تو اس کے بعد شریعت بل کا کیا جواز تھا؟

جواب: صورت حال یہ تھی کہ ہم اس ترمیم کو قطعاً قبول نہیں کرتے، اسمبلی نے تو اسے منظور کر لیا، پھر سینیٹ میں یہ ترمیم آنا تھی، میرے کمرے میں بارہ تیرہ ساتھی جمع ہوئے اس وقت مسلم لیگ نہیں بنی تھی، ان میں جماعت اسلامی کے بھی سینیٹر تھے، ملک محمد علی جیسے سینیٹر بھی اس اجلاس میں شامل تھے۔ ہم نے کہا کہ ہم آٹھویں ترمیمی بل کو ہرگز پاس نہ ہونے دیں گے۔ ہم نے اس بل کے لیے چالیس ترامیم تجویز کیں، حکومت کو پتہ چلا تو مذاکرات ہوئے، ہم نے کہا کہ ہمارا ضمیر اس چیز کو برداشت نہیں کرتا۔ پھر وزیر اعظم آئے اور اپنی تقریر میں دو مسئلے بیان کیے۔ انہوں نے کہا کہ آپ سب چاہتے ہیں کہ مارشل لاء فوراً ہٹ جائے، اس وقت ہمارے سامنے سب سے بڑا مسئلہ مارشل لاء کو ہٹانا ہے اب اگر آپ نے

ایک بھی ترمیم پیش کی اور سینیٹ نے اسے پاس کیا تو یہ ترمیمی بل مسترد ہو کر قومی اسمبلی میں جائے گا۔ ہم وعدہ کر چکے ہیں کہ ۳۱ دسمبر کو مارشل لاء اٹھانے کا اعلان ہو گا تو پھر مارشل لاء نہیں اٹھ سکے گا، ساری قوم الزام دے گی کہ آپ نے یہ صورتِ حال پیدا کر کے ایسا طریقہ اختیار کیا کہ مارشل لاء کو تحفظ مل گیا۔ اگر ہم ڈٹ جاتے تو ۳۱ دسمبر کو قطعاً مارشل لاء نہ اٹھتا، ہم بڑی مشکل میں تھے، پھر بھی ہم نے وزیرِ اعظم کی بات مفت میں نہیں مانی۔ ہم نے کہا معاملہ صاف ہے آپ ہمارے ساتھ معاہدہ کریں کہ نواں ترمیمی بل سینیٹ سے آپ فوراً پاس کرائیں گے، چالیس ترامیم واپس لینے کے صلے میں ہم نے نواں ترمیمی بل منظور کرایا، مسودہ طے ہوا پھر وزیرِ اعظم نے اس کا اعلان کیا۔ نویں ترمیمی بل میں یہ بات بھی شامل تھی کہ ایک گیارہ رکنی آئینی کمیٹی ہو گی، وہ آئین کو کھنگال کر جمہوریت کے خلاف تمام شقوں کے لیے اور ایسی شقوں کے لیے بھی جو آٹھویں ترمیم کے ذریعے آ گئی ہیں، سفارشات کرے گی کہ ان کو ختم کیا جائے۔

سوال:۔ لیکن یہ سفارشیں آپ کس سے کرانا چاہتے تھے، صدر سے یا وزیرِ اعظم سے! آٹھویں ترمیم کا جو مسودہ ہے اس میں آپ نے صدر کو پورے اختیارات دے دیئے، ان کے آٹھ سالہ دور کے ایک ایک اقدام کو انڈیمنٹی دے دی گئی، اس کے بعد آپ نویں ترمیم میں سفارشات پیش کر رہے ہیں، یہ بات کچھ عجیب نہیں ہے؟

جواب:۔ ایک شخص کے ہاتھ میں لاٹھی ہے، بندوق ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ وہ اس کا صحیح استعمال کرے، چور کو قتل کر دے قوم کو قتل نہ کرے۔ ہم نے ہتھیار کا رُخ بدلنے کی کوشش کی، اگر ہم آٹھواں ترمیمی بل پاس نہ کرتے تو پھر مارشل لاء برقرار رہتا یہ اس سے بھی برا تھا۔ ٹھیک ہے مارشل لاء کے اقدامات کو تحفظ مل گیا لیکن مارشل لاء تو اٹھ گیا۔ ہم نے یہ بھی منوایا کہ مارشل لاء کے دور میں جن لوگوں کو بھی سزائیں دی گئیں ان کے تمام کیس آئینی کمیٹی چھ مہینے کے اندر دیکھے اور ان تمام کیسوں پر نظرِ ثانی کرے، اس کا ازالہ کرے۔ قومی اسمبلی نے تو بغیر کسی صلح یا معاہدے کے یہ ترمیم منظور کی لیکن ہم نے ضرور اپنی حد تک کوشش کی۔

سوال:- آپ کے خیال میں پاکستان میں کتنے فیصد لوگ واقعی اسلامی نظام کا نفاذ چاہتے ہیں؟

محدود اقلیت کو چھوڑ کر سو فیصد مسلمان نفاذِ شریعت چاہتے ہیں

جواب:- میرے خیال میں ایک محدود اقلیت کو چھوڑ کر عام شہری، متوسط طبقہ، غریب طبقہ سو فیصد اسلام کا نفاذ چاہتا ہے۔ چند لوگ ہیں جو مدتوں سے کلیدی عہدوں پر قابض ہیں وہ نہیں چاہتے، دوسرے ایک عیاش طبقہ ہے وہ نہیں چاہتا۔ ہم جانتے ہیں کہ عدلیہ میں اسلام نافذ کر دیا جائے، انگریزوں کا قانون جو ڈیڑھ سو سال سے چل رہا ہے اُسے ختم کر کے اسلامی قانون نافذ کر دیا جائے تو یہی جج ہوں گے، یہی عدالتیں ہوں گی صرف قانون بدل جائے گا، لوگ سمجھتے ہیں کہ شاید مولوی اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر ججوں کی کرسیوں پر قبضہ کر لیں گے۔

جسٹس بشیر الدین کی برہمی

مجلسِ شوریٰ کے زمانے میں اسلامائزیشن آف لاء کے لیے جو کمیٹی تھی اُس کا اجلاس ہو رہا تھا، اُس میں جسٹس تنزیل الرحمٰن، آغا شاہی اور غلام اسحٰق خان بھی بیٹھے ہوئے تھے، ان کی موجودگی میں جسٹس بشیر الدین نے نہایت غصے میں مجھ سے کہا "مولانا تم تو ہماری تین نسلوں کو قتل کرنا چاہتے ہو!" میں نے کہا "خان صاحب وہ کیسے؟" کہنے لگے میں پچھتر سال کا ہوں، جج ہوں، میرا بیٹا وکیل ہے اور میرا پوتا وکالت پڑھ رہا ہے، تو تم کیا سمجھتے ہو کہ ہم ایسی آسانی سے یہ سب کچھ چھوڑ دیں گے؟ وہ آپے سے باہر ہو گئے۔ میں نے کہا حضرت آپ کو غلط فہمی ہے آپ ہی جج رہیں گے، چیف جسٹس کے بجائے قاضی ہو جائیں گے صرف ایک نظام نافذ کرنا مقصود ہے۔

سوال:- لیکن مولانا پاکستان میں رائے عامہ کے جائزوں کے نتائج کے مطابق ۸۰ فیصد لوگ وی سی آر پر فلمیں دیکھتے ہیں، ۸۵ فیصد آبادی ٹی وی دیکھتی ہے، گانے سنتی ہے، گھروں میں پردہ رسماً رہ گیا ہے، سرکاری ملازمین کی بڑی تعداد رشوت لیتی ہے یا اپنے اختیارات کا غلط استعمال کرتی ہے، بیوروکریسی میں صرف ایک فیصد

اِسلام کے حامی ہیں، اس صورتحال میں کیا آپ سمجھتے ہیں کہ لوگ اسلام چاہتے ہیں؟

جواب: ۔جہاں تک وی سی آر وغیرہ کی بات ہے' ٹھیک ہے لوگ دیکھتے ہیں، یہ تو انسانی کمزوری ہے' نفس ہے' خواہشات ہیں' ماحول خراب ہے' سارا معاشرہ بگاڑ کا شکار ہے انسان خود کمزور ہیں' پھر بھی ان کا نظریہ' عقیدہ اور ضمیر موجود ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ ایسا نظام بن جائے کہ ہم بھی گناہ سے بچ جائیں، اس لیے مجھے اس سروے سے اتفاق نہیں ہے۔

سوال: ۔شریعت محاذ میں مختلف مذہبی جماعتیں شامل ہیں جو مختلف مکاتبِ فکر سے تعلق رکھتی ہیں اور ان کے علماء ایک دوسرے کے لیے فتوے دے چکے ہیں' تو کیا آپ ان تمام فتووں سے رجوع کر چکے ہیں؟

نفاذِ شریعت پر سب متفق ہیں

جواب: ۔ہمارے سامنے شریعت کے نفاذ کا مسئلہ ہے، اس کے لیے ہم دوست دشمن سب کو دعوت دیتے ہیں، اپیل کرتے ہیں کہ آؤ اس معاملے میں ہمارا ساتھ دو ـــــــ صلاح الدین ایوبی جب بیت المقدس کے لیے معرکہ زن تھا تو تڑپ تڑپ کر ہر ایک کو پکارتا تھا، وہ سورج اور چاند کو بھی بلاتا تھا کہ اے چاند' اے سورج تو ہماری مدد کو آجا...... میں ملک کے تمام باشندوں کو دعوت دوں گا' غیر مسلموں کو بھی' ہندوؤں کو بھی کہ آؤ تم سب کے لیے اسی میں امن ہے فلاح ہے۔ کرنل ہربرٹ کا کہنا ہے کہ میں شریعت بل سے متفق ہوں اسی میں ہمارے لیے امن ہے۔ ہم اسلامی مملکت کا ایک ڈھانچہ بنانا چاہتے ہیں اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے' کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے کہ دیوبندی یا بریلوی کا اختلاف ہو' جو باتیں اختلاف کی ہیں ان کا عملی شعبۂ زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہے' اسے آپ ذہنی عیاشی کہیئے، وہ نظری اور فکری بحثیں ہیں۔

سوال: ۔پھر مختلف مکاتبِ فکر کے لوگوں نے ایک دوسرے کے خلاف جو فتوے دیئے ہیں..... ؟

جواب: ۔میں ذہنی و فکری مسائل میں نہیں الجھتا، کیونکہ اس کا تعلق میرے موضوع سے نہیں ہے' سیاست اور شریعت میں میں چیلنج دیتا ہوں کہ بریلویوں اور

دیوبندیوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

سوال :۔ آپ نے فرمایا کہ عوام کی اکثریت شریعت کے نفاذ کی تمنا رکھتی ہے تو پھر اب تک شریعت محاذ کو عوامی مقبولیت کیوں حاصل نہ ہوسکی، محاذ اب تک ایسے عظیم الشان مظاہرے نہ کرسکا جن سے پتہ چلتا کہ عوام کی اکثریت آپ کے ساتھ ہے مارچ ۸۶ء میں جمعیتہ العلماء اسلام نے نشتر پارک کراچی میں جو جلسہ کیا تھا وہ بہت زیادہ کامیاب تھا مگر شریعت محاذ کو عوامی مقبولیت کیوں حاصل نہ ہوسکی، پھر محاذ نے ۲۷ رمضان تک الٹی میٹم دیا تھا اور کہا تھا کہ ہم اسمبلیوں سے استعفیٰ دے دیں گے لیکن استعفیٰ ابھی نہ دیا پھر جب ڈاکٹر اسرار نے کہا کہ عوام اسے نورا کشتی سمجھیں گے تب ایک کمیٹی کو استعفے پیش کر دیئے گئے۔ ان تمام معاملات پر آپ تفصیلی روشنی ڈالیں؟

ہمارا پہلا اور آخری ہدف شریعت کی جنگ لڑنا ہے

جواب :۔ اس کے دو تین عوامل ہیں، شریعت بل ایسے وقت میں پیش کیا گیا جب کچھ لوگ اسے متنازعہ سمجھتے تھے، پھر کچھ سیاسی عوامل مخالف تھے شریعت بل ہم نے صدر یا حکومت کے اشارے پر پیش نہیں کیا۔ حاشا وکلا ہماری سیاست کا پہلا اور آخری ہدف شریعت کی جنگ لڑنا ہے۔ سیاسی حزب اختلاف ہر مہم اور جدوجہد میں ایک حد تک ضرور ساتھ دے دیتی ہے، مگر ہمارے ساتھ یہ زبردست ٹریجڈی ہوئی کہ وہ سیاسی لیڈر جو مذہبی طبقے سے تعلق رکھتے ہیں اور وہ سیاسی لیڈر جو ایجی ٹیٹر قسم کے ہیں اس تحریک کو انہوں نے اپنے سیاسی چشموں سے دیکھنا شروع کیا، انہوں نے کہا کہ شریعت بل نافذ ہوگیا تو فرقہ واریت پھیل جائے گی، یہ لوگ کریڈٹ لے جائیں گے۔ سیاسی مذہبی طبقوں نے مخالفت شروع کر دی۔ مثلاً مولانا شاہ احمد نورانی نے اور علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ نے بھی مخالفت کی اور مولانا فضل الرحمٰن نے بھی مخالفت کی۔

علامہ احسان الٰہی ظہیر کی سیاست

خدا گواہ ہے کہ وہ محض ذاتی ضد میں اور گروہ بندیوں میں اور تعصب میں آگئے ورنہ وہ آج تک شریعت بل کے بارے میں قطعاً کسی ایک غلطی پر انگلی نہیں رکھ سکے ہیں۔

علامہ احسان الٰہی ظہیر اپنی وفات سے ۲۰، ۲۵ دن قبل خود میرے پاس آئے تھے، اکوڑہ خٹک (میرے آبائی شہر) میں ایک نشست رہی۔ میں نے کہا مولانا! ہمارا رہنا سہنا، کپڑا، کھانا سب اسلام پر ہے، آپ بتایئے کہ شریعت بل پر کیا اختلاف ہے؟ میں نے اصرار کیا تو کہنے لگے کہ ۲۲ نکات کو بنیاد کیوں نہیں بنایا گیا۔ میں نے کہا خدا کے بندے ۲۲ نکات تو میرے پاس موجود ہیں، میں وہ آپ کے سامنے رکھتا ہوں، شریعت بل کا مسودہ رکھتا ہوں۔ ہم نے تو ۲۲ نکات کو قانون کی زبان دی ہے، انہیں بل میں سمو دیا ہے، آپ دیکھیں کون سی بات متصادم ہے، آپ کیوں اختلاف کرتے ہیں؟ اس پر علامہ نے کہا مولانا! ہمیں بھی اپنی سیاست کرنی ہے۔ تو میں نے کہا یار اللہ کے سامنے جانا ہے، تم بیٹھو کوئی تجویز، کوئی کمی بیشی ہو تو بتاؤ۔

اسی طرح مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے کہا کہ یہ صدر کے اشارے پر ہوا ہے، پھر کہا کہ یہ جونیجو صاحب کو مستحکم کرنا چاہتے ہیں، اس بل سے سیاسی اسمبلیوں کو تحفظ مل جائے گا۔ میں نے کہا کہ یہ دونوں متضاد باتیں ہیں، ایک بات کرو، کبھی کہتے ہو کہ منصورہ برانڈ ہے، کبھی کہتے ہو کہ مودودی ازم ہے۔ ہم نے کہا کہ اس ملک کے تمام مسلمانوں کو قرآن و سنت پر اکٹھا کرنے کے سوا اور کیا ہے؟

تحریک نفاذ شریعت کی مزاحمت کن لوگوں نے کی

بہرحال حالات ایسے ہوئے کہ مذہبی طبقے بھی ہماری مخالفت میں آ گئے اور ساری سیاسی پارٹیوں نے حکومت سے اپنے ہزار اختلافات کے باوجود شریعت بل کی مخالفت کی۔ جتوئی صاحب، بزنجو، بیگم نسیم ولی خان نے، ولی خان نے، غرض ایک ایک لیڈر نے مخالفت میں بیان دیا۔ شریعت بل کے مسئلے پر حزب اقتدار اور حزب اختلاف ایک ہو گئی۔ تحریک تو جب چلتی ہے کہ جب سیاسی لیڈر اور سیاسی جماعتیں سب ایک ہوں۔ عوام نے دیکھا کہ علماء بھی مخالفت کر رہے ہیں، سیاسی لیڈر بھی مخالفت کر رہے ہیں۔ تاریخ میں یہ سارا کردار آئے گا کہ انہوں نے کیا کیا، عوام کسی نہ کسی پارٹی کے پیچھے تھے لہٰذا وہ اپنی پارٹی کے لیڈروں کی باتوں میں آ گئے۔

حکومت کے عیّارانہ ہتھکنڈے

حکومت نے سارے ذرائع ابلاغ شریعت بل کے خلاف جھونک دیئے۔ یہ تاثر دیا کہ فرقہ واریت پھیلے گی۔ بریلویوں سے کہا کہ مزاروں پر پابندی لگے گی، دیوبندیوں سے کہا کہ مودودی ازم آجائے گا، اہلحدیث کو بتایا کہ فقہ حنفی آجائے گا۔ میرے پاس میڈیا کہاں ہے، ذرائع ابلاغ کہاں ہیں، ریڈیو اور ٹی وی کہاں ہے۔ حکومت نے عورتوں سے اسلام آباد میں شریعت بل کے خلاف مظاہرہ کرایا، پارلیمنٹ کے سامنے باپردہ عورتیں لڑ رہی تھیں کہ اقبال احمد خان کہاں ہیں؟ ہم نے پوچھا کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہمیں تو یہ کہا گیا تھا کہ آج آپ کو کچی آبادیوں کی فردِ ملکیت دی جائے گی۔ تو اس طرح کے کام کیے گئے۔ ان خواتین نے کہا کہ ہمیں تو پتہ ہی نہیں کہ شریعت بل کیا ہے! ہمیں تو کچی آبادیوں کے مالکانہ حقوق دینے کے لیے بلایا گیا تھا۔ اس طرح کہہ دیا گیا کہ عورتیں شریعت بل کے خلاف ہیں۔ ہم نے کہا کہ عورتیں ۹۵ فیصد گھروں میں ہیں، عفیف ہیں، وہ شریعت چاہتی ہیں، ان پر گھروں میں ظلم ہو رہا ہے، وہ چاہتی ہیں کہ اسلام ہمیں اس سے چھٹکارا دلائے، ظلم سے نجات دلائے میں دعوے سے کہتا ہوں کہ شریعت بل کے مسئلے پر حکومت اور حزبِ اختلاف نزدیک ہو گئے ہیں، شریعت بل نے انہیں قریب کر دیا ہے۔ ایک طرف وہ طوفان تھا کہ ابھی الیکشن کراؤ ابھی تحریک چلاؤ، لیکن اب سب کہہ رہے ہیں کہ اس سے فرقہ واریت پھیلے گی۔

شریعت بل کو عوام کی بھرپور حمایت حاصل رہی

بہر حال ہم نے جو جدوجہد کی ہے اس میں عوام نے ہمارا بھرپور ساتھ دیا ہے، پندرہ لاکھ افراد نے شریعت بل کے حق میں خطوط بھیجے، امریکہ، برطانیہ اور دوسرے یورپی ملکوں سے ساڑھے پانچ لاکھ خطوط لکھے گئے۔ کراچی سے سارے خط بڑی بڑی بوریوں میں بند کر کے میں خود اسلام آباد لے کر گیا تھا اور انہیں غلام اسحٰق خان کے سامنے پیش کیا تھا۔ جب میں اُن کے دفتر پہنچا تو ایک بوری میں نے اٹھائی ہوئی تھی۔ وہ خوش ہوتے ہوئے بولے آیئے آیئے یہ خط آئے ہیں شریعت بل کے

حق ہیں، وہ سمجھے کہ بس ایک ہی بوری ہے لیکن میں نے انہیں بتایا کہ جناب ایسی کئی بوریاں باہر گاڑی میں بھری ہوئی ہیں وہ اتار کر یہاں لائی جا رہی ہیں ـــــ تو قوم نے ہماری اس تحریک میں بھرپور حصہ لیا، مظاہروں کی کال پر لاکھوں افراد جمع ہو گئے۔

۲۷ رمضان کے الٹی میٹم کی وضاحت

جہاں تک ۲۷ رمضان المبارک تک کے الٹی میٹم کا تعلق ہے تو ہم نے اپنے اعلانِ پشاور میں یہ کہا تھا کہ ہم ۲۷ رمضان کے بعد اپنا آئندہ لائحہ عمل طے کریں گے ـــــ راست اقدام کے لیے ہمارے سامنے کئی مشکلات ہیں، کئی رکاوٹیں ہیں۔ ابھی تک ہم نے اسٹریٹ پاور استعمال نہیں کی۔ ہم توڑ پھوڑ نہیں کرنا چاہتے ہم اسے حرام سمجھتے ہیں، جان و مال کا تحفظ بھی شریعت میں ضروری ہے، پھر اس صورتِ حال کا فائدہ بھی کس کو پہنچے گا! لادین عناصر اس کا فائدہ اٹھا سکتے ہیں یا نتیجے میں ایک اور مارشل لاء آ سکتا ہے۔

سوال:۔ جیسا کہ آپ نے بتایا کہ آپ کو حکومت، بیوروکریسی، سیاسی جماعتوں، مذہبی رہنماؤں اور دوسرے عوامل کی مخالفت کا سامنا ہے، تو اس صورتِ حال میں آپ اپنی تحریک کس طرح چلائیں گے اور آئندہ کیا لائحہ عمل اختیار کریں گے کیونکہ اس سلسلے میں آپ نے خاصی مایوسی کا اظہار کیا ہے؟

لادین سیاسی لیڈر شریعت کے بارے میں مخلص نہیں

جواب:۔ ہم نے مایوسی کا اظہار نہیں کیا ہے، لیکن زور و شور سے تحریک نہیں چل سکی اس کے کئی عوامل تھے تحریک تو حکومت کے خلاف چلتی ہے۔ حزبِ مخالف اگر واقعی حزبِ اختلاف ہوتی تو وہ اس موقع کو سنہری موقع سمجھ کر ہمارا ساتھ دیتی لیکن وہ بھی شریعت کے بارے میں مخلص نہیں تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ درپردہ وہ حکومت کی بھی مخالف نہیں ہے، حکومت سے ان لوگوں کے روابط ہیں۔ یہ سارے حالات تھے جن کی وجہ سے اتنی گرمجوشی پیدا نہ ہو سکی۔ اسمبلیوں سے مستعفی ہونے کی تجویز محاذ کے اجلاس میں آئی تھی، محاذ میں ۲۲ تنظیمیں ہیں، اکثریت کی رائے یہ تھی کہ ہم جب ایک محاذ پر پہنچ چکے ہیں اور جنگ لڑ رہے ہیں بلکہ جنگ لڑنے کے لیے ہی اندر گئے ہیں تو اسمبلی

چھوڑنا ٹھیک نہیں ہے۔ بھٹو دور میں بھی ہمارے اکابر نے اسلام کی جنگ لڑی اور لڑتے رہے انہوں نے اسمبلی نہیں چھوڑی تھی۔ عائلی قوانین کا مسئلہ ایوب اسمبلی میں تھا لیکن مفتی صاحبؒ اس کے لیے آخر تک لڑتے رہے! اور ہم نے یہ نہیں کہا تھا کہ ۲۷ رمضان کے بعد ہم استعفیٰ دے دیں گے ہم نے کہا تھا کہ لائحہ عمل طے کریں گے۔

سوال:۔ اب آپ نے کیا لائحہ عمل متعین کیا ہے؟

حکمران اکبر کا دینِ الٰہی چاہتے

ہم رائے عامہ کو منظم کرنے کی کوشش میں ہیں پہلے ہم عوام سے رابطہ قائم کرلیں، ہمارے دورے جاری ہیں، رابطہ ہورہا ہے۔ ہم نے ابھی نشتر پارک یا ناظم آباد کے عیدگاہ میدان میں جلسہ کی اجازت مانگی تھی لیکن انتظامیہ نے منع کردیا کہ نہ نشتر پارک میں اجازت دی جاسکتی ہے نہ ناظم آباد میں۔ بہرحال ہم ملک بھر میں جلسے کریں گے، جب رائے عامہ کو منظم کرسکیں گے تو پھر کال دیں گے۔

ہمارے حکمران ایسا اسلام چاہتے ہیں جیسا اکبر کا دینِ الٰہی تھا کہ ہر طبقہ خوش رہے، لیکن اس ملک میں ہم اکبر کے دینِ الٰہی کو نافذ نہیں ہونے دیں گے۔ حکومت اگر بہانے بنانے کے بجائے صاف کہہ دے کہ ہم شریعت نافذ کرنا نہیں چاہتے تو پھر ہمارے لیے راستہ کھلا رہے گا۔ ہم قوم سے کہہ دیں گے کہ یہ اسلامی حکومت نہیں ہے اور جب یہ اسلامی حکومت نہیں ہے تو اس کو ٹیکس، زکوٰۃ یا عشر دینا بھی جائز نہیں ہے اور اس کے احکامات کی تعمیل بھی ہم پر لازم نہیں ہے، پھر ساری راہیں ہمارے سامنے ہیں۔

سوال:۔ بالفرض حکومت شریعت بل منظور کرلے تو عمالِ حکومت، بیوروکریسی اور عاملانِ حکومت سے آپ اُمید کرتے ہیں کہ وہ اس کا نفاذ بھی کردیں گے کیوں کہ ۷۳ کے آئین میں بہت سی چیزیں تھیں، لیکن کیا ان کا نفاذ ہوا؟

شریعت بل کی تحریک، آزادی اور ایک باطل نظام سے گلوخلاصی کی جنگ ہے

جواب:۔ ہماری لڑائی شریعت بل کی محض منظوری تک نہیں بلکہ اس کے نفاذ تک ہے۔ میں کہتا ہوں ہم قطعاً

آزاد نہیں ہیں۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی انگریزوں کو نکالنے کے لیے نہیں لڑی گئی تھی بلکہ پورے نظامِ یہود و نصاریٰ کو ختم کرنا تھا۔ قیامِ پاکستان کے بعد انگریز چلا گیا لیکن اس کا نظام موجود ہے، تو ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ ہم آزاد ہیں۔ آپ اسے آزادی کی جنگ یا ایک نظام سے گلوخلاصی کی جنگ کہہ سکتے ہیں۔

سوال:۔ شریعت بل کی منظوری کی صورت میں آپ اصلاحِ معاشرہ کا آغاز کہاں سے مناسب سمجھیں گے اور اس کا طریقۂ کار کیا ہوگا؟

اصلاحِ معاشرہ اور مغرب کی لادین سیاست

جواب:۔ اصلاحِ معاشرہ کی ذمہ داری انفرادی طور سے ہر مسلمان پر ہے، پھر مختلف اداروں میں جو منتظمین ہیں ان سب کا اجتماعی کام ہے۔ لہٰذا حکومت اور اصلاح کی کوششیں دونوں ساتھ ساتھ چلنا چاہئیں۔ ہمارے یہاں بدقسمتی سے سیاست کا خلاصہ یہ رہ گیا ہے کہ حکومت کو بدلتے رہیں۔ آپ کسی سیاسی پارٹی کا کوئی پروگرام میرے سامنے رکھ دیں کہ اُس نے سماج کی اصلاح کے لیے کوئی پروگرام بنایا ہو؟ بس ایک ہی رٹ ہے الیکشن کراؤ۔ ایک اُترتا ہے تو دُوسرے کو بٹھاؤ، سیاست کا خلاصہ یہی رہ گیا ہے۔

سوال:۔ شریعت محاذ اس سلسلے میں کیا کچھ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے؟

جواب:۔ ہم حکومت کے اہم عہدوں پر پابندیاں عائد کرنا چاہتے ہیں انشاءاللہ اس سے بہت بڑی تبدیلی آئے گی۔

سوال:۔ لیکن ان پابندیوں پر عملدرآمد کون کرائے گا؟

جواب:۔ دیکھیے ایک چیز آئین میں ہے، آپ آئین منظور کرتے ہیں، قانون پاس کرتے ہیں، اس میں آپ یہ تو نہیں پوچھتے کہ عملدرآمد کون کرائے گا۔ یہ حکومت کی ذمہ داری ہے۔ جس کی حکومت ہوگی وہ خود بخود آئین کا پابند ہوگا۔

سوال:۔ صدر ضیاء الحق نے ایک مرتبہ عوام سے اپیل کی تھی کہ وہ شریعت بل کی منظوری کے لیے اسمبلیوں پر دباؤ ڈالیں۔ اس اپیل کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب :۔ مجھے اُن کی تقریر سے بہت تکلیف پہنچی تھی۔ میں نے کہا کہ ان کو اس معاملہ میں دخل دینے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ آٹھ سال اُن کے پاس اقتدار رہا تب انہوں نے کیا کیا؟ وہ صرف ایک آرڈیننس جاری کر کے اسلام نافذ کر سکتے تھے۔

تلوار لے کر منافقین کی گردن ماردی جائے

سوال :۔ پچھلے دنوں سینیٹ میں آپ نے اپنی آخری تقریر میں کہا تھا کہ ”اصل لفظ بائیکاٹ نہیں، جہاد ہے یعنی یہ کہ تلوار لے کر منافقوں کی گردن ماردی جائے“، تو اس خطاب میں منافقوں سے آپ کی کیا مراد تھی؟ اور یہ کہ آپ یہ جہاد کب سے شروع کر رہے ہیں؟

جواب :۔ دیکھئے کون منافق ہے ایہ تو صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم معلوم کر سکتے تھے کہ آپ کی زندگی میں وحی سے معلوم ہو جاتا تھا کہ کون منافق ہے، آپ کی وفات کے بعد کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کون منافق ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے منافقین کی علامات بتائی ہیں، تو جن میں یہ علامات ہوں وہ اس زمرہ میں شامل ہیں، ویسے ہم کسی کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے۔

سوال :۔ پھر آپ نے اپنی تقریر میں یہ بات کیوں کہی؟

جواب :۔ میں نے مجموعی طور پر ایک طبقے کو مخاطب کیا تھا کہ یہ طبقہ شریعت محمدی کی راہ میں رکاوٹ ہے، آگے نہیں چلنے دیتا۔

سوال :۔ مولانا وہ طبقہ کون سا ہے؟

جواب :۔ آپ سب سمجھ رہے ہیں۔

سوال :۔ شریعت بل کی تمہید میں ریفرنڈم کا حوالہ دیتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیا گیا تھا۔ یہ بتائیے کہ کیا آپ ریفرنڈم کے نتائج اور طریق کار کو درست تسلیم کرتے ہیں؟

صدر ضیاء الحق کا ریفرنڈم اور اس کے تقاضے

جواب :۔ بل کی تمہید میں ریفرنڈم کا ذکر ضرور

آیا ہے مگر اس کی تائید کے طور پر نہیں آیا بلکہ دعوے کی دلیل کے طور پر آیا ہے۔ تو ہم نے کہا کہ پاکستان کی بنیاد لا الٰہ الا اللہ ہے، قرار دادِ مقاصد دستور کا حصہ بن گئی ہے۔ پھر حال ہی میں ایک الیکشن ہوا وہ غلط تھا یا صحیح، اس کے لیے ریفرنڈم کا نام استعمال کیا گیا۔ تو اب صدر صاحب پر اخلاقی اور ہر لحاظ سے لازم ہے کہ وہ جب اسلام کے نام پر ریفرنڈم کرا چکے تو اسلام کا نفاذ کریں۔ چنانچہ اس کے مطابق یہ تو التزام تھا۔ اور ریفرنڈم میں یہ بات سامنے نہیں تھی کہ آپ جنرل ضیاء الحق کو ووٹ دیں۔ اس میں یہ تھا کہ اسلامی نظام کے سلسلے میں جو اقدامات کیے گئے ہیں آپ ان کو آگے تک پہنچانا چاہتے ہیں، ان میں پیش رفت چاہتے ہیں؟ تو ایسا کون مسلمان ہوگا جو اس بات پر اختلاف کرے گا۔ ریفرنڈم اسی بنیاد پر ہوا۔ ریفرنڈم کی عبارت کا تقاضا تھا کہ ہم اس کی حمایت کرتے لیکن ریفرنڈم کے فوراً بعد ہم نے ہنگامہ شروع کیا، مطالبہ کیا کہ صدر صاحب اب آپ کو ایک منٹ تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ ریفرنڈم میں قوم کے سامنے ایک ایسی چیز رکھی گئی تھی کہ وہ حیرت میں پڑ گئی۔ صدر ضیاء الحق نے ایسی تقریریں کی تھیں اور ایسے بیانات دیئے تھے کہ انسان سنکر درد سے چیخ اٹھے کہ میں اسلام کے لیے تڑپ رہا ہوں۔ ہم تو وعدے پر اعتبار کرتے ہیں، دلوں کا حال تو اللہ جانتا ہے۔ پھر ہم نے یہ دیکھا کہ اگر ریفرنڈم نہ بھی ہوتا تو وہ چلے تو نہیں جاتے۔ اب تو الیکشن بھی ہو گئے، اسمبلیاں بھی بن گئیں۔ اب وہ اپنی دونوں جگہوں پر برقرار ہیں۔ انہوں نے کہا تھا کہ میں یہ وردی اسلام کے لیے استعمال کرتا ہوں، تو پھر اعتبار نہ کرنے کی کوئی صورت نہ تھی۔

میں اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ شریعت بل میں صدر ضیاء الحق کا اشارہ تک نہیں ہے۔ انہوں نے آج تک شریعت بل کے بارے میں تائیدی بات تک نہیں کی۔ پھر الیکشن کی بنیاد وہی ریفرنڈم بنا۔ اس میں بھی کہا گیا کہ ہم غیر جماعتی الیکشن کرا کے اسلام لانا چاہتے ہیں۔ اس میں آپ کہہ سکتے ہیں کہ پوری قوم دھوکہ کھا گئی۔

سوال:۔ اگر تمام جمہوری اور پارلیمانی طریقے اختیار کرنے کے باوجود شریعت محاذ کی تحریک کامیاب نہ ہو سکی تو کیا آپ اس کے لیے انقلاب کا راستہ اختیار کریں گے؟

نفاذِ شریعت کا انقلابی راستہ

جواب :۔ میرا تجربہ اور نظریہ یہ ہے کہ ہم موجودہ پارلیمانی سسٹم، انتخابات اور سیاسی طریقوں سے اسلامی انقلاب نہیں لا سکتے لیکن اس وقت جو راستہ ہے ہم اسے خالی بھی نہیں چھوڑنا چاہتے۔ ایک جنگ جب تک ہے اسے جاری رکھنا چاہتے ہیں۔ اس کے بعد پھر بات وہی مدنی زندگی والی ہوگی، اس کے لیے ہم کو ایک جنگ لڑنا پڑے گی۔

سوال :۔ اس جنگ کے لیے آپ کی کیا تیاری ہے؟

جواب :۔ کوئی بھی کھلاڑی اپنے سارے پتے تو ایک دم سامنے نہیں ڈال دیتا لیکن وہ مرحلہ ہمارے سامنے ہے۔ ایک وقت ایسا آئے گا جب آخر کار مسلمانوں کو یہ جنگ لڑنا پڑے گی صرف دو راستے ہوں گے، یا اسلامی نظام کو اپنانا ہوگا یا اسلام کو چھوڑ دینا ہوگا۔ انقلاب جہاں بھی آیا ہے اسی طرح آیا ہے، اصل انقلاب تو وہی ہے لیکن یہاں سیاست ایسی چھائی ہے علماء پر بھی اور تمام دینی قوتوں پر بھی کہ وہ سمجھتے ہیں کہ ان طریقوں سے ہی انقلاب آجائے گا لیکن میں نہیں سمجھتا کہ ان طریقوں سے ہم سو سال بھی جدوجہد کر کے کامیابی حاصل کریں یا انتخابی طریقوں سے پارلیمنٹ پر چھا جائیں گے۔

بُت کدہ میں اذان

صرف یہ ہے کہ ہم بُت کدے میں اذان دیتے رہیں گے۔ ہم چاہتے ہیں کہ بُت کدہ کیوں خالی چھوڑ دیں۔ ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی میں صنم خانہ میں کود گئے ہیں۔

سوال :۔ کیا آپ نے اسمبلی کو صنم خانہ تسلیم کر لیا ہے؟

جواب :۔ ہم نے پہلے کہا تھا کہ اس کفر کے ایوان میں ہم نہیں بیٹھ سکتے اور باہر نکل گئے تھے۔ پھر پیر صاحب پگاڑا نے تبصرہ کیا کہ پھر کفر کے ایوان میں بیٹھے کیوں ہو ہم نے کہا ہم کفر کے ایوان کو مسلمان بنانے کو داخل ہوں گے۔

افغان پالیسی

سوال :۔ ہماری موجودہ خارجہ پالیسی خاص طور پر افغان پالیسی کے بارے میں آپ کے کیا تاثرات ہیں؟

جواب :۔ ہمیں خاص طور پر اپنے تینوں ہمسایوں افغانستان، بھارت اور ایران پر

ایک طرح نگاہ رکھنا چاہیئے تنظیموں سے کسی وقت بھی ہمیں خطرہ لاحق ہوسکتا ہے۔ ہمارے پاس شواہد ہیں ثبوت ہیں۔

سوال :۔ پاڑہ چنار کے واقعات کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے ؟

ملک میں دھماکوں کے انسداد کی ایک موثر تجویز

جواب :۔ اس کے پس پردہ بھی وہی عوامل ہیں کہ افغان مہاجرین اور مقامی آبادی کو آپس میں لڑا دیا جائے۔ طوری قبائل افغان مہاجرین کے نقل و حمل میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں اور تصادم پیدا کرتے ہیں، ان کی سپلائی کاٹتے ہیں لیکن اس تصادم کو فرقہ وارانہ رنگ دے دیا گیا۔

سوال :۔ اس وقت افغان پناہ گزینوں کے نام پر جتنے لوگ پاکستان میں آباد ہیں کیا وہ سب صرف اسلام کی خاطر یہاں آئے ہیں ؟

جواب :۔ مہاجرین میں بہت سے اسلام کی خاطر آئے ہیں کچھ لوگ ممکن ہے دوسرے بھی ہوں۔ اصل میں افغانستان میں قبائلی نظام ہے، لہٰذا وہاں سب لوگ ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔ اتنے بڑے ریلے میں ممکن ہے کوئی خلقی یا پرچمی آئے ہوں، لہٰذا کچھ لوگ تو ہو سکتے ہیں لیکن افغان پناہ گزینوں کے رہنماؤں نے کہا تھا کہ ہمارا قبائلی نظام ایسا ہے کہ کوئی شخص ہم سے چھپ نہیں سکتا۔ انہوں نے تو حکومت سے کہا تھا کہ تمام افغانوں کی ذمہ داری ہم کو دے دی جائے تو ایک بھی دھماکہ نہیں ہوگا۔ چند سال پہلے تک جب کنٹرول ان کے ہاتھ میں تھا تو کوئی گڑبڑ نہیں ہو رہی تھی۔ پھر روڑے اٹکانے شروع کر دیئے گئے، اس طرح یہ ذمہ داری حکومت نے قبول کر لی۔ ہم نے پہلے بھی کہا کہ یہ درد سر افغان مجاہدین کا ہے لہٰذا اسے ان ہی کے سر ڈالنا چاہیئے۔ ہم افغان مجاہدین کو آج بھی بلا کر بٹھائیں اور بتائیں کہ جہاں بھی دھماکہ ہوگا آپ اس کے ذمہ دار ہوں گے تو حالات بہتر ہو سکتے ہیں، کیونکہ وہ اپنے لوگوں کو پہچانتے ہیں، اس طرح صورتِ حال سدھر سکتی ہے۔

سوال:۔ مولانا! آپ ملک میں شریعت کے نفاذ کے داعی ہیں، کیا آپ سمجھتے ہیں کہ قوم کے شعور کو بیدار کیے بغیر اور فضول رسوم و رواج کو ختم کیے بغیر شرعی نظام کو اس کی اصل روح کے ساتھ نافذ کیا جا سکتا ہے؟

اصلاحِ معاشرہ اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کی مساعی

جواب:۔ ہم چاہتے ہیں کہ سیاست کا ہدف صرف حکومتوں کو بدلنا نہ ہو بلکہ ہمارے خیال میں سیاسی رہنماؤں، علماء اور دینی تنظیموں سب کا فریضہ ہے کہ حکومت کی اصلاح کے ساتھ ساتھ معاشرہ کی اصلاح کیلئے بھی کسی پروگرام پر عملدرآمد کریں، سب کو مل کر فضول رسموں کے خلاف مہم چلانی چاہیئے اور ہم نے خود اس مہم کا آغاز کر دیا ہے۔ اس کی ایک روشن مثال یہ ہے کہ والدِ محترم مولانا عبدالحق نے کچھ عرصہ پہلے جہیز کے خلاف ایک تحریک چلائی۔ ہمارے معاشرے میں غلط رسوم و رواج کے باعث کئی گھرانوں کی بیٹیاں گھروں میں بیٹھی رہتی ہیں، کسی کے پاس پیسے نہیں ہوتے، کسی کے پاس جہیز کے لیے سامان نہیں ہوتا، بات ہو جاتی ہے لیکن تیاریاں نہیں ہوتیں۔ مولانا نے دیکھا کہ ہزاروں لڑکیاں انتظار میں بیٹھے بیٹھے بوڑھی ہو رہی ہیں، تو انہوں نے کئی اضلاع اور دیہاتوں کا دورہ کیا، تقریریں کیں، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی شادیوں کے واقعات سنائے اور دردمندی سے اپیل کی تو لوگوں نے مولانا کی بات مان لی، لہٰذا مختلف علاقوں میں روزانہ سینکڑوں شادیاں مولانا نے کرا دیں (ہمارے علاقے میں) ایک گاؤں جلبئی ہے جس کا پی این اے کی تحریک میں بہت اہم کردار تھا کیونکہ وہاں کے باشندے مسلح جلوس نکالتے تھے۔ میرے والد صاحب وہاں گئے اور انہوں نے کہا کہ جن لڑکیوں کے رشتے طے ہو چکے ہیں ان تمام لڑکیوں کو اور متعلقہ لڑکوں کو بلایا جائے ان کا ابھی نکاح ہوگا، چنانچہ اس گاؤں میں ایک دن میں ۱۳۰ نکاح پڑھائے گئے، یہ گاؤں بہت چھوٹا ہے اس لیے اتنے نکاح ایک ریکارڈ ہے۔ ایسا بھی ہوا کہ گھروں میں لڑکیاں آٹا گوندھ رہی تھیں یا کپڑے دھو رہی تھیں انہیں اسی حالت میں لایا گیا اور اسی وقت نکاح پڑھا کر رخصتی کر دی گئی۔ عورتوں نے دعائیں دیں کہ آپ کی مداخلت سے ہماری

عزت رہ گئی ناک نہیں کٹی۔ مولانا کا حکم تھا سب نے مان لیا، دونوں کے مسائل حل ہو گئے۔ اگر علما ان مسائل کو حل کرنے کے لیے اس طرح میدان میں آجائیں تو بہت بڑی تبدیلی آسکتی ہے اور معاشرے میں انقلاب آسکتا ہے۔

سوال:۔ سینیٹ میں آپ کیسے منتخب ہوئے جبکہ سرحد اسمبلی میں آپ کا صرف ایک رُکن ہے؟

جواب:۔ تمام اراکینِ سرحد اسمبلی نے فیصلہ کیا کہ وہ کسی کے دباؤ میں نہیں آئیں گے کسی سے رشوت نہیں لیں گے اور اپنے ووٹ فروخت نہیں کریں گے۔ ایک جگہ ریسٹ ہاؤس میں تمام ممبرانِ اسمبلی جمع ہوئے اور انہوں نے مشترکہ فیصلہ کیا کہ ہم صرف قابلیت اور صلاحیت کی بنیاد پر اور سیاسی نظریات کی تفریق کے بغیر سینیٹر منتخب کریں گے۔ دوسرے صوبے میں تو سینیٹ کی نشست لاکھوں روپے میں خریدی گئی ہے لیکن سرحد اسمبلی نے پورے ملک کے لیے ایک اجتماعی مثال قائم کی اور سرحد سے کوئی سینیٹر پیسے دے کر منتخب نہیں ہوا۔

ملکی سیاست میں مولانا سمیع الحق کا کردار

سوال:۔ مولانا یہ بتائیے کہ سینیٹ کے رکن منتخب ہونے سے قبل ملکی سیاست میں آپ کا کیا رول رہا؟

جواب:۔ سن ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں والد محترم مولانا عبدالحق نے مفتی محمود صاحب اور دیگر علماء کرام کے اصرار پر حصہ لیا۔ انہوں نے شرط یہ عائد کی کہ چونکہ اپنے لیے ووٹ مانگنا حرام سمجھتے ہیں لہٰذا وہ کسی سے ووٹ مانگنے نہیں جائیں گے، لہٰذا اُن کی انتخابی مہم مجھے سنبھالنی پڑی۔ اجمل خٹک کو ہمارے والد صاحب شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ایم این اے نے پالا پوسا تھا، ان کی تعلیم و تربیت ہمارے یہاں ہوئی بلکہ وہ ایک زمانے تک والد صاحب کے پرسنل سکریٹری تھے، وہ اکوڑہ خٹک کے باشندہ ہیں۔۔۔ بہر حال اُن کو پارٹی کا حکم ہوا تو انہوں نے کہا کہ سیاست میری نیپ کی ہے، مذہب دارالعلوم کا ہے۔ بہر حال اُن کے ساتھ ساتھ نصراللہ خٹک بھی والد صاحب کے خلاف کھڑے ہو گئے، بڑے معرکے کا الیکشن تھا۔ ولی خان کی پارٹی کے تمام بڑے بوڑھے اس انتخابی مہم میں بھرپور طریقے سے حصہ لے رہے تھے۔

لیکن والد صاحب کا اس علاقے میں بہت اثر تھا۔ للہذا تحصیل نوشہرہ کے گھر گھر میں مولانا کی انتخابی جنگ لڑی گئی، مرد نیپ کی طرف تھے تو عورتیں اور بچے مولانا کی طرف، کئی لوگوں نے مولانا کی حمایت کرنے پر اپنی ماؤں اور اپنی عورتوں کی ٹانگیں توڑ دیں، مگر عورتوں اور بچوں کی اکثریت مولانا کے حق میں تھی۔ بہر حال معرکہ سر ہو گیا اور مولانا کامیاب ہو گئے۔ یہ الیکشن بڑے معرکے کا تھا۔ اجمل خٹک اور نصراللہ خٹک ہار گئے۔ والد محترم کی وجہ سے مجھے اسمبلی کی سیاست میں آنا پڑا، ۱۹۷۳ء کے آئین میں جے یو آئی کی جانب سے جتنی بھی ترامیم مفتی صاحب نے پیش کیں وہ سب میری تیار کی ہوئی تھیں اور مفتی صاحب مجھ پر اس حد تک اعتماد کرتے تھے کہ ہمیشہ اس سلسلے میں مجھے طلب فرماتے۔

قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ ان تمام ترامیم پر میری کتاب "قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ" آچکی ہے۔ اس کتاب میں ایک ایک ترمیم کی پوری تفصیلی بحث آپ کو مل سکتی ہے، وہ کتاب ایک تاریخ ہے جمعیۃ علمائے اسلام کی آئینی، سیاسی جدوجہد کی، اس سے ۱۹۷۳ء کے آئین کے بارے میں اسلامی نقطۂ نظر سے اہم معلومات مل سکتی ہیں۔ اس کتاب میں حزب اختلاف کی تمام تر آئینی جدوجہد کا مکمل ریکارڈ موجود ہے۔

بعد ازاں ۷۷ء کے انتخابات ہوئے، تحریک نظام مصطفےٰ کا وقت آیا، پھر والد محترم کو مجبور کیا گیا کہ وہ انتخابات میں حصہ لیں، والد صاحب نے آخر کار حامی بھر لی، اس وقت حالات بہت نازک تھے۔ والد صاحب کے مقابلہ میں سرحد کے وزیر اعلیٰ الیکشن لڑ رہے تھے بھٹو صاحب نے کوشش کی کہ چاروں صوبوں کے وزرائے اعلیٰ بلا مقابلہ منتخب ہو جائیں سندھ بلوچستان اور پنجاب کے وزرائے اعلیٰ بلا مقابلہ منتخب ہو گئے مگر صوبہ سرحد میں ایسا ہونا بڑا مشکل تھا کیونکہ والد صاحب مولانا عبدالحق کا بڑا اثر تھا اور حلقے میں ان کی بہت عزت تھی۔ نصراللہ خٹک مولانا کو اغوا تو نہ کرا سکے مگر انہوں نے مولانا کی جانب سے بوگس دستخط کرا کے کاغذات جمع کر دیے کہ وہ الیکشن سے دستبردار ہو گئے ہیں۔ ابلاغ عامہ سے خبر نشر ہوئی کہ مولانا الیکشن میں بیٹھ گئے ہیں، مگر ہم الیکشن ٹربیونل میں اپیل کرنے پہنچ گئے اور جعلی دستخط اور

دستبرداری کو چیلنج کیا۔ جسٹس سجاد احمد جان نے ہمارے حق میں فیصلہ دیا انہوں نے پورے کیس کا مطالعہ کیا اور فیصلہ دیا کہ یہ دستخط جعلی ہیں۔ اس کے بعد بھٹو صاحب نے مولانا کے حلقے میں انتخابات کو اپنی عزت کا مسئلہ بنالیا، خود نصر اللہ خٹک کی انتخابی مہم چلائی، وہ نوشہرہ آئے، بھٹو صاحب اپنے تین وزراء اعلیٰ کو بلا مقابلہ منتخب کرانے میں کامیاب ہو گئے مگر سرحد میں ان کی کوشش ناکام ہوگئی۔ بھٹو صاحب نے نصر اللہ خٹک کو بہت ڈانٹ ڈپٹ کی اور کہا کہ تم ایک مولوی کو قابو نہیں کر سکتے۔ نصر اللہ خٹک نے کہا بھٹو صاحب میرے مقابلے میں تو (نعوذ باللہ) پیغمبر کھڑا کیا گیا ہے اب میں کیا کروں، میں مولانا پر کیا الزام لگاؤں، کیا بہتان باندھوں ــــــ بہرحال وہ الیکشن ہار گئے اور مولانا ہزاروں کی اکثریت سے کامیاب ہوئے۔

تحریک نظام مصطفےٰ

نظام مصطفےٰ کی تحریک چلی تو وزیر اعلیٰ نے جو گھات لگائے بیٹھے تھے ہمیں بھی نشانہ بنایا، مجھے گرفتار کر لیا گیا، مولانا سے چونکہ بہت ڈرتے تھے اس لیے اُن پر ہاتھ نہیں ڈال سکتے تھے لہٰذا انہیں گرفتار نہیں کر سکے۔ میں ہری پور جیل میں مولانا مفتی محمود کے ہمراہ قید رہا، اسی زمانے میں والد محترم کے معتقدین نے شاہراہ ریشم کو بند کر دیا جس کے باعث ایک دوست ملک کی فوج وہاں پھنس کر رہ گئی تھی اور اسے خوراک کی رسد بھی بند ہوگئی تھی۔ وہاں کوہستان کے آس پاس کے تمام علماء دارالعلوم حقانیہ کے فارغ التحصیل ہیں اور (جہاد افغانستان میں ۸۰ فیصد علماء اکوڑہ خٹک سے فارغ التحصیل ہیں۔ افغانستانی علماء کی ہائی کمان اور یونس خالص وغیرہ سب حقانیہ سے پڑھے ہوئے ہیں) جب شاہراہِ ریشم بند ہوگئی تو حکومت سراسیمہ ہوگئی، پھنسی ہوئی فوج کو فضائیہ کے ذریعے خوراک گرائی گئی۔

ٹکا خان سے جھڑپ

اس وقت غلام صفدر بٹ کور کمانڈر تھے، ٹکا خان کا زمانہ تھا انہوں نے والد صاحب سے رابطہ کیا، وہ ہسپتال میں داخل تھے اُن سے درخواست کی کہ وہ راستہ کھلوا دیں کیونکہ کوہستان کے باشندوں نے کہہ دیا تھا کہ جب تک مولانا عبدالحق نہیں کہیں گے ہم راستہ نہیں کھولیں گے شاہراہِ ریشم مولانا کے حکم تک

بند رہے گی۔ مولانا عبدالحق نے کہا کہ بھائی اب یہ معاملہ میرے ہاتھ میں نہیں ہے، اس وقت پوری قوم تحریک نظامِ مصطفےٰ میں شریک ہے اور مفتی صاحب قومی اتحاد کی قیادت کر رہے ہیں، جب تک اُن کی طرف سے اجازت نہ ملے مَیں کچھ نہیں کہہ سکتا، اب یہ میرا معاملہ نہیں ہے یہ قوم کا معاملہ ہے، لہٰذا آپ مُفتی صاحب سے رجوع کریں۔ پھر انہوں نے مجھ سے رابطہ کیا، مجھے جیل سے لے گئے، جیل میں مجھے بتایا گیا کہ مولانا کو حادثہ درپیش ہُوا ہے آپ چلیں دراصل ٹکا خان نے حکم دیا تھا کہ سمیع الحق کو پنڈی لے آؤ۔ مجھے اور حاجی فقیر محمد خان کو پنڈی لے گئے وہاں نصیر اللہ بابر بھی بیٹھے تھے، ٹکا خان، جنرل صفدر بٹ بھی تھے، بہت تفصیلی گفتگو ہوئی وہ کہنے لگے انسان بھُوکے مر رہے ہیں، تباہ ہو رہے ہیں، ہماری دوستی پر فرق پڑ رہا ہے۔ بڑی گرما گرمی ہوئی، انہوں نے بہت سخت باتیں کیں، ہم نے بھی کھُل کر باتیں کیں، ہمارے پیروں میں ہوائی چپل تھی، ہم نے کہا حضرات آپ ہم سے کیا لے لیں گے ہمارے پاس تو صرف یہ چپل ہے۔ ٹکا خان اُس وقت فرعون بنے ہوئے تھے وہ کہنے لگے ہم بہت کچھ کر سکتے ہیں ہم نے کہا کہ تم نے مشرقی پاکستان میں بھی یہی کہا تھا کہ ہمیں زمین چاہیئے انسان نہیں چاہئیں دو اڑھائی گھنٹے تک بحث ہوئی، وہ مایوس ہو گئے۔ ہم نے آخر میں کہا کہ مفتی صاحب سے رابطہ کرو، وہ پی این اے کے رہنماؤں سے مشورے کے بعد کچھ کہیں گے تب ہی کچھ ہو سکتا ہے۔ ٹکا خان نے کہا کہ ہیلی کاپٹر موجود ہے، آپ اس میں بیٹھ کر شاہراہِ ریشم چلیں وہاں تقریر کر کے لوگوں سے اپیل کریں کہ وہ راستہ کھول دیں۔ ہم نے انکار کر دیا، بات نہ بن سکی۔ ٹکا خان نے کہا کہ میں بھُٹو سے رابطہ کرتا ہوں اگر وہ اجازت دیں گے تو مفتی صاحب سے بات کی جا سکتی ہے۔ بھٹو صاحب نے ان سے کہا کہ اِن کو چھوڑو نہیں، انہیں روکے رکھو۔ یہ اُس دن کی بات ہے جب بھٹو صاحب نے قومی اسمبلی میں چار بجے تقریر شروع کی کہ "امریکی ڈالر آئے ہیں اور شراب پر پابندی لگا دی گئی ہے"۔ چھ بجے تقریر کے بعد بھٹو نے فون کیا کہ انہیں جیل واپس بھیجدو۔ اُن کا خیال تھا کہ اُن کی تقریر کے بعد شاید ہم مفاہمت پر آمادہ ہو جائیں۔ بہر حال معاملہ طے نہیں ہُوا، شاہراہِ ریشم طویل عرصے تک بند رہی مجھے اب تفصیل یاد نہیں، بہر حال جنگی آپریشن کے ذریعے بڑے نازک حالات میں اسے جبراً کھلوایا گیا۔

ایم آر ڈی سے اشتراک پر مولانا سمیع الحق کا مؤقف

مفتی صاحبؒ مجھ سے بہت محبت کرتے تھے۔ اس کے باوجود جب ان کی زندگی میں ایم آر ڈی میں شرکت کا سوال آیا تو میرا اختلاف یہیں سے شروع ہو گیا، میری اور اُن کی تند و تیز باتیں ہوئیں۔ میں نے اُن کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر ایسا ہوا تو یہ ایک ہزار شہیدوں کے خون سے ناانصافی ہوگی جنہوں نے ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفےٰ میں جانوں کی قربانی دی تھی۔ ان کے انتقال کے بعد جمعیۃ علماء اسلام دو حصوں میں تقسیم ہوگئی لیکن اب بھی علماء کی اکثریت اور تقریباً تمام دارالعلوم اور دینی مدارس ہماری جمعیۃ سے وابستہ ہیں۔

میں نے مفتی صاحبؒ سے کہا تھا کہ بجائے اس کے کہ ہم پھر سے اُس پارٹی کو دوبارہ اپنے اوپر مسلط کریں جس سے ہم نے نجات حاصل کی ہے اس کے بجائے صدر ضیاء الحق سے مطالبہ کریں کہ وہ شریعت نافذ کریں، لیکن مفتی صاحب کا اپنا فیصلہ تھا۔ وہ جب حکومت میں شریک ہوئے تھے تب بھی انہوں نے یہی کہا تھا کہ ہمارا مقصد شریعت سے ہے خواہ وہ مارشل لاء کے ذریعے آئے خواہ جمہوریت کے ذریعے آئے۔

خلافتِ راشدہ کانفرنس اٹک میں

مولانا سمیع الحق سیکرٹری جنرل جمعیۃ علماء اسلام کا خطاب

خلیج میں امریکہ کے در آنے کی ذمہ داری ایران کے سر ہے

ملی وحدت اور قومی اتحاد کی ضرورت و اہمیت

اٹک شہر (کیمبل پور) میں ۲۷ اکتوبر ۱۹۸۷ء کو ایک تاریخی خلافتِ راشدہ کانفرنس منعقد ہوئی جس میں ملک بھر سے اکابر علماء و مشائخ، سیاسی قائدین، زعماء اور عامۃ المسلمین نے شرکت کی۔ اٹک شہر کی تاریخ میں اس کانفرنس کو بھرپور اور تاریخ میں پہلی مرتبہ اس قدر کامیاب کانفرنس قرار دیا جا رہا تھا۔ اس موقع پر قائدِ جمعیۃ حضرت العلام مولانا سمیع الحق مدظلہ نے جو خطاب فرمایا وہ ہفت روزہ چٹان (نومبر ۱۹۸۷ء) کے شکریہ کے ساتھ نذرِ قارئین ہے

آج جو یہ عظیم اجتماع، انسانوں کا یہ ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر، یہ تاریخی کانفرنس منعقد ہوئی ہے، اس کے انقلابی نتائج بھی ظاہر ہوں گے آپ یقین جانیں مسلمانوں میں، خلافتِ راشدہ کا نظام چاہنے والوں میں، اسلامی انقلاب برپا کرنے والے کارکنوں میں اگر اتحاد کی کوئی قدرِ مشترک ہو سکتی ہے تو وہ صرف اور صرف تحریک نفاذِ شریعت، غلبۂ اسلام اور نفاذِ نظامِ خلافت ہی ہو سکتی ہے۔ ہم اگر بچھڑے رہے، آپس میں لڑتے رہے، ہماری قوتیں اور دینی قوتیں منتشر رہیں، ایک خدا، ایک نبیؐ اور ایک کتاب اور ایک مقصد کے ہوتے ہوئے بھی ہمارے پلیٹ فارم جدا رہے اور ہم اپنی صفوں میں اتحاد قائم نہ رکھ سکے تو پھر یاد رکھیے یہاں نہ تو نظامِ مصطفےٰ

نافذ ہوسکے گا نہ تحریک نفاذِ شریعت آگے بڑھ سکے گی اور نہ نظام خلافت راشدہ کے لیے کام کرنے والے کارکنوں کی قربانیاں ٹھکانے لگیں گی اور نہ ملک میں نفاذِ فقہ حنفیہ کے مطالبہ پر حکومت کان دھرے گی، یہ جلسے ہوتے رہیں گے، جلوس نکلتے رہیں گے، یہ قرار دادیں منظور ہوتی رہیں گی، یہ ریزولیشن پاس ہوتے رہیں گے، یہ تحریکیں چلتی رہیں گی، یہ سیاست بازی جاری رہے گی، یہ مفاد پرست طبقہ اور امریکی ایجنٹ اور سامراج کے نمائندے ہم پر حکومت کرتے رہیں گے مگر نفاذِ شریعت کا مرحلہ قریب نہیں آئے گا بلکہ دور تر ہوتا چلا جائے گا۔

اسلامی انقلاب کے لیے اتحاد کی ضرورت

آپ کے جذبات قابلِ قدر ہیں آپ کا ولولہ قابلِ رشک ہے، آپ کی جمعیتِ اسلامی اور عزت ملی قابلِ تعریف ہے مگر اس کو مستقیم، مضبوط اور مربوط کرنے کی ضرورت ہے، اس کو منتشر اور متفرق ہونے کی بجائے، اس کو گروہی تعصب اور چند مفاد پرست لیڈروں کی بھینٹ چڑھانے کے بجائے متحد، ناقابلِ شکست اور بنیانِ مرصوص بنانے کی ضرورت ہے۔

حضرات! آج جب آپ نظامِ شریعت کا نام لیتے ہیں، صحابہؓ کا نام لیتے ہیں تو لادین حکومتیں، لادین سیاست دان، باطل طاقتیں، غیر ملکی ایجنٹ، سرمایہ دار، مفاد پرست طبقے اور چند مخصوص فرقے اور یہودی لابی کے آلہ کار چند مذہبی پروہت آپ کا مقابلہ کرتے ہیں، کمر کس کر میدان میں آجاتے ہیں، اُن کے آپس میں ہزار اختلاف ہوں گے مگر آپ کے مقابلے میں اور تحریک نفاذِ شریعت کے مقابلہ میں متحد ہو جاتے ہیں۔ تو اس کا واحد علاج بڑے پیمانے پر مقابلہ کی تیاری کی ضرورت ہے۔ اگر آپ نظامِ اسلام کا نام لیتے ہیں، خلافتِ راشدہ کا نعرہ بلند کرتے ہیں، نظامِ مصطفےٰ کی بات کرتے ہیں، تو پھر تمہیں لازماً متحد ہوگا، فروعی اور جزوی اختلافات ختم کرنا ہوں گے، انانیت اور رفاقتی رنجشوں کو بھلا دینا ہوگا۔ جب نام قرآن و سنت کا لیتے ہو، جب دعویٰ عشقِ رسولؐ کا کرتے ہو، جب نسبت اپنی خدامِ اسلام سے بتاتے ہو، تو پھر آپس کی گروہ بندی اور باہمی سر پھٹول، گالی گلوچ اور طعن و تشنیع کو یک لخت ختم کر کے نفاذِ شریعت کی بنیاد پر، عظمتِ صحابہؓ اور دفاعِ صحابہؓ کی بنیاد پر اور نظامِ مصطفےٰ اور ناموسِ ختمِ نبوت کے تحفظ کی بنیاد پر

ایک پلیٹ فارم پر ایک جھنڈے تلے متفق ہو جائیے، متحد ہو جائیے۔ جب اتحاد آئے گا تو قوت آئے گی، وحدت آئے گی، سیاسی قوت مضبوط ہو گی، آواز میں، پیغام میں، مطالبہ میں، تحریک میں، تنظیم میں نئی زندگی آ جائے گی۔ تو کوئی بربریت، کوئی ظلم و تشدد، کوئی جبر و استبداد، کوئی باطل قوت کوئی فرقہ اور جماعت، کوئی اقتدار و حکومت اور دنیا کی کوئی طاقت تمہارا راستہ نہیں روک سکے گی۔

سیاسی قوت کی ضرورت و اہمیت

ملک کے حالات تمہارے سامنے ہیں، یہاں بات اس کی ہے جس کے پاس قوت ہے، جس کے پاس ڈنڈا ہے۔ آپ نے دیکھا کہ جب اس ملک میں زکوٰۃ کے نظام کا نام لیا گیا، نظام زکوٰۃ کی بات چلی تو ایک اقلیتی طبقہ نے، جس کی افرادی قوت ملک میں ۵ فیصد بھی نہیں متحد ہو کر مظاہرہ کیا، سیاسی قوت دکھائی، اپنے اتحاد سے اپنی اہمیت بتلائی، گھیراؤ کیا، دھرنا مار کر بیٹھ گئے، تخریب کاری بھی کی، مگر اس وقت تک منتشر نہ ہوئے جب تک اپنا مطالبہ منوا نہ لیا۔ انہوں نے نظام زکوٰۃ کو تہس نہس کر دیا، وہ ملک کی اکثریت کے ساتھ اس نظام میں شریک نہیں ہونا چاہتے تھے۔ لہٰذا آج عجیب منطق ہے کہ وہ اکثریت کی غفلت اور باہمی سر پھٹول کے پیش نظر اکثریت کی زکوٰۃ لے رہے ہیں مگر دینے کے لیے تیار نہیں، اس کا ایک نقصان یہ بھی ہوا کہ ملک کے بڑے بڑے سرمایہ داروں نے (جن میں کئی پردہ نشینوں کے نام سرفہرست ہیں) نے جو سنی تھے انہوں نے زکوٰۃ سے بچنے کے لیے خود کو فارم میں شیعہ لکھوایا اور اس طرح وہ سنی ہو کر بھی شیعہ عددی اکثریت کا ذریعہ بننے کا شرمناک کردار ادا کرتے رہے مگر آج تک اس غلط بیانی پر گرفت نہیں ہوئی، کسی کو کوئی سزا نہیں دی گئی۔

نفاذِ شریعت اور حکومت کا شرمناک کردار

اب جب پارلیمنٹ میں ہم نے نفاذ شریعت بل پیش کیا، حکومت نے اپنے مغربی سامراج کے اشارۂ ابرو سے دبانے، التواء میں ڈالنے اور قوم کو ٹرخانے کی روش اختیار کی۔

تحریکِ نفاذِ شریعت اور دشمنانِ صحابہؓ

تو ردِ عمل کے طور پر ملک میں وسیع پیمانے پر تحریکِ نفاذِ شریعت شروع ہوئی، اتحاد ہوُا بکھرے ہوئے بھرے جڑنے لگے، اتحاد کا ٹھوس اور مضبوط پلیٹ فارم میسر آگیا تو مقابلہ میں امریکی مفادات کے محافظ، غیر ملکی نمائندے اور ایرانی عالمی دہشت گردی کے منصوبہ ساز پاکستان میں وہی کھیل کھیلنے کے لیے میدان میں اتر آئے جو انہوں نے حضرت عثمانؓ کے ساتھ، حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے ساتھ، حضرت امام حسینؓ کے ساتھ اور ائمہ امت کے ساتھ کھیلا تھا۔ جن سے نبیؐ کی عظمت محفوظ نہیں، جن سے حرمین کا تقدس محفوظ نہیں، جن سے ازواجِ مطہراتؓ اور بناتِ مطہراتؓ کی عصمت محفوظ نہیں، وہی اُٹھے اور تحریک فقہ جعفریہ کا علَم لے کر حکومت کی سرپرستی میں میدان میں آگئے اور دھمکیاں دیں کہ اگر شریعت بل منظور ہوُا تو اس کا سرِ عام مقابلہ کیا جائے گا، العیاذ باللہ اہل سُنّت والجماعت کا قتلِ عام کیا جائے گا، ایران کی بربریت کو یہاں بھی دُہرایا جائے گا اور لکھنؤ ایجی ٹیشن کی تاریخ دُہرائی جائے گی خود حکومتی مشینری، ذرائع ابلاغ، وزراء اور مشیرانِ مملکت لنگوٹیاں کس کر اس قلیل مگر ظالم اور خونخوار اقلیت کی زبردست پُشت پناہی کرنے لگے۔ یہ صرف آج کی بات نہیں جناب! چالیس سال سے آپ کی حکومتیں اور بیوروکریٹس اس ظالمانہ اور استحصالی نظام کا تحفظ کر رہی ہیں جو مغربی سامراج نے انہیں ورثے میں دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نفاذِ شریعت بل اور آپ کی تحریک نفاذِ شریعت کو کچلنے، دبانے اور مخالفت کرنے میں دوسری بیرونی طاقتوں کی طرح امریکہ سرفہرست ہے کہ اس سے اُس کے مفادات پر قدغن لگے گی، اس سے مسلمانوں کو ذہنی، فطری اور تہذیبی اور فکری آزادی بھی حاصل ہو جائے گی۔

فقہ جعفریہ کی حقیقت

تحریک فقہ جعفریہ بھی اسی سلسلہ کا ایک شاخسانہ ہے میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ تاریخ میں فقہ جعفریہ کی اصطلاح کا کوئی ذکر نہیں، اسلام میں فقہ جعفریہ کا کوئی وجود نہیں، اسلامی فقہ میں فقہ جعفریہ کا کوئی ثبوت نہیں چند من گھڑت قوانین اور غیر مہذب اور غیر معقول معاشرتی خرابیوں کو الفاظ کا حسین جامہ پہنا کر اسے فقہ جعفریہ کا نام دے دیا گیا ہے۔

فقہ جعفریہ میں تو کوئی اصول ہی نہیں کوئی قانون ہی نہیں کوئی ٹھوس بنیاد ہی نہیں، آپ اس کے نفاذ کی بات کیسے کرتے ہیں وہاں تو کسی مہذب قوم کے اطوار ہی نہیں۔ سوشلزم، کمیونزم کیپٹل ازم، مغربی لادینیت جمہوریت اگر نحوستوں کے مجموعے ہیں، مگر پھر بھی ان کے کچھ قواعد تو ہیں، ان کے کچھ اصول تو ہیں، آخر ان کے پاس بات کرنے کے لیے کوئی غلط یا صحیح بنیاد تو ہے، مگر فقہ جعفریہ تو ان سب سے مختلف ہے، اس کے اصول سب کے اصولوں سے اور مہذب اور متمدن قوم کے اصولوں سے مختلف ہیں۔ اس کی بنیادی خشت اول "سب و شتم اور عداوت صحابہؓ" کہ صحابہؓ کو گالیاں دو، ان کو کافر اور ظالم کہو، ان کو کافر اور مرتد کہو، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کو غاصب ثابت کرو۔ فقہ جعفریہ کا دوسرا اصول تقیہ ہے۔ جھوٹ بولو، حقیقت کو چھپاؤ، سب سے بڑا بڑا تقیہ باز، سب سے بڑا جھوٹا شیعہ مذہب کا سب سے بڑا فرمانبردار ہے۔ جھوٹ بولنے کی ترغیب دو، اس کا سبق پھیلاؤ، ملت کے ہر فرد کو جھوٹا بناؤ۔ اور تیسرا اصول متعہ کا جواز کیا، بلکہ اس کی فضیلت اور اس پر بے حساب اجر و ثواب کا عقیدہ ہے کہ زنا کرو، پرائی عصمتوں کو، کنواریوں کی عزتوں کو لوٹ لو، بڑا ثواب ہے۔ زنا عام کرو، جگہ جگہ اڈے قائم کردو، بازاری عورتوں کے کاروبار کو فروغ دو، نوجوان نسل کے اخلاق کو تباہ کردو، یہ اسلام کی خدمت ہے۔ گویا اس کو سیدھے الفاظ میں فحاشی کا کاروبار قرار دے سکتے ہیں۔

تو فقہ جعفریہ کے نفاذ کے مطالبہ کا معنیٰ یہ ہے کہ اس ملک میں صبح و شام کھلے بندوں سب و شتم کی اجازت ہو بلکہ اسے کارِ ثواب سمجھا جائے، جھوٹ کی علی الاعلان اشاعت ہو، متعہ اور زنا و فحاشی کے اڈوں کو فروغ ہو۔ تو جناب علی الاعلان ایسے مشن اور ایسے قوانین کے نفاذ و اجراء کو فحاشی میں ڈوبا ہوا یورپ بھی اپنے لیے قابلِ فخر چیز نہیں سمجھ سکتا سوشلسٹ اور کمیونسٹ بھی ایسی چیزوں کی تبلیغ سے شرماتے ہیں، مگر حیرت ہے کہ پاکستان میں کھلے بندوں اس مطالبہ کی اجازت ہے۔

موقف پر استقامت اور اسلامی سیاست کا غلبہ

تو میں بات کر رہا تھا اتحاد کی، تو آج حکومت بھی اسلام اسلام کے نعرے لگاتی ہے، لیڈر بھی یہی نعرے لگاتے ہیں لیکن جب نفاذِ شریعت کا

مرحلہ آتا ہے، ہم نے پارلیمنٹ میں شریعت کا قانون ان کے سامنے رکھ دیا، باہر سیاستدانوں کے لیے تحریک نفاذِ شریعت کا پلیٹ فارم پیش کر دیا، تو سب کنی کترا گئے، گریز کی راہ اختیار کر گئے، یہ کیوں؟ یہ اس لیے کہ اہلسنت والجماعت گو سب چاہتے ہیں کہ نظامِ مصطفیٰ کا نفاذ ہو، مگر باہمی اتحاد نہیں، سیاسی قوت کمزور ہے، اپنے موقف میں استقامت نہیں ہے، اگر ہماری یہی حالت رہی تو پھر اسلام کے نام پر ووٹ حاصل کیے جاتے رہیں گے، مگر نہ عدالت میں اسلام آئے گا نہ انتظامیہ میں اسلام آئے گا اور نہ لادین سیاست پر اسلامی سیاست غالب ہو سکے گی۔

امریکہ اور ایرانی انقلاب

آج آپ نے قدرے حرکت کی، اتحاد کی بات کی، نفاذِ شریعت کی تحریک کو کامیاب بنانے کا عزم کر لیا تو لادین عناصر، بیرونی ایجنٹ، امریکی سامراج اور ایرانی گماشتے حرکت میں آگئے، یہودی اور صیہونی لابی بے قرار ہو گئی۔ میں دعوٰی سے کہتا ہوں کہ امریکہ انقلابِ ایرانی کے ذریعہ، ایرانی قیادت کے ذریعہ پوری اسلامی دنیا کی مذہبی آزادی اور بیداری و حریت پسندی اور اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کو یرغمال بنانا چاہتا ہے۔ امریکہ ایران کے ذریعہ عربوں کو مروانا چاہتا ہے، وہ ایرانی گماشتوں کے ذریعہ پاکستان میں نفاذِ شریعت کی تحریک کو کچلنا چاہتا ہے، اسلامی انقلاب کی راہ روکنا چاہتا ہے۔ بلوچستان میں فسادات ہوئے، ایرانی گماشتوں نے بربریت اور درندگی و سفاکی کا مظاہرہ کیا۔ تو میں نے اس پر پارلیمنٹ میں احتجاج کیا، تحریکِ التوا پیش کی، تو جناب میری تحریکِ التوا کے جواب میں اس وقت کے وزیرِ داخلہ جناب اسلم خٹک نے کہا تھا کہ بلوچستان میں جو کچھ ہوا بیرونِ ملک تخریب کاروں نے کیا اور یہ سب کچھ پاکستانی شیعہ راہنما عارف الحسینی نے کرایا۔ یہ بیان اُس نے بڑی ذمہ داری سے پارلیمنٹ میں دیا تھا۔ مگر حیرت ہے کہ آج وہی عارف الحسینی پاکستان میں شیعوں کا قائدِ ملت بن بیٹھا ہے۔ وزیرِ داخلہ نے اعتراف کیا تھا کہ اس واقعہ میں پولیس کے نوجوان مارے گئے، سُنی بچیوں کی عصمت دری کی گئی اور ٹرکوں کے ٹرک اسلحہ کے پکڑے گئے۔ اس سب کچھ ہونے کے باوجود ذمہ داروں اور اربابِ اختیار کے کانوں پر جُوں تک نہیں رینگی، بلکہ ملک و قوم کے دشمن، بربریت اور سفاکی کے ذمہ داروں کو بہ امن و حفاظت واپس

ایران بھیج دیا گیا۔

خلیج میں امریکہ کو لانے کا ذمہ دار ایران ہے

آج کہا جا رہا ہے کہ خلیج میں امریکہ کو لایا جا رہا ہے خلیجی ممالک کو اس سے خطرہ ہے، یہ خطرہ پاکستان کو بھی لاحق ہے۔ لیکن جناب! کون لا رہا ہے اور کون ہے جو پورے خلیج کی آزادی اور امن و سکون کو اپنے ذلیل ترین مقاصد کی بھینٹ چڑھا رہا ہے۔ تو جناب! یہ سب کچھ امریکہ کر رہا ہے اور ایران سے کرا رہا ہے، امریکہ اور ایران کی حالیہ جھڑپیں نُورا کشتی ہے، اس طرح وہ اپنے لیے خلیج میں در آنے کی وجہ جواز تلاش کر رہا ہے۔

ایران اس کے در آنے کی وجہ جواز چھپا رہا ہے۔ گویا ایران امریکہ کی درپردہ ایجنٹی کر رہا ہے، لبنان پر امریکہ کا تسلط ان لوگوں نے کرایا، ایران کے پاس اسلحہ امریکہ کا ہے۔ آپ نے دیکھا امریکی صدر کا ایرانی حکومت کو اسلحہ کی مدد کا سارا اسکینڈل دنیا پر واضح ہو گیا، آخر کون نہیں جانتا، یہ باتیں اب کسی سے بھی پوشیدہ نہیں کہ ایران کے پاس اعلیٰ میزائل جو آئے ہیں وہ امریکہ کے ہیں، ان کے چلانے والے اسرائیل سے آتے ہیں، ان کے بنانے والے اسرائیلی ہیں، آخر ان چیزوں سے کب صرفِ نظر کیا جا سکتا ہے، یہ معمولی حالات نہیں ہیں، یہ جو کچھ تماشہ سٹیج ہو رہا ہے، یہ سب بنا بنایا منصوبہ ہے۔ جب ہم ایک ہو جائیں گے، جب اہلِ سنت والجماعت کا اتفاق ہو گا، جب خود ہمارا عمل ہمارے دعوؤں کے مطابق ہو گا، جب ہم عملاً دشمنانِ صحابہؓ سے اپنی وابستگیاں ختم کر دیں گے، جب ہم محض سیاست پر شریعت کو ترجیح دیں گے، جب ہماری سیاست نفاذِ شریعت کے لیے بن جائے گی، جب ہم منظم ہو کر آگے بڑھیں گے، تو یقین جانیں پھر کفر کا نظام نہیں رہے گا، پھر امریکہ کی مرضی نہیں چلے گی، پھر سامراجی بندشیں ٹوٹ جائیں گی، پھر نفاذِ شریعت بل کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں رہے گی، مگر اس میں ہمیں قربانیاں دینی ہوں گی، ذاتی مفادات اور جماعتی تعصبات اور گروہی بندشوں کو توڑنا ہو گا۔

یہ عمل شروع کرنا ہے، الحمدللہ کہ ملک کے ذمہ دار علماء نے اس کا آغاز کر دیا ہے۔ ہم نے تحریک نفاذِ شریعت کے عنوان سے اس کے لیے پلیٹ فارم مہیا کر دیا ہے، اب آپ کی

ذمہ داری ہے کتنا آگے بڑھتے ہیں مگر یاد رہے یہاں امتحان کی گھڑی سخت ہے، اب سب نکھر جائیں گے، قوم کے سامنے حقائق واضح ہو کر آجائیں گے، دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی نکھر نکھر کر سب کے سامنے آجائے گا۔

سانحہ بنوری ٹاؤن

آپ کا دشمن بڑا عیار ہے، طاقتور ہے، مکار ہے، اس کے پاس اسلحہ ہے، اس کے پاس ذرائع ابلاغ ہیں، اس کے پاس دولت ہے، اس کے پاس تمہیں متفرق رکھنے، تمہاری قوتوں کو منتشر کرنے اور تمہیں بے مقصد کی قربانیوں میں لگائے رکھنے کے بہت سے حربے اور کامیاب حربے ہیں۔

کراچی کا مسئلہ آپ کے سامنے ہے، آخر جامعۃ العلوم بنوری ٹاؤن کے مہتمم حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب، سوادِ اعظم کے رہنما مولانا اسفندیار صاحب اور وہاں کے دیگر علماء اور دینی مدارس کے بے گناہ طلبہ کا کیا قصور ہے کہ انہیں لتاڑا گیا، گولیاں برسائی گئیں، مسجد کا تقدس پامال کر دیا گیا، علماء کی داڑھیاں نوچیں گئیں، مدرسہ اور دینی ادارہ کی بے حرمتی کی گئی مسجد کو طلبہ کے لہو سے رنگین کیا گیا، آخر ان کا جرم کیا تھا؟

جب میں نے اسمبلی میں سانحہ بنوری ٹاؤن کے متعلق تحریک التواء پیش کرنی چاہی اور احتجاج کرنا چاہا تو بعض ممبر اور ذمہ دار وزراء مجھے گھور گھور کر دیکھ رہے تھے، وہ میری صدائے احتجاج کو، میری تحریک التواء کو ایک غیر معقول اقدام تصور کر رہے تھے۔۔۔ ایک ذمہ دار وزیر نے مجھ سے کہا مولانا اس معاملہ کو چھوڑ دو، یہ مذہبی معاملہ ہے، آخر اس میں قباحت کونسی ہے کہ وہ اپنی مذہبی رسم پوری کرتے ہیں، جلوس نکالتے ہیں، آخر اس کے خلاف آپ کیوں قدغن لگانا چاہتے ہیں؟ آخر جلوس نکالنے میں قباحت کیا ہے؟۔۔۔ میں نے اُن سے اور ان کے ساتھ بیٹھے ہوئے ممبرانِ اسمبلی سے کہا جناب! اس میں بظاہر کوئی قباحت نہیں کل میں بھی یوں کروں گا کہ چند رفقاء کو ہمراہ لے کر بازار کا چکر بھی لگاؤں گا اور تمہارے گھروں پر تمہارے دروازوں کے سامنے اُن سے تمہیں گالیاں بھی دلواؤں گا، تمہارے آباؤ اجداد، تمہاری عزت و ناموس تک کو ان سے گالیاں دلواؤں گا۔ تو محترم! اعتراض نہ کرنا کہ میں نے کوئی اوچھی حرکت کی ہے، آخر اس میں قباحت کیا ہے۔۔۔ میں نے اُن سے کہا۔ اور میں نے اسمبلی میں کہا کہ یہ لوگ ہمارے گھروں کے سامنے آکر ہمارے اسلاف کو، صحابہ کرامؓ کو،

خلفاء راشدینؓ کو، اُمہات المومنینؓ کو اور بناتِ مطہراتؓ کو غلیظ گالیاں دیتے ہیں اور حکومت ان کا تحفظ، سرپرستی بلکہ پشت پناہی کرتی ہے۔ اور پھر کہا جاتا ہے کہ یہ اُن کی مذہبی رسم ہے، انہیں اس کی کُھلی چھوٹ ہونی چاہیے ؏ بریں عقل و دانش بباید گریست

حرمین شریفین کی بے حرمتی پر میں نے پارلیمنٹ میں تحریک اٹھائی مگر اسے براہِ راست مسترد کر دیا گیا۔ تو میں عرض کرنا چاہتا تھا کہ حکمران ہیں وزراء اور ممبر ہیں یا بیوروکریٹس، ان سب کے مفادات اسلام دشمن قوتوں کے ساتھ وابستہ ہیں، وہ بھی اسلام کے بارے میں مخلص نہیں، وہ اسلام کی بالادستی نہیں چاہتے۔ آپکو جہاد کرنا ہوگا اور اس جہاد کیلئے ایک عظیم قوت اور مضبوط سیاسی قوت کی تشکیل کرنی ہوگی۔

میں اب مطالبہ کا لفظ استعمال نہیں کرتا، مجھے قرارداد کے لفظ کے استعمال سے شرم آتی ہے۔ چالیس سال مطالبات اور قراردادوں میں گذر رہے، اب عملاً میدان میں آنا ہوگا، اب اپنی قوت کو متفق اور متحد کر کے قرارداد کے بجائے اور مطالبہ کے بجائے اپنے قوتِ بازو سے اور اتحاد اور عوام کے اتفاق سے جمہور مسلمانوں کے حقوق حاصل کرنے ہوں گے۔ ہم اکثریت میں ہیں اہلسنت والجماعت کی اکثریت ہے، مگر حفاظت اُن کی کی جا رہی ہے جو ملک کی قلیل ترین اقلیت ہیں، انکو اکثریت پر مسلط کیا جا رہا ہے ــــ آپ ایران میں دیکھیں، وہاں ۴۵ فیصد اہلسنت ہیں مگر پورے ایران میں انہیں مسجد بنانے کی اجازت نہیں ــ یہاں انہیں کلیدی عہدوں پر فائز کیا جا رہا ہے۔

ہم اقلیت کے حقوق کے قائل ہیں، ہم ان کے ساتھ انسانی ہمدردی، ان کے جان و مال کا تحفظ، ان کے مذہبی رسوم اور معتقدات میں اُن کی آزادی کے قائل ہیں مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ انہیں اکثریت پر مسلط کر دیا جائے، ان سے اکثریت کے معتقدات، ان کے جذبات، ان کے اکابر و اسلاف بالخصوص حضرات صحابہ کرامؓ کو بازاروں میں مسلمانوں کی مساجد اور دینی اداروں کے سامنے گالیاں دلوائی جائیں۔



قومی و ملی مسائل میں ہمارا موقف

جمعیۃ علماء اسلام کی سالانہ کارکردگی کا ایک جائزہ

۹ دسمبر ۱۹۸۶ء شیرانوالہ گیٹ لاہور میں جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کی جنرل کونسل کے اجلاس میں جمعیۃ کے سیکرٹری جنرل مولانا سمیع الحق نے اپنی پیش کردہ اس رپورٹ میں اہم قومی و ملی مسائل کے بارہ میں پارٹی کا موقف پیش کیا اور جمعیۃ کی سالانہ سرگرمیوں پر بھی روشنی ڈالی۔ اجلاس میں ملک کے چاروں صوبوں آزاد کشمیر اور شمالی علاقہ جات کے کم از کم دو ہزار علماء اور عہدہ داروں نے شرکت کی۔

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین محمد و آلہ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد!

حضرت الامیر مدظلہم العالی اور قابل صد احترام رفقاء کرام!

جمعیۃ علماء اسلام کی مرکزی مجلس عمومی کے اجلاس میں آپ حضرات کی تشریف آوری پر خوش آمدید کہتا ہوں اور اس امید کا اظہار کرتا ہوں کہ آج کے نازک دور میں جبکہ ملک کے خلاف اندرونی و بیرونی سازشیں زور پکڑ رہی ہیں۔ علاقائیت اور گروہی عصبیت کے فتنے قومی وحدت کو پارہ پارہ کرنے میں مصروف ہیں۔ سیکولرازم، سوشلزم اور مغربی جمہوریت کے علمبردار پاکستان کو اس کی نظریاتی بنیاد سے ہٹانے کے لیے سرگرم عمل ہیں اور بیرونی لابیاں بموں کے دھماکوں اور تخریب کاری کی وارداتوں کے ذریعہ پاکستانی عوام کو خوفزدہ کرکے انہیں عالمی طاقتوں کے سیاسی عزائم کے سامنے سر تسلیم خم کر دینے پر آمادہ کرنے کی

مسلسل کوشش کررہی ہیں۔ ان حالات میں آپ جیسے مخلص، محب وطن اور دینی حمیت سے بھرپور حضرات کا مل بیٹھنا یقیناً دین وملت کے لیے مفید ثابت ہوگا اور آپ کے فیصلے ملک کے حالات کو بہتر بنانے کے لیے ممد اور معاون ثابت ہوں گے، انشاءاللہ العزیز۔

حضراتِ محترم! آج سے ٹھیک ایک سال قبل ۱۰ نومبر ۱۹۸۶ئہ کو شیرانوالہ گیٹ لاہور کے اسی عظیم مرکز میں آپ بزرگوں اور دوستوں نے جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کے ناظم عمومی کی حیثیت سے علماء حق کے اس عظیم قافلۂ دعوت وعزیمت کی خدمت کی ذمہ داری محض حسنِ ظن اور شفقت کی بناء پر مجھ ناتواں کے کندھوں پر ڈالی تھی اور میں نے اپنی کم مائیگی اور بے بضاعتی کے باوجود اس جذبہ سے تعمیلِ حکم پر لبیک کہہ دیا تھا کہ اللہ رب العزت کے فضل وکرم اور آپ بزرگوں اور احباب کی دعاؤں، توجہات اور تعاون کے ساتھ اگر اس کاروانِ عزیمت واستقامت کی کچھ خدمت کرسکا تو یہ سعادت میرے لیے دونوں جہانوں میں خوش نصیبی اور بخت آوری کا ذریعہ بن جائے گی ___ مگر آج جب مرکزی مجلسِ عمومی کے اجلاس میں آپ کے سامنے جماعتی کارکردگی کی سالانہ رپورٹ پیش کر رہا ہوں تو یہ احساس مسلسل دامنگیر ہے کہ عظیم جماعتی جدوجہد جس محنت کا تقاضا کررہی ہے وہ یقیناً نہیں ہوسکی تاہم حضرت الامیر دامت برکاتہم کی مشفقانہ سرپرستی اور سرگرم مرکزی وصوبائی عہدہ داروں کے تعاون کے ساتھ گذشتہ ایک سال کے دوران جماعتی سرگرمیوں کے محاذ پر جو کچھ ہوسکا ہے اس کا ایک مختصر خاکہ پیش خدمت کررہا ہوں۔

تحریک نفاذِ شریعت

جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کی جدوجہد کا بنیادی ہدف ملک میں فرنگی دور کی عدالتی، انتظامی، معاشی اور سیاسی نظام کا مکمل خاتمہ اور خلافتِ راشدہ کی طرز پر شریعتِ اسلامیہ کے عادلانہ نظام کا عملی نفاذ ہے۔ ہم نہ صرف مسلمان کی حیثیت سے اس کے مکلف ہیں بلکہ حضرت مجدد الف ثانیؒ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے لے کر حضرت امام الاولیاء مولانا احمد علی لاہوریؒ اور حضرت مولانا مفتی محمودؒ تک ہمارے تمام اکابر واسلاف کا مشن یہی تھا جو وراثتاً ہمیں منتقل ہوا ہے اور مسلم معاشرہ میں اسلامی نظام کی مکمل بالادستی

تک اس جدوجہد کو جاری رکھنا بہرحال ہماری ذمہ داری ہے۔

سینیٹ آف پاکستان میں مولانا قاضی عبداللطیف اور راقم الحروف کی طرف سے پیش کردہ "شریعت بل" کا مقصد اسی عظیم مشن کی تکمیل کی طرف عملی پیش رفت ہے اور پاکستان کی پارلیمانی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے کہ نفاذِ شریعت کی طرف ایک سنجیدہ اور عملی پیش رفت کا آغاز کیا گیا ہے "شریعت بل" پیش کرنے سے شخصی یا جماعتی طور پر کریڈٹ کا حصول ہمارا مطمح نظر نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف مکاتبِ فکر پر مشتمل متحدہ شریعت محاذ کی تشکیل کے موقع پر بعض سنجیدہ حلقوں کی طرف سے "شریعت بل" کو زیادہ بہتر اور قابلِ عمل بنانے کے لیے جو ترامیم پیش کی گئیں ہم نے نہ صرف انہیں قبول کر لیا بلکہ ملک کے تمام حلقوں کو دعوت دی کہ "شریعت بل" پر شرعی نقطۂ نظر سے کسی قسم کا کوئی اعتراض ہو یا اسے مزید بہتر اور مؤثر بنانے کے لیے کوئی ترمیم یا تجویز پیش کی جائے تو ہمیں اس کو قبول کرنے میں کوئی تامل نہیں ہوگا۔ لیکن ملک میں سیکولرازم، سوشلزم اور مغربی جمہوریت کے علمبردار سیاسی حلقوں کے ساتھ ساتھ ان کے حلیف بعض مذہبی حلقے بھی "شریعت بل" کی مخالفت میں حکومت کے ہمنوا ہو گئے اور انہوں نے کوئی معقول اعتراض یا تجویز پیش کرنے کی بجائے محض اپنے سیکولر دوستوں کی رفاقت اور وفاداری کو نباہنے کے لیے "شریعت بل" کی مخالفت کو اپنا مشن بنا لیا جو بلاشبہ نفاذِ اسلام کی جدوجہد کا ایک تاریک باب ہے۔ حکمران طبقہ اس ملک میں فرنگی نظام کے وفادار محافظ کی حیثیت سے پہلے ہی "شریعت بل" کی منظوری میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے اور اسے پُرجوش عوامی جدوجہد اور رائے عامہ کے مسلسل دباؤ کے ذریعے ہی ملک میں شریعتِ اسلامیہ کے عملی نفاذ پر مجبور کیا جا سکتا ہے، لیکن سیکولر سیاستدانوں کی رفاقت کے شوق میں ان کے حلیف بعض مذہبی حلقوں نے "شریعت بل" کی مخالفت کر کے حکمران طبقہ کے ہاتھ مضبوط کر دیئے ہیں، اور حکمران گروہ آج صرف ان نام نہاد مذہبی حلقوں کی مخالفت کو "شریعت بل" منظور نہ کرنے کا بہانہ بنا رہا ہے۔

اس لیے اگر خدانخواستہ "شریعت بل" منظور نہیں ہوتا یا حکمران پارٹی اس میں

من مانی ترامیم کرکے اسے بے وزن اور غیر مؤثر بنا دیتی ہے، تو اس کی ذمہ داری میں حکمران گروہ کے ساتھ ساتھ ملک کے سیکولر سیاسی حلقے اور ان کی ہمنوا بعض مذہبی ٹولیاں بھی برابر کی شریک ہوں گی۔ یہ جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کے راہنماؤں اور کارکنوں کے خلوص کا ثمرہ ہے کہ ان کے پیش کردہ "شریعت بل" کو منظور کرانے کے لیے بریلوی مکتب فکر کی سرکردہ علمی و دینی شخصیات، جمعیۃ علماء پاکستان، جماعت اسلامی پاکستان، سواد اعظم اہلسنت پاکستان، مرکزی جمعیۃ اہلحدیث پاکستان، جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ پاکستان، مجلس احرار پاکستان، خاکسار تحریک پاکستان، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان، تنظیم اسلامی پاکستان، جمعیۃ اہلسنۃ والجماعۃ پاکستان اور دیگر تنظیموں پر مشتمل متحدہ شریعت محاذ پاکستان مصروف جدوجہد عمل ہے اور اس کی سربراہی جمعیۃ کے سرپرست اعلیٰ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق دامت برکاتہم فرما رہے ہیں۔

جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کے راہنماؤں اور کارکنوں نے ہر سطح پر متحدہ شریعت محاذ کی سرگرمیوں میں پُرجوش حصہ لیا ہے اور اسلام آباد اور پشاور کے عظیم الشان عام جلسوں کے علاوہ ملک گیر عوامی مظاہروں، نفاذ شریعت کانفرنسوں میں جوش و خروش کے ساتھ شرکت کی ہے، اس کے علاوہ جمعیۃ نے اپنے پلیٹ فارم پر بھی نفاذ شریعت کی جدوجہد کے لیے سرگرمیاں جاری رکھی ہیں اور متعدد مقامات پر ڈویژنل اور ضلعی نظام شریعت کانفرنسیں اور کنونشن منعقد کرکے اس مقدس مہم میں حصہ لیا ہے۔

تحریک ختم نبوت

● عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور قادیانی سرگرمیوں کے سدباب کی جدوجہد میں بھی جمعیۃ علماء اسلام کے راہنما اور کارکن ہر سطح پر پُرجوش کردار ادا کر رہے ہیں۔

● سینیٹ آف پاکستان میں مولانا قاضی عبد اللطیف اور راقم الحروف نے متعدد مواقع پر قادیانی سرگرمیوں اور ملازمتوں میں ان کے تناسب کے بارے میں سوالات اٹھا کر رائے عامہ کو اس طرف توجہ دلانے کی کوشش کی ہے، اسی طرح پنجاب اسمبلی میں ہمارے ختم نبوت محاذ کے عظیم جرنیل مولانا منظور احمد چنیوٹی بھی اس سلسلہ میں مسلسل سرگرم عمل رہتے ہیں۔

● مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان میں جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کی نمائندگی مولانا منظور احمد چنیوٹی، مولانا میاں محمد اجمل قادری اور مولانا زاہد الراشدی کر رہے ہیں اور ہر سطح پر تحریک ختم نبوت میں جمعیۃ کے کارکن شریک ہوتے ہیں۔

● ۲۰ ستمبر کو لندن میں منعقد ہونے والی تیسری سالانہ عالمی ختم نبوت کانفرنس میں جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کے راہنماؤں میں سے حضرت مولانا غلام حبیب نقشبندی، مولانا زاہد الراشدی، مولانا میاں محمد اجمل قادری، مولانا فداء الرحمن درخواستی اور مولانا عبد الرحمن قاسمی نے خطاب کیا، اور اس کے علاوہ برطانیہ کے مختلف شہروں میں ختم نبوت کے جلسوں میں شرکت کی۔

● کیپ ٹاؤن جنوبی افریقہ کی سپریم کورٹ میں مسلمانوں اور قادیانیوں کے درمیان چلنے والے معروف مقدمہ میں مسلمانوں کی معاونت کے لیے تحریک ختم نبوت کے دیگر راہنماؤں کے ساتھ جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کے راہنما مولانا منظور احمد چنیوٹی اور علامہ خالد محمود بھی کیپ ٹاؤن تشریف لے گئے اور وہاں کم و بیش تین ماہ قیام کر کے مسلمان راہنماؤں اور ان کے وکلاء کو مقدمہ کی تیاری کرائی۔

● اپریل ۸۰ء کے دوران امریکی سینیٹ کی خارجہ تعلقات کمیٹی کی طرف سے پاکستانی امداد کے لیے عائد کردہ شرائط کے ضمن میں قادیانیوں کی صراحت کے ساتھ حمایت کی گئی تو امریکی شرائط کے خلاف سب سے پہلے جمعیۃ علماء اسلام پاکستان نے آواز بلند کی اور ملکی اور بین الاقوامی سطح پر مختلف حلقوں کو ان شرائط کی طرف توجہ دلا کر ان کے خلاف مؤثر آواز اٹھانے کی مہم چلائی، اور سینیٹ کے حالیہ اجلاس میں پیش تے تحریک التواء کی شکل میں بھی اس مسئلہ کو پیش کیا۔

● جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کے راہنماؤں مولانا زاہد الراشدی اور میاں محمد اجمل قادری نے امریکہ جا کر وہاں کے مسلمانوں بالخصوص پاکستانیوں کو ان شرائط کے خلاف آواز بلند کرنے کے لیے تیار کیا، اور نیویارک میں مقیم مسلمانوں اور پاکستانیوں کو قادیانی سازشوں سے آگاہ کیا۔

● مولانا زاہد الراشدی نے لندن کی عالمی ختم نبوت کانفرنس میں اپنے خطاب کے دوران

اور بعد میں برطانوی وزیر اعظم کے نام ایک رجسٹرڈ لیٹر کے ذریعہ برطانوی حکومت کو مولانا اسلم قریشی کے اغوا کے سلسلہ میں کیس کے اس پہلو کی طرف باضابطہ توجہ دلائی کہ اس کیس کا بڑا ملزم مرزا طاہر احمد برطانوی حکومت کی پناہ میں ہے اور برطانوی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس ملزم کو پاکستان واپس بھجوائے یا پھر خود اپنے ذرائع سے کیس کی انکوائری کر کے مرزا طاہر کی پوزیشن کو واضح کرے۔

جہادِ افغانستان

● ہمارے برادر مسلمان پڑوسی ملک افغانستان کے غیور عوام روس کی مسلح جارحیت کے خلاف اپنے وطن کی آزادی اور دینی تشخص کے تحفظ کے لیے آٹھ سال سے جنگ لڑ رہے ہیں جو بلاشبہ جہاد ہے۔ اور جمعیۃ علماء اسلام پاکستان اس جہاد کی مکمل حمایت کر رہی ہے۔

● شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ العالی براہ راست اس جہاد کی سرپرستی فرما رہے ہیں اور ان کے ہزاروں تلامذہ جنگ میں عملاً شریک ہیں۔

○ گذشتہ سال جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کے دو راہنماؤں مولانا زاہد الراشدی اور بشیر احمد شاد نے افغانستان کے اندر ارگون کے محاذ پر جاکر مجاہدین کی سرگرمیوں کا مشاہدہ کیا اور ان کی حوصلہ افزائی کی۔

● گذشتہ دسمبر کے دوران سیالکوٹ اور ژوب میں جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کی طرف سے جہاد کانفرنسوں کا انعقاد کر کے جہادِ افغانستان اور بھارت کے جارحانہ عزائم کے بارے میں جماعتی موقف پیش کیا گیا اور ملکی سالمیت و وحدت کے تحفظ کے عزم کا اعادہ کیا گیا۔

● سیکولر حلقوں کی طرف سے جہادِ افغانستان کی مخالفت اور افغان مجاہدین و مہاجرین کی کردار کشی پر مشتمل مکروہ پروپیگنڈہ کے جواب میں جمعیۃ علماء اسلام نے ہر سطح پر جہادِ افغانستان کی حمایت کی اور مخالفین کے پھیلائے ہوئے شکوک و شبہات کا ازالہ کیا۔

شیعہ جارحیت کا مسئلہ

● شیعہ سنی کشمکش کی تاریخ ہمارے ملک میں بہت پرانی ہے یہ کشمکش متعدد بار فرقہ وارانہ فسادات

کا باعث بن چکی ہے، اور ہمارے اکابر کی کوشش ہر دور میں یہ رہی ہے کہ اس کشمکش کا دائرہ وسیع نہ ہونے پائے لیکن پڑوسی ملک ایران میں جناب خمینی کے بپا کردہ انقلاب کے بعد اس کشمکش کی نوعیت بدل چکی ہے اور شیعہ سُنی کشمکش جو اس سے قبل چند مذہبی رسوم کی ادائیگی اور پبلک مقامات پر انہیں برداشت کرنے یا نہ کرنے تک محدود ہوتی تھی، انقلاب ایران کے بعد جنوبی ایشیا اور مشرق وسطیٰ کے ممالک میں قطعی طور پر ایک سیاسی تحریک کا رنگ اختیار کر چکی ہے، کیونکہ ایرانی انقلاب کے ذمہ دار حضرات شعوری طور پر اس علاقہ کے مسلم ممالک میں شیعہ اقلیتوں کو منظم سیاسی گروہوں کی شکل دے کر ان کے ذریعہ انقلاب ایران کا دائرہ ان ممالک تک وسیع کرنے کی مسلسل مہم چلا رہے ہیں۔

● مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں حج کے موقعہ پر ایرانی عازمین حج کے سیاسی مظاہرے اسی مہم کا حصہ ہیں، اور اس سال حج کے موقعہ پر حرم پاک میں ہونے والی افسوسناک خون ریزی کے پیچھے یہی ذہنیت کارفرما ہے۔

● حرم پاک میں خونریزی کے افسوسناک سانحہ کے بعد سعودی عرب کے ایک علاقہ میں شیعہ آبادی کو مسلح بغاوت کے لیے ابھارنے کی پشت پر یہی عزم کام کر رہا ہے۔

● لبنان میں فلسطینی حریت پسندوں کے خلاف شیعہ ملیشیا کی مسلح کارروائیاں اور ظلم و ستم اس خطہ میں طاقت کے توازن کو اپنے ہاتھ میں رکھنے کے جنون کا کرشمہ ہے۔

● کویت اور بحرین کے داخلی معاملات میں ایران کی طرف سے مداخلت کی سابقہ کارروائیاں اور اہلِ تشیّع کو برسرِ اقتدار لانے کی پسِ پردہ کوششیں اسی مقصد کے لیے ہیں۔

● عراق کے ساتھ جنگ کو بند نہ کرنے پر مسلسل اصرار اور اس پر ہٹ دھرمی کا نتیجہ اس علاقہ میں امریکہ اور دوسری عالمی قوتوں کی براہِ راست مداخلت کی صورت میں سامنے آچکا ہے اور اس کا آخری نتیجہ اس خطہ کے مسلم ممالک کی آزادی اور خود مختاری ختم ہونے کی صورت میں نکل سکتا ہے۔

● شام میں نصیری فرقہ سے تعلق رکھنے والے شیعہ صدر حافظ الاسد کی حکومت کے

ہاتھوں اہل سنّت کے ہزاروں علماء اور کارکنوں کی شہادت اور سُنّی اکثریت کی مظلومانہ زندگی کے تسلسل کو بھی اس مجموعی تناظر سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔

اس پس منظر میں ایرانی انقلاب کے بعد پاکستان میں اہل تشیع کی نئی سرگرمیوں کا تجزیہ کیا جائے تو ان کا رُخ بھی بالکل واضح اور متعین دکھائی دیتا ہے کہ:۔

● فقہ حنفیہ کے متوازی فقہ جعفریہ کے نفاذ کا مطالبہ کر کے پاکستان میں نفاذِ اسلام کے مسئلہ کو فرقہ وارانہ بنا دیا گیا ہے اور سیکولر حلقوں کو یہ پروپیگنڈہ کرنے کا موقعہ فراہم کیا گیا ہے کہ نفاذِ اسلام ایک فرقہ وارانہ مسئلہ ہے، اس لیے فرقہ واریت سے بچنے کی صورت یہی ہے کہ ملک میں سیکولر نظام قبول کر لیا جائے۔

● اہل سنّت کی آبادیوں، بازاروں اور عبادت گاہوں کے سامنے سے ماتمی جلوس زبردستی گذارنے پر اصرار کر کے مذہبی کشیدگی کو خانہ جنگی کی طرف لے جایا جا رہا ہے جس کا نتیجہ خلیج کی طرح پاکستان کے اندر بھی بیرونی طاقتوں کی مداخلت کی صورت میں ظاہر ہو سکتا ہے۔

● گلگت، دیامیر، بلتستان، ہنزہ اور سکردو پر مشتمل شمالی علاقہ جات میں پرنس کریم آغا خان کی مسلسل دلچسپی اور کروڑوں روپے کی سرمایہ کاری کے ساتھ اس خطّہ کو الگ صوبہ بنانے کی سازباز بھی اسی خواہش کی آئینہ دار ہے کہ پاکستان میں ایک مستقل شیعہ ریاست قائم کر کے اسے پورے ملک میں شیعہ سیاست کی بالادستی کا ذریعہ بنایا جائے جب کہ یہ علاقہ بین الاقوامی دستاویزات میں کشمیر کا حصہ شمار ہوتا ہے اور اسے کشمیر سے الگ کر کے بین الاقوامی سطح پر مسئلہ کشمیر کمزور پڑ جائے گا، لیکن اس کی پرواہ کیے بغیر اس علاقہ کو مستقل صوبہ بنانے کی سازباز کو پروان چڑھایا جا رہا ہے۔ ہم ملک میں فرقہ وارانہ کشیدگی کو بڑھانے کے حق میں نہیں ہیں اور اسے ملک وقوم اور دین کے اجتماعی مفاد کے خلاف سمجھتے ہیں لیکن مذکورہ بالا پس منظر میں شیعہ جارحیت اور اس کے بڑھتے ہوئے سیاسی عزائم کو نظرانداز کر دینا بھی ملک وقوم اور ملک کی اکثریتی آبادی کے مفاد میں نہیں ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ

جمیعۃ علماء اسلام پاکستان نے سیاسی مصلحتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے شیعہ جارحیت کے مقابلہ میں ہر سطح پر اہلسنت کی اجتماعی جدوجہد میں عملاً شرکت کی ہے۔

○ کراچی میں علامہ بنوری ٹاؤن کی جامع مسجد کے عظیم دینی مرکز جامعۃ العلوم الاسلامیہ کے سامنے سے ماتمی جلوس زبردستی گذارنے کی حکومتی پالیسی کے نتیجہ میں ایک نوجوان شہید اور چار زخمی ہوئے، اور مولانا مفتی احمد الرحمن، مولانا اسفند یار خان اور مولانا اقبال احمد سمیت سینکڑوں راہنما اور کارکن گرفتار کر لیے گئے۔ سوادِ اعظم اہلسنت کی اس جدوجہد میں ان کی حمایت و معاونت کے لیے راقم الحروف کے علاوہ مولانا قاضی عبداللطیف، علامہ خالد محمود، اور مولانا زاہد الراشدی کراچی گئے اور لانڈھی جیل میں اسیر راہنماؤں سے ملاقات کے علاوہ مختلف اجتماعات اور پریس کانفرنسوں کے ذریعہ سوادِ اعظم اہل سنت کی حمایت کا اعلان کیا۔

○ کوہاٹ میں اہل سنت کے خلاف حکومت کے جانبدارانہ رویہ کے نتیجہ میں ایک نوجوان شہید ہو گیا اور بہادر پراچہ سمیت متعدد سُنی راہنما گرفتار کر لیے گئے۔ راقم الحروف نے خود کوہاٹ جا کر علماء کرام اور کارکنوں سے ملاقاتیں کیں اور وہاں کے اہل سنت کے مطالبات اور موقف کی حمایت کی۔

○ لیہ اور جھنگ میں چار نوجوانوں کی شہادت اور درجنوں کے زخمی ہونے کے بعد مولانا حق نواز جھنگوی اور ان کے رفقاء کو قتل کے جھوٹے کیس میں گرفتار کیا گیا ہے۔ اس دوران مولانا قاضی عبداللطیف اور مولانا زاہد الراشدی نے خود جھنگ جا کر انجمن سپاہ صحابہ کی جدوجہد کی حمایت کی اور ملک میں ہر سطح پر ان کے مطالبات کی حمایت کی جا رہی ہے۔

○ ماتمی جلوس ہی کے تنازعہ میں اٹک میں دو اور گولڑہ میں ایک صاحب شہید ہو گئے۔ اس سلسلہ میں اٹک شہر میں منعقد ہونے والی بہت بڑی کانفرنس سے دوسرے راہنماؤں کے علاوہ مولانا محمد اجمل خان، راقم الحروف، مولانا زاہد الراشدی اور دیگر جماعتی زعماء نے خطاب کر کے اہلسنت کے مطالبات اور موقف کی حمایت کی۔

گذشتہ ہفتہ کے دوران مولانا عبدالحکیم، مولانا قاضی عبداللطیف صاحب،

مولانا قاری عزیز الرحمٰن ہزاروی، مولانا عبد العزیز جلالی، مولانا قاری میاں محمد اور مولانا قاری محمد زرین پر مشتمل جماعتی وفد نے گلگت ڈویژن کا دورہ کر کے وہاں کی صورتحال کا جائزہ لیا اور شمالی علاقہ جات کے عوام کو درپیش مسائل و مشکلات اور اس علاقہ کی آئینی حیثیت کے تعین کے بارے میں وہاں کے راہنماؤں سے بات چیت کی۔

● رحیم یار خان میں ملک بھر کے سُنّی راہنماؤں کی گرفتاریوں کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کرنے پر پولیس نے جمعیۃ علماء اسلام کے راہنماؤں مولانا عبد الرؤف ربانی اور مولانا قاری حماد اللہ شفیق اور مجلس احرار اسلام کے راہنما مولانا حافظ محمد اکبر کو گرفتار کر لیا اور مظاہرین پر تشدد کیا گیا۔ مولانا زاہد الراشدی نے رحیم یار خان کا دورہ کر کے صورتحال کا جائزہ لیا اور پریس کانفرنس کے ذریعہ اہلسنت کے مطالبات کی حمایت کا اعلان کیا۔

بیرونی دورے

● گذشتہ سال کے دوران جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کے متعدد اکابر اور راہنماؤں کو بیرونی ممالک کے دوروں پر جانے کا اتفاق ہوا، اور ان مواقع پر دینی اجتماعات سے خطاب کرنے کے علاوہ شریعت بل کی جدوجہد سے ان ممالک کے علماء اور عوام کو آگاہ کیا گیا اور جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کے بیرونِ ملک تعارف میں اضافہ ہوا۔

● حضرت الامیر مولانا محمد عبد اللہ درخواستی دامت برکاتہم، حضرت مولانا محمد اجمل خان صاحب اور مولانا فداء الرحمٰن درخواستی نے سالِ رواں کے آغاز میں بنگلہ دیش کا دورہ کیا اور پرانے جماعتی احباب سے ملاقاتوں کے ساتھ ساتھ ڈھاکہ اور سلہٹ کے متعدد دینی مدارس کے تبلیغی اجتماعات سے خطاب کیا۔

● مولانا منظور احمد چنیوٹی اور مولانا زاہد الراشدی نے ایران کا گیارہ روزہ دورہ کیا اور واپسی پر وہاں کی مجموعی صورتحال بالخصوص اہلسنّت کے حالات اور مظلومیت کے بارے میں بیانات اور مضامین کے ذریعہ ملکی اور بین الاقوامی پریس میں آواز اٹھائی۔

● مولانا زاہد الراشدی نے متحدہ عرب امارات، مصر، امریکہ، برطانیہ اور سعودی عرب کا دورہ کیا۔

● علامہ خالد محمود اور مولانا منظور احمد چنیوٹی نے جنوبی افریقہ اور سعودی عرب کا دورہ کیا۔

- مولانا میاں محمد اجمل قادری نے سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، امریکہ، کینیڈا اور برطانیہ کے متعدد دورے کیے۔
- مولانا فداء الرحمٰن درخواستی نے برطانیہ، فرانس کینیڈا اور امریکہ کا دورہ کیا اور ابھی وہ بیرونی دورہ سے واپس تشریف نہیں لائے۔
- حضرت مولانا علام حبیب نقشبندی مدظلہ العالی اور ان کے فرزند مولانا عبدالرحمٰن قاسمی بھی سال کا کچھ حصہ بیرونی اسفار میں صرف کرتے ہیں اور ہر جگہ جمعیۃ علماء اسلام کی دینی محنت کو ان کی سرپرستی اور معاونت حاصل رہتی ہے۔
- بزرگانِ مکرم! یہ ہے ایک ہلکا سا خاکہ جو مختلف محاذوں پر جماعتی کارکردگی کی ایک رپورٹ کی صورت میں آپ کے سامنے رکھا گیا ہے۔ ہمیں احساس ہے کہ جتنا کام ہونا چاہیئے تھا ہم اس دوران نہیں کر سکے، لیکن ہماری کوشش ہو گی کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور آپ حضرات کے تعاون کے ساتھ ہماری آئندہ کارکردگی پہلے سے بہتر ہو۔ آپ سب بزرگ اور دوست مل کر دعا بھی فرمائیں، اور دعا کے ساتھ ساتھ دوا اور سبب کے طور پر آپ سب حضرات کا تعاون بھی ضروری ہے کیونکہ یہی کامیابی کا ذریعہ ہے۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو خلوص کے ساتھ اکابر کے مشن کو جاری رکھنے کی توفیق دیں۔ آمین یا اللہ العالمین۔

باب سوم

جہادِ افغانستان اور خارجہ پالیسی

- گول میز کانفرنس اور مولانا سمیع الحق کی حق گوئی
- جنیوا معاہدہ ، کیا کھویا کیا پایا ؟
- جہادِ افغانستان اور مولانا سمیع الحق کی خاموش سفارتی مہم
- بھارتی پالیسی، شمالی علاقہ جات، سانحہ مکۃ المکرمہ اور امریکی امداد کا تعطل
- جہادِ افغانستان اور عالمِ اسلام کی ذمّہ داریاں

مسئلہ افغانستان اور جمعیۃ علماء اسلام کا مؤقف

گول میز کانفرنس میں مولانا سمیع الحق کا خطاب

دینی حمیت وغیرت اور اسلامی جذبۂ جہاد سے سرشار افغان مجاہدین کی مسلسل آٹھ سالہ تاریخ ساز اور بے مثال قربانیاں بالآخر رنگ لائیں اور روس نے افغانستان سے اپنی فوجوں کی واپسی کا مژدہ بھی سنا دیا۔ روسی فوجوں کی واپسی کے بعد کیا واقعۃً بھی افغانستان آزاد ہو جائے گا؟ وہاں پر اسلامی ریاست کا قیام، نفاذ شریعت کا عمل، افغان مجاہدین کی اپنی مرضی کی حکومت اور منتشر مہاجرین کا امن وسکون سے اپنے ملک میں زندگی بسر کر سکنا! یہ ہیں مستقبل کے مسائل جن کے حل کرنے میں افغان مجاہدین، سیاسی مدبرین اور حکومتِ پاکستان نے حد درجہ حزم واحتیاط، ہوشمندی اور عزیمت واستقامت کا ثبوت پیش کرنا ہے پاکستان نے مسلسل آٹھ سال سے ایک سپر پاور اور ظالم جارح کے مقابلے میں مظلوم ومجروح کا بھرپور ساتھ دینے کی جو شاندار نظیر قائم کی ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ پاکستان خود بھی سرخرو ہو اور اس کی کاوشیں افغان مجاہدین کی فتح مندی اور افغان مہاجرین کی باعزت واپسی کا ذریعہ بن سکیں۔

چنانچہ وزیر اعظم پاکستان نے اسی مسئلہ کی نزاکت واہمیت کے پیش نظر ایک

قومی مؤقف اختیار کرنے کی غرض سے ایم آر ڈی سمیت ۱۹ سیاسی جماعتوں کے راہ نماؤں کی آل پارٹیز گول میز کانفرنس بلائی۔ سب نے وزیراعظم کے اس اقدام کو حوصلہ افزا اور خوش آئند قرار دیا اور بعض لیڈروں کے بزعم غیر جمہوری اور متنازعہ اسمبلی کے غیر نمائندہ اور متنازعہ وزیراعظم ہونے کے باوجود بھی بحیثیت ان کے واقعی وزیراعظم ہونے کے مسئلہ کی اہمیت کے نقطۂ ضرورت کے پیش نظر یا پس پردہ کسی کے اشارۂ ابرو کی اطاعت میں ان کی دعوتِ گول میز کانفرنس قبول کر لی گئی۔

قائد جمعیۃ مولانا سمیع الحق مدظلہ، کو بھی وزیراعظم کا دعوت نامہ پہنچا تو جمعیۃ علماء اسلام کی مرکزی مجلس عاملہ نے گول میز کانفرنس میں بھی اعلاءِ کلمۃ الحق کی خاطر قائد جمعیۃ کی شرکت ضروری سمجھتے ہوئے انہیں افغان مجاہدین کی بھرپور حمایت، اظہارِ حق اور جمعیۃ کا مؤقف بیان کرنے کے لئے شرکت پر آمادہ کر لیا۔

چنانچہ گول میز کانفرنس ۵ اور ۶ مارچ دو روز تک جاری رہی جس میں زیادہ تر لیڈروں نے افغانستان کے مستقبل، مجاہدین کے مؤقف اور مہاجرین کی باعزت واپسی کے تمام پہلوؤں کو نظر انداز کر کے معاہدے پر دستخط کر دیئے جانے پر زور دیا۔ بلکہ بزنجو، بلیجو، معراج محمد خان اور فتحیاب جیسے لوگوں نے تو مہاجرین کے خلاف اوچھی زبان بھی استعمال کی اور افغانستان میں مستقبل کی آزاد اسلامی حکومت کو "ملّا شاہی" قرار دے کر نفاذِ شریعت اور نظامِ اسلامی کا مذاق بھی اڑایا۔

اس موقع پر اس نظریہ کے حامل لوگوں کو وزیراعظم کی موجودگی میں قائد جمعیۃ مولانا سمیع الحق نے جارح روس کے وکیل، اس کے ایجنٹ اور زرخرید گماشتے قرار دیا اور کہا کہ مجاہدین کے بارہ میں اس قدر سوقیانہ اور روسی زبان کا استعمال ۱۳ لاکھ

شہداء کے خون سے استہزاء اور تمسخر کے مترادف ہے۔

کانفرنس کے اختتام پر کھانے کی میز پر جب مولانا شاہ احمد نورانی نے طنزاً شریعت بل کا ذکر چھیڑ دیا تو وزیر اعظم نے نظام شریعت پر علماء کے عملاً اتفاق کو چیلنج کیا۔ جب کہ اس سے قبل بھی سبّی میں بلوچستان کے بلدیاتی کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے وزیر اعظم کا یہ بیان کہ:۔

"اگر علماء متفق ہو جائیں تو حکومت بلا تاخیر شریعت نافذ کر دے گی"

اخبارات میں آچکا تھا ـــــ تو قائد جمعیۃ مولانا سمیع الحق نے تمام سیاسی جماعتوں کے لیڈروں اور ہر مکتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے علماء کی موجودگی میں وزیر اعظم کے جواب میں کہا:۔

"جمعیۃ علماء اسلام کے رہنماؤں کا سینیٹ میں پیش کردہ شریعت بل جس میں ۲۲ نکات سمیت شریعت کے تمام بنیادی اصول سمودئے گئے ہیں تمام مکاتبِ فکر کے جیّد اور نمائندہ علماء کا متفقہ ہے۔ اگر گول میز کانفرنس میں شریک کسی بھی مکتبِ فکر کے عالم دین، کسی بھی سیاسی پارٹی کے راہ نما یا ہاؤس کے کسی بھی معزز رکن کو اس کی کسی بھی دفعہ یا جزئیہ تک سے اختلاف ہو اور وہ قرآن وسنّت کے علمی اور قطعی دلائل کی روشنی میں اس کی نشاندہی کر دے تو اسے بڑی خوشی سے قبول کر لیا جائے گا"

مگر عملاً اس کی جرأت کسی کو بھی نہ ہو سکی اور کیسے ہوتی کہ انگلی رکھنے کی جگہ ہی نہ تھی ؎

وہ خود بتائیں کہ روشن ہے آفتاب کہاں
مجھے یہ ضد بھی نہیں ہے کہ دن کو رات کہوں

گویا مولانا سمیع الحق نے وزیر اعظم سمیت اربابِ حکومت وسیاست پر عملاً

یہ واضح کردیا کہ شریعت بل کے واقعۃً "نظام شریعت" ہونے پر کسی کو اختلاف نہیں۔ اختلاف کا مفروضہ ان کا گھڑا ہوا ہے جو عملاً شریعت کے نفاذ میں مخلص نہیں ہیں۔

۱۹۸۵ء کا الیکشن ہوا اس سے قبل مارشل لاء کا دور رہو قائد شریعت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ اور ان کے صاحبزادے قائد جمعیۃ مولانا سمیع الحق نے ایک مسلمان اور عالم دین کی حیثیت سے حکومت کے ایوان میں اعلائے کلمۃ الحق کا جو موقف اختیار کیا تھا جو موجودہ دور میں کسی بھی سیاسی عمل کی وجہ جواز کے لئے نقطۂ ضرورت کے مفروضے سے ہزار درجہ مقدم، قطعی اور منصوص ہے آج حرف بحرف اس کی سچائیاں عملاً سب کے سامنے نکھر کر ظاہر ہو رہی ہیں ہمیں کسی سے اس کے اقرار کرانے اور بیان داغ ڈالنے کی ضرورت نہیں — عملاً سب نے یہی وجہ جواز پیش کی کہ مسئلہ افغانستان چونکہ ملک کے تحفظ اور مسلمان ملت کا مسئلہ ہے لہذا اپنا موقف خواہ حکومت اس کو ملحوظ رکھے یا نہ رکھے بیان کر دینا ضروری تھا جب کہ قائد جمعیۃ مولانا سمیع الحق آٹھ دس سال سے یہی کہہ رہے ہیں کہ جناب! نفاذِ شریعت کا مسئلہ تو سب پر مقدم اور فائق ہے۔ کوئی مانے یا نہ مانے تحریک نفاذ شریعت اور غلبہ اسلام کے کام سے چھٹی کر لینا شانِ مسلم کے زیبا نہیں۔ اعلاء کلمۃ الحق، علماء حق اور نائبان رسولؐ فریضۂ منصبی ہے سلطان جائر (خواہ وہ فوجی حکمران کی صورت میں ہو یا پیپلز پارٹی اور مسلم لیگی وزیراعظم کی صورت میں ہو، پارلیمنٹ کا ایوان ہو یا گول میز کانفرنس کا میدان ہو) ظالم بادشاہ کے سامنے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اور اسے جھنجوڑ جھنجوڑ کر کلمۂ حق کہنا افضل جہاد ہے اور الحمدللہ کہ جمعیۃ علماء اسلام نے کسی وقت بھی دعوت و عزیمت کے اس تاریخی تسلسل کو قائم رکھنے میں کوتاہی نہیں کی۔ جمعیۃ کے راہنما صدر ایوب، یحییٰ خان وزیراعظم

بھٹو، صدر ضیاء الحق کی فوجی آمریت اور مسلم لیگ کی آمرانہ جمہوریت میں سیاسی فضا کے تکدر، ناموافق ماحول اور ناسازگار حالات میں بھی جس طرح اعلاء کلمۃ الحق کا فریضہ ادا کرتے رہے، اسی جہاد و عزیمت کے تسلسل کو قائم رکھتے ہوئے وزیر اعظم کی گول میز کانفرنس میں بھی جمہور مسلمانوں کی ترجمانی اور مستقبل کے آزاد اسلامی افغانستان کے قیام و استحکام کے سلسلہ میں قائد جمعیۃ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے جمعیۃ علماء اسلام کا جو موقف پیش کیا وہ چونکہ تحریری نہیں تھا تقریر کی شکل میں تھا اس لئے اس کا مفصل متن تاحال نہیں مل سکا مگر اس کے بنیادی نکات اور خلاصہ یہ تھا :۔

اب تک مسئلہ افغانستان میں حکومت پاکستان اور افغان مجاہدین کی پالیسی کامیاب رہی ہے مستقبل میں اس ٹھوس اور مضبوط موقف پر آزادئ وطن اور حریت اقوام کا ایک تاریخی اور زرّیں باب رقم ہوگا۔ اس وقت ہمارے سامنے اولین مسئلہ افغان مجاہدین کی ہمدردی اور مہاجرین کو پناہ دینا تھا اور الحمدللہ ! کہ اسلامی اخوت کی بنا پر ہم مظلوم افغانوں کی ہمدردی اور ہر ممکن امداد کرتے رہے جب کہ ان مظلوموں نے صرف اپنی ہی نہیں بلکہ پاکستان کے دفاع کی بھی جنگ لڑی ہے۔ افغانستان کے میدانِ کارزار میں افغان مجاہدین کی بے مثال تاریخی قربانیاں اپنی مثال آپ ہیں اس سلسلہ میں ویت نام وغیرہ بھی پیچھے رہ گئے ہیں۔ مجاہدین نے اپنے سے کئی گنا ایک بڑی طاقت اور استعماری قوت کی یلغار کو بریک لگا دی ہے۔

مگر اب روس میدانِ جنگ میں ہار جانے کے بعد بڑی شاطرانہ تثلیثی چال (روس، بھارت، امریکہ گٹھ جوڑ) سے مذاکرات کی میز پر مستقبل کی سیاست جیتنا چاہتا ہے۔ جس کا واضح ثبوت بھارت کا کھل کر میدان میں آجانا ہے۔ تاہم مجاہدین کی بے نظیر پامردی اور استقامت سے افغانستان میں ہزیمت اور رسواکن شکست روس کا مقدر بن چکی ہے۔ اور وہ اپنی فوجوں کی واپسی کے لئے خود ایک وقت متعین کر چکا ہے

تو معاہدہ پر ہمارے دستخط کر دینے یا نہ کر دینے سے ہر دو لوں صورتوں میں روس افغانستان سے واپس جائے گا۔

جنیوا مذاکرات کا روسی فوجوں کی واپسی سے کوئی تعلق نہیں۔ فوجوں کی واپسی کا فیصلہ روس نے افغانستان میں اپنی ناکامی، مجاہدین کی ناقابل شکست مزاحمت، مقبوضہ مسلم علاقوں میں بیداری کی لہر، بین الاقوامی سطح پر ذلت و رسوائی اور بڑھتی ہوئی مذمت اور افغانستان کی بلا جواز جنگ کے داخلی نتائج اور گوربا چوف کی نئی خارجہ پالیسیوں کا نتیجہ ہے۔

اس سلسلہ میں جمعیتہ علماء اسلام کا موقف یہ ہے کہ روس نے ۹ سال تک افغانستان کی تباہی اور ہلاکت کے جن سنگین اور بھیانک جرائم کا ارتکاب کیا ہے اب وہ نتائج کے سلسلہ میں اپنی ذمہ داری قبول کرے۔ افغانستان کی تعمیر نو امن و سکون کی بحالی، مہاجرین کی واپسی اور آزاد اسلامی ریاست کے قیام اور بقاء و تحفظ اور اس کے استحکام کی ذمہ داریوں میں اسے جکڑے بغیر وہ یونہی رخصت ہو گیا تو پھر وہ مستقبل میں جس طرح من مانی کرنا چاہے گا کر سکے گا تو پھر اس وقت اُس کے ناک میں نکیل ڈالنا ناممکن ہو گا۔

افغانستان میں روسی یلغار کا مقصد ہی یہی ہے کہ یہاں پر اس کا سکّہ اور نظام چلتا رہے۔ داؤد، ترکئی، امین، کارمل اور نجیب سب اس کے پیادے فرستادے اور کٹھ پتلی تھے۔ جب جارحیت کا خاتمہ اور روسی تسلط سے خلاصی ہی مقصود ہے تو لامحالہ جارحیت اور ظلم کے اثرات و ثمرات کو بھی محو کرنا ہو گا۔

لہٰذا پاکستان کو موجودہ شکل میں جنیوا معاہدہ پر دستخط کر کے بلا وجہ ایک مضبوط حلیف قوت افغان مجاہدین کی ناراضگی مول نہیں لینی چاہیئے۔

جہاں تک امریکہ کی پالیسی کا تعلق ہے تو امریکہ اپنی نئی پالیسی سے ایک تیر سے دو شکار کھیلنا چاہتا ہے اور دو طرح کے فائدے حاصل کرنا چاہتا ہے، ایک افغانستان سے روسی فوجوں کا انخلاء اور دوسرا افغان مجاہدین کی آزاد اور اسلامی حکومت کے قیام میں رکاوٹ۔

امریکہ سمیت دنیا کی سوشلسٹ، کمیونسٹ اور لادین حکومتیں بظاہر افغانوں کی حمایت کے باوجود وہاں پر آزاد اسلامی ریاست کا قیام ہرگز نہیں چاہتیں چونکہ افغانستان میں اسلامی انقلاب کے اثرات ایران، پاکستان اور وسط ایشیا پر پڑ سکتے ہیں۔ امریکہ نئی شاطرانہ پالیسی سے اس کا تحفظ اور سدباب چاہتا ہے۔ اگر امریکہ ساتھ نہ بھی دے تب بھی مجاہدین اللہ کی نصرت اور بھروسہ پہ ایک عظیم اسلامی انقلاب اور آزاد اسلامی ریاست کے قیام و استحکام میں انشاء اللہ کامیاب ہو کر رہیں گے۔ بعض لوگ خانہ جنگی کے خطرہ کو سامنے لاتے ہیں خانہ جنگی کا اندیشہ دستخط کرنے نہ کرنے دونوں صورتوں میں موجود ہے۔

امریکہ روس گٹھ جوڑ کی موجودہ پالیسی قبول کر لینے کی صورت میں مستقبل کے اندیشوں کے بارے میں گذارش ہے کہ اس پالیسی کو قبول کر لینے کی صورت میں بھی افغانستان کی سالمیت، خانہ جنگی سے تحفظ اور اس کے اثرات سے پاکستان کی حفاظت کی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔ پاکستان کی سلامتی بھی اسی میں ہے کہ پڑوس میں خالص آزاد اسلامی ریاست کا قیام ہو۔ اگر امریکہ گٹھ جوڑ کو تسلیم کر لیا گیا تو یہ ۱۳ لاکھ شہداء کے خون سے تمسخر کرنا ہو گا۔ ایسی صورت میں افغانستان میں لادین کمیونسٹ حکومت قائم ہو گی جس کی وجہ سے پاکستان میں بھی پختونستان اور سندھو دیش وغیرہ کے شوشے چھوڑے جاتے رہیں گے۔ بدامنی اور دھماکے پہلے سے کئی گنا بڑھ جائیں گے۔ ہمارے لئے افغانستان میں مضبوط، مستحکم اسلامی حکومت

ایک بہترین پڑوسی ثابت ہو سکتی ہے۔

افغانستان کی جنگ میں اصل فریق اپنے وطن کی آزادی اور دفاع کی جنگ لڑنے والے افغان مجاہدین اور حملہ آور روس ہیں۔ مجاہدین اپنے وطن کی آزادی میں ۱۳ لاکھ جانوں کا نذرانہ پیش کر چکے ہیں۔ پاکستان ان کا حامی و ناصر، ان کا میزبان اور پڑوسی، ان کا حلیف و مددگار، ان کا وکیل و ترجمان، خود ایک متاثرہ ملک اور افغانستان کے مسئلہ میں اس کی حیثیت ایک مصالحت کنندہ کی ہے۔

لہٰذا یہ ابھی سے طے ہونا چاہئے کہ افغان مجاہدین کو ناقابل قبول یا ان کی شمولیت اور رضامندی کے بغیر کوئی معاہدہ نہیں ہونا چاہئے۔ جو معاہدہ بھی افغان مجاہدین کی کامیابی اور افغان مہاجرین کی امن وسکون کی واپسی کی ضمانت نہ دے وہ افغانستان کو خانہ جنگی میں دھکیل دے گا اور پاکستان کو بھی لے ڈوبے گا۔ پاکستان کا مفاد اور اس کی سالمیت و استحکام مجاہدین کی کامیابی اور ان ہی موقف پر مبنی معاہدے سے وابستہ ہے۔ پوری مسلم دنیا، غیر جانبدار تحریک اقوام متحدہ کے ۱۲۲ ممالک اور اسلامی سربراہ کانفرنس بھی بارہا اس موقف کی تائید کر چکے ہیں۔ اگر خدانخواستہ ان سے انحراف کیا گیا اور افغان مجاہدین کے موقف، افغان مجاہدین کے مفاد اور ان کا بھرپور ساتھ دینے والی قوتوں کی رائے کو اگر خدانخواستہ نظر انداز کر دیا گیا تو جس موقف کے تسلسل سے پاکستان نے عالمی رائے عامہ اور بالخصوص مسلم دنیا میں عزت و افتخار کا جو مقام حاصل کیا ہے وہ بھی ہاتھ سے جاتا رہے گا۔

گول میز کانفرنس میں صرف اس موقف کی مدلل وضاحت پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ اس موقف کو منوانے، اس میں وزن ڈالنے اور موثر بنانے کے لئے قائد جمعیۃ مولانا سمیع الحق کی تحریک و تجویز پر قائد جمعیت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ

نے ۱۲ار مارچ ۱۹۸۸ء بروز ہفتہ تمام دینی و مذہبی جماعتوں کے قائدین، ملک کے ممتاز سکالرز، دانشور، سیاسی مدبرین، ارباب علم و فضل اور ذی رائے اصحاب علم و بصیرت کا جامعہ اسلامیہ کشمیر روڈ راولپنڈی میں ایک نمائندہ اجلاس طلب کیا جس میں ملک بھر کی تمام دینی جماعتوں کے راہ نماؤں اور شرکائے اجلاس نے اس مؤقف کی بھرپور تائید کی۔ اور حکومت پر واضح کیا کہ اس واضح اور ٹھوس لائحہ عمل سے سرِ مو انحراف بھی مستقبل کے بھیانک خطرات اور ملکی سالمیت کی ہچکولے کھاتی نیّا کے لے ڈوبنے اور ہلاکت کا ذریعہ بن سکتا ہے ❊

(تحریر از مرتب)



مُعاہدہ جنیوا

کیا کھویا — کیا پایا؟

سینیٹر مولانا سمیع الحق نے پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں ۱۸ اپریل ۱۹۸۸ء کو جنیوا معاہدہ کے بارے میں اظہارِ خیال کیا، اس خطاب کا متن حسب ذیل ہے ----

جناب چیئرمین! جنیوا معاہدہ پر ممبران اظہارِ خیال کر رہے ہیں اور یہ مسئلہ ایسا ہے کہ یہ کسی سیاسی اور گروہی بنیادوں پر مبنی نہیں ہے اور ہر ممبر کو حق ہے کہ وہ ملک و ملت کی خیر خواہی اور استحکام کے پیشِ نظر اس معاملہ پر اظہارِ خیال کرے، خواہ وہ حزبِ اختلاف سے تعلق رکھتا ہو یا حزبِ اقتدار سے، ملک کی سالمیت کا مسئلہ ان تمام گروہی تقسیموں سے بالاتر ہوتا ہے۔ جنیوا معاہدہ کے لیے ایک طویل جدوجہد اور مشق اور طویل دور جنیوا مذاکرات پر گذرا، اور اس کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ بدقسمتی سے جو عظیم مشکل اور بحرانی مسئلہ افغانستان کی شکل میں ہمارے سامنے پیش آیا ہے اس کا کیسے خاتمہ کیا جائے اور جنگ کا کیسے خاتمہ ہو اور افغانستان میں امن اور سلامتی کیسے پیدا کی جائے اور وہ ۳۰ لاکھ مہاجرین جو انتہائی مصیبتوں میں دربدر پھر رہے ہیں وہ کیسے وہاں واپس چلے جائیں؟ یہ تین چار اصل مقاصد تھے جنیوا معاہدہ کے لیے، جس کے لیے اتنی طویل جدوجہد پاکستان کے وزراء خارجہ نے بھی کی اور باہر کی طاقتوں نے بھی۔ آج اگر یہ مقصد اس معاہدہ سے حاصل ہوتا ہے تو ہم بلاشبہ اس کی تحسین کریں گے اور اس کا خیر مقدم کریں گے لیکن اگر واقعات کی دنیا میں اور حقائق کی دنیا میں ان چار باتوں میں سے کوئی بھی مقصد ہمیں حاصل نہیں

ہو سکتا تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ خواہ مخواہ ایک ایسی محنت کی گئی اور جد و جہد میں اتنا وقت گذارا گیا جس سے پاکستان کو کم از کم کچھ حاصل نہ ہو سکا۔

پاکستان نے مداخلت کے جرم کا اعتراف کرلیا

ہمیں پہلے تو پاکستان کے نقطۂ نظر سے دیکھنا ہے کہ ہم نے اس معاہدے سے کیا کھویا کیا پایا؟ بعد میں ہمیں دیکھنا ہے کہ افغانستان کے مجاہدین کو کیا ملا یا کیا نہیں ملا یا وہاں امن قائم ہو جائے گا یا نہیں؟ سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ پاکستان نے بلاوجہ (جس جرم میں شریک نہیں تھا) اس سارے جرم کو اپنے سر پر لے لیا اور اس نے عالمی پلیٹ فارم پر اعتراف کیا کہ میں مداخلت کر رہا ہوں، جبکہ ہم نے کبھی افغانستان کے مسئلہ میں مداخلت نہیں کی۔ مداخلت ایک بڑی سپر طاقت نے کی اور اس نے ظلم و بربریت کا بازار گرم کر دیا، لاکھوں انسانوں کو قتل کیا اور پورے افغانستان کو ایک کھنڈر میں تبدیل کر دیا، اور پچاس لاکھ افراد کو وہاں سے اٹھا کر دنیا بھر میں بے یار و مددگار پھینک دیا۔ اس عظیم، ظالم اور جابر قوت نے مداخلت کی اور اس کے نتیجے میں ۳۵/۴۰ لاکھ افراد پاکستان آئے اور پاکستان نے ایمان کے جذبہ سے، انصار کے جذبہ سے ان کو پناہ دی کہ کوئی اور راستہ ہی نہیں تھا، اور روس چیختا رہا آٹھ سال سے کہ پاکستان مداخلت کر رہا ہے۔ اور دنیا بھر کی اقوام، غیر جانبدار اقوام، اقوام متحدہ، اسلامی تنظیم، وہ اس الزام کی تردید کرتی رہیں اور کہتی رہیں کہ مداخلت روس کر رہا ہے پاکستان کا اس مداخلت میں کوئی ہاتھ نہیں۔ اس معاہدے کا آغاز ہی ان الفاظ سے ہوتا ہے کہ ــــ "ڈیموکریٹک ری پبلک آف افغانستان اور اسلامک ری پبلک آف پاکستان ــــ" آخر تک یہ سلسلہ چل رہا ہے کہ ــــ "عدم مداخلت کے اصول کی مکمل پابندی انتہائی اہمیت کی حامل ہے اور سیاسی، اقتصادی، ثقافتی اور سماجی نظام، کسی قسم کی بیرونی مداخلت، دخل اندازی، تخریب، دباؤ یا دھمکی کے بغیر آزادی سے طے کرنا چاہیئے ــــ" اور آرٹیکل ۳، اور ۴ کے بعد اس میں واضح طور پر ہے کہ ــــ "ڈیموکریٹک ری پبلک آف افغانستان اور اسلامی ری پبلک آف پاکستان کے مابین باہمی تعلقات کے اصولوں بالخصوص عدم مداخلت پر دوطرفہ سمجھوتہ" ــــ یعنی یہ ہم نے

دستخط کر کے ثابت کر دیا کہ واقعی ہم مداخلت کر رہے ہیں۔

اصل قاتل اور جارح روس کو ثالث بنا دیا | اور اصل مجرم اور ظالم جو تھا اُس کی حیثیت اس معاہدے میں کیا کر دی گئی؟ اُس کو ایک داروغہ بنا دیا گیا، اس کو ایک ضامن کی حیثیت دے دی گئی، اس کو ایک ثالث کی حیثیت دے دی گئی، کیونکہ اسی پیراگراف میں آگے ہے کہ:-

"یونین آف سوویت سوشلسٹ ری پبلک اور ریاستہائے متحدہ امریکہ کی طرف سے بین الاقوامی ضمانتوں کا اعلان"۔ معاہدے میں جہاں بھی روس کا ذکر ہے اُس کی حیثیت ایک ضامن کی ہے۔ ضامن ہرگز ایک فریق نہیں ہوتا، ضامن ایک ثالث ہوتا ہے۔ تو وہی قاتل تھا اُسی کو منصف ٹھہرا لیا گیا۔ روس تو یہی چیختا تھا کہ یہ ساری مصیبت پاکستان کی اٹھائی ہوئی ہے، اور روس اور افغانستان کے میڈیا میں اس کو افغانستان کی اردگرد کی صورتحال سے تعبیر کیا جاتا رہا کہ یہ کوئی بین الاقوامی مسئلہ نہیں ہے، یہ افغانستان اور پاکستان دو پڑوسیوں کی جنگ ہے اور امریکہ کی شرارت سے پاکستان بار بار مداخلت کر رہا ہے اور افغانستان کے اردگرد کی صورتِ حال بگڑی ہوئی ہے اور روس بالکل ایک تماشائی ہے۔

الغرض ہم نے اس معاہدے پر دستخط کر کے یہ سارا الزام واضح طور پر اپنے سر لے لیا ہے کہ ہم مداخلت کرتے رہے۔ جبکہ آٹھ سال تک ہم نے ظلم کے خلاف مظلوم کی حمایت کی، آزادی کے لیے لڑنے والوں کی نصرت کی، مگر اب سارے کیے کرائے پر ہم نے اس معاہدے کے ذریعے پانی پھیر دیا۔

جنابِ چیئرمین | یہ معاہدہ کابل اور اسلام آباد کے درمیان نہیں ہونا چاہیئے تھا، یہ معاہدہ مجاہدین اور روس کے درمیان ہونا چاہیئے تھا۔ کابل کی اپنی کوئی حیثیت نہیں، وہ تو روس کی کٹھ پتلی حکومت تھی اور وہ روس کی حکومت کے کارندے تھے، وہ تو ماسکو کی ایک برانچ تھی، اصل تو مجاہدین تھے۔ ہم نے بلا وجہ اسلام آباد کو اس میں ملوث کر دیا، کیا اسلام آباد نے مداخلت کی تھی کہ آج اس کو روکا جا رہا ہے۔ معاہدہ

ہیں تو واضح طور پر ایک بھی پیرا ایسا نہیں ہے کہ روس ہرگز مداخلت نہیں کرے گا۔ حالاں کہ اصولی طور پر ہونا یہ چاہیے تھا کہ عدم مداخلت کی ضمانت روس سے لی جاتی ۔ تو روس کو تو حق دے دیا گیا کہ آپ اپنی کٹھ پُتلی حکومت کی ہر طرح کی مدد کر سکتے ہیں ۔ یعنی اس کو تو مداخلت کا باقاعدہ تحفظ دیا گیا کہ آپ جب بھی چاہیں، روس کی جو ہزاروں میل کی سرحدات افغانستان کے ساتھ ہیں، بلا روک ٹوک نجیب حکومت کی ہر وقت مدد کر سکتے ہیں ۔ یعنی اس کو تو مداخلت کی آزادی ہے اور ہمارے لیے ہر قسم کی مداخلت پر پابندی ہے کیونکہ مداخلت ہم کرتے تھے! حالانکہ ہم مداخلت نہیں کرتے تھے بلکہ مجاہدین اپنی آزادی اور دفاع کی جنگ لڑ رہے تھے۔ تو ہم نے ایک بہت بڑی اور بدنامی بین الاقوامی پلیٹ فارم پر مول لی ہے، اور ہم نے اس طرح خود یہ اعتراف کر لیا ہے اُس جرم کا جس کے ہم مجرم نہیں ہیں ۔ گویا ہم اب تک مداخلت کر رہے تھے اور اب مداخلت سے باز آجائیں گے تو پھر امن قائم ہو جائے گا۔

اصل فریق مجاہدین سے وعدہ خلافی کی گئی

دوسری بڑی غلطی اس معاہدے میں یہ ہے کہ ہم اس کے فریق نہیں تھے۔ مجاہدین نے ایک عظیم جنگ لڑی ہے، تاریخ کی بے مثال قربانی دی ہے، اور انہوں نے حقیقت میں ہماری جنگ لڑی ہے، اور یہ جہاد اور دفاع پاکستان کا مسئلہ تھا۔ ہم نے مذاکرات کے دوران چار سال سے بار بار یہ اعلانات کیے، صدرِ مملکت نے بھی اور وزیرِ اعظم صاحب نے بھی اور وزیرِ خارجہ صاحب نے بھی بار بار یہ اعلانات کیے اور وعدے کیے کہ ہم معاہدے کو آخری شکل تب دیں گے جب مجاہدین کو ہم اعتماد میں لے لیں گے اور مجاہدین کی مرضی اور ان کے اعتماد کے بغیر کسی معاہدے پر آخری دستخط نہیں کریں گے ۔ تو کیا ہم ان وعدوں پر پورے اترے اور کیا ہم نے واقعی مجاہدین کو اعتماد میں لے لیا اور ہم نے مجاہدین کی خوشنودی حاصل کر لی! حالانکہ وہ چیخ رہے ہیں اور تڑپ رہے ہیں، رو رہے ہیں کہ ہماری آٹھ سال کی جنگ اور روس نے ہم پر جو ظلم و ستم کیا تھا، اُس سے تو ہم نے نجات حاصل کر لی ۔ لیکن یہ جو ہمارے ساتھ ٹریجڈی ہوئی ہے اور یہ جو ظلم ہمارے ساتھ ہُوا ہے یہ روس سے بڑھ کر ہمارے اوپر ایک بڑا حادثہ ہے ـــ وہ اللہ کی نصرت سے اب بھی

مایوس نہیں ہیں۔ لیکن ہم نے ان وعدوں کو اور عہد و پیمان کو نظر انداز کر دیا کہ ہم مجاہدین کی مرضی کے بغیر، ان کو اعتماد میں لیے بغیر کسی معاہدے پر دستخط نہیں کریں گے۔

روس اپنے ایجنٹوں کی مدد کرتا رہے گا مگر مجاہدین بے دست وپا کر دیئے گئے

تیسری بات یہ ہے کہ معاہدے کی رُو سے کہا گیا ہے کہ امریکہ اور روس دونوں اپنے اپنے حلیفوں کی مدد کر سکتے ہیں۔ بظاہر خفیہ اور اصل باتیں اور ہوں گی۔ مگر روس کے لیے مدد کا دروازہ تو بالکل کھلا ہوا ہے، اس کی سینکڑوں اور ہزاروں میل سرحدات براہِ راست افغانستان کے ساتھ ملی ہوئی ہیں، وہ جس وقت بھی چاہے اپنی کٹھ پتلی گورنمنٹ کی مدد کر سکتا ہے لیکن افغانستان کے ساتھ امریکہ کی کوئی سرحد نہیں ملتی ہے، امریکہ اگر مدد بھی کرے تو کس ذریعہ سے کرے گا۔ کیا وہ آسمان سے ہیلی کاپٹر بھیجکر افغانستان میں مجاہدین کی مدد کرے گا؟ جبکہ ہمارے ہاتھ پاؤں مکمل باندھ لیے گئے ہیں۔ اور یہاں تک معاہدہ میں کہا گیا ہے کہ کسی بھی قسم کے دہشت پسندوں، توڑ پھوڑ کرنے والوں یا تخریب کاری کرنے والے ایجنٹوں کی ہر قسم کی امداد روکی جائے گی یا انہیں برداشت نہیں کیا جائے گا یا انہیں دوسرے فریق کے خلاف استعمال نہیں کیا جائے گا (آرٹیکل ۲ دفعہ ۱۲) علاقوں کے اندر کیمپوں یا اڈوں یا کسی اور طریقے سے ایسے افراد سیاسی نسلی یا کسی اور قسم کے گروہ کی موجودگی، انہیں پناہ دینے، انہیں منظم کرنے، ان کی تربیت کرنے، ان کی مالی معاونت کرنے، انہیں ساز و سامان بہم پہنچانے، انہیں مسلح کرنے سے روکا جائے گا۔ (آرٹیکل ۲ دفعہ ۱۳)

امریکہ کہاں سے مدد کرے گا؟

یہ صورتِ حال ہے کہ جب بالکل ہاتھ پاؤں بندھے ہوں گے تو امریکہ کہاں سے مدد کرے گا؟ اگر ہم فرض کر لیں کہ امریکہ پاکستان ہی کے ذریعے مدد کرے گا تو گویا ہم نے پہلے سے یہ طے کر لیا کہ خفیہ طور پر ہم اس معاہدے کی خلاف ورزی کریں گے۔ کسی معاہدے پر کوئی شخص ہم نے ایسا نہیں دیکھا کہ دستخط کرتے وقت اس کی نیت یہ ہو کہ بظاہر تو میں دستخط کرتا ہوں لیکن اندر سے میں اس کی مخالفت کروں گا۔ تو یہ ایک حیرت انگیز بات بن گئی ہے

پھر جب ہم نے معاہدہ کرلیا، اب ہم خفیہ مدد کریں یا نہ کریں لیکن روس واویلا مچائے گا اور دنیا بھر میں پہنچے گا کہ حکومتِ پاکستان مداخلت کر رہی ہے اور وہ معاہدے کی خلاف ورزی کر رہی ہے، اور اسی کو بہانہ بنا کر خدانخواستہ ہم پر چڑھ دوڑنے کا جواز بنا سکے گا۔ وہ دنیا کو ثبوت کے ساتھ باور نہیں کرا سکتا تھا اب تو وہ ثبوت کے ساتھ کہے گا کہ میں بے گناہ ہوں اور مجھے حق ہے کہ میں پاکستان کو جو چاہوں سزا دے دوں — تو پاکستان کو ہم نے ایسے خطرے میں ڈال دیا ہے۔ اور اگر ہم اس خطرے سے الگ رہیں تو پھر جب امریکہ کی مدد وہاں بالکل نہیں پہنچ سکتی، امریکہ کی مدد نہیں پہنچ سکے گی اور روس کی حکومت کی مدد جاری رہے گی، تو کیا ہم کٹھ پتلی حکومت سے آزادی حاصل کر سکیں گے؟ اور جب تک آزادی حاصل نہیں ہو گی تو کیا وہاں امن قائم ہو سکے گا؟ کیا وہاں خانہ جنگی ختم ہو جائے گی؟ — اس معاہدے کی رُو سے نہ تو خانہ جنگی ختم ہو گی نہ مہاجرین واپس جا سکیں گے، نہ اس کے شر اور فساد سے پاکستان محفوظ رہ سکے گا۔

ہم نے روس کو افغانستان میں بیٹھے رہنے کا تحفظ دے دیا

زیادہ سے زیادہ روسی افواج واپس چلی جائیں گی، میں سمجھتا ہوں کہ روسی افواج کو ہم نے تحفظ دے دیا ہے۔ روسی افواج نے اعلان کیا تھا کہ ہم ہر حالت میں واپس جائیں گے معاہدہ ہو یا نہ ہو۔ تو یہ ایک مثبت چیز جو بظاہر ہمیں معاہدہ میں نظر آ رہی ہے وہ روسی افواج کا انخلاء ہے۔ تو اس معاہدے کا اس انخلاء میں کوئی رول نہیں ہے۔ ہم معاہدہ نہ بھی کرتے تو بھی روسی افواج واپس جاتیں۔ مگر اُلٹا نقصان یہ ہوا کہ اقوامِ متحدہ نے، اسلامی تنظیم نے اور تمام عالمی غیر جانبدار اور حریت پسند اقوام نے مطالبہ کیا تھا کہ غیر مشروط طور پر رُوس واپس چلا جائے اور بلا تاخیر چلا جائے۔ ہم نے اس کے ساتھ کیا کیا؟ ہم نے رُوس کو ۹ مہینے کی مہلت دے دی اور ان کو تحفظ دے دیا کہ ۹ مہینے تک تو آپ وہاں بیٹھے رہیں گے۔ روسی فوج کے انخلاء کے لیے ۹ مہینے کی مدت کی کوئی فوجی ضرورت نہیں تھی، وہ ایک ہفتے کے اندر اندر وہاں سے فوج نکال سکتا ہے۔ یہ ۹ مہینے کی مدت اس نے سیاسی ضرورتوں کے پیشِ نظر ہم سے حاصل کر لی اور ۹ مہینے میں وہ تمام سیاسی مفادات

اور تحفظات حاصل کرکے وہاں سے جائے گا۔ مجاہدین چاہتے تو اسے ایک مہینے میں بھی جانے پر مجبور کر سکتے تھے، ایک ہفتے میں بھی جانے پر مجبور کر سکتے تھے لیکن آپ نے سب کے ہاتھ باندھ لیے کہ نہیں ۹ مہینے تو بالکل ان کو رہنا ہے، خواہ وہ شکست کھا چکے ہوں، خواہ وہ ذلیل ہو چکے ہوں، لیکن ۹ مہینے بہر حال انہوں نے اپنے مقاصد اور مفادات کی تکمیل وہاں کرنی ہے۔

عبوری حکومت کی گارنٹی نہیں دی گئی

پھر اصل مسئلہ عبوری حکومت کا ہے۔ تو عبوری حکومت کی بات بھی بالکل غیر واضح اور مبہم ہے، عبوری حکومت کے لیے معاہدے میں کوئی یقینی تحفظ نہیں رکھا گیا۔ اس میں کہا گیا ہے کہ کارڈوویز صاحب غیر سرکاری جدوجہد کریں گے، بات چیت کریں گے، ذاتی طور پر وہ عبوری حکومت اور مخلوط حکومت کے قیام کے لیے کوشش جاری رکھیں گے، اب اس کی ذاتی حیثیت کیا ہے؟ جب روس، امریکہ، افغانستان عبوری حکومت بنانے کے ضامن نہیں ہیں تو عبوری حکومت کیسے قائم ہو سکے گی؟ روس نے ہرگز تسلیم نہیں کیا کہ میں عبوری حکومت کے لیے بات چیت کے لیے بھی تیار ہوں۔ وجہ یہ ہے کہ اسی معاہدے میں اس نے کہا ہے کہ میں اپنی کٹھ پتلی حکومت کی امداد جاری رکھ سکوں گا۔ جب وہ نجیب اللہ کی امداد جاری رکھنے کا اعلان کرتا ہے اور اپنے لیے تحفظ لیتا ہے تو کیا وہ عبوری حکومت کے لیے تیار ہو سکتا ہے؟ عبوری حکومت کے لیے اگر وہ تیار ہوتا تو وہ اس امداد کو جاری رکھنے کا تحفظ حاصل نہ کرتا۔ تو اس طرح حکومت نے عبوری حکومت کا صرف پیش بندی کے طور پر اور دل بہلانے کے طور پر معاہدے میں ذکر کر دیا ہے لیکن عملاً اس کی کوئی صورت ہمارے سامنے نہیں آ سکے گی۔

مہاجرین کی باعزت واپسی کی ضمانت نہیں دی گئی

اس میں مہاجرین کی باعزت واپسی کا ذکر ہے، لیکن وہ پیرا بالکل مبہم ہے کہ کیسے واپسی ہوگی؟ جب ۹ مہینے وہاں فوج مسلط رہے گی اور ۹ مہینے کے بعد انخلاء ہوگا اور نجیب گورنمنٹ بھی وہاں براجمان رہے گی اور

اسلحہ کے ڈھیر کے ڈھیر اس کے پاس آتے رہیں گے، تو ان حالات میں مہاجرین کا باعزت تحفظ کیسے ممکن ہے۔ اس ۹ مہینے سے پہلے اگر ہم یہ توقع رکھیں کہ مہاجرین وہاں جائیں تو یہ بہت بڑی زیادتی ہے، ایک بھیڑیئے کے سامنے ان کو پھینکنا، ان کے ہاتھ پاؤں باندھ دینا اور ان سے کہنا کہ اب آپ چلے جائیں۔

کیا یہ سب کسی سُپر طاقت کی وجہ سے تھا؟

کیا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم نے اب تک سُپر طاقتوں کے مفادات کی وجہ سے سب کچھ کیا؟ اس میں ایمان کا کوئی جذبہ نہیں تھا، اس میں ہمارے مؤقف کی سچائی نہیں تھی۔ جب اُن کی ضرورت پوری ہو گئی اور انہوں نے ہمیں سگنل دے دیا ہم نصرت، جہاد، ہجرت، ایمان اور اخوت کی ساری باتوں کو پس پشت ڈال کر بیٹھ گئے اور ابھی معاہدہ کی سیاہی خشک نہیں ہوئی مگر ہم آج سے چیخ رہے ہیں کہ مہاجرین واپس چلے جائیں اجبکہ آج بھی وہاں توپیں چل رہی ہیں، آج بھی وہاں بمباری ہو رہی ہے، آج بھی مجاہدین اور روس کی لڑائی جاری ہے، آپ اس آگ اور خون کے طوفان میں مہاجرین کو کیسے بھیجتے ہیں۔ کیا اس کا مطلب یہ نہیں ہو گا کہ ہم نے جتنی بھی نیک نامی اور دنیا بھر میں شہرت حاصل کی تھی، اس کو ہم نے بلا وجہ ایک بڑی طاقت کے اشارے پر گنوا دیا۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ مہاجرین کی باعزت واپسی کا اس معاہدے میں کوئی بھی انتظام نہیں ہے۔

مذاکرات سے روس نے اپنے مقاصد حاصل کر لیے

اسلام آباد اور کابل کے درمیان اس معاہدے کو محدود کر کے روس نے وہ مقاصد حاصل کیے جو دس سال تک وہ مستقل جنگ میں حاصل نہیں کر سکا تھا۔ اُس نے مذاکرات کی میز پر اور اس جنیوا معاہدہ کی شکل میں وہ مقاصد حاصل کر لیے جو جنگی قوت ٹینکوں اور بکتر بند گاڑیوں اور میزائلوں سے اُس نے حاصل نہیں کیے تھے۔ اس کو کیا فائدہ ہوا؟ ایک تو یہ کہ اس نے دُنیا کو یہ باور کرایا کہ یہ بین الاقوامی تنازعہ نہیں تھا بلکہ یہ دو پڑوسی ملکوں کا جھگڑا تھا اور ان دو پڑوسیوں کو میں نے باندھ لیا ہے، اور خواہ مخواہ لوگ چیخ رہے تھے کہ روس نے ظلم کیا، روس نے

کہا کہ میں نے تو امن قائم کرایا ہے، میں تو امن کا دیوتا ہوں۔

جناب چیئرمین مولانا اب کچھ ریپٹیشن شروع ہوا ہے تو اگر آپ اپنی تقریر کو مختصر کریں۔

مولانا سمیع الحق بالکل مختصر عرض کرتا ہوں ــــ دوسرا مقصد روس نے یہ حاصل کیا کہ انصار اور مہاجرین کے درمیان ایک بڑی محبت تھی اور لازوال اخوت کا رشتہ قائم ہو گیا تھا، ان ساری محنتوں کو اس نے سبوتاژ کرایا اور ایسے حالات میں ہمیں کھڑا دیا ہے کہ انصار اور مہاجرین کے درمیان خوانخواستہ وہ محبت کہیں نفرت سے نہ بدل جائے۔

دوسرا معاہدہ تاشقند الغرض میں مختصراً اتنا عرض کروں گا، تفصیلات کا شاید زیادہ وقت آپ نہیں دیں گے۔ تو میں اس کو بدقسمتی سے پاکستان کیلئے ایک دوسرا معاہدہ تاشقند سمجھتا ہوں اور ہم نے جیتی ہوئی جنگ ہار دی اور وہ کُنجی جو اللہ نے اسلام آباد کو دی تھی اُس کا ایک بہترین سنہری موقع جو اللہ نے ہمیں دیا، اس موقع کو ہم نے گنوا دیا اور اس معاہدہ میں پاکستان سراسر گھاٹے میں رہے گا۔ اور اس کی دلیل ایک یہ ہے کہ جو وطن دشمن قوتیں جو روس کی یہاں ایجنٹ قوتیں ہیں وہ اس معاہدے پر شادیانے بجا رہی ہیں۔ آج ایک بڑے لیڈر کا جو روس کا ہمنوا ہے اور جو مجاہدین کو افغان بھگوڑے کہتا ہے، اُس نے چیخ چیخ کر کل پریس کانفرنس میں لعنت ملامت کی ہے کہ یہ افغان بھگوڑے او جڑی کیمپ میں کیا کر رہے تھے اور یہ تھا وہ تھا۔ اُس نے کہا ہے کہ ہم معاہدے پر جشن منائیں گے۔ جس معاہدے پر ولی خان اور اس کے ہمنوا جشن منانے کا اعلان کریں، اس سے یہ بات واضح ہے اور گواہ ہے کہ اس معاہدے سے پاکستان اور مجاہدین کو سراسر نقصان ہی نقصان ہو گا۔ شکریہ!



جہاد افغانستان اور مولانا سمیع الحق

کی خاموش سفارتی مہم

اس صدی کا سب سے بڑا المیہ غیرت وحمیت کی سرزمین افغانستان میں روس کی بربریت، بہیمیت اور سفاکی ہے تاہم افغان مجاہدین کے مسلسل جہاد، عزم وہمت، شوقِ شہادت، جوشِ ایمان اور بے مثال استقامت نے روس کو ذلیل ترین پسپائی اور افغانستان سے نکل جانے پر مجبور کر دیا اور الحمدللہ کہ اس جہاد میں مرکز علم دارالعلوم حقانیہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ، ان کے تلامذہ اور فضلاء جمعیت علماء اسلام اور اس کے مرکزی سیکرٹری جنرل مولانا سمیع الحق اور ان کے رفقاء کا بھی بھرپور حصہ رہا ہے ـــ اور اب جب کہ فتح وانقلاب کا حساس اور نازک ترین مرحلہ قریب آگیا ہے تو " الکفر ملة واحدہ" کے پیشِ نظر سب اس پر متفق ہو گئے کہ وہاں اسلامی انقلاب نہ ابھرنے پائے۔ اور انقلاب کی تکمیل سے پہلے پہلے دینی قوتوں کو مفلوج، مجاہدین کو منتشر اور ان کے روشن مستقبل کو تاریک بنا دیا جائے اور پاکستان کی طرح وہاں بھی اقتدار ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں تھما دیا جائے جو نام تو اسلام کا لیں مگر کام وہی کریں جو طاغوتی طاقتیں ان کے

سپرد کر دیں۔ اب کے نازک ترین اور حساس مرحلہ پر افغان قیادت کی طرح عالم اسلام کی تمام حامی قوتوں بالخصوص پاکستان میں مؤثر سیاسی اثر و رسوخ رکھنے والی دینی قوتیں اور سیاسی رہنماؤں کو اپنا بھرپور کردار ادا کرنا چاہیئے۔ چنانچہ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے ۱۰ اکتوبر ۱۹۸۹ء کو لندن اور شکاگو میں منعقد ہونے والی ختم نبوت کانفرنسوں کے لئے سفر سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سارقین ختم نبوت کے تعاقب کے ساتھ ساتھ عالم اسلام کے اہم ترین مسئلہ جہاد افغانستان کے لئے اپنی خاموش سفارتی مہم جاری رکھی۔ اسی اہم مقصد کے پیش نظر موصوف نے امریکہ کے سفر کا پروگرام بنایا۔ جہاں انہوں نے امریکن کانگریس اور سینیٹ میں ری پبلکن ڈیموکریٹک پارٹی کے اہم ارکان سینیٹر گارڈن ہمفرے اور کانگریس میں بل مکالم اور مسٹر چارلس ولسن سے الگ الگ تفصیلی ملاقاتیں کیں ان کے علاوہ وہ امریکی وزارت خارجہ کے جنوبی ایشیا کے نائب وزیر خارجہ مسز شیفر سے بھی ملے۔ ان ملاقاتوں میں مولانا سمیع الحق نے افغانستان کے بارہ میں امریکہ کی بدلتی ہوئی پالیسیوں اور مجاہدین کی راہ میں پیدا کی جانے والی دشواریوں سے انہیں آگاہ کیا۔ اس صدی کے طویل اور عظیم جہاد اور جنگ آزادی کو سبوتاژ کرنے سے خود امریکہ کے حق میں بھی مستقبل کے بھیانک خطرات سے انہیں آگاہ کیا۔ پاکستان اور افغانستان کی حساس جغرافیائی پوزیشن کی بنا پر امریکہ کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ مولانا سمیع الحق نے ان پر واضح کیا کہ پاکستان کا مسئلہ صرف روس کی واپسی نہیں بلکہ تیس لاکھ افغان مہاجرین کو باعزت طور پر واپس جانا اور وہاں کے عوام کے لئے قابل قبول اور مستحکم حکومت کا قیام ہے امریکی کانگریس سینیٹ اور وزارت خارجہ کے ان ارکان نے مولانا کا مؤقف نہایت غور اور دلچسپی سے سنا اور بعض نے خود بھی امریکہ کی ان مبہم پالیسیوں کی

تشویش کا اظہار کیا۔ جب کہ بعض ارکان نے امریکی صدر بش کے تازہ موقف کے حوالہ سے مولانا کو یقین دلایا کہ امریکہ کی افغان پالیسی میں کوئی تبدیلی نہیں کی جا رہی۔ البتہ بعض لابیاں مشکلات پیدا کر رہی ہیں۔ انہوں نے مولانا سمیع الحق مدظلہ کو اس بات کا بھی یقین دلایا کہ آپ کے خیالات اور جذبات اور بعض اہم امور کے بارے میں مفید تجاویز سے پارلیمنٹ کو بھی آگاہ کر دیں گے۔ اس موقع پر وائس آف امریکہ نے پاکستان اور افغانستان کی تازہ صورت حال سے متعلق مولانا سمیع الحق کا ایک اہم انٹرویو بھی نشر کیا۔

واشنگٹن میں امریکی کانگریس، سینٹ اور وزارت خارجہ کے ارکان سے جو گفتگو ہوئی ہم ذیل میں اس کے بعض نکات کیسٹوں اور وہاں کے اخبارات سے نقل کر کے نذر قارئین کر رہے ہیں۔

امریکی وزارت خارجہ ارکان سینٹ و کانگریس سے مولانا سمیع الحق کی گفتگو کے اقتباس

○ جہاد افغانستان اور افغان مجاہدین کی مساعی اور جنگ آزادی کے متعلق امریکی پالیسی کی تبدیلی، انسانی اقدار، شرافت وحیا، مروت و ہمدردی اور اب تک کے مواعد و عزائم اور افغانیوں کی طویل ترین اور عظیم قربانیوں سے خیانت اور غداری کے مترادف ہے۔ جب کہ امریکہ کو مقاصد جہاد کا پہلے سے علم تھا۔ مگر وہ ساتھ دیتا رہا۔ اور اب جب کامیابی کا مرحلہ قریب آپہنچا ہے اور مجاہدین ایک حساس اور فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو چکے ہیں عبوری حکومت تشکیل دی جا چکی ہے مگر امریکہ کا اسے تسلیم نہ کرنا افغانستان کے جہاد حریت، ان کے نظریہ جنگ اور اس سے حاصل ہونے والے نتائج اور مقاصد کو تاراج کر دینے کے رسوا ترین اقدام کے سوا کوئی دوسرا نام نہیں دیا جا سکتا۔ اس

سے دنیا بھر میں امریکہ کی ساکھ کو نقصان پہنچا اس کا وقار اور اعتبار ختم ہوا۔

○ امریکہ کو اپنی تازہ ترین پالیسی پر نظر ثانی کرنی چاہئے ـــــ اور اگر یہی پالیسی رہی تو یقین جانئے امریکی پالیسی سازوں کے غلط اندازے انہیں ایک نئے ایران کا سامنا کرنے پر مجبور کر دیں گے۔ جو عراق سے نبرد آزما مگر ور ایران نہیں بلکہ سپر طاقت کو نہایت ذلت و رسوائی کے ساتھ نکالنے اور عالم اسلام کی بھرپور حمایت رکھنے والا افغانستان ہو گا۔ اس طرح امریکہ کی سابقہ تمام حمایت، اور محنت، پر پانی پھر جائے گا۔ اس سے افغانیوں کا امریکہ کے لئے نرم گوشہ اور محبت نفرت سے تبدیل ہو جائے گی۔ اور روس اس موقع سے فائدہ اٹھا کر ان کے زخموں کو مندمل کرا سکے گا اور وہ بھی روس کے ساتھ بیٹھنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ یہ پڑوسی ہیں تھک گئے ہیں اور ان کی دشمنی روس سے امریکہ منتقل ہو جائے گی۔ کہ افغانستان کو ۱۶ کلومیٹر پر ایک آہنی ہمسایہ مل سکتا ہے۔

○ افغان عبوری حکومت تسلیم کرنا مستقبل میں ایک مضبوط مستحکم حکومت کے قیام اور استحکام کی ضمانت قرار دیا جا سکتا ہے ـــ آزاد اور مستحکم افغانستان اور ایشیا میں امن کے قیام کے لئے پاکستان واحد خطہ ہے جہاں داخلی امن ضروری ہے جب کہ ایران، عرب دنیا اور ہندوستان کے حالات غیر یقینی ہیں۔ آزاد افغانستان کا قیام اور پاکستان میں استحکام روس کی بکھرنے والی ایمپائر کو سنبھالنے کے لئے ضروری ہے جب کہ اس کے بکھرنے کا آغاز ہو چکا ہے۔

○ موجودہ افغان حکومت کو تسلیم کرنے اور مستقبل میں افغان مجاہدین کی حکومت قائم کرنے کے سوا کسی بھی دوسرے متبادل حل کا امکان نہیں۔ افغانی عوام ظاہر شاہ کو اپنا قاتل اور حالیہ روسی بربریت کا سب سے ذمہ دار قرار دیتے ہیں۔ باہر سے مسلط کئے جانے والا سیدھا اپ کٹھ پتلی حکومت، افغانیوں کے مزید غیظ و غضب

کو دعوت دے گی۔ پھر امریکہ کو اس سے بڑھ کر اپنی قوت اور اسلحہ خرچ کرنا ہوگا جتنا کہ اب روس نجیب حکومت کے تحفظ کے لئے کر رہا ہے۔ اور اس کے نتیجہ میں مسلسل خانہ جنگی، بھیانک مستقبل اور نہ ختم ہونے والے قتل و خون کا ذمہ دار امریکہ ہوگا۔

○ ایران اور روس کا قرب بھی امریکہ کی غلط پالیسیوں کے ہاتھوں ہوا۔ اور متبادل افغان حکومت بھی روس کے قریب جائے گی اور یہ سارا نقشہ ہرگز آپ کے حق میں نہیں ہوگا۔

○ جہاں تک جلال آباد میں جنگ اور مجاہدین کے حملوں کا فوری نتیجہ خیز ثابت ہونے کی بات ہے تو اس سلسلہ میں گذارش ہے کہ افغان مجاہدین نے اس سلسلہ میں کوئی لاف زنی نہیں کی، یہ ساری پیشین گوئیاں واشنگٹن کی تھیں۔ رومانٹک اعلانات آپ نے کئے ایسے حساس ترین وقت میں اسلحہ کی ترسیل روکنا حد درجہ نامناسب منافقانہ اور مذموم فعل تھا جس کا خود وزیراعظم بے نظیر بھٹو نے اپنے انٹرویو میں بھی اعتراف کیا ہے۔

○ جلال آباد کی جنگ سے متعلق جہاں تک میرا خیال ہے اور یہ درست بھی ہے اور اس کے کافی قرائن اور شواہد بھی ہیں کہ آپ ہی کے مشورہ اور ہدایات کے بنا پر پلاننگ ہوئی۔ روس بھی چار ہزار بلین ڈالر کے ہتھیار کا اعتراف کر چکا ہے۔ روس کی ۳۶۰۰ فلائٹ کابل پر اتر چکی ہیں۔ کٹھ پتلی افغان حکومت اور روس کی بھرپور مدافعت اور لگاتار ہوائی حملوں کے باوجود افغان مجاہدین پامردی سے ڈٹے رہے۔

امریکہ کے مختلف شہروں میں استقبالیہ تقریبات اور مسلمانوں کے مختلف اجتماعات سے خطاب

○ واشنگٹن میں ان تمام اہم ملاقاتوں اور مذاکرات کے علاوہ بھی وہاں کے مسلمانو

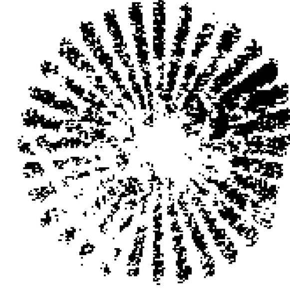
کی مختلف سیاسی وسماجی اور دینی تنظیموں کی طرف سے مختلف شہروں میں دیئے جانے والے استقبالیوں میں شرکت کی۔ مرکزی اسلامک سنٹر آرلنگٹن میں نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب فرمایا۔ نیو یارک میں بھی استقبالیہ تقریبات میں شرکت کی۔ مولانا سمیع الحق نے ان اجتماعات میں بھی مسلمانوں کو امریکہ اور یورپ میں عالم اسلام بالخصوص پاکستان اور جہاد افغانستان کے خلاف سرگرم عمل لابیوں پر کڑی نگاہ رکھنے کی تلقین کی اور انہیں ملک اور عالم اسلام کے خلاف امریکہ اور برطانیہ میں کی جانے والی سازشوں سے باخبر رہنے اور اپنا کردار ادا کرنے پر زور دیا۔

ویمبلے ہال لندن اور شکاگو میں عالمی ختم نبوت کانفرنس میں شرکت اور برطانیہ کے اہم شہروں کا دورہ اور اجتماعات سے خطاب

جب کہ اس سے قبل حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے برطانیہ کے مختلف شہروں کا دورہ کیا۔ اکتوبر کے آغاز میں ویمبلے ہال لندن میں پانچویں سالانہ عالمی ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کے علاوہ برمنگھم، شیفلیڈ، مانچسٹر اور گلاسکو میں مختلف جلسوں سے خطاب کے دوران اس امر پر زور دیا کہ دنیا بھر میں رہنے والے پاکستانیوں کو اپنے ملک کی نظریاتی سرحدوں اور اسلامی تشخص کے تحفظ کی جدوجہد میں بھرپور کردار ادا کرنا چاہیے۔

انہوں نے اجتماعات سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ عالمی استعماری قوتیں پاکستان کے اسلامی تشخص کو ختم کرنے اور اسے ایک سیکولر ریاست بنانے پر تلی ہوئی ہیں۔ اور ان کی ایجنٹ لابیاں پاکستان میں مسلسل سرگرم عمل ہیں۔ کمیونسٹ اور مغربی طاقتیں دونوں عالم اسلام میں اسلامائیزیشن کی ابھرتی ہوئی تحریکات سے خوفزدہ ہیں۔ اور نفاذِ اسلام کی جدوجہد کو سبوتاژ کرنے کے لئے سازشیں کر رہی ہیں۔

افغان مجاہدین نے اپنے وطن کی آزادی اور پاکستان کی سالمیت کی جو جنگ چودہ لاکھ افغانوں کی قربانی کے ساتھ میدان میں جیتی ہے آج اسے سازشوں کے ساتھ شکست میں تبدیل کیا جا رہا ہے۔ اور اس گھناؤنی سازش میں واشنگٹن، اسلام آباد اور ماسکو کے درمیان خفیہ گٹھ جوڑ ہو چکا ہے۔ ایسے حالات میں یہاں رہنے والے مسلمان اپنے اثر رسوخ، تعلقات اور عمل و کردار سے ایک مؤثر کردار ادا کر سکتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ جس طرح آپ حضرات، دیگر علمی و دینی، مذہبی اور تبلیغی امور میں اپنے خلوص و محبت اور سرگرمی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ پاکستان میں اسلامی انقلاب اور افغانستان میں مستحکم اسلامی حکومت کے قیام و استحکام کے سلسلے میں ممکنہ کوشش اور مساعی سے دریغ نہیں کریں گے ؛



قائد جمعیت حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کا مسئلہ افغانستان

پر

وائس آف امریکہ کو اہم انٹرویو

بتاریخ: ۱ اکتوبر ۱۹۸۹ء

جمعیت علماء اسلام کے مرکزی سیکرٹری جنرل حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے امریکہ کے دورے کے موقعہ پر واشنگٹن میں وائس آف امریکہ کے ساتھ افغانستان کے مسئلہ پر بات چیت کی۔ ذیل میں وائس آف امریکہ سے نشر شدہ انٹرویو کا ٹیپ متن، وائس آف امریکہ کے شکریہ کے ساتھ پیش خدمت ہے



واشنگٹن سے۔ محترم سامعین جمعیت علماء اسلام پاکستان کے مرکزی جنرل سیکرٹری اور ایوان بالا پاکستان کے معزز رکن سینیٹر مولانا سمیع الحق کے ساتھ ہمارے نمائندے کا انٹرویو سماعت فرمایئے۔

جناب مولانا سمیع الحق صاحب کچھ دن پہلے ایک اسلامی کانفرنس میں شرکت کی غرض سے شکاگو تشریف لائے تھے۔ اور یہ واشنگٹن میں ہمارے سٹوڈیو میں ان کا انٹرویو سنئے۔

س: مولانا صاحب یہ فرمائیں کہ امریکہ کس لئے تشریف آوری ہوئی؟

مولانا سمیع الحق: شکاگو میں ایک اسلامی کانفرنس تھی۔ ختم نبوت اور حجیت حدیث کے موضوع پر اور امریکہ کی اسلامی تنظیموں اور علماء نے مجھے بھی دعوت دی تھی اصل میں تو اس کے

لئے آیا تھا۔ پھر میں نے ضروری سمجھا کہ ایک، دو دن کے واسطے واشنگٹن بھی جاؤں
افغانستان کا جہاد ایک نازک مرحلے پر پہنچ گیا ہے۔ لیکن جہاد افغانستان
میں ہمارے بڑے بڑے علماء بھی شہید ہوئے ہیں اور انہوں نے سولہ لاکھ مسلمانوں
کی قربانی دی ہے اور لاکھوں لوگ ملک سے باہر در بدر پھر رہے ہیں تیس لاکھ
پاکستان میں اور باقی دوسرے ملکوں میں ہیں یہ تاریخ کا ایک عظیم جہاد ہے
اور غیر مسلم قوتوں کو یہ معلوم ہو گیا ہے کہ جہاد ایک بہت بڑی طاقت ہے
روس جیسی سپر طاقت نکل جانے پر مجبور ہو گئی ہے۔

اب ہم کچھ تبدیلی محسوس کر رہے ہیں۔ جب سے روس واپس ہوا ہے۔ امریکہ نے
بھی اپنی پالیسی بدلنی شروع کر دی ہے ہم چاہتے ہیں کہ جہاد افغانستان اپنے
منطقی نتائج تک پہنچے۔ اور اللہ تعالیٰ وہاں ایک مضبوط اور مستحکم افغانستان کے
عوام کو قابل قبول حکومت مجاہدین کے ذریعہ قائم کر دیں۔ اس سلسلے میں، میں
چاہتا تھا کہ امریکہ کے ایوان نمائندگان، کانگریس اور سینیٹ کے بعض ارکان کے
ساتھ بات چیت کر دوں۔

س ۔آپ کا کیا خیال ہے؟ اب تو روسی افغانستان سے چلے گئے ہیں اور افغانی اپنے درمیان
جنگ کر رہے ہیں۔ یہ موضوع کس طرح حل ہو گا؟

مولانا سمیع الحق ۔ روسی برائے نام تو افغانستان سے چلے گئے ہیں۔ لیکن عملاً اب بھی روس اس جنگ
میں شریک ہے۔ یہ سب قتل و فساد اور غارت گری روسیوں کے ذریعے اب بھی
جاری ہے۔ روس نے خود اعتراف کیا ہے کہ چار ملین ڈالر اسلحہ ہم نے بھیجا ہے اور
اسلحے سے بھرے ہوئے جہاز آتے ہیں۔ اُن کے ایڈوائزر موجود ہیں اور مجاہدین کے
مقابلے میں جتنے وسائل ہیں اسلحہ ہے، قوت ہے، سب روس استعمال کر رہا ہے اس
لئے روس حقیقت میں نہیں گیا ہے۔ اب اگر امریکہ یا دیگر قوتیں یہ چاہتی ہیں ـــ کہ

نجیب اللہ بھی حکومت میں شریک ہو جائے ۔ یا باہر سے ایک آدمی کو لایا جائے اور اس کو مسلط کیا جائے مجاہدین پر اور افغانستان پر تو اس پر افغان عوام مطمئن نہ ہوں گے تو جنگ جاری رہے گی ۔

س ۔ بات یہ ہے مولانا صاحب کہ افغانستان میں سیاسی قوتیں ہیں، جہاد ہے ۔ جہاد نے ایک نتیجہ دیا کہ روسی نکل گئے ۔ تو اب بالکل دوسرا موضوع ہے یعنی اب روسی فوج جنگ نہیں کر رہی افغانیوں کے ساتھ اور وہاں اس میں شک نہیں کہ اس میں پاکستان کی حکومت مجاہدین کے ساتھ امداد کر رہی تھی ۔ امریکہ بھی امداد کر رہا تھا ۔ آپ کہتے ہیں کہ جنگ جاری رہے گی ۔ یعنی نجیب درمیان میں سے چلا جائے جنگ کے ذریعے ۔ اور وہاں کس قسم کی حکومت آئے ؟

مولانا سمیع الحق ۔ ہم تو کہتے ہیں کہ جنگ بالکل ختم ہو جائے اور امن و امان قائم ہو جائے ۔ لیکن مجاہدین کی مرضی کے خلاف جو بھی فیصلہ ہوا ۔ نجیب اس میں شریک ہو یا باہر سے ظاہر شاہ آ جائے تو اس صورت میں مجاہدین مطمئن نہیں ہوں گے ۔ تو لازماً جنگ جاری رہے گی ۔

س ۔ میں یہ بات کہہ رہا ہوں کہ مجاہدین سے آپ کا کیا مطلب ہے ؟ وہ لوگ جو افغانستان میں جنگ کر رہے ہیں وہ رائے دیں اور وہ ووٹ دیں کہ کس کو چاہتے ہیں یا آپ کا مطلب ان سات تنظیموں کے سربراہ ہیں جن کو پاکستان نے بنایا ہے ان کو تو افغان عوام تسلیم نہیں کریں گے ۔

مولانا سمیع الحق ۔ یہ سات تنظیموں کے مجاہدین یہی لوگ ہیں جو افغانستان کے اندر جنگ کر رہے ہیں اور میرے خیال میں ان جماعتوں سے آزاد کوئی بھی نہیں ہے بلکہ وہ لوگ ان کے ساتھ وابستہ ہیں اور اس نظم کے ساتھ وہ جماعتیں افغانستان کے اندر لڑ رہی ہیں ۔

س ۔ یہ سات تنظیمیں تو پاکستان میں بنی ہیں انہوں نے اس مرحلے میں کیا جہاد کیا ہے کہ روسیوں کو نکالا ہے بہت مبارک اور اچھا کام ہے لیکن بات یہ ہے کہ افغانستان کے لوگوں کے نمائندے نہیں۔ کسی نے ان کو ووٹ نہیں دیا۔ کون کہتا ہے کہ یہ لوگ افغانستان کے عوام کی نمائندگی کرتے ہیں۔

مولانا سمیع الحق ۔ ان کو افغانستان سے نکلنے پر مجبور کر دیا گیا۔ وہاں بمباری ہو رہی ہے اس لئے پاکستان نے ان کو پناہ دی۔ نہ پاکستان اس جنگ میں شریک ہوا ہے اور نہ ہی یہ تنظیمیں ہم نے بنائی ہیں۔ ان تنظیموں کے ساتھ لاکھوں افغانی وابستہ ہیں۔ جو سارے افغانستان میں جہاد کر رہے ہیں۔ ان تنظیموں کے ذریعہ یہ جہاد ہوا ہے اور اب ان کو نکلنے پر مجبور کر دیا گیا ہے۔ تو میرے خیال میں ان تنظیموں کے سوا اور کوئی ایسی قوت نہیں جو افغانستان میں ایک فیصلہ کرے۔

س ۔ ہمیں افغانستان کے عوام کے ارادوں کو دیکھنا چاہیئے کہ افغانستان کی اکثریت کیا چاہتی ہے؟ ڈیموکریٹک کو چاہتے ہیں یا مولوی کو۔ اخوان کو چاہتے ہیں یا کسی اور کو، ظاہر شاہ کو چاہتے ہیں یا ان سات تنظیموں کو یا جس کو بھی چاہتے ہیں یہ عوام فیصلہ کریں گے۔

مولانا سمیع الحق ۔ لیکن یہ اس صورت میں جب کہ عبوری حکومت کو عملی شکل میں تسلیم کر لیا جائے اور عبوری حکومت کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ یہ فیصلہ کیا جائے کہ عبوری حکومت کی نگرانی میں آزادانہ انتخابات کرائے جائیں۔

س ۔ کونسی عبوری حکومت؟

مولانا سمیع الحق ۔ یہ موجودہ عبوری حکومت کا ڈھانچہ جو قائم ہے کہ ان مجاہدین نے ملک کو آزاد کرایا ہے۔

س ۔ ملک تو آزاد کرایا ہے لیکن لوگ کہتے ہیں کہ یہ پاکستان نے حکومت بنائی ہے۔

مولانا سمیع الحق ۔ یہ تو سامراج کا پروپیگنڈہ ہے ان کے مجاہدین نے ملک آزاد کرایا ہے ان کے

مہاجرین نے قربانیاں دی ہیں۔

س ـــــ ۔مجاہدین تو افغانستان کے لوگ ہیں نا ؟

مولانا سمیع الحق ۔ جی بالکل افغانستان ہی کے لوگ ہیں ۔
پاکستان اس مسئلہ میں کسی قسم کا فریق نہیں ہے پاکستان نے تو مہاجرین کو پناہ دی ہے جو کہ ایک اسلامی فریضہ ہے ۔

س ـــــ ۔اکثر لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ایسی شرائط طے پا جائیں کہ ایک عبوری حکومت قائم ہو جائے جس میں افغانستان کے عوام بھی ہوں۔ ساتوں تنظیموں کے نمائندے بھی اس میں شامل ہوں ۔ ظاہر شاہ اور دوسرے لوگ بھی اس میں ہوں ۔ پھر انتخابات کرائے جائیں آپ اس سوچ کے ہم خیال نہیں ؟

مولانا سمیع الحق ۔ ہم تو کہتے ہیں کہ اگر ظاہر شاہ واپس آجائے تو یہ لوگ جنہوں نے جہاد کیا ہے اور ملک کو آزاد کرایا ہے ۔ اور بہت بڑی قربانیاں دی ہیں جس شخص کے ہاتھوں اتنا بڑا طوفان ، بربادی و تباہی آئی ہے اب یہ لوگ کیسے برداشت کریں گے کہ ظاہر شاہ کو ان پر مسلط کر دیا جائے ۔ لہذا بغاوتیں ہوں گی جنگ ہو گی اور خانہ جنگی کا سلسلہ جاری رہے گا ۔ امن کی کوئی صورت میرے خیال میں قائم نہ ہو سکے گی ۔

س ـــــ ۔جن لوگوں نے افغانستان میں سروے کیا ہے اُن کا کہنا ہے کہ پچاسی فیصد (۸۵٪) لوگ ظاہر شاہ کے حمائتی ہیں اور جو لوگ لڑ رہے ہیں اور اپنی جان و اولاد کو قربان کر رہے ہیں وہی لوگ ظاہر شاہ کو چاہتے ہیں ۔

مولانا سمیع الحق ۔ میرا خیال ہے کہ روس نجیب اللہ کے ذریعے اپنا مقصد حاصل کرنا چاہتا تھا ۔ اب امریکہ چاہتا ہے کہ میں اس کی جگہ لے لوں اور ظاہر شاہ کے ذریعے اپنے مقاصد حاصل کروں اور افغانستان کو اپنی گرفت اور کنٹرول میں رکھوں ۔

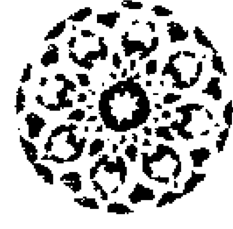
س ـــــ ۔مولانا صاحب بات ایسی نہیں ۔ ظاہر شاہ تو روم میں بیٹھا ہوا ہے اور امریکہ کا پیسہ ، اسلحہ

اور ڈالر تو یہاں آتے ہیں اور تنظیموں کو دئے جاتے ہیں اور ظاہر شاہ کو کوئی نہیں دیتا ۔

مولانا سمیع الحق ۔ اصل میں یہ عظیم بحران جو افغانستان میں آیا ہے اور ظاہر شاہ اطمینان سے روم میں بیٹھا رہا ، یہی اس کا بہت بڑا جرم ہے کہ اس کا ملک جل رہا تھا ، تباہ ہو رہا تھا اور اس نے اس میں کچھ حصہ نہ لیا ۔

س ۔ اس نے چار دفعہ پاکستان سے اجازت مانگی کہ پاکستان آئے ۔ لیکن ضیاء الحق نے اس کو اجازت نہ دی کہ پاکستان آئے اور جہاد میں حصہ لے ۔

مولانا سمیع الحق ۔ بہرحال اس کی ذمہ داری تھی کہ افغانستان پہنچتا اور وہاں موثر کردار ادا کرتا ۔



افغانستان اور بھارت کے متعلق تبدیل پذیر خارجہ پالیسی ملک و ملت کے لئے مہلک ہے

افغان جہاد

بھارت کی بالادستی

شمالی علاقہ جات

۲۳ مئی ۱۹۸۹ء کو سینٹ میں خارجہ امور پر بحث کے دوران مولانا سمیع الحق مدظلہ نے مختصر خطاب میں بعض اہم مسائل پر روشنی ڈالی جو سینٹ کے ضبط کردہ شکل میں پیش خدمت ہے (ادارہ)

مولانا سمیع الحق۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک بہت اہم مسئلے پر ایوان میں اظہار خیال ہو رہا ہے اور ہم آپس میں تو یہ سب کچھ کہتے رہتے ہیں۔ اصل مقصد یہی تھا کہ حکومت کی ہائی کمان تک ہماری باتیں اور گذارشات پہنچ جائیں۔ اور چاہیے یہ تھا کہ وزیر اعظم صاحبہ جو اس وقت بعض پالیسیوں میں تبدیلی رونما ہونے والی ہے یا ہو رہی ہے خود وزیر اعظم صاحبہ اس ایوان میں موجود رہتیں اور خارجہ پالیسی کے بارے میں ایوان کے ارکان کے خیالات سنتیں۔ مگر بدقسمتی سے معلوم نہیں ہے کیوں اس ایوان

سے ان کو الرجی ہے کہ وہ سوائے چارمنٹ کے اب تک ان چھ سات مہینوں میں اس ایوان میں تشریف نہیں لا سکیں۔ تو یہ براہ راست ان کے سننے کی باتیں تھیں دوسرے مرحلے پر آپ نے بہت سوچ بچار کے بعد یہ دن طے کیا تھا۔ تقریباً آدھ گھنٹہ اس پر گفتگو رہی تھی کہ وزیر خارجہ صاحب کب دستیاب ہوں گے۔ تو جناب وزیر خارجہ تشریف لے آتے لیکن وہ ایوان میں ہمارے خیالات سننے کے لئے موجود نہیں ہیں نہ ان کے جو نمائندہ ہیں جو آپ فرماتے ہیں کہ وہ نوٹ لکھیں گے۔ وہ بھی کچھ وہیں ایسے خاموش گپ شپ لگا رہے تھے پھر چلے گئے۔

جناب چیئرمین ۔ نہیں نہیں نمائندے موجود ہیں۔

مولانا سمیع الحق ۔ تو یہ ایک عجیب صورت حال ہے، میں سمجھتا ہوں کہ صاحب زادہ یعقوب صاحب کو جان بوجھ کر بالکل لاتعلق رکھا جا رہا ہے اور وہ ایوان میں بھی آج اس لئے نہیں ہیں کہ وہ ہمارے خیالات نہ سن سکیں اور ہمیں یہی محسوس ہو رہا تھا۔

جناب چیئرمین ۔ ڈاکٹر صاحب نوٹس لے رہے ہیں اور ان کو پہنچا دیں گے۔

مولانا سمیع الحق ۔ بہرحال ہم پہلے بھی محسوس کرتے تھے کہ جناب وزیر خارجہ صاحب کو خارجہ پالیسی سے بالکل الگ تھلگ رکھا جا رہا ہے اور اس کا زندہ ثبوت یہ ہے کہ آج اس بحث کو سننے کے لئے بھی ان کو وقت نہیں مل سکا ہے۔ وہ کابینہ کی میٹنگ میں بڑا اہم مسئلہ ہو گا مگر میرے خیال میں قوم کی سالمیت اور ملکی دفاع کے تقاضے ملک کو درپیش ہیں۔ تو یہاں ان کو بہرحال موجود رہنا چاہیئے تھا۔

مسئلہ افغانستان اور جنیوا معاہدہ کے نتائج | اس وقت اہم ترین مسئلہ جو فوری طور پر توجہ طلب ہے وہ افغانستان کا ہے

اس پر میں چند منٹ گذارش کروں گا۔

جناب والا! ہم نے بڑے اخلاص سے، بڑی دلسوزی سے جنیوا معاہدہ کے وقت یہ سارے خدشات ظاہر کئے تھے اور ہم نے پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں بھی جنیوا معاہدہ کی شدید مخالفت کی تھی ہم نے کہا تھا کہ بلا وجہ آپ اپنے آپ کو ایک فریق اور جارح بنا رہے ہیں جب کہ پاکستان اس مسئلے میں فریق نہیں تھا۔ یہ روس اور مجاہدین کا مسئلہ تھا یا نجیب اللہ اور مجاہدین کا مسئلہ تھا لیکن پاکستان نے اپنے آپ کو فریق بنا لیا اور روس کو جج تسلیم کر لیا، جارح کو منصف کا مقام دے دیا۔ پھر ہم نے کہا کہ اس جنیوا معاہدے سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہو گا اور مہاجرین واپس نہیں جائیں گے۔ اور جنگ کا سلسلہ بدستور جاری رہے گا۔ وہ ساری صورتِ حال ہو بہو سامنے آ گئی۔ روس نے بظاہر بوریا بستر لپیٹ لیا اس نے دنیا میں نیک نامی تو حاصل کر لی لیکن وہ اپنی پوری قوت اور رشد و مدد اور اسلحہ کے ساتھ اب بھی افغانستان میں موجود ہے اور اس لڑائی اور جنگ و جدال کی ذمہ داری وہ پاکستان کے سر مونڈھ رہا ہے۔ اور دنیا بھر میں ایک واویلا مچا ہوا ہے کہ پاکستان جارحیت کر رہا ہے ــــ تو ہم نے جو خدشات ظاہر کئے تھے وہ من و عن ثابت ہو رہے ہیں۔ ہم ۵۰ لاکھ یا ۳۰ لاکھ مہاجرین کو ان حالات میں یہاں سے اٹھا کر افغانستان میں پھینک تو نہیں سکتے نہ ہم مجاہدین سے اپنی مرضی منوا سکتے ہیں کہ وہ جیتی ہوئی جنگ ہار دیں۔ اور اپنے گھروں میں بیٹھ جائیں اور جہاد ختم کر دیں۔ اس صورتِ حال میں معاہدہ جنیوا کی وجہ سے ہمارے ہاتھ باندھے ہوئے ہیں۔

مجاہدین سے غداری کی پالیسی ۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہم نے موجودہ صورتِ حال میں جو فتح حاصل کی تھی اس فتح کو شکست میں تبدیل کرنے کی پالیسی پہ

گامزن ہیں: یہ صرف اس ملک کے ساتھ نہیں بلکہ تاریخ کی دی گئی عظیم ترین قربانیوں کے ساتھ غداری ہوگی کہ ہم نے پہلے تو مجاہدین کی نصرت کی، انصار کے جذبے کا مظاہرہ کیا اور پاکستان نے تاریخ میں ایک بے مثال کردار ادا کیا آزادی کے لیے جنگ لڑنے والی ایک مظلوم قوم کے لیے۔ لیکن عین وقت پر جب وہ منزل مقصود پہ پہنچنے کے قریب ہوگئے ہم نے ان کے پاؤں میں بیڑیاں ڈالنے کی پالیسی اختیار کر لی ہے۔ اب جو صورت حال سامنے آرہی ہے اور ہماری تبدیل شدہ پالیسی کو بھارت بھی تحسین کی نظر سے دیکھ رہا ہے اور امریکہ بھی اس کی تعریف کر رہا ہے۔ یہ سب کچھ بے وجہ نہیں ہے۔ کل "ٹائمز آف انڈیا" نے تفصیل سے ایک اداریہ لکھا ہے کہ:۔

"اب افغانستان کے سلسلے میں موجودہ حکومت کی پالیسیاں بہت بہتر ہوتی جا رہی ہیں اور ہم توقع رکھتے ہیں کہ پاکستان کی پالیسی حقیقت پسندی کی طرف جا رہی ہے" اور امریکی سفیر نے بھی یہی الفاظ لکھے کہ "بے نظیر کی پالیسیاں افغانستان کے سلسلے میں بہتر ہوتی جا رہی ہیں"

ان سب باتوں کی وجہ یہ ہے کہ اس آخری مرحلے پر روس، امریکہ اور بھارت تینوں اس پر متفق ہیں کہ افغانستان میں جیتی ہوئی جنگ سے اسلامی قوتوں کو کہیں فائدہ نہ پہنچے۔ وہاں مجاہدین کی حکومت قائم نہ ہو۔ امریکہ کی دلچسپی صرف روس کے واپس جانے اور پسپا کرنے سے تھی اور بظاہر روس چلا گیا۔ اور اب امریکہ نہیں چاہتا کہ وہاں مجاہدین کی حکومت یا ایسی حکومت جو مستحکم حکومت اسلام کی بنیادوں پر قائم ہوگی۔ علی الاعلان یہ شواہد اور ثبوت موجود ہیں کہ امریکہ اس کی راہ میں رکاوٹ بن رہا ہے۔ روس کے ساتھ اس معاملے میں وہ مفاہمت کر چکا ہے۔ ٹھیک آپ (روس) چلے جائیں لیکن ان (مجاہدین) کے قدم ہم نہیں جمنے دیں گے ـــ

اور جب مجاہدین کی اسلامی حکومت قائم ہو گی تو وہ پاکستان کی مغربی سرحد کے لیے ایک آہنی اور فولادی حصار ثابت ہو گی۔ اور پاکستان کو ان مجاہدین اور ان کی حکومت کی وجہ سے مغربی سمت سے کوئی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکے گا۔ نورا جیو گاندھی اس چیز کو سمجھ چکا ہے۔ اب وہ ہر حالت میں چاہتا ہے کہ یہ آہنی اور فولادی حصار مغرب میں پاکستان کو مہیا نہ ہو۔

وسیع تر حکومت کی سازش کیوں؟ اور جو روس کے گماشتے ہیں اور سامراجی ہیں ان کو کسی نہ کسی طرح حکومت میں شریک کرایا جائے۔ اور وسیع تر حکومت کی بات کل بھی وزیر خارجہ صاحب نے فرمائی تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ مسئلہ افغانستان کا اندرونی ہے۔ ہم کون ہوتے ہیں کہ یہاں سے ان کے بارے میں فیصلے کریں کہ ان کو وسیع تر حکومت بنانی چاہیے۔ افغانستان روس نے چھین لیا تھا اور سامراج نے اس پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور اپنے ایجنٹوں کو اس نے ٹینکوں پر بیٹھا کر افغانستان میں بھیجا مگر مجاہدین ڈٹ گئے اور ایمان کی قوت سے انہوں نے افغانستان کو چھڑایا اور روس کو ذلیل کر کے پسپا کیا۔

اب جن لوگوں نے روس کی خاطر ۱۶ لاکھ افراد کو قتل کیا۔ ۵۰ لاکھ افراد کو ملک سے باہر پھینکا اور سارے ملک کو تہس نہس کر کے رکھ دیا۔ اب ان قاتلوں کے بارے میں ہمیں فکر ہے کہ ان کو بھی جہاد کے مالِ غنیمت میں حصہ ملے۔ قاتل کو ہم حصہ دینے پر تلے ہوئے ہیں جب کہ وسیع تر حکومت کا مقصد یہی ہے کہ کسی طرح روس کے ایجنٹوں کو بھی اس میں یا جو روس کے زمانے میں جہاد سے بھاگے یا جو بھگوڑے تھے اور باہر یورپ وغیرہ بھاگ چکے تھے ان کو بھی لا کر مجاہدین کے ساتھ بٹھایا جائے۔ وہ قاتل بھی مقتولوں کے ساتھ اور ۱۶ لاکھ افراد کو قتل کرنے والے بھی مظلوموں کے ساتھ اس میں شریک ہو جائیں ——— تو ہم کون ہوتے ہیں کہ ان کے

بارے میں فیصلہ کریں یہ فیصلہ ہم مجاہدین کا کیوں نہیں مانتے؟

عبوری حکومت تسلیم کرنے میں پس و پیش

ہم پہلے مختلف رکاوٹیں ڈال رہے تھے، پھر دنیا میں یہ مسئلہ اٹھایا کہ افغان مجاہدین کسی عبوری حکومت پر متفق نہیں ہیں۔ وہ عبوری حکومت بنا ہی نہیں سکتے۔ مگر انہوں نے تمام سازشوں کو ناکام بنا کر کن کن مشکلات سے گذر کر (مجھے اس کا اندرونی پتہ ہے) کہ وہ ایک کمرے میں بیٹھ کر سارے اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر ایک ڈھانچہ تشکیل دینے پر متفق ہو گئے۔ انہوں نے دنیا کا سارا پروپیگنڈہ ختم کرا دیا کہ ہم متفق نہیں ہو سکتے۔ انہوں نے عبوری حکومت قائم بھی کر لی۔ اب ہم مسائل پیدا کر رہے ہیں کہ دنیا اس کو تسلیم کرے گی نہیں۔ چاہئے تو یہ تھا کہ دنیا تسلیم کرتی یا نہ کرتی جس جذبے سے ہم نے آٹھ سال ان سے تعاون کیا۔ ان کو پناہ دی اور اس جنگ کو آزادی کی جنگ کو پاکستان کو سرخرو کر دیا۔ ساری اقوام عالم سے ہم نے تائید حاصل کی۔ پہلے ہی دن ہم اسے تسلیم کر لیتے دنیا ہمارا انتظار کر رہی تھی کہ یہ تسلیم کریں گے۔ جب گھر کا معاملہ ان کا ہے جب یہ تسلیم نہیں کرتے تو ہمیں کیا پڑی ہے اور یہ پالیسی اگر تبدیل نہ ہو چکی ہوتی اور ضیاء الحق مرحوم اگر زندہ ہوتے تو میرے خیال میں پہلے ہی دن یہاں سے آواز آتی۔ مجھے پریشانی تھی وہاں علماء آئے ہوئے تھے۔ سعودی عرب کے بہت ممتاز علماء وہ ہمارے ہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ بڑے اونچے طبقے کے وہ لوگ ہیں اور اتفاقاً ان کو ٹیلیفون آیا، سعودی عرب سے تین بجے اعلان ہو گیا کہ سعودی حکومت نے افغان عبوری کو تسلیم کر لیا ہے۔ تو خوش ہونے کی بجائے انہوں نے إنا للہ وإنا إلیہ راجعون کہا۔ میں نے پوچھا کیوں؟ انہوں نے کہا ہم یہ اعزاز پاکستان کا دیکھنا چاہتے تھے ہمیں دکھ ہے کہ پاکستان پہلے نمبر پر نہ آیا۔ ہمارے ملک نے یہ تسلیم کر لیا تھا کہ یہ مسئلہ پاکستان کا ہے پھر دوسرے

ون بحرین نے بھی تسلیم کر لیا۔ سوڈان اور ملائشیا نے بھی تسلیم کر لیا۔ اسلامی تنظیم نے بھی ان کو سیٹ دے دی۔ لیکن ہم ہیں کہ اب جلال آباد کو اچھالنے لگے ہیں ۸۵ فیصد علاقے پر ان کا قبضہ ہے۔ عملاً مکمل قبضہ ہے سوائے چند شہروں کے۔ جب کہ چھ چھ سات سات مہینے ان کے پہلے بھی محاصرے رہے ہیں۔ ایسا نہیں ہے۔ خوست کے محاذ پر کئی کئی مہینے ڈٹے رہے بالآخر کامیابی ان کو حاصل ہوئی۔ کچھ ایسے عوامل آئے ہیں کہ روس جلال آباد کے مسئلے کو بڑھا چڑھا کر پیش کر رہا ہے اور اس کے سیاسی مقاصد ہیں کہ لوگ کہتے تھے کہ میں (روس) وہاں تھا اب تو میں نہیں ہوں۔ یہ ساری مصیبت ان کی اپنی ہے۔ وہ سیاسی سٹنٹ بنا کر اس مسئلے کو پیش کر رہا ہے وہ ایک معمول کی لڑائی ہے اور پورے افغانستان کے محاذوں پر جنگ جاری ہے لیکن ہم کہتے ہیں جب یہ فتح ہوگا تب تسلیم کریں گے۔ پھر کہیں گے کہ کابل فتح ہوگا تب تسلیم کریں گے حالانکہ یاسر عرفات تو مراکش میں بیٹھا ہوا ہے۔ یہ اچھی بات ہے کہ ہم نے اس کی ہوائی حکومت تسلیم کر لی۔ ہم فلسطین سے ہزاروں میل دور اس کی حکومت کو تسلیم کر سکتے ہیں (جبکہ) فلسطین کی ایک انچ زمین پہ ان کا قبضہ نہیں ہے ان کی حکومت نہیں ہے۔ لیکن افغان عبوری حکومت کے لئے ہم کہتے ہیں کہ وہ پورا قبضہ حاصل کریں گے تب تسلیم کریں گے۔

سوال یہ ہے کہ پھر آپ کے تسلیم کرنے کی کیا ضرورت ہوگی۔ اب بھی مجاہدین کہتے ہیں، اس کے صدر نے مجھے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ ہمیں تسلیم کر چکا ہے تو ہمیں کسی کے تسلیم نہ کرنے کی کیا پرواہ ہے۔ اللہ تعالیٰ روس کو ذلیل کرا کے ان کو تسلیم کر چکا ہے۔

تو میری گذارش یہ ہے کہ کل وزیر خارجہ صاحب نے یہ کہا کہ وقت کا انتظار کرنا چاہئے۔ میں کہتا ہوں کہ وقت، حالات بگاڑ بھی سکتا ہے یہ جتنی قربانیاں

ہم نے دی ہیں یہ ضائع بھی کی جاسکتی ہیں۔ پھر ہم کفِ افسوس ملتے رہیں گے پھر انہوں نے یہ اشارہ بھی کیا کہ پاکستان اور افغانستان کے تعلقات مستحکم ہو جائیں گے۔ تو کیا ہم نے نجیب اللہ گورنمنٹ کو تسلیم کر لیا ہے؟

تو ایک تو اس حکومت کو فوری تسلیم کرنا چاہیئے، اگر تسلیم نہ کیا گیا تو اس میں نقصان یہ ہوگا کہ ہمیں بہت بڑی ہمدردیاں افغان قوم اور مجاہدین کی حاصل ہوئی ہیں۔ ایک لازوال رشتہ میں ایک دوسرے سے وابستہ ہو چکے ہیں۔ اتنی عظیم قربانیوں سے یہ محبت اور یہ تعلق جو ہے وہ موجودہ پالیسیوں کی وجہ سے کہیں نفرت میں تبدیل نہ ہو جائے۔ جو قوت ہمیں حاصل ہو چکی ہے وہ ہم گنوا نہ بیٹھیں۔

غیر منصفانہ پالیسی۔ اور اسی پالیسی کا عجیب مظاہرہ ہے۔ ہم نے پاک افغان سرحد پر تو امن چوکیاں قائم کرلیں یہ کتنا ظالمانہ اور یک طرفہ فیصلہ ہے ہم نے پاکستان کی افغانستان سے جہاں سرحدات ملتی ہیں وہاں اقوامِ متحدہ کی امن چوکیاں قائم کرلی ہیں جب کہ ہم اور وہ دو دوست تھے۔ لیکن روس کے ساتھ جو سرحدات ملی ہوئی ہیں وہاں کوئی امن چوکی قائم نہیں ہے۔ وہاں سے تو دھڑا دھڑ اسلحہ کے کنوائے آرہے ہیں۔ دریائے آمو کے ساتھ ایک بندرگاہ ہے کہتے ہیں کہ دن رات اس پر اسلحہ کے کنوائے آرہے ہیں اور کابل ایئرپورٹ پر روزانہ اسلحے کے بھرے ہوئے جہاز اتر رہے ہیں۔ لیکن وہ سرحد بالکل کھلی ہوئی چھوڑ دی گئی ہے۔ جو دو دشمنوں کے درمیان سرحد ہے وہاں تو امن کی ضرورت نہیں ہے اور دو دوستوں کے درمیان امن چوکیاں قائم کرنا اس کا تو مطلب یہ ہے کہ ہم نے مجاہدین کی پیٹھ میں چھرا گھونپ دیا ہے کہ وہ نہ آجا بھی نہیں سکیں گے۔ اور وہ کوئی اسلحہ وغیرہ بھی نہیں لے جاسکیں گے، تو پھر

واضح اعلان کر دیجئے، مجاہدین کو اٹھا کر ان کے ملک میں پھینک دیجئے، میرے خیال میں اتنی زمین ان کی وہاں بھی ہے۔

تو یہ صورت حال میں جو بالکل تبدیلی رونما ہونے والی ہے اس کا نوٹس لینا چاہیئے اور یہ پالیسی تبدیل نہیں ہونی چاہئے۔

بھارت کی بالادستی۔ جناب والا! میری دوسری گذارش یہ تھی کہ یہاں عالمی طور پر محسوس ہو رہا ہے کہ بھارت کی بالادستی کے منصوبے جو ہیں وہ پورے کئے جا رہے ہیں۔ موجودہ تبدیلی کو بھی ہم اس منصوبہ کا حصّہ سمجھتے ہیں کہ پاکستان کو بھارت کا مکمل زیردست بنایا جائے۔ ابھی ہمیں کل صاحب زادہ صاحب نے مژدہ سنایا تھا کہ راجیو گاندھی اور بے نظیر کے درمیان سارک کے موقع پر مفید مشورے ہوئے تھے۔ لیکن یہ مفید مشورے قوم کے بار بار مطالبہ کے باوجود نہ ایوان کے سامنے رکھے اور نہ ان کو قوم کے سامنے رکھا نہ تفصیل کے ساتھ صاحب زادہ نے اس پر روشنی ڈالی۔ سارک میں ہم اس کے لئے لگے ہوئے ہیں۔ ہندوستان نے سری لنکا اور مالدیپ میں مداخلت کی اور ہم خاموش رہے اب وہ نیپال کو سزا دے رہا ہے۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے کہ جیسے کسی ایک شخص کی جان خطرے میں ہو اور اس کو ایک ریوالور کی ضرورت ہو، لیکن اس کو ریوالور بھی نہ دیا جائے۔۔ بھارت اُس کو اس بات کی سزا دے رہا ہے کہ تم نے ریوالور کیوں مانگا ہے، تمہیں ریوالور کی کیا ضرورت ہے؟ تمہیں اپنے جان و مال کا تحفظ پہلے کس نے دیا ہے؟

تو میں عرض کرتا ہوں کہ سارک کس مرض کی دوا ہے؟ ان امور پر پاکستان کیوں خاموش ہے۔ یہ سارک اگر شارک مچھلی ہے تو اس پر لعنت بھیجنا چاہیئے۔ اس سے الگ ہونا چاہئے۔ صرف جلسوں، استقبالیوں اور انتظامات کے لئے ہی سارک

بنی ہوئی ہے۔

شمالی علاقہ جات - جناب والا! پاکستان کے شمالی علاقہ جات جو ہیں اُن پر بھی خطرات کے سائے منڈلا رہے ہیں اور بیرونی قوتیں وہاں اپنے مقاصد کے لئے شمالی علاقہ جات کو الگ تھلگ کرنے کے منصوبے بنا رہی ہیں - یہ منصوبے پاکستان کے لئے نہایت ہی خطرناک ہیں - اگر اس کو ایک الگ صوبے کی شکل دی گئی تو کشمیر کا مسئلہ بالکل ختم ہو جائے گا - اور آئندہ اسی صوبے کو جس طرح بنگلہ دیش کی صورت میں مشرقی پاکستان کو الگ کیا گیا - اسی طرح اسے بھی الگ کر کے فرقہ وارانہ بھٹی میں جھونک دیا جائے گا - اور وہاں لبنان جیسی کیفیت مستقل جاری رہے گی - بعض عالمی قوتیں ایک ایسے علاقے میں جو پانچ بین الملکتی سرحدات سے ملا ہوا ہے - یہ کہ بھارت سے چین سے، روس سے، افغانستان سے اور پاکستان سے، وہاں پھر ایک ایسی چیز بن جائے گی جیسے اسرائیل عالم عرب کے لئے ناسور بنا ہوا ہے - یہ الگ تھلگ صوبے کی آواز بظاہر تو حقوق کی آواز ہے - لیکن یہ ہے بڑی خطرناک آواز - ہم چار پانچ سال سے اس طرف توجہ دلا رہے ہیں کہ ایسی سازشیں تیار ہو رہی ہیں -

جناب والا - جہاں تک حقوق کا مسئلہ ہے اس سلسلے میں عرض ہے کہ شمالی علاقہ جات کے لوگوں کا حق متعین ہونا چاہیئے - جب وہ آزاد کشمیر کا جغرافیائی آئینی اور تاریخی حصہ ہے تو ان کو باقاعدہ آزاد کشمیر اسمبلی میں فوراً نمائندگی دینی چاہیئے اس کے ہائیکورٹ اور سپریم کورٹ سے فوراً ان کو وابستہ کرنا چاہیئے تاکہ وہ اپنے حقوق کے لئے لڑ سکیں -

ایٹمی پروگرام - جناب والا! ایٹمی پروگرام کے بارے میں موجودہ حکومت کے برسر اقتدار آنے کے بعد کچھ عجیب باتیں سامنے آ رہی ہیں - بعض ذمہ دار لوگوں نے

کہا تھا کہ ایٹمی پروگرام کا سلسلہ روک دیا گیا ہے اس کی پوری وضاحت قوم کے سامنے ہونی چاہیئے۔ کہ کیا واقعی ایٹمی پروگرام کا سلسلہ روک دیا گیا ہے اور وہاں کام ختم کرا دیا گیا ہے۔ اس کے بارے میں واضح کوئی چیز ہمارے سامنے نہیں آئی۔ ہماری گذارش ہے کہ ہمیں ہر حال میں اپنے ایٹمی پروگرام کو جاری رکھنا چاہیئے یہ انرجی کا پروگرام اس دباؤ میں نہ ہوتا۔ ہم روس، امریکہ اور بھارت کے دباؤ میں نہ آئے ہوتے تو آج نہ لو ڈشیڈنگ ہوتی اور نہ یہ مشکلات ہوتیں۔ اگر ہم نے ایٹمی انرجی حاصل نہ کی تو شاید ہم دو تین صدیاں پیچھے چلے جائیں گے اور دنیا کی دوڑ کے ساتھ ہم بالکل شریک نہیں ہو سکیں گے ؎



جہادِ افغانستان

اور

عالمِ اسلام کی ذمہ داریاں

"افغانستان میں پکتیا کے محاذ پر دارالعلوم حقانیہ کے جو فضلاء روسی دشمن سے برسرِ پیکار ہیں اور اپنی بہادری، شجاعت، ایثار اور قربانی میں قرونِ اولیٰ کی یاد کرتے ہیں اور اپنے بے داغ کردار، استقلال و استقامت پر پوری دنیا میں عالمی اشاعتی و نشریاتی اداروں سے زبردست خراجِ تحسین حاصل کر چکے ہیں۔

ان میں سرِفہرست مولانا جلال الدین حقانی، مولانا احمد گل حقانی، مولانا فتح اللہ حقانی، مولانا ابراہیم حقانی کے اسماء گرامی بطور مثال لیے جا سکتے ہیں۔ اس محاذ کی اصل کمانڈ مولانا جلال الدین حقانی کے ہاتھ میں ہے۔ مولانا محمد ابراہیم حقانی، مولانا احمد گل حقانی اور مولانا فتح اللہ حقانی اُن کے نائبین، معتمد اور قریب ترین ساتھی ہیں۔ یہ سب دارالعلوم حقانیہ کے فاضل اور شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے قریب ترین تلامذہ اور خصوصی تعلق والے ہیں اور تعلیمی دور میں سات آٹھ سال تک دارالعلوم کے اساتذہ اور حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے زیرِ تربیت زندگی کا ایک طویل عرصہ گذار چکے ہیں۔

گذشتہ جمعہ ستمبر ۱۹۸۵ء کو اس محاذ کے عظیم راہنما مولانا احمد گل حقانی اور اوران کے ساتھ دارالعلوم کے دوسرے فضلاء اور رفقاء روس کے حالیہ ظالمانہ سفاکانہ اور سب سے بڑے حملے کے مقابلے میں استقامت، پامردی اور شجاعت

سے لڑتے ہوئے شہید ہوگئے۔ اور جمعہ ۱۳ ستمبر ہی کو اسی محاذ کے دوسرے کمانڈر دارالعلوم کے فاضل مولانا فتح اللہ (یہ ان کے جہاد کا نام ہے جبکہ اصل نام مولانا حبیب الرحمن ہے) محاذِ جنگ پر دادِ شجاعت دیتے اپنے رفقاء کے ساتھ اپنے خدا کے حضور جانوں کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ دونوں موقعوں پر ہر دو حضرات کی شہادت کی اطلاع سے دارالعلوم میں رنج وغم کی لہر دوڑ گئی۔

دونوں مرتبہ جامع مسجد دارالعلوم حقانیہ میں تعزیتی اجلاس منعقد ہوئے جس میں طلبہ اور اساتذہ نے شہداء کی روح کو ایصالِ ثواب کے لیے قرآن خوانی کی اور مجاہدین کی فتح و کامیابی کی دعائیں مانگیں ــــ دونوں تقریبات میں قائد جمعیۃ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے مختصر خطاب بھی فرمایا جو احقر نے اسی وقت قلم بند کر لیا، اب وہی افادۂ عام کے پیشِ نظر نذرِ قارئین ہے۔ (عبدالقیوم حقانی)

۸ ستمبر ۱۹۸۵ء ــــ مولانا احمد گل حقانی کی یاد میں

حضرات اساتذۂ کرام اور عزیز طلبہ! اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل و کرم اور عنایت و توجہ ہے جس نے ہمیں اپنے علوم و معارف قرآن و حدیث اور دینی مدارس سے وابستہ کر دیا ہے۔ اور آج ہم اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر جانیں قربان کر دینے والے افغان مجاہدین و شہداء کے ایصالِ ثواب کے لیے جمع ہوئے ہیں اور اللہ نے یہ احساس بخشا ہے ورنہ اب تو امت پر مجموعی حیثیت سے بڑا زوال اور انحطاط کا دور آیا ہے ــ آج سے ساٹھ ستر سال قبل مسلمانوں کے ہنگامے، ان کے جلوس، ان کی ہڑتالیں، ان کی سیاست اور ان کی ہر قسم کی مساعی مسلمانوں کی فلاح، ان سے ہمدردی و نصرت اور ان کا غم اور پریشانیوں کو دور کرنے کی غرض سے ہوا کرتے تھے۔

مشرق میں جنگ ہوتی تو مغرب کے مسلمان پریشان ہو جاتے اور اگر مغرب

میں کسی مسلمان کو تکلیف پہنچتی تو مشرق کے مسلمان اس کو اپنے دل میں محسوس کرتے، ترکی میں، بلقان میں، افریقہ میں، غرض جہاں کہیں مسلمانوں پر کوئی آفت آئی تو برصغیر میں حساس مسلمان، علماء، قائدین اور سیاستدان بے چین ہوجاتے، اور واقعہ بھی یہ ہے کہ مسلمان حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں جبکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو جسدِ واحد قرار دیا ہے اذا اشتکی بعضہٗ اشتکی کلہ۔ جب جسم کے کسی ایک عضو میں تکلیف ہوتی ہے تو اس سے سارا وجود درد محسوس کرتا ہے، اگر آنکھ میں تکلیف ہوتی ہے تو اس کو سارا جسم محسوس کرتا ہے، جسم کا ہر حصہ دوسرے سے مربوط اور خوشی و مسرت اور دُکھ درد میں شریک ہے۔

مگر اب کے تیس چالیس سال سے میں بڑی تبدیلی محسوس کرتا ہوں، آپ برصغیر کی تاریخ اٹھا کر دیکھیں، تحریک خلافت ہو یا بلقان کی جنگ، ہمارے اسلاف، اکابر علماء دیوبند نے کتنا شاندار کردار ادا کیا۔ ترکی میں خلافت کے زوال کو پوری امت نے اپنا زوال محسوس کیا اور برصغیر میں تحریک خلافت نے مسلمانوں میں ایک ہیجان اور اضطراب پیدا کر دیا تھا، مسلمانوں نے دل کھول کر چندے دیئے اور دل کی انتہاء گہرائیوں سے مسلمان ان کی کامیابی کے لیے خدا کی بارگاہ میں گڑگڑاتے۔

ترکی میں خلافت کے زوال کو پوری امت نے اپنا زوال محسوس کیا

بانی دارالعلوم دیوبند، قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کو دیوبند کے کسی رئیس نے اپنی بیٹی نکاح میں دے دی۔ جب خلوت میں اپنی دُلہن کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ وہ سونے کے زیورات سے اٹی ہوئی ہے، آپ نئی نویلی دُلہن پر توجہ کیے بغیر اسی کمرہ میں اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوئے اور نماز پڑھتے رہے، فارغ ہوئے تو بیوی کے قریب ہو کر اسے یوں تقریر کی کہ دیکھو! تم ایک امیر اور رئیس کی صاحبزادی

ہو اور میں فقیر و غریب اور ایک مسکین انسان ہوں، نکاح کے بعد اب تمہارا اور میرا ایک ساتھ جینا ہوگیا ہے، ہمارا مستقبل ایک دوسرے سے وابستہ ہے مگر یہ نبھاؤ بظاہر مشکل ہوگا کہ تُو امیر ہے اور امیر کی بیٹی ہے میں فقیر ہوں اور فقر کو پسند کرتا ہوں، ہمارا گذارا تب بہتر ہو سکے گا جب دونوں ایک ہو جائیں یا میں امیر بن جاؤں یا تُو فقر اختیار کرے! جہاں میری امارت اور دنیا پسندی کا تعلق ہے وہ تو ناممکن ہے البتہ آپ کو فقر و مسکنت کی راہ اختیار کرنا آسان ہے۔ اب آپ جونسی راہ اختیار کریں گی مستقبل کے لحاظ سے ہمارے تعلق کا اس پر نتیجہ مرتب ہوگا۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ تو

تاریخ میں یہ جنگ بدر و حنین اور احد و احزاب کے مناظر پیش کرتی ہے

فقیر اور زہد اور ورع و تقویٰ کے پہاڑ تھے۔ بیوی نے ان کی تقریر سُنکر بڑی خوشی سے کہہ دیا کہ میں فقر و غربت کی راہ اختیار کرتی ہوں اور میرے سارے زیورات وہ آپ کی ملکیت ہیں اور آپ کو اختیار ہے جہاں اور جیسے استعمال کریں۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے اسی وقت بغیر کسی تاخیر کے اپنی دُلہن سے تمام کے تمام زیورات اتار لیے اور صبح بلقان کی جنگ میں مسلمانوں کی اعانت و نصرت کے لیے چندہ میں داخل کر دیئے۔

آج ہمارے پہلو میں سرحد پر افغانستان کے مسلمانوں کی زبردست جنگ شروع ہے اور میرا شرح صدر ہے کہ تاریخ میں یہ جنگ بدر و حنین اور اُحد و احزاب کے مناظر پیش کرتی ہے۔ وہی معرکہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کو پیش آیا تھا۔ وہاں تو صحابہؓ کے لیے ڈھارس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس موجود تھی، ان کے سامنے وحی کا نزول ہوتا تھا مگر آج تو ۱۴۰۰ سال بعد پھر ایسا معرکۂ کارزار گرم ہوا ہے کہ افغان مجاہدین صحابہؓ کی طرح سر کو ہتھیلی پر رکھ کر میدانِ کارزار میں کود پڑے

ہیں، یہ ان ہی کا زبردست اور مضبوط ایمان ہے کہ نہتّے اور مٹھی بھر اور انگلیوں پر گنی جانے والی تعداد ایک سپر پاور اور روس جیسے درندہ صفت فوجوں کا مقابلہ کر رہے ہیں۔

آج جہادِ افغانستان میں دارالعلوم حقانیہ کا اسّی فیصد حصہ ہے

آج ہمارے قائدین، ہمارے علماء، ہمارے سیاستدان اور لیڈر ادھر سے غافل ہیں۔ ہماری سرحد پر ہمارے مسلمان بھائی، ہماری ملّت کے محافظ مجاہدین، مسلمانانِ افغانستان خاک و خون میں تڑپ رہے ہیں، اُن کی عزتیں لُٹ رہی ہیں، اُن کے بچّے کٹ رہے ہیں، ان کی عصمت دری کی جا رہی ہے، مگر یہ ہیں کہ ٹس سے مَس تک نہیں ہوتے۔

الحمدللہ ثمّ الحمدللہ کہ اللہ پاک نے دارالعلوم حقانیہ کو ہزارہا انعامات سعادتوں سے نوازا ہے۔ مگر سب سے بڑی اور سب سے اہم سعادت یہ ہے کہ آج جہادِ افغانستان میں دارالعلوم حقانیہ کا اسّی فیصد حصہ ہے اور یہ عظیم تاریخی کارنامہ ہے۔ ہر محاذ پر، ہر میدان میں، ہر جماعت میں دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء اور طلبہ کا کردار نمایاں، قائدانہ اور گویا جہاد کی اصل رُوح ہے۔

چند روز قبل ہفت روزہ "تکبیر" کے مدیر اور مشہور صحافی محمد صلاح الدین اپنے ساتھیوں کے جہادِ افغانستان کے مختلف محاذوں پر گئے، اور اپنے رسالہ کا "افغانستان نمبر" نکالا۔ آپ حیران ہوں گے کہ اس "نمبر" میں انہوں نے اپنے تاثرات و مشاہدات میں لکھا ہے کہ وہ محاذ پر دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء کا ولولہ، جذبۂ جہاد اور محاذِ جنگ پر سرفروشانہ کردار دیکھ کر حیرت میں ڈوب کر رہ گئے اور ان کی تحسین و عقیدت میں صفحات کے صفحات لکھ ڈالے۔ مولانا جلال الدین حقانی (فاضل دارالعلوم حقانیہ) مولانا محمد ابراہیم حقانی (فاضل دارالعلوم حقانیہ) اور مولانا احمد گل حقانی (شہید) کو اس دور کا "امام ابنِ تیمیہ، امام السنوسی اور امام شامل" قرار دیا۔

یہ جلال الدین حقانی، یہ محمد ابراہیم حقانی اور احمد گل حقانی وغیرہ کون ہیں ___؟
یہ آپ کے دارالعلوم کے فاضل ہیں ۔ انہوں نے آپ کے ساتھ یہاں دارالعلوم میں زندگی کا طویل حصہ گذارا، ان کی طالب علمی کی زندگی بھی زہد وتقویٰ کا نمونہ اور پاکیزہ زندگی تھی، انہیں مادرِ علمی کا احترام تھا اور اپنے شیخ اور اساتذہ سے بے حد عقیدت تھی۔ اور آج اللہ نے ان کو جہاد وحفاظتِ دین کی کتنی عظمتیں عطا فرمائی ہیں۔ دن کو گھوڑوں کی پیٹھ پر جہاد کرتے ہیں اور رات کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عجز ونیاز اور کامیابی کی دعا کی خاطر جبینِ نیاز جھکاتے ہیں۔

یہ اب جس محاذ پر لڑائی سخت ہوگئی ہے، اور ان آٹھ دس دنوں میں روس نے جو پانچ سالہ تسلط واقتدار اور اس دوران افغان مجاہدین پر حملوں میں یہ سب سے بڑا حملہ کیا ہے اور یہاں اب سخت اور فیصلہ کن جنگ جاری ہے، دونوں طرف زخمیوں سے ہسپتال اٹے پڑے ہیں۔ یہاں بھی دوسرے محاذوں کی طرح دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء پیش پیش ہیں، کمانڈ اور قیادت ان کے ہاتھ میں ہے۔ مولانا جلال الدین حقانی اور مولانا محمد ابراہیم حقانی اسی محاذ پر دشمن کو بارہا دندان شکن شکست دے چکے ہیں اور اب کافی عرصہ سے انہوں نے خوست کی فوجی چھاؤنی کا محاصرہ کر لیا تھا اور دن بدن وہ اپنے گھیرے کو تنگ کیے جا رہے تھے جس سے روسی کارمل حکومت بیحد پریشان ہوگئی تھی اور قریب تھا کہ یہ چھاؤنی مجاہدین کے ہاتھوں فتح ہو جائے۔ روس نے پیش بندی کی خاطر پوری قوت سے اس محاذ کو کچلنے کی خاطر بہت بڑا حملہ کر دیا۔

آج ہم جس غرض سے یہاں جمع ہوئے ہیں وہ مولانا احمد گل حقانی (فاضل دارالعلوم حقانیہ) جو اس محاذ پر مجاہدین کے کمانڈر اور روحِ رواں تھے اور پانچ ہزار مجاہدین کی فوج ان کے زیرِ کمان تھی، روسی دشمن سے زبردست مقابلہ کرتے ہوئے اپنے دوسرے رفقاء اور دارالعلوم کے فضلاء کے ساتھ شہید ہوگئے ہیں اور ان کی نعش کو

میران شاہ لایا گیا ہے۔ آج کے نوائے وقت میں مولانا احمد گل حقانی کی شہادت کی خبر شائع ہوئی ہے۔ مولانا احمد گل حقانی دارالعلوم کے ہونہار اور لائق فاضل تھے، ذہین اور محنتی ہونے کے ساتھ اپنے اساتذہ سے خصوصی تعلق تھا حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کے قریب ترین اساتذہ میں سے تھے، آپ کی مسجد میں بھی رہے۔ شیخ الحدیث مدظلہ کی امامت بھی ان کے ذمہ تھی۔

یہ حقیقت ہے کہ دارالعلوم حقانیہ جہاد کی چھاؤنی ہے۔ دارالعلوم ایک چاردیواری یا مخصوص نصاب تعلیم کا نام نہیں بلکہ وہ ایک عالمی اور بین الاقوامی تحریک ہے جو ہر جگہ اور ہر محاذ پر باطل سے برسرپیکار رہے جن میں سرفہرست اور سب سے زیادہ نمایاں محاذ روس جیسی سپر پاور سے جنگ ہے جس میں دارالعلوم کے فضلاء اور طلباء پیش پیش ہیں۔

عزیز طلبہ! آپ کے سامنے دارالعلوم حقانیہ کے قدیم طلباء اور فضلاء بالخصوص مولانا جلال الدین حقانی اور مولانا احمد گل حقانی کا کردار بطور نمونہ موجود ہے۔ دس فیصد محبت اور اخلاص بھی پیدا ہو جائے تو اللہ پاک سو فیصد کامیابیوں اور کامرانیوں سے نوازتا ہے۔

مولانا احمد گلؒ ایک نیک سیرت، سادہ اور محنتی طالب علم تھے۔ عبادت، ذکر و فکر اور اپنے اسباق پر ان کی پوری توجہ تھی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں جرنیل اور آج اخروی درجات و ترقیات سے نوازا اور شہید بنا دیا۔ آج اپنے پرائے سب انہیں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں اور سب کو اعتراف ہے کہ مولانا احمد گل حقانی اور مولانا محمد ابراہیم حقانی اور مولانا جلال الدین حقانی نے میدانِ کارزار میں محاذِ جنگ پر خالد بن ولیدؓ، حیدر کرارؓ اور ابوعبیدہ بن الجراحؓ کی یاد تازہ کر دی، ان کے ایثار و شجاعت کے نمونے دکھائے۔

علماء اور اہلِ اسلام کا یہ فرض ہے کہ ہمہ تن ادھر متوجہ ہو جائیں۔ نوجوان میدانِ کارزار میں جہاد کریں، اہلِ ثروت ان کی امداد کریں، علماء اس کی تبلیغ کریں اور ضعفاء اور تمام

مسلمان دعا سے ان کی پشت پناہی کریں۔ کیونکہ جہاد کے بھی مختلف درجات ہیں کچھ لوگ میدانِ جنگ میں لڑتے ہیں کچھ اُن کے لیے رسد، خوراک اور تعاون ونصرت کی کوشش کرتے ہیں، کچھ مجاہدین جذبۂ جہاد اور ولولہ پیدا کرتے ہیں، کچھ رائے عامہ کو ہموار کرتے ہیں اور کچھ شب وروز اللہ کی بارگاہ میں گریہ وزاری کر کے ان کی فتحمندی کی دُعائیں کرتے ہیں۔

میں نے شروع میں عرض کیا تھا کہ مسلمان جسدِ واحد ہیں۔ افغان مجاہدین و مہاجرین کی پریشانی ہماری پریشانی ہے۔ اگر ہمارے اندر بے چینی، اضطراب، ہمدردی، فتح ونصرت کے لیے دُعا والحاح اور افغان مجاہدین ومہاجرین کے مسائل سے دلچسپی نہیں ہے تو خطرہ ہے کہ اس عذاب اور ان مصائب کا رُخ اِدھر پھیر دیا جائے۔

ختمِ قرآن پاک کی غرض بھی مولانا احمد گل حقانی اور دارالعلوم کے دوسرے کثیر تعداد میں شہید ہونے والے فضلاء اور طلباء کو ایصالِ ثواب اور ان کے رفعِ درجات کی دعا کرنا ہے، اور یہ کہ باری تعالیٰ اس روسی اژدھے سے افغانستان کو نجات دے اور مسلمانانِ عالم کو اتحاد واتفاق اور فتح ونصرت عطا فرمائے۔

۱۴ ستمبر ۸۵ء بعد از نمازِ عشاء ــــ مولانا فتح اللہ حقانی کی یاد میں

ابھی آپ کو مولانا عبدالقیوم حقانی نے دارالعلوم کے ایک دوسرے روحانی فرزند فاضل مولانا فتح اللہ حقانی کی شہادت کی خبر سنائی اور مجاہدین کی فتح، دُعائیں اور شہداء کے لیے ایصالِ ثواب کی تقریب میں شرکت کا کہا۔ واقعۃً مجاہدین، شہداء بالخصوص ہمارے دارالعلوم کے فضلاء کا ہم پر حق ہے کہ ہم ان کی معاونت، نصرت اور دُعا وایصالِ ثواب کرتے رہیں۔

اِس سے قبل گذشتہ جمعہ کو مولانا احمد گل حقانی شہید ہوئے اور اب ہفتہ بعد مولانا فتح اللہ حقانی کی شہادت کی جانکاہ خبر سن رہے ہیں۔ جہاں تک شہادت کی بات ہے ہمیں اس پر افسوس، ندامت اور اظہارِ غم اور نالہ و ماتم نہیں کرنا چاہیئے، یہ تو اللہ تعالیٰ کا عظیم فضل و کرم اور احسان و عنایت ہے کہ اس بے دینی، بے راہروی اور فتنوں کے دور میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے دارالعلوم کے فضلاء کو جہاد و شہادت کیلئے منتخب فرمایا ہے، یہ فخر اور عزت و افتخار کا مقام ہے کہ آج عالمی پریس اور نشر و اشاعت کے عالمی ادارے ہمارے فضلاء کا نام لیتے ہیں اور ان کے نام کے ساتھ حقانی کی نسبت کا لاحقہ بھی ذکر کرتے ہیں۔ جہاد و شہادت کا عظیم مقام ہے حضرات صحابہؓ کی یہ تمنا ہوا کرتی تھی کاش! جہاد میں شرکت کی سعادت حاصل ہو اور اللہ کی راہ میں شہادت نصیب ہو، ہمارے وجود کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں، ہاتھ پاؤں توڑ دیئے جائیں خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا اس کی تمنا کی کہ کاش میں اللہ کی راہ میں شہید کر دیا جاؤں پھر زندہ کر دیا جاؤں پھر شہید کر دیا جاؤں اور جب تک قیامت قائم نہ ہو یہ سلسلہ جاری رہے۔

سعد بن ابی وقاصؓ ایک جلیل القدر صحابی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں ہیں اولُ من رمٰی فی سبیل اللہ کا شرف ان کو حاصل ہے۔ احادیث میں ان کے بڑے مناقب آئے ہیں۔ عراق، ایران اور عجمی علاقوں کے فاتح ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

احد کے روز میرے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت عبداللہ بن جحشؓ ایک طرف ہو کر فرمانے لگے کہ کل میدانِ کارزار میں جانے سے پہلے خلوص و الحاح سے دعا مانگ لیں، ایک دعا مانگے دوسرا آمین کہے۔ حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ اوّل میں نے دعا مانگی پھر حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے دعا مانگی، اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ فرماتے ہیں عبداللہ بن جحشؓ نے عرض کیا:۔

اللّٰھم ارزقنی غدا رجلاً شدیدًا	اے اللہ! کل میدانِ کارزار میں ایک ایسے

باسه شدیداً حرزه یقاتلنی و اقاتله ثم یقتلنی فیجدع انفی و اذنی فاذا لقیتك تقول یا عبد الله فیما جدع انفك و اذنك فاقول فیك وفی رسولك۔ (او کما قال)

شخص سے میرا سامنا ہو جو گرفت میں مضبوط اور مقابلہ میں توانا و طاقتور ہو، پھر وہ مجھے قتل کر دے، میرا ناک اور کان کاٹ دے میرا مُثلہ کر دے، جب آپ کے ہاں میری حاضری ہو تو آپ مجھ سے دریافت کریں عبد اللہ اکس سلسلہ میں آپ کے ناک اور کان کاٹ دیئے گئے ہیں تو میں عرض کروں یا اللہ! آپ کی اور آپ کے رسولؐ کی محبت میں۔

حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ اللہ پاک نے ان کے دل سے نکلی ہوئی دُعا قبول کر لی اور جب انہیں میدانِ کارزار میں دیکھا تو اُن کے کان اور ناک کاٹ دیئے گئے تھے ـــــ تو صحابہؓ میں شہادت کی تڑپ تھی۔

مولانا احمد گل حقانی کی شرافتیں، اخلاص و محبت اور جذبۂ جہاد، مولانا فتح اللہ حقانی کا اساتذہ سے وابستگی، خلوص و محبت اور ہمارے ہاں یہاں کے اساتذہ کے ساتھ ان کی صحبتیں اور رفاقت ایک ایک چیز اُبھر اُبھر کر سامنے آتی ہے۔

مجھے یاد ہے آج سے سات آٹھ سال قبل جب جہادِ افغانستان کی ابتدا کی جا رہی تھی اور مولانا احمد گل حقانی آئے تو سامنے والی پٹڑی کے اُس پار کھیتوں میں رات گئے تک ٹہلتے ہوئے روسی دشمن سے جہاد اور جنگ کی منصوبہ بندی کرتے، نقشے بناتے، عزائم دہراتے، رُفقاء اور ساتھیوں کی نصرت حاصل کرنے کے خاکے بناتے ـــــ یہ ساری چیزیں مجھے کل کی تازہ بات کی طرح یاد ہیں ـــــ اور گاہے دل میں یہ خیال بھی آتا کہ ہم کیا اور ہماری بساط کیا، روسی طاقت سے کون مقابلہ کرے گا۔

مگر اللہ پاک کو ان خاکوں میں رنگ بھرنا تھا، اس کی قدرت کے سامنے ساری انہونی باتیں ہو کے رہتی ہیں۔ آج مولانا احمد گل حقانی اور مولانا فتح اللہ حقانی کا عظیم تاریخی کردار اُمت کے سامنے ہے۔ بچپن سے اور طالب علمی کے زمانے سے ان کے عزائم یہی تھے یحضرت مصعب بن عمیرؓ والا جذبہ اور اُن کے دل دھڑکنیں قدرت نے انہیں ودیعت کر دی تھیں ؎

فلست ابالی حین اقتل مسلماً

علی ای جنب کان للہ مصرعی

وذلك فی ذات الالہ وان یشاء

یبارك علی اوصال شلو ممزّع

ہمارے ان علماء، دارالعلوم کے فضلاء اور مجاہدین نے ایثار و قربانی کے لازوال نمونے پیش کر دیئے ہیں جس پر صرف دارالعلوم کو نہیں بلکہ پوری ملّتِ مسلمہ کو سرخروئی حاصل ہوئی ہے۔ مولانا فتح اللہ حقانی بھی ایک عجیب و غریب، مخلص وفادار اور دارالعلوم کے لائق فرزند تھے، ہمارے ساتھ تو بے تکلف تھے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے بیحد عشق تھا ہر وقت ان کے ساتھ لگے لپٹے رہتے تھے اور دعائیں حاصل کرتے۔ یہی وجہ تھی کہ اللہ تعالےٰ نے ان کو میدانِ کارزار میں امارت، کمانڈری اور اب شہادت کی خلعت سے سرفراز فرمایا۔

★ "نفاذ شریعت" حکومت اور سیاسی پارٹیوں کی ذمہ داری
★ سانحہ مکۃ المکرمہ
★ امریکی امداد کا تعطل اور تخریب کاریاں

قائد جمعیۃ حضرت مولانا سمیع الحق نے ۱۵ اگست ۱۹۸۷ء کو لاہور میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کیا، اس سے قبل بہ عجلت بعض اہم وقتی اور قومی و ملی مسائل سے متعلق ایک مختصر تحریر بھی لکھی جو پریس کو جاری کر دی گئی۔ ذیل میں وہی تحریر من وعن پیش خدمت ہے!

اس وقت ملک و ملت کو تخریب کاری اور صوبائی عصبیت پر مبنی سازشی تحریکوں اور نظریاتی انتشار، برسراقتدار طبقہ کی قوم سے نفاذ اسلام کے مسئلہ میں کئے گئے وعدوں سے انحراف اور جغرافیائی صورت حال کے عمل میں جو بحران درپیش ہیں، اس کا تقاضا ہے کہ پوری قوم شریعت کے فوری نفاذ پر متفق ہو۔ اس بناء پر لاہور میں منعقد ہونے والی مختلف سیاسی

پارٹیوں کے اجتماع سے ہمارا مطالبہ ہے کہ اس کانفرنس میں نفاذ شریعت کے معاملہ کو اولین اہمیت دی جائے۔ اگر اس اجتماع کی میزبان اور شریک ہونے والی پارٹیوں کے زعماء حکومت سے دوسرے مطالبات کو اپنے اصول کے خلاف نہیں سمجھتے تو انہیں حکومت سے فوری طور پر نفاذ اسلام کے مطالبہ میں بھی پس و پیش نہیں کرنا چاہئے کیونکہ یہ مسئلہ ملک کو درپیش مسائل میں اہم ترین مسئلہ ہے اور کسی سیاسی پارٹی کا اس مسئلہ میں اپنے موقف کو مبہم رکھ کر اس بارہ میں گومگو پالیسی اختیار کرنا پوری قوم کو اندھیرے میں رکھنا ہوگا۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ کل جماعتی کانفرنس کے ڈیکلریشن میں نفاذ اسلام کا واضح طور پر ذکر ہونا چاہئے اور یہ کہ ان پارٹیوں کے نزدیک نفاذ اسلام کے لئے کونسا لائحہ عمل اور طریق کار اختیار کیا جا سکتا ہے۔ جسے یہ لوگ برسر اقتدار آنے کے بعد اپنائیں گے۔ اگر اس کانفرنس نے اس معاملہ میں قوم کی واضح راہ نمائی کی اور نفاذ اسلام کے معاملہ کو اپنا سر فہرست مطالبہ بنایا تو نہ صرف ہماری جماعت بلکہ پوری قوم اس کا خیر مقدم کرے گی اور اگر ان پارٹیوں نے اس مسئلہ سے گریز کیا تو قوم یہ سمجھنے میں حق بجانب ہوگی کہ یہ اجتماع آل پارٹیز کے نام سے اقتدار پسندوں کا ایک ایسا ٹولہ ہے جو جمہوریت کے نام پر قوم کو بے وقوف بنانا چاہتا ہے جس کا نہ کوئی ہدف ہے نہ منشور بلکہ ان کی اکثریت کو قومی، صوبائی، لسانی اور اسلامی مسائل میں مخصوص نظریات سوشلسٹ اور سیکولر خیالات اور لبرل ازم اور لادینیت پر مبنی یکساں اور مخصوص مفادات نے اکٹھا کر دیا ہے۔ ہمارے نزدیک اگر اس بنیادی مسئلہ نفاذ اسلام کو نظر انداز کر دیا گیا تو اس اجتماع کی نہ صرف یہ کہ کوئی افادیت نہیں رہے گی بلکہ آئندہ کے لئے کوئی مؤثر بھرپور عملی لائحہ عمل پیش نہ کرنے کی صورت میں یہ اجتماع قوم میں مزید افتراق و انتشار برپا کرنے کا ذریعہ بنے گا اور قوم میں مایوسی

کی ایک نئی اور تازہ لہر دوڑ جائے گی اور سیاسی قوتوں کے رہے سہے بھرم کو بھی بھول کر آئندہ ۱۹۹۰ء میں ہونے والے انتخابات بھی غیر یقینی بنانے کا ذریعہ بن جائے گا۔ اس وقت سیاسی پارٹیوں کو اگر ملک وملت کی سالمیت فلاح و بہبود عزیز ہے اور وہ اگر ملک کو بحران سے نکالنا چاہتے ہیں اور حکومت وقت کو لگام لگانا چاہتے ہیں تو اس کا ایک حل ہے کہ وہ ہمارے پروگرام نفاذ اسلام اور تحریک نفاذ شریعت اسلامیہ کا کھل کر ساتھ دیں۔ اس جدوجہد میں ہمارے ساتھ شریک ہوں تاکہ ملک حقیقی منزل سے ہمکنار ہو سکے۔

شریعت بل اور نفاذ شریعت کے سلسلہ میں حکومت کی منافقانہ پالیسی نہایت مذمت کی مستحق ہے۔ حکومت قوم کو اس بارہ میں مایوس کر چکی ہے اور اللہ و رسولؐ اور قوم سے کیئے گئے وعدوں سے ایک بار پھر نہایت شدو مد سے غداری کی جا رہی ہے۔ اور خطرہ ہے کہ حکومت سمیت پورے ملک اور قوم کو خداوند تعالیٰ کے عتاب کا نشانہ بننا نہ پڑ جائے۔ حکومت کا کردار نہایت شرمناک ہے۔ اگر وہ شریعت بل کو قابل نفاذ نہیں سمجھتی تو اسے اخلاقی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے مسترد کر دینا چاہیئے۔ جب کہ حکومت کبھی تو اپنا شریعت بل پیش کرنے کا مژدہ سنا رہی ہے اور کبھی "نام نہاد مذاکرات" کا ڈھنڈورہ پیٹ کر قوم کو اندھیرے میں رکھنی ہے جب کہ حکومت نہ تو ایسا کوئی بل پیش کر سکے گی جسے اتفاق سے قبول کر سکے اور نہ اکبر اعظم کے دین الٰہی جیسی کوئی جدوجہد اسلامی معاشرہ میں پذیرائی حاصل کر سکتی ہے۔ حکومت اس سلسلہ میں مذاکرات میں ہرگز سنجیدہ نہیں مگر ہمیں یقین ہے کہ وقت آنے پر پوری قوم قرآن وسنّت کی بالادستی کے لئے ہر طرح قربانی دینے سے دریغ نہیں کرے گی۔ شریعت بل کے

سلسلہ میں قوم نے مسلسل دس سال سے ہر سطح پر ہمارا ساتھ دیا ہے اور ہم اسے سلامِ عقیدت پیش کرتے ہیں۔

حال ہی میں مکہ مکرمہ میں جو المناک سانحہ پیش آیا ہے اس سے پوری ملت کے اتحاد اور مرکزیت کو شدید خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ خداوند تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو امن و آشتی اور سلامتی کا مرکز ٹھہرایا ہے۔ پوری ملت مسلمہ یہاں ایک اہم ترین اسلامی رکن فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے جمع ہوتی ہے۔ خانہ کعبہ مسلم قوم کی فکری، روحانی اور سیاسی و معاشرتی اتحاد و یگانگت کی علامت ہے اگر اسے بھی سیاسی عزائم کی تکمیل کی آماجگاہ بنا دیا گیا تو پوری امت کی چولیں ہل جائیں گی۔ اس لئے حرمین کے تقدس وحفاظت کے خلاف سازشوں کا پورے عالم اسلام کو سختی سے نوٹس لینا چاہیئے۔ یہ پاکستان اور تمام اسلامی ممالک کی مشترکہ ذمہ داری ہے کہ حرمین کے تقدس کو مذموم سیاسی مقاصد کے بھینٹ چڑھانے والوں کا سختی سے محاسبہ کریں اور اس معاملہ میں سعودی عرب سے تعاون کریں۔ اس سلسلہ میں فوری طور پر اسلامی ممالک کا سربراہ اجلاس طلب کیا جانا چاہیئے۔ اگر اس مسئلے کا اہل اسلام نے نوٹس نہ لیا تو تمام مسلمان ایک اہم دینی فریضہ حج وعمرہ کو بھی یکسوئی سے ادا نہ کر سکیں گے۔ نہ طواف میں کسی کی جان محفوظ رہے گی نہ سعی میں۔ اور اس طرح مسلمانوں کی وحدت پارہ پارہ ہو کر رہ جائے گی۔ اس سلسلہ میں پوری قوم بالخصوص جمعیتہ علماء اسلام کا فریضہ ہے کہ وہ حرمین کے تقدس کے لئے بھرپور آواز اٹھائے کانفرنسیں اور سیمینار منعقد ہوں اور حرم شریف کی حرمت میں رخنہ اندازی کرنے والوں کو خبردار کیا جائے۔ جمعیتہ علماء اسلام اس سلسلہ میں بھرپور پروگرام مرتب کر رہی ہے۔ اور دیگر جماعتوں سے بھی رابطہ قائم کیا جا رہا ہے۔

امریکہ اپنی نام نہاد امداد کو جو درحقیقت ایک سودی کاروبار ہے۔ بار بار ایسے قیودات اور شرائط سے مشروط کر رہا ہے جس کا قبول کرنا کسی بھی آزاد اور غیور قوم کو زیب نہیں دیتا۔ حال ہی میں پاکستانی امداد کو معطل کر دینے کا امریکی فیصلہ نہایت مذمت کا مستحق ہے۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ پاکستان کو امریکی دباؤ سے بہرصورت آزاد رکھا جائے اور اس کی ایسی تمام شرائط کو یکسر مسترد کر دیا جائے جس سے ہمارے ملّی تشخص معاشرتی، سماجی، دینی اور سیاسی آزادی پر قدغن لگے۔ اس لئے ایسے شرائط منوانے کے باوجود بھی امریکہ نے ہر نازک موقعہ پر اپنے حلیفوں سے غداری کی ہے۔ ہمیں اس موقعہ پر ملّی غیرت کو ملحوظ رکھتے ہوئے پُرامن ایٹمی پروگرام کو جاری رکھنا چاہئے اور کسی لگی لپٹی کے بغیر ایٹم بم بنانے کی جرأت مندانہ پالیسی کا اعلان کر دینا چاہئے۔ پاکستانی قوم بھوک برداشت کر سکتی ہے مگر امریکہ کی غیر آبرومندانہ امداد کو گوارا نہیں کر سکتی۔ حکومت پاکستان کو چاہئے کہ فوری طور پر ملک کو امریکہ کی اقتصادی اور سیاسی غلامی اور گرفت سے نکال دینے والی پالیسی اختیار کرے۔

تخریب کاری اور دھماکوں کے پے در پے واقعات انتظامیہ کی نااہلی کا منہ بولتا ثبوت ہے ایسا لگتا ہے کہ یہاں نہ کوئی نظام ہے نہ حکومت نہ انٹیلی جنس ادارے ہیں۔ ملک یاغستان بنتا جا رہا ہے آج تک کسی ملزم کو سرعام یا درپردہ سزا نہیں دی گئی۔ ان واقعات کے درپردہ بھارت اور افغانستان کے ساتھ ساتھ کسی اور پڑوسی ملک کی بھی سرگرمیاں ہو سکتی ہیں جس کے شواہد اور مثالیں سامنے آ چکی ہیں۔ کچھ لوگ ہماری فرقہ وارانہ یک جہتی کو تباہ کرنے کے درپے ہیں اور ان کے رابطے بیرون ملک ایسے عناصر

سے ہیں جو کسی طور پر پاکستان میں اتحاد و یک جہتی کی فضا کو اپنے لئے مفید نہیں سمجھتے۔ حکومت کو بغیر کسی رعایت اور امتیازی سلوک کے ایسے عناصر کی سختی سے سرکوبی کرنی چاہئے۔

بھارت کی فوجی امداد سے سندھو دیش قائم کرنے کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے گا

ملک کی خارجہ پالیسی، سارک کے چیئرمین کی حیثیت سے پاکستان کا کردار، سندھ کے حوالہ سے امن وامان کی صورتحال، یاسر عرفات کا دورۂ پاکستان اور ٹیکنوکریٹس حکومت کی تجویز، راجیو گاندھی کی پاکستان آمد اور سیاچن گلیشیر کی اہمیت، موجودہ حالات میں جمعیۃ کی مساعی اور مؤقف، متحدہ علماء کونسل کے کردار جیسے اہم مسائل پر مشتمل قائد جمعیۃ مولانا سمیع الحق کا اہم انٹرویو، جسے روزنامہ جنگ کراچی نے ۲۸ جولائی ۱۹۸۹ء کو جمعہ ایڈیشن میں شائع کیا۔

سوال: مولانا! ملک کی خارجہ پالیسی خاص طور پر بھارت کے رویہ کی بنا پر سارک تنظیم کے مستقبل کے بارے میں آپ کے تاثرات کیا ہیں؟

جواب: آپ نے سب سے پہلے ملکی سیاست اور خارجہ پالیسی کے اعتبار سے اہم ترین اور حساس مسئلہ چھیڑ دیا ہے۔ یہ تو آپ جانتے ہیں کہ سری لنکا کی نئی حکومت اور تامل باغیوں کے درمیان مذاکرات کے نتیجے میں سری لنکا کی حکومت نے بھارتی حکومت سے فوجوں کی واپسی کے لیے کہا ہے، مگر بھارتی حکومت نے اپنے پرانے طریقے کے مطابق انتہائی ڈھٹائی سے سری لنکا حکومت کی درخواست مسترد کر دی ہے جس کی وجہ سے سری لنکا نے احتجاجاً سارک کانفرنس کے متوقع وزارتی اجلاس اسلام آباد میں شرکت سے معذوری کا اظہار کیا، اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اگر بھارت نے معینہ مدت میں اپنی فوجیں واپس نہ بلائیں تو وہ نہ صرف یہ کہ بھارتی فوج کو

بیرکوں میں پابند کردے گا بلکہ آئندہ ہونے والی سارک کانفرنس کی میزبانی بھی نہیں کرے گا، اس کے جواب میں بھارتی حکومت نے کوئی سنجیدہ اور معقول جواب دینے کے بجائے یہ کہا کہ خواہ کچھ بھی ہو جائے (یعنی سارک تنظیم اگر تباہ بھی ہو جائے) وہ اپنے مؤقف سے دستبردار نہیں ہو گا، اس صورتحال سے اس اہم تنظیم کے ٹوٹنے کا اندیشہ پیدا ہو گیا ہے۔

سوال :۔ "سارک" کا چیئرمین پاکستان ہے، پاکستان اس سلسلے میں کیا کردار ادا کر سکتا ہے؟

جواب :۔ آجکل سارک تنظیم کی قیادت پاکستان کے ہاتھ میں ہے اسلئے اصولاً علاقے کے ملکوں کے درمیان پیدا شدہ کشیدگی یا مسائل کے حل کیلئے پاکستان کو اپنا کردار ادا کرنا چاہیئے۔ مگر بدقسمتی سے دیگر بہت سے اہم قومی و ملی مسائل کی طرح بین الاقوامی سطح کے اس اہم اور نازک اور حساس ترین مسئلہ پر بھی موجودہ حکومت نے خاموشی اختیار کر رکھی ہے اور جب بھارت نے اس سے قبل اپنی روایت کے مطابق نیپال کی اقتصادی ناکہ بندی کی تب بھی پاکستان خاموش رہا اور بھارت کے غیر منصفانہ اقدام کی مذمت نہ کر سکا۔ بھارت کی فطرت یہی ہے کہ وہ ہمسایہ ممالک کو دبا کر رکھنا چاہتا ہے اور انہیں اپنا طفیلی بنا کر رکھنا چاہتا ہے۔ پاکستان کی ۴۲ سالہ تاریخ آپ کے سامنے ہے، بھارت نے تین بار حملہ کر کے اسے زیر کرنے کی کوشش کی۔ صدر ضیاء الحق کے گیارہ سالہ دورِ حکومت میں بھارتی حکمرانوں نے پاکستان کے لیے بھی کوئی کلمۂ خیر نہیں کہا لیکن موجودہ حکومت کے آتے ہی بھارتی حکمرانوں کے رویئے میں حیرت انگیز اور بظاہر خوشگوار تبدیلی آئی، اور اس حقیقتِ واقعہ سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ پیپلز پارٹی کی حکومت نے بھی ضرورت سے زائد رعایت اور خوشامد کا مظاہرہ کیا جس سے اس بات کو تقویت ملتی ہے اور قرائن واضح تر ہونے گئے کہ پاکستان

بھارتی تسلط اور بالادستی کو قبول کرتا جارہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان کی موجودہ حکومت کے برسر اقتدار آتے ہی بھارت نے پہلا وار نیپال پر کیا اور دوسرا فوجیں نہ نکال کر اب سری لنکا پر کر رہا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ راجیو کا حالیہ دورہ پاکستان، بھارت کی پاکستان کے بارے میں نئی خارجہ پالیسی، نیپال اور سری لنکا پر جارحانہ طرز عمل اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ بھارت پاکستان سمیت تمام پڑوسی ممالک کو اپنے زیر اثر ایک بھارتی کالونی بنانے کے خواب دیکھ رہا ہے، اگر سارک تنظیم کے چیئرمین کی حیثیت سے پاکستان نے کوئی مؤثر کردار ادا نہ کیا تو علاقے کے تمام ملکوں کو بھارت آہستہ آہستہ ہڑپ کرنے یا اپنے زیر نگیں لانے کے خطرناک اور مؤثر سیاسی لائحہ عمل کو اختیار کرے گا۔
بہرحال اب جو راجیو پاکستان آئے ہیں اس کے پس پردہ بھی یہی وجہ ہے کہ سارک تنظیم کے چیئرمین کی حیثیت سے وزیر اعظم بےنظیر بھٹو نے اصولاً اپنا کوئی مثبت کردار ادا نہیں کیا اور بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ وزیر اعظم نے اس موقع پر چپ سادھ کر بالواسطہ طور پر بھارت کے موقف کی تائید کی ہے۔

سوال :۔ آپ کے خیال میں وزیر اعظم کے اس رویہ سے پاکستان سمیت ہمسایہ ملکوں اور خود "سارک" کہاں تک متاثر ہوں گے؟

جواب :۔ وزیر اعظم کی اس خطرناک سیاسی روش اور راجیو کی بے جا مدارات سے نہ صرف یہ کہ بھارت کی ہمسایہ ملکوں کے ساتھ دست درازی کی حوصلہ افزائی ہوئی ہے بلکہ سارک تنظیم کے دیگر ممالک اور پاکستان کے درمیان خوشگوار تعلقات بھی خطرے میں پڑ گئے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ بھارت کے بارے میں ہمارے موجودہ حکمران جس خوش فہمی کا شکار ہیں اس سے خود پاکستان کی خودمختاری اور سالمیت خطرے میں پڑنے کا خدشہ ہے۔

سوال :۔ ایسے حالات میں آپ حکومت پاکستان کو کیا مشورہ دینا پسند

کریں گے ؟

جواب :۔ جہاں تک اتمام حجت کی بات ہے اس میں الحمدللہ علماء حق نے، بیدار مغز سیاستدانوں نے اور جمعیۃ علماء اسلام نے حتی الوسع کوئی کسر نہیں چھوڑی، اب بھی ارباب اختیار سے میری یہی گذارش ہے کہ خدارا بھارت کے بارے میں اپنی حالیہ معذرت خواہانہ رویہ میں تبدیلی پیدا کریں بصورت دیگر بھارت نیپال اور سری لنکا میں اپنی مذموم حرکتوں کا اعادہ پاکستان میں بھی کرسکتا ہے۔ جب تک پاکستان جرأتمندانہ قدم نہیں اٹھائے گا بھارت اپنے ہمسایوں کی سالیت پر ہمیشہ بری نظر رکھے گا اور میں سمجھتا ہوں کہ سب کچھ موجودہ حکومت کی پالیسیوں پر منحصر ہے کہ وہ بھارت کے بارے میں اپنے خوش فہم اور معذرت آمیز رویئے میں کہاں تک تبدیلی کرتی ہے۔

سوال :۔ امن و امان کے حوالے سے سندھ کے حالات کے بارے میں آپ کی جماعت کا کیا مؤقف ہے ؟

جواب :۔ سندھ کی سیاسی صورتحال، خانہ جنگی، لسانی اور قومی عصبیتوں کو بھڑکانے کے ذرائع اور قومی وحدت کو تاراج کرنے والی قوتیں کسی سے مخفی نہیں، مرکز میں اور سندھ میں پیپلز پارٹی کی حکومت ہے اگر وہ چاہے تو اس صورتحال سے آسانی کے ساتھ نپٹ سکتی ہے۔ اس موقعہ پر میں سندھ میں علیحدگی پسند قوتوں کو تنبیہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جناب ! بھارت کے بل بوتے پر اپنی وحدت اور ملی استحکام اور مسلمانوں کی تباہی کے مستقل خطرات کو مول نہ لیجئے۔ بھارت نے بنگلہ دیش، نیپال اور سری لنکا میں جس اوچھے اور گھناؤنے کردار کا مظاہرہ کیا ہے وہی کردار سندھ میں بھی ادا کیا جائے گا۔ جو لوگ بھارت کی فوجی امداد سے سندھو دیش کے قیام کا خواب دیکھ رہے ہیں وہ غلطی پر ہیں، فی الوقت سندھ پاکستان کا خوشحال صوبہ ہے نظریاتی اساس پر پاکستان کے ساتھ قائم ہے، کیا اسے بھی علیحدگی پسند قوتیں

بنگلہ دیش، سری لنکا اور نیپال کے سے تجربات سے گذار کر تباہی اور بربادی کی منزل تک پہنچانا چاہتی ہیں؟ ان قوتوں کو خبردار ہونا چاہیئے کہ سندھ میں جمعیۃ علماء اسلام کے فعال کارکن اور دینی قوتیں کبھی بھی ان کے عزائم کی تکمیل نہیں ہونے دیں گی۔

سوال: تنظیم آزادی فلسطین کے سربراہ یاسر عرفات نے حال ہی میں پاکستان کا دورہ کیا تھا جس میں انہوں نے افغانستان میں ٹیکنو کریٹس پر مشتمل ایک غیر جانبدار حکومت قائم کرنے کی تجویز پیش کی ہے۔ اس کے بارے میں آپ کی جماعت کی پالیسی کیا ہے؟

جواب: جلا وطن فلسطینی حکومت کے صدر جناب یاسر عرفات نے افغان قیادت کو ان کے مشورہ طلب کیے بغیر نجیب انتظامیہ سے صلح کر لینے کا مفت مشورہ دیا ہے اور اپنے آقایان ولی نعمت کی خوشنودی کے لیے افغانستان میں ٹیکنو کریٹس پر مشتمل ایک غیر جانبدار حکومت کے قیام سے متعلق افغان مجاہدین کو راضی کرنے کے لیے کوشش کی ہے۔ اس تجویز کے قبول کر لینے کا مطلب یہ ہوگا کہ افغان مجاہدین مسلسل گیارہ سالہ جد و جہد اور لاکھوں افراد کی قربانیوں کے باوجود کابل کی کٹھ پتلی حکومت کو میدانِ جنگ میں شکست نہیں دے سکے، نجیب نے خود اقتدار عوام کے حوالے کر دیا ہے، اس طرح یہ لوگ افغان مجاہدین کی گیارہ سالہ کامیابیوں کو مجوزہ حکومت تشکیل دینے والوں کی جھولی میں ڈالنا چاہتے ہیں، اس سے وہ دنیا کے سامنے صلح جو اور امن پسندی کا لبادہ اوڑھ کر آنے میں کامیاب ہونا چاہتے ہیں

> **افغانستان میں ٹیکنوکریٹس کی حکومت قائم کرنے کی تجویز جہاد کو سبوتاژ کرنے کی سازش ہے**

اس کا مقصد یہی ہے کہ افغانستان میں اسلامی حکومت کے قیام اور استحکام کے راستے ہمیشہ کے لیے مسدود کر دیئے جائیں، میری جماعت نے افغان قیادت کے جرأت مندانہ مؤقف کی بھرپور حمایت کی ہے اور وہ ٹیکنو کریٹس پر مشتمل افغان حکومت

کو افغان جہاد کو سبوتاژ کرنے کی ایک گھناؤنی اور خطرناک سازش قرار دیتی ہے۔

سوال :۔ افغانستان کی موجودہ صورتحال کیا ہے اور یہ تاثر کہاں تک درست ہے کہ مجاہدین کی کامیابیوں میں کچھ کمی آگئی ہے؟

جواب :۔ اس وقت افغان مجاہدین افغانستان کے ۹۰ فیصد علاقے پر قابض ہیں اور انہوں نے افغانستان کے اندر باقاعدہ عبوری حکومت قائم کرکے تسلیم کیے جانے کے تمام تقاضے پورے کر دیئے ہیں جبکہ اس کے مقابلے میں فلسطینی ایک انچ زمین پر بھی قابض نہیں ہیں ان کی حکومت کو بہت پہلے ان کے ساتھ یکجہتی کے ثبوت میں تسلیم کیا جا چکا ہے حالانکہ افغان عبوری حکومت کا تسلیم کیا جانا علاقے کے تمام ممالک پاکستان، ایران، ترکی، چین، بنگلہ دیش اور بھارت کے لیے نہایت ضروری ہے خاص کر پاکستان کی سالمیت اور تحفظ کی ضمانت ان کی عبوری حکومت تسلیم کرنے میں مضمر ہے مگر افسوس کہ حکومت کی طرف سے روس، امریکہ، بھارت اور اسرائیل سے دوستی کی پینگیں بڑھائی جا رہی ہیں جبکہ یہ تمام ممالک پاکستان کے قیام سے اب تک دشمن چلے آرہے ہیں۔ بھارت اور امریکہ نے پاکستان کو دولخت کیا، روس نے جس سے بھی دوستی کی اُسے کھا گیا۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ بھارت کو بھی افغان مجاہدین کا شکر گذار ہونا چاہیئے کہ انہوں نے روسی اژدھے کو افغانستان کی سرحد پر روک دیا ہے ورنہ وہ ہندوستان کے گرم پانیوں پر بھی جا کر دم لیتا۔ اگر حکومتِ پاکستان واقعتہً چاہتی ہے کہ ہماری مغربی سرحدیں محفوظ ہو جائیں، کشمیر و فلسطین اور ہندوستان میں خونریزیاں بند ہوں، برما اور اریٹریا کے مسلمان آزاد ہوں تو کابل اور جلال آباد کی فتح کی شرط لگا کر افغان مجاہدین کی گیارہ سالہ انقلابی جدوجہد کو امریکہ، روس، بھارت اور اسرائیل کی خوشی کی خاطر سبوتاژ نہ کرے، جب کابل اور جلال آباد مجاہدین فتح کر لیں گے تو پھر اسے تسلیم کرنا نہ کرنا برابر ہوگا، پاکستان کی نیک نامی و سالمیت

اور افغان مجاہدین کے ساتھ ہمدردی اسی میں ہے کہ وہ ۱۵ لاکھ شہداء اور ۵۰ لاکھ مہاجرین کی قربانیوں کو امریکہ اور بھارت کی خواہش کی بھینٹ نہ چڑھائے اور افغان عبوری حکومت کو فوری طور پر تسلیم کرے۔ اس موقعہ پر میں پاکستان کی تمام دینی و سیاسی جماعتوں سے بھی اپیل کروں گا کہ وہ آپس کے فروعی جھگڑے چھوڑ کر یہود و نصاریٰ کی سازشوں کا مقابلہ کرنے کے لیے متحد ہو جائیں اور افغان عبوری حکومت کو تسلیم کرانے میں اپنی بھرپور جدوجہد اور تمام تر مساعی کو بروئے کار لانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں۔

سوال:۔ راجیو کے دورۂ پاکستان سے ملک کی دفاعی تیاریوں پر کیا اثرات مرتب ہوں گے؟

جواب:۔ اس سلسلہ کے بارے میں کسی حد تک گذشتہ گفتگو کے ضمن میں واضح نکات آ گئے ہیں تاہم ہمیں امن سے زیادہ کوئی چیز عزیز نہیں لیکن پاکستان کو امن ہی کے لیے یا امن کی بقا اور استحکام ہی کے لیے دفاعی تیاریوں سے بھی آنکھیں بند نہیں کرنی چاہئیں، امن کی خواہش کے ساتھ ہمیں اردگرد ہونے والے واقعات سے بھی چشم پوشی نہیں کرنی چاہیئے، راجیو کے عزائم خطرناک ہیں روسی جارحیت کے راستہ میں پاکستان ہی سب سے بڑی رکاوٹ ہے، علاقائی حالات کے پیشِ نظر آنے والے عشروں میں ہماری سلامتی کو لاحق خطرات کی شدت اور نوعیت دونوں میں تبدیلی آ سکتی ہے، اس لیے ہمیں اپنی خودمختاری کے تحفظ اور دفاع کے لیے زیادہ واضح اور جرأت مندانہ پالیسیاں بنانی چاہئیں، دفاعی صلاحیتوں میں استحکام قومی پالیسی کا بنیادی پتھر ہیں اس سے غفلت اپنی خودمختاری اور سالمیت کو تاراج کرنا ہے، دفاعی امور اور علاقائی کشیدگی کے معاملات میں پاکستان کو ترجیحی بنیاد پر متنازع امور کو طاقت کے بجائے پرامن طریقوں سے حل کرنے راہ

اپنانی چاہیئے، اصولوں کی خاطر دوست دشمن یا طاقتور اور کمزور کی تفریق کبھی روا نہیں نہیں رکھنی چاہیئے، تاہم ملکوں کی غیر ذمہ دارانہ حرکتوں کی وجہ سے ہماری دفاعی ضرورتوں میں واضح اضافہ ہونا چاہیئے۔ راجیو نے اپنے ملک کے غریب عوام کو بھوکا پیاسا رکھ کر اندھا دھند ہتھیار جمع کرنے پر توجہ دی ہے اور علاقہ کے ملکوں پر اپنی برتری اور بالادستی قائم کرنے کی کوشش کی ہے، کسی بھی مناسب موقع کو اس نے پڑوسی ممالک کے خلاف جارحانہ کارروائی کرنے میں ضائع نہیں کیا، اور اب بھارت دور مار ایٹمی میزائل اور دوسرے ہتھیار تیار کر کے پاکستان سمیت تمام علاقے کے ملکوں کے لیے خطرہ بن گیا ہے۔ سوویت فوجی مداخلت کے نتیجے میں افغانستان کے حالات نے بھی بیحد خطرناک صورت اختیار کر رکھی ہے، پاکستان کی حالیہ خارجہ پالیسی راجیو کے حق میں جا رہی ہے، بھارت سمیت بعض دوسرے بڑے ملکوں کے منفی طرزِ عمل کی وجہ سے حالات کی سنگینی میں فوری کمی کی کوئی اُمید دکھائی نہیں دیتی۔ اس لیے آئی جے آئی اور ملک کی تمام محبِ وطن جماعتوں کو دفاعِ وطن کے تقاضوں سے غافل نہیں رہنا چاہیئے، سیاسی راہنما اور محبِ وطن شہری حکومت کو مجبور کریں کہ وہ پاکستانیوں کو ایک آزاد اور خود مختار قوم کی طرح زندہ رہنے کے لیے واضح اور جرأتمندانہ پالیسیاں وضع کرے۔

سوال:۔ سیاچن گلیشیر کے بارے میں بھی آپ کی رائے سے قوم کو آگاہ ہونا چاہیئے؟

جواب:۔ سیاچن کے بارے میں تو بڑی خطرناک خبریں سننے میں آرہی ہیں بھارت ایسا قصائی ہے جو جارحیت اور سازش کے چھروں سے ہمارے زندہ وجود کے پارچے یکے بعد دیگرے کاٹے جا رہا ہے مگر اربابِ اقتدار کی بصیرت غیرت اور تحفظ کی قوت سب ٹی وی کے ناچ گانوں میں کھو گئی ہے بھارت نے پاکستان سے

بنگلہ دیش کو کاٹا اب اس سے ہندو آبادی کا ایک بڑا علاقہ الگ کرنے کا سامان کر رہا ہے، پاکستان آکر حکومتِ پاکستان کو بھی رام کر رہا ہے کہ وہ چپ رہے اور بنگلہ دیش کو سرکشی کی سزا دے اور ایک پنجہ اس نے سیاچن گلیشیر پر گاڑ دیا ہے جو پہلے سے غیر متنازعہ علاقہ کشمیر سے باہر یکسر ہمارا علاقہ تھا اب محض فوجیں بھیجکر خون خرابہ کرانے کی بناء پر بھارت نے اسے متنازعہ علاقہ بنا دیا اور اب تنازع کا حل یہ بتایا جا رہا ہے کہ بہت سارقبہ ویسے رکھ دیا جائے اور اس میں بھارت کا حق بھی تسلیم کر لیا جائے اور پاکستان کا بھی، تو جناب! آخر یہی کچھ ہونا تھا، بھارت ہی کی بات ماننی تھی تو پھر سیاچن گلیشیر پر ہم نے اپنے قیمتی آدمی کیوں مروائے؟ اور اگر بھارت پھر ایک حملہ کر کے کچھ اور علاقہ لے کر ایک اور سودا بازی کرے تو کیا ہم پھر لالہ جی کو مزید سودا ادا کر دیں گے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

سوال:۔ ملک کے موجودہ سیاسی حالات پر آپکی جماعت جمعیۃ علماء اسلام کا مؤقف کیا ہے، کیا وہ حکومت کی اندرونِ ملک پالیسیوں اور ترجیحات سے مطمئن ہیں؟

جواب:۔ اس وقت مملکتِ پاکستان جن اندرونی اور بیرونی مشکلات اور سازشوں سے دوچار ہے اس سے ملک کا ہر حساس اور باشعور شہری شدید ذہنی کرب سے دوچار ہے۔ جمعیۃ علماء اسلام تمامتر مصلحتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ملک کے اسلامی تشخص اور معاشرہ کے دینی اقدار کے تحفظ کی خاطر آخری اور فیصلہ کن جدوجہد کے لیے مسلمانوں کے اتحاد، اعتماد کو مضبوط اور منظم کرنے کی کوششوں میں مصروف ہے۔ موجودہ حکومت نے اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک جس تیزی کے ساتھ پاکستان کے اسلامی تشخص کو ختم کرنے کے لیے اقدامات کیے ہیں، اس سے میرے اس اندیشہ کو تقویت پہنچتی ہے کہ اسلام دشمن لابیاں موجودہ حکومت کو اپنا آلہ کار

بنا چکی ہیں۔

سوال:۔ آپ نے اور آپ کی جماعت نے متحدہ علماء کونسل کی تشکیل میں بھی بھرپور کردار ادا کیا ہے اور آپ اس کے سیکٹری جنرل بھی ہیں، آپ کے خیال میں اس کونسل کی کیا ضرورت تھی، کیا یہ کونسل مفید کردار ادا کرنے کی پوزیشن میں ہے؟

جواب:۔ موجودہ حکومت نے مملکتِ خداداد پاکستان کے اسلامی تشخص کو تباہ کر ڈالا ہے۔ قرآن وسنت کے واضح احکام، امتِ مسلمہ کے چودہ سو سالہ اجتماعی عمل اور علمائے امت کے متفقہ شرعی مؤقف کو نظر انداز کرتے ہوئے ایک خاتون کو ملک کا وزیر اعظم بنا دیا ہے جس نے ببانگِ دہل اسلامی قوانین اور حدود کو وحشیانہ، ظالمانہ اور انسانی حقوق کے منافی قرار دے کر غیر مسلم لابی کی ترجمانی کی ہے، حدود آرڈیننس کو منسوخ کرنے کے بارے میں پارٹی لیڈروں کے بیانات بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہیں۔ غیر مسلم لابی کے اشارے پر موجودہ حکومت نے افغان پالیسی میں واضح طور پر تبدیلی کر دی ہے، افغان عبوری حکومت کے تسلیم کرنے میں مجرمانہ تاخیر سے کام لیا جا رہا ہے، مسئلہ کشمیر کو یکسر نظر انداز کر کے بھارتی سرکار کی خوشنودی حاصل کی جا رہی ہے، قادیانیوں کی سرپرستی جاری ہے، اقوامِ متحدہ میں پاکستان کا نمائندہ اور مختلف ممالک میں قادیانیوں کو سفیر مقرر کیا گیا ہے۔ سندھ میں قتل وغارتگری، ڈاکہ زنی اور تخریب کاری کے شرمناک کام کی سرپرستی کی جا رہی ہے۔ ریڈیو، ٹی وی اور دیگر ذرائع ابلاغ کو فحاشی، عریانیت اور لادینیت کے فروغ کے لیے وقف کر دیا گیا ہے، بجٹ کے ذریعہ کمر توڑ مہنگائی مسلط کر دی گئی ہے، سیلز ٹیکس کے ذریعہ کاروباری زندگی کو معطل کر دیا گیا ہے، افراطِ زر کی شرح بڑھا کر محدود آمدنی والے طبقہ کا جینا دوبھر کر دیا گیا ہے۔ دریں حالات جمعیۃ علماء اسلام اور تمام دینی قوتیں اور اسلام پسند شہری اور محبِ وطن عوام سمجھتے ہیں کہ وفاقی حکومت کی ان پالیسیوں کا زیادہ دیر تک جاری

رہنا ملک و قوم کے نظریاتی مستقبل کے لیے تباہ کن ثابت ہوگا، اگر علماء اس پر خاموش رہے تو یہ اپنی شرعی اور دینی ذمہ داریوں سے مجرمانہ گریز سے کسی طرح بھی کم نہ ہوگا۔ چنانچہ ملک بھر کے تمام مکاتبِ فکر کے علماء کرام، مشائخ عظام، "متحدہ علماء کونسل" کے پلیٹ فارم پر متحد ہو کر ملک کی اسلامی بنیادوں کو مضبوط کرنے اور پاکستان کی بقاء کے لیے فیصلہ کن اور انقلابی کردار ادا کرنے کے لیے میدانِ عمل میں آ گئے ہیں۔

سوال:۔ متحدہ علماء کونسل کے مرکزی سیکرٹری جنرل اور جمعیۃ علماء اسلام کے ناظمِ اعلیٰ کی حیثیت سے کیا آپ علماء کی اس جدوجہد کے مقاصد اور اہم اور لائحہ عمل کی وضاحت کریں گے؟

جواب:۔ جمعیۃ علماء اسلام کی سیاسی مساعی، تحریک نفاذِ شریعت اور متحدہ علماء کونسل کے اہداف اور عزائم اور مقاصد کسی حد تک میں نے واضح کر دیئے ہیں۔ ہماری جدوجہد خالص دینی اور نظریاتی ہے جس کے بنیادی مقاصد میں پاکستان کے دینی تشخص کا استحکام، عورت کی غیر شرعی حکمرانی سے نجات حاصل کرنا اور ملک کو سیکولرازم کی طرف لے جانے والی حکومتی پالیسیوں کی راہ میں سدِ سکندری بن کر اسلامی نظام کے نفاذ کی طرف پیشقدمی کرنا ہے۔

سوال:۔ اگر حکمران جماعت یا کوئی اور سیاسی پارٹی متحدہ علماء کونسل کی اس متعین راہ میں رکاوٹ ڈالے تو آپ کا طرزِ عمل کیا ہوگا؟

جواب:۔ اس عظیم مقصد کے حصول اور اسلامی انقلاب کی جدوجہد میں کوئی سیاسی جماعت ہماری حریف ہے نہ حلیف، جو قوت بھی ہماری راہ میں حائل ہوگی وہ ہماری جدوجہد کا براہِ راست ہدف ہوگی خواہ اس کا تعلق حکمران جماعت سے ہو یا آئی جے آئی سے ہو یا کسی اور جماعت سے ہو ـــــ بہر حال

ہماری اس جدوجہد کے نتیجے میں یا تو حکومت کو اپنی پالیسیاں بدلنا ہوں گی یا پھر عوام حکومت کو بدل دیں گے۔ اس لیے متحدہ علماء کونسل کی مرکزی قیادت نے فیصلہ کیا ہے کہ رائے عامہ کو شرعی موقف سے آگاہ کرنے کے لیے تمام وسائل بروئے کار لائے جائیں گے اور انشاء اللہ پاکستان میں خالصتاً اسلامی انقلاب اور اسلامی نظام کے مکمل نفاذ تک ہماری جدوجہد متفقہ طور پر جاری رہے گی اور کوئی چیز ہمیں اس راہ سے ہٹانے کا سبب نہیں بنے گی۔

روس کو افغانستان میں بالآخر شکست سے دوچار ہونا پڑیگا: مولانا سمیع الحق

روس افغانستان میں اپنی ہزیمت پر پردہ ڈالنے کے لیے مجاہدین کی کردار کشی کر رہا ہے

مجاہدین کی سات جماعتوں کا اتحاد نیک فال ہے: متحدہ محاذ کی ریلی کے اختتامی اجلاس سے خطاب

روزنامہ "مشرق" پشاور ۲۸ر دسمبر ۱۹۸۷ء

پشاور ۲۷ دسمبر (مشرق نیوز) جمعیت علماء اسلام کے مرکزی سیکرٹری جنرل مولانا سمیع الحق نے چکنی میں افغان مجاہدین کی سات جماعتوں کی مشترکہ عظیم الشان سالانہ ریلی کے اختتامی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے ساتوں جماعتوں کے رہنماؤں اور جہاد افغانستان کے کمانڈروں کو مبارکباد دی۔ اور کہا کہ عالم اسلام افغان قیادت کو سیسہ پلائی ہوئی دیوار دیکھنا چاہتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجاہدین کی جنگ صرف افغانستان کی آزادی کی جنگ نہیں بلکہ پاکستان کی سالمیت اور عالم اسلام کے دفاع کی بھی جنگ ہے۔ افغانستان پر روسی تسلط کے آٹھ سال پورے ہونے پر مجاہدین کے ساتوں جماعتوں کے اس مشترکہ اجلاس میں ہزاروں مہاجرین اور مجاہدین نے شرکت کی۔ مولانا نے کہا کہ پاکستان کے علماء مشائخ عامۃ المسلمین خصوصاً جمعیت علماء اسلام کے کارکن جہاد افغانستان کو ایک مقدس فریضہ اور جہاد کے مشن میں حصہ لینے کو اپنے لیے عظیم سعادت سمجھتے ہیں انہوں نے کہا کہ افغان مجاہدین نے روسی جبر و استبداد کے خلاف کوہ استقامت بن کر اسلام کی عظمت رفتہ کو بحال کر دیا۔ اور بدر اور احد کی یاد تازہ کر دی۔ انہوں نے کہا کہ افغانستان میں روس اپنی شرمناک ہزیمت پر پردہ ڈالنے کے لیے پاکستان میں اپنے گماشتوں کے ذریعہ مجاہدین کی کردار کشی کر رہا ہے۔ لیکن پاکستان کے عوام وقت آنے پر ان لوگوں سے اس طرح نپٹیں گے۔ جس طرح افغان مجاہدین اپنے ہاں کے خلقی اور پرچمیوں کو شکست دے چکے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ جمعیت علماء اسلام نے اس مقدس مشن کی خاطر گذشتہ ہفتے پورے ملک میں مجاہدین کی حمایت میں کانفرنسیں منعقد کیں۔ انہوں نے افغان اتحاد کے رہنماؤں کو ایک قوت بننے پر اسے مستقبل کا نیک فال قرار دیا اور افغان اتحاد کو روس کی ذلت اور ہزیمت کا پیش خیمہ قرار دیا۔

باب چہارم

تحریک نفاذِ شریعت

اسلامی جمہوری اِتحاد اور

مُتحدہ عُلماء کونسل

- نفاذِ شریعت، تمام مسائل کا حل
- متحدہ علماء کونسل کی تشکیل، مقاصد و اہداف
- بے نظیر کی بے ضمیر حکومت
- پاکستان ٹیلیویژن کو اہم انٹرویو
- پنجاب کے مختلف اضلاع کے دورہ کی اخباری رپورٹ

شریعت کیلئے سب کچھ قربان کیا جاسکتا ہے

جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی سیکرٹری جنرل مولانا سمیع الحق سے جنگ پینل کا انٹرویو

جنگ پینل راولپنڈی
(۳۰ مارچ ۱۹۸۸ء)
مرزا سلیم بیگ / محمد جمیل خان
خالد اطہر

ٹرانسکرپشن : الطاف مجاہد

میزبان | میں ادارہ جنگ کی جانب سے اس نشست میں مولانا سمیع الحق اور ان کے رفقاء کا خیر مقدم کرتا ہوں۔ آپ تمام حضرات کی یہاں تشریف آوری ہمارے لیے باعثِ عزت ہے۔ آج کی اس نشست کے تمام شرکاء جن خیالات کا اظہار کریں گے اس کی روشنی میں قارئینِ جنگ کو معلوم ہو گا کہ سینٹ میں ان کے نمائندے کیا کچھ کر رہے ہیں اور مستقبل کے لیے ان کے ذہنوں میں کیا تجاویز ہیں۔ میں مولانا سمیع الحق سے گذارش کروں گا کہ وہ اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں تاکہ اس روشنی میں سلسلہ سوال وجواب شروع ہوسکے۔

مولانا سمیع الحق | میں ادارۂ جنگ کا تہہ دل سے شکر گذار ہوں، اللہ تبارک وتعالیٰ نے "جنگ" کو بڑی موثر قوت بخشی ہے اور یہ پوری قوم کی آواز ہے۔ اس سے قبل بھی ہمارے خیالات اور جدوجہد میں جنگ نے معاونت کی ہے بالخصوص شریعت بل کے مسئلے پر۔ اللہ تعالیٰ نے یہ اعزاز جنگ کو بخشا کہ سب سے پہلے اس نے شریعت بل کے مسئلے کو اٹھایا اور جب استصواب رائے ہوا تو اس بل کو جنگ نے بار بار شائع کیا اور سوالنامہ کی طرف لوگوں کی توجہ دلائی اور کراچی میں

سب سے پہلے خلیل الرحمٰن صاحب نے دستخط کیے اور ساڑھے پندرہ لاکھ افراد نے محضر نامے بھیجکر جو تائید کی تو اسے جنگ نے عوام تک پہنچایا، اس سے ہمیں تقویت پہنچی۔

سوال:۔ شریعت بل کے بارے میں آپ ہمیں تفصیل سے آگاہ کریں کہ وہ کس مرحلے میں ہے اور اس کے کیا امکانات ہیں کہ وہ منظور ہو گا یا نہیں، نیز یہ کہ اس کی منظوری کی صورت میں قوم کو کیا فائدہ ہو گا؟

شریعت بل۔ پس منظر، پیش منظر

جواب:۔ شریعت بل کے بارے میں پہلے بھی جنگ فورم میں گفتگو ہو چکی ہے اور یقیناً اس کی منظوری کے بعد انقلابی اثرات مرتب ہوں گے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ اس سلسلے میں حکومت کا رویّہ انتہائی افسوسناک ہے۔ ابتداء ہی سے حکومت اسلام کا نام لے رہی ہے اور وہ وعدہ کرتی آ رہی ہے ہم اس کا نظام نافذ کریں گے لیکن ہم نے جب سینیٹ میں شریعت بل پیش کیا تو گذشتہ ڈھائی تین سال میں جو سلوک اس کے ساتھ کیا گیا وہ آپ کے سامنے ہے۔ پہلے تو اسے قانونی مراحل سے گذارنے کے بہانے التواء میں رکھا گیا، اسٹینڈنگ کمیٹی میں بھیجا گیا۔ انہوں نے بھی الحمدللہ بل کو اس رپورٹ کے ساتھ واپس کر دیا کہ "یہ قابلِ عمل ہے" پھر ایک سلیکٹ کمیٹی تشکیل دی گئی، کیونکہ وہ اسٹینڈنگ کمیٹی میں مزید وقت طلب کر رہے تھے اور ہم نے زیادہ مدت سے انکار کیا کہ تین ماہ سے یہ بل اسٹینڈنگ کمیٹی کے پاس ہے، انہوں نے کام کیوں نہیں کیا۔ اس لیے مزید وقت دینا اسے التواء میں ڈالنا ہے۔ یقیناً آپ کے علم میں ہو گا کہ اس وقت تک ایوان غیر جماعتی تھا اور مسلم لیگ بحیثیت سرکاری پارٹی کے تشکیل نہیں پائی تھی۔ اس مسئلے پر رائے شماری ہوئی کہ ایوان اسٹینڈنگ کمیٹی کو وقت دیتا ہے یا نہیں۔ الحمدللہ ہم نے یہ معرکہ جیتا۔ اس وقت ایوان میں وزراء اور تمام ارکان اجلاس میں موجود تھے۔ وقت نہ دینے کے حق میں ۱۴ ووٹ آئے اور صرف ۹ افراد نے وقت دینے کی حمایت کی، جب تک ایوان غیر جماعتی تھا تو سب لوگ جوش و خروش اور جذبہ کے ساتھ اس کی حمایت میں تھے۔

بہر کیف یہ بل سلیکٹ کمیٹی کے حوالے کیا گیا جس میں بارہ، تیرہ ارکان تھے انہوں نے بھی زوردار سفارش کی کہ یہ قابلِ عمل ہے پھر حکومت نے استصواب رائے کے لیے شرکت کرنے کی

بات کی۔ اس میں بھی آپ نے دیکھا کہ الحمد للہ لوگوں کی بہت بڑی تعداد نے اس بل کی حمایت کی اور آج تک اتنی بڑی تعداد میں کبھی لوگوں نے ایک رائے نہیں دی تقریباً ساڑھے تیرہ لاکھ محضر نامے تو وہاں خود چیئرمین سینٹ کو موصول ہوئے۔ اس مرحلے میں بھی ہم جیت گئے اور پوری قوم نے ایک زبان ہو کر اخبارات کے ذریعے، جلسے اور جلوسوں کے ذریعے بل کی حمایت کی۔ پھر مجبوراً اس بل کو ایوان میں لانا پڑا اور اس پر خواندگی شروع ہوئی۔ پہلی خواندگی میں انہوں نے دو سال گذارے۔ ایک پرائیویٹ دن ہوتا تھا جسے وہ کسی نہ کسی طرح ٹالتے رہتے تھے۔ ایک آدھ مقرر کی تقریر ہوتی پھر وہ اجلاس ملتوی کر دیتے۔ اس طرح دو سال انہوں نے گذار دیئے۔ دوسری خواندگی میں جب پرائیویٹ دن آیا اور ایوان شریعت بل کو شق وار منظور یا مسترد کرتا، کیونکہ دوسری کوئی صورت نہ تھی۔ لیکن معاملہ یہ تھا کہ نہ تو حکومت میں یہ جرأت تھی کہ اگر وہ شریعت بل کو صحیح نہیں سمجھتی تو اخلاقی جرأت کا مظاہرہ کر کے اسے مسترد کر دے اور دوسری طرف وہ اسے منظور کرنے کے لیے بھی تیار نہ تھے۔ تو یکایک حاجی سیف اللہ صاحب کو وزیر مذہبی امور بنایا گیا جس پر ایوان میں ہماری جملے بازی بھی ہوئی کہ حکومت نے تین سال میں قانون اور مذہبی امور کی وزارت میں پانچ مرتبہ ردّ و بدل کیا جس پر حاجی صاحب نے اعتراض بھی کیا۔ بہرکیف حاجی سیف اللہ صاحب نے تجویز پیش کی کہ شریعت بل اسپیشل کمیٹی کے حوالے کیا جائے۔ ہم نے وہاں پر شور مچایا کہ یہ قواعد اور طریق کار کے بالکل خلاف ہے اور اب اس کی گنجائش نہیں ہے۔ اس پر حکومت اور ہم نے کئی تجاویز پیش کیں جن پر دو روز بحث جاری رہی اور چیئرمین سینٹ نے کہا کہ میں اس مسئلہ پر اٹارنی جنرل سے رائے لوں گا۔ اور اُن سے رائے لی گئی۔ ہمارا موقف تھا کہ اس مرحلے پر بل کو اسپیشل کمیٹی کے سپرد کرنا اسے مُردہ خانے میں ڈالنے کے مترادف ہے تاکہ کسی طرح یہ ایجنڈے سے نکل جائے۔ ہم اسے بھی غنیمت سمجھتے تھے کہ اگر یہ ایجنڈے پر رہے تو ہر غیر سرکاری دن پر ایک آواز اٹھے گی اور یہ مسئلہ زندہ رہے گا۔ انہوں نے یہ سلوک کیا کہ قواعد و ضوابط ایک طرف رکھ کر اسپیشل کمیٹی کے حوالے کر دیا اور اس کمیٹی میں وہ لوگ چُن چُن کر لیے گئے جن کے خیالات شروع ہی سے شریعت بل کے خلاف تھے، ہمیں بھی کمیٹی میں رکھنے کا اعلان کیا کہ محرکین بھی شامل ہوں گے۔ ہم نے اس مرحلے پر بھی کہا کہ ہم شریعت بل کی تدفین میں شامل نہیں ہو سکتے، کیونکہ کمیٹی کے سپرد کرتے ہوئے وقت کا تعین بھی نہیں کیا گیا۔ بلکہ جب تک

مناسب سمجھے یعنی یہ بھی "نوّے دن والی" مہلت ہے۔

بہر حال ہم نے اس وقت کمیٹی سے مستعفی ہونے کا اعلان کیا، کمیٹی نے ایک آدھ میٹنگ بلائی۔ چونکہ ہم پہلے ہی مستعفی ہونے کا اعلان کر چکے تھے اس لیے انہوں نے کہا کہ "چونکہ محرکین نہیں آئے اور انہیں نفاذِ شریعت سے دلچسپی نہیں ہے لہٰذا ہم ان سے اپیل کرتے ہیں کہ خدارا جلدی آؤ اور ہم سے شریعت بل پر گفتگو کرو"، چونکہ ذرائع ابلاغ حکومت کے ہاتھ میں ہیں، اس لیے یہ مذاق جاری رہا۔ ہم نے حکومت سے کہا کہ اگر کمیٹی ہمارے بغیر کام کو کر ہی نہیں سکتی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کمیٹی قائم ہی نہیں ہوئی ہے۔ ہمارے خیالات حکومت کو معلوم ہیں ۔ افہام و تفہیم کی بات ضروری ہے۔ لیکن اب سب مراحل گذر چکے ہیں یا تو شریعت بل کو منظور کیا جائے ورنہ مسترد کیا جائے ۔ بہر حال اس وقت شریعت بل کو معرضِ التوا میں ڈالا ہوا ہے۔

سوال :۔ یہ صورتِ حال جو آپ نے بیان کی ہے تو آپ کے خیال میں اس سے نمٹنے کے لیے کن اقدامات کی ضرورت ہے؟

جواب :۔ صورتِ حال کا افسوسناک پہلو یہ ہے کہ مسلم لیگ کی حکومت یہ مژدہ بھی سُناتی ہے کہ ہم خود ایسا شریعت بل پیش کریں گے جو متفقہ ہو گا۔ ہم نے کہا کہ ٹھیک ہے اگر آپ کے نزدیک کوئی ایسی صورت ہے جس پر ملک میں کہیں اتفاق رائے نہ ہو۔ اوّل تو یہ بات ہی غلط ہے اس لیے کہ دنیا میں کوئی ایسا بل کہیں پیش نہیں کیا گیا جس پر ملک کے تمام شہری پہلے سے متفق ہوں۔ اگر ڈرگ مافیا کے بارے میں بھی بل لائیں گے تو ہزاروں لوگ اس کے حق میں ہوں گے، ہزاروں لوگ مخالفت کریں گے۔ ہیروئن پر پابندی کا مسئلہ ہے ملک کی فلاح و بہبود کے لیے آپ جو چیز بہتر سمجھتے ہیں تو اس کے لیے قدم اٹھائیں۔

سوال :۔ آپ نے جو صورتِ حال بیان کی ہے وہ تو سب کے سامنے ہے لیکن آپ نے پہلے بھی تحریک چلانے کا اعلان کیا تھا اور پچھلے سال ۲۷ رمضان المبارک کی تاریخ دی تھی کہ آپ استعفے دے دیں تاکہ بڑے پیمانے پر تحریک چلانے کے لیے ٹیمپو بنایا جا سکے، اب دوسرا رمضان المبارک آرہا ہے اگر اس مرتبہ کسی کارروائی کا ارادہ ہے تو بیان فرمائیں۔

جواب :۔ ہماری طرف سے تو جدوجہد کا معاملہ ہے اور آپ کے سامنے ہے کہ

ہم نے ایک لمحہ بھی کوتاہی نہیں کی اور ہماری جد و جہد مسلسل جاری ہے۔ اور ہم ایوان کے اندر بھی اس کے لیے کسی نہ کسی طرح مصروفِ عمل ہیں اور باہر بھی عوام کو لمحہ بہ لمحہ صورتِ حال سے آگاہ رکھتے ہیں۔ اس سلسلے میں، ہم دورے بھی کرتے ہیں اور حال ہی میں جمعیۃ علماء اسلام کے زیر اہتمام ۴ مارچ کو نظام شریعت کانفرنس کا بھی لاہور میں انعقاد کیا تھا جس میں چاروں صوبوں کے عوام اور علماء نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ غرضیکہ ہم جد و جہد کر کے رائے عامہ کو منظم کر رہے ہیں۔ باقی، ۲۷ رمضان سے متعلق قرارداد میں یا ہماری قرارداد میں ایسی کوئی بات نہیں تھی کہ استعفیٰ دے دیں گے البتہ شریعت کے لیے تو سب کچھ قربان کیا جا سکتا ہے۔

سوال:۔ اخبارات میں تو یہی شائع ہوا تھا؟

جواب:۔ بعض مقررین جذباتی تقریریں کرتے تھے لیکن کچھ لوگوں کی رائے تھی جو شریعت محاذ کی میٹنگ میں سامنے آئی اور خود میری رائے یہ تھی کہ ہم استعفیٰ دے دیں لیکن اکثریت جو ہماری تنظیم میں شامل تھی اُس نے کہا کہ استعفے سے کوئی خاص فرق نہیں پڑے گا ہماری جو جد و جہد جاری ہے اس میں، ہم سینٹ میں محرکین ہیں، اگر ہم نکل آئے تو خود دستبردار ہو جائیں گے اور پھر یہ مطالبہ کہاں کریں گے۔ تو بہر حال ایک میدان ہمارا وہ ہے جہاں ہم سینٹ میں بھی یہ جنگ جاری رکھے ہوئے ہیں لیکن باہر بھی ہم مایوس نہیں ہیں، گو کہ شریعت محاذ میں شامل بعض تنظیمیں اپنی جماعتی سرگرمیوں میں زیادہ مصروف ہو گئی ہیں۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر جماعتی سرگرمیوں سے ان کی جماعت زیادہ مؤثر یا قوی ہو گئی ہے اور ہم بھی اپنی جماعت کو مؤثر کرنے میں لگے ہوئے ہیں تو اسی کا نتیجہ بالآخر یہی نکلے گا کہ ہمیں سڑکوں پر نکلنا ہو گا اور ہم اس جد و جہد سے دستبردار نہیں ہوں گے۔

سوال:۔ آپ نے لاہور کانفرنس میں بھی اعلان کیا کہ ہم جہاد کریں گے اور اس موقع پر ایک کلاشنکوف بھی آپ کے ہاتھ میں تھی، تو اس جہاد کی نوعیت کیا ہو گی نیز کب تک اور کس مرحلے پر آ کر آپ اس کا آغاز کریں گے؟

جواب:۔ ہم تو اس ملک میں انقلاب چاہتے ہیں اور اسلامی انقلاب ہی اس ملک کے تحفظ کا ذریعہ ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ گذشتہ چالیس سال سے مختلف طریقوں سے اس طرف

بڑھ رہے ہیں اور جدوجہد جاری ہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے قرارداد مقاصد تیار کی۔ پھر آئین کی اصلاح کے لیے ہم نے کوششیں جاری رکھیں اور اب تک ہم جدوجہد سے دستبردار نہیں ہوئے۔ اور ہم چاہتے ہیں کہ آئینی، پارلیمانی اور انتخابی جدوجہد کے ذریعے اس منزل تک پہنچ جائیں لیکن برسر اقتدار طبقہ ہماری راہ میں رکاوٹ بنا رہا ہے اور انقلاب تو ظاہر ہے انقلاب ہوتا ہے۔ اس کے لیے ہمیں جو کچھ بھی کرنا پڑے گا ہم یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ایک جہاد ہوگا۔ ہم چاہتے ہیں کہ ایک وقت ایسا آجائے کہ مسلمان بالکل اٹھ کھڑے ہوں اور پھر وہ حکومت کو مجبور کریں خواہ وہ تلوار سے ہو۔ اسے آپ جہاد سمجھیں، کلاشنکوف سمجھیں۔

سوال:۔ آپ مزید کس چیز کا انتظار کریں گے؟

جواب:۔ ایک وقت آئے گا۔ ہر خاص معاملے میں ایک وقت ہوتا ہے۔ ہم حالات کا جائزہ لے رہے ہیں کہ دینی قوتیں بیدار ہوں منظم ہوں، پھر ہم خواہ مخواہ یہ بھی نہیں چاہتے کہ لوگ کہیں یہ تخریب کاری کر رہے ہیں۔

حکومت متفقہ شریعت بل نہ لاسکی

ہم تو خالص شریعت کے لیے سیاست کرتے ہیں اور اس کے لیے، ہم جو بھی قدم اٹھا سکتے ہیں اٹھائیں گے، انشاءاللہ۔ سارے راستے ہمارے سامنے کھلے ہیں۔ انقلاب ایران کی مثال ہمارے سامنے ہے، آخری ردِعمل بھی ہوتا ہے شہنشاہیت کے زمانے میں کوئی تصور بھی نہیں کرسکتا تھا کہ ایسا ہوگا۔ وہاں کے لوگ بھی آئینی طریقوں سے تبدیلی کے خواہشمند تھے۔ یہی صورتِ حال افغانستان کی ہے۔ حکومت بلاوجہ شریعت بل کے معاملے کو ٹال رہی ہے اور کہتی ہے کہ ہم متفقہ بل لائیں گے لیکن وہ نہیں لاسکے۔ اور ہمیں متفقہ بل لانے کو کہتے ہیں۔ میں بار بار چیلنج کرتا ہوں کہ علماء کا اس بل کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ بل کی کسی شق پر کسی عالم کو اعتراض نہیں ہے کہ وہ غلط ہے۔ بریلوی، دیوبندی، اہلحدیث سب حضرات حتیٰ کہ شیعہ بھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ دفعہ غلط ہے۔

گول میز کانفرنس میں وزیراعظم کے چیلنج کا جواب

اور ایک نئی بات آپ کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں کہ

حالیہ گول میز کانفرنس کے اختتام پر جب کھانے کی میز پر گئے تو اس دوران خوشگوار ماحول میں سب لوگ وزیر اعظم، وزراء موجود تھے۔ اتفاق سے مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا فضل الرحمٰن اور تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے فاضل موسوی تینوں اکٹھے بیٹھے تھے۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے تفنن طبع سمجھیں یا طنز، بات چھیڑ دی کہ وزیر اعظم صاحب آپ نے مولانا سمیع الحق صاحب کے شریعت بل کے ساتھ کیا کیا؟ میں چاہتا تھا کہ بات نکلے۔ پھر کسی اور نے مذاق کیا کہ بل کی بات کرتے ہیں یا شریعت بل کی۔ اتنے میں بزنجو صاحب متوجہ ہو گئے، انہوں نے کہا وزیر اعظم صاحب پھر کوئی نئی شریعت بن رہی ہے۔ انہوں نے اپنے انداز میں کہا کہ شریعتیں تو ہر دور میں الگ الگ تھیں، خلفاء راشدینؓ کے زمانے میں الگ شریعت تھی، بنو عباس کے دور میں الگ شریعت تھی، بنو امیہ میں الگ شریعت تھی، جیسے اُن کا مذاق ہوتا ہے اُسی انداز میں انہوں نے کہا۔ پھر وزیر اعظم صاحب نے کہا کہ آپ علماء حضرات اگر متفق ہو جائیں تو میں ابھی نافذ کر دوں۔ انہوں نے گیند اسی طرح ان کے کوٹ میں پھینک دی۔ میں نے جو اس وقت تک خاموش تھا فوراً کہا وزیر اعظم صاحب ابھی بات صاف ہو جاتی ہے۔ شریعت بل کی مخالفت کرنے والے دینی طبقے سے یہ تین حضرات ہیں جو اتفاق سے یہاں اکٹھے بیٹھے ہوئے ہیں، میں نے کہا کہ میں آپ کے سامنے بات صاف کراتا ہوں اور آپ جو بار بار کہہ رہے ہیں کہ علماء متفق ہو جائیں تو اس کا جواب بھی آپ کو مل جائے گا۔ میں نے کہا کہ میں ان تینوں افراد کو چیلنج دیتا ہوں کہ ابھی آپ کے سامنے شریعت بل کی کسی دفعہ پر مجھے بتا دیں کہ وہ قرآن وسنت کے خلاف ہے، میں نے کہا یہ تینوں تو آپ کی حکومت کو نہیں مانتے ان کو آپ کی حکومت سے اختلاف ہے، اگر آپ پورا قرآن شریف بھی نافذ کریں گے تو یہ اعتراض کریں گے۔ میں نے نورانی صاحب سے کہا کہ آپ بتائیں کہ اس میں کونسی غیر شرعی چیز ہے؟ سب لوگ ہنس پڑے اور قہقہہ لگا۔

بہر حال میں نے وزیر اعظم کو بتا دیا کہ علماء کرام قرآن وسنت کے نقطۂ نظر سے اس شریعت بل پر اعتراض نہیں کر سکتے، اور کسی بھی شخص نے یہ نہیں کہا کہ یہ متفقہ نہیں ہے اور اس کے کسی نکتے سے ہمیں اختلاف ہے۔ قاضی حسین احمد صاحب نے بھی درمیان میں کہا

کہ بھی یہ راستہ اگر آپ کو پسند نہیں ہے تو کوئی متبادل راستہ اختیار کریں اور ہمیں بتائیں ہم آپ کے پیچھے چلنے کو تیار ہیں۔ کوئی طریقہ تو آخر شریعت کے لیے ہوگا۔

بہر حال یہ تو وزیر اعظم کو بھی پتہ ہے کہ یہ شریعت بل متفقہ ہے۔ جان چھڑانے کے لیے بھی ایک صورت ہے کہ بار بار کہا جائے کہ متفقہ بل پیش کرو۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس معاملے میں پوری قوم بھی صورتِ حال سمجھ چکی ہے اور حکومت کے پاس بھی کوئی جواز نہیں ہے سوائے اس کے کہ اسے منظور کرے۔ آخر اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا ہے اور قوم کے سامنے بھی دوبارہ آنا ہے۔

جہادِ افغانستان، دارالعلوم حقانیہ اور جمعیۃ علماء اسلام

سوال:۔ افغانستان کی صورتِ حال پر بھی آپ کی گہری نظر ہے، اس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ آپ وہاں سے بہت قریب ہیں اور صوبہ سرحد سے آپ کا تعلق ہے۔ حالیہ مذاکرات اور پاکستان کی موجودہ پالیسی کے حوالہ سے اس مسئلہ کے بارے میں آپ کے تاثرات یا آپ کی پارٹی کا موقف کیا ہے؟

جواب:۔ ہمارا تو واقعی اس معاملے سے بہت قریبی تعلق ہے گویا ہم جہاد میں عملاً شریک ہیں۔ جہادِ افغانستان کی ہائی کمان کے اکثر لوگ ہمارے دارالعلوم کے فارغ التحصیل ہیں، ان کی عظیم قربانیاں ہمارے سامنے ہیں۔ ہمارا موقف اس معاملے میں بالکل واضح ہے۔ گول میز کانفرنس میں بھی پوری وضاحت سے اپنا موقف پیش کیا ہے کہ اصل مسئلہ تو اس معاملے کو حل کرانے کا ہے کہ یہ پُرامن طریقے سے ختم ہو جائے اور پورا خطہ امن و سکون کا سانس لے، اور ہماری خواہش ہے کہ روس ایک سیکنڈ بھی وہاں نہ رہے لیکن وہ ایسی صورت میں جائے کہ وہاں جو افسوسناک صورتحال ان دنوں ہے اس کا بھی خاتمہ ہو۔ اس کی یہی صورت ہے کہ وہاں اب صرف اور صرف مجاہدین کی مرضی سے حکومت قائم کی جائے اور پھر مجاہدین کی مرضی ہے کہ وہ اسے وسیع تر بنیادوں پر بناتے ہیں یا کیسے۔ انہوں نے میدان فتح کیا ہے، سولہ لاکھ افراد کی قربانی دی ہے، پچاس لاکھ در بدر ہیں۔ اس صدی کی سب سے بڑی لڑائی انہوں نے لڑی ہے اور ایک سپر طاقت کو

گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اب کوئی بیچ میں ایک تیسری طاقت آتی ہے اور کہتی ہے کہ تمہارا حق نہیں ہے ہم ایک گماشتہ حکومت تمہارے سروں پر مسلط کرتے ہیں۔ تو یہ مسئلے کا حل نہیں ہے، اس صورت میں مہاجرین بھی واپس نہیں جائیں گے۔ ہمارا حصّہ تو جنگ میں صرف یہ ہے کہ مہاجرین انسانی ہمدردی کی وجہ سے ہم نے رکھے ہیں اور ہمارا رول یہی ہونا چاہیئے کہ کہ مہاجرین کو پھر اپنا ٹھکانہ مل جائے لیکن اگر معاہدے کے نتیجے میں مہاجرین کو ٹھکانہ بھی نہ ملے اور ہم انہیں نہ ختم ہونے والی لڑائی میں پھینک دیں تو یہ ان مہاجرین اور مہاجرین کی قربانیوں سے بھی غداری ہوگی اور ہمارے مسائل بھی حل نہیں ہوں گے۔

سوال:۔ آپ نے بجا ارشاد فرمایا لیکن پاکستان ایک علیحدہ مملکت ہے اور افغانستان ایک علیحدہ مملکت، اگر اس طرح کی شرائط پاکستان کی طرف سے عائد کی جائیں گی تو آپ کے نزدیک پاکستان کے مفادات کو کیا خطرات درپیش ہو سکتے ہیں؟

پاکستان کے لیے زیادہ حسّاس اور حزم و احتیاط کا مقام

جواب:۔ میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کچھ شرائط عائد نہ کرے، میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ آپ دستخط کریں یا نہ کریں دونوں صورتوں میں روس وہاں سے واپس جاتا ہے اور دونوں صورتوں میں خانہ جنگی بھی آپ کہتے ہیں کہ وہاں رہے گی تو پھر ہم اپنے آپ کو کیوں ملوث کریں اور ایک فریق بنیں، اور انہیں معاہدہ کرنے دیں۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ روس اس مسئلہ پر براہ راست مجاہدین سے گفتگو کرتا، لیکن وہ ایسا نہیں کرتا، اور امریکہ و روس اپنے مفادات کے لیے کسی چیز پر ان کو قربانی کا بکرا بناتے ہیں تو ہم اس میں کیوں شریک ہوں۔ ہمیں دستخط کرنے یا نہ کرنے سے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ روس نے تو وہاں سے جانا ہے جب کہ دستخط کرنے کی صورت میں یہ خطرہ ہے کہ مجاہدین جو بہت بڑی طاقت ہیں اور ہمارے حلیف بن گئے ہیں، انہوں نے اسلام کی جنگ لڑی ہے اور وہ غیور قوم صدیوں تک ہمارے احسان کو فراموش نہیں کرے گی اور ہماری آہنی سرحد ثابت ہوگا، اسے ہم آخری مرحلے میں بلا وجہ اپنا دشمن بنا لیں گے۔ جب ہم بھیڑیئے کے سامنے پھینک کر ان کے راستے بند کریں گے تو ان کی محبت نفرت میں بدل جائے گی۔

سوال:۔ اگر کوئی ایسا معاہدہ ہوتا ہے جس سے مجاہدین اور وہ پناہ گزین جو یہاں مقیم ہیں، متفق نہ ہوں تو آپ کے خیال میں کیا وہ واپس جانے سے انکار کر دیں گے؟

رُوس افغانستان اور پاکستان کو لبنان بنانا چاہتا ہے

جواب:۔ میں نے وہاں بھی کہا تھا کہ ہمارے پاس کیا گارنٹی ہے کہ ہم پچاس لاکھ آدمیوں کو باندھ کر وہاں پھینک سکیں۔ اگر انہوں نے انکار کر دیا اور ہم جبر کریں تو کیا خدانخواستہ یہ خبر نہیں ہے کہ وہی کلاشنکوف ہمارے خلاف ہو جائے۔ رُوس تو یہ چاہتا ہے کہ پاکستان اور افغانستان کو لبنان بنا دے۔ جو کام وہ میدانِ جنگ میں نہ کر سکا وہ اب ایک معاہدے کے ذریعے کرانا چاہتا ہے۔ پھر بھارت ہے جو بلاوجہ میدان میں آ رہا ہے اگر ان کی ایجنٹ حکومت وہاں ہوگی تو وہ ہمارے لیے دردِ سر ثابت ہو گی۔ ابھی آپ نے دیکھا کہ انہوں نے بلاوجہ ڈیورنڈ لائن کا شوشہ چھوڑا، ادھر راجیو نے کہا کہ میں بنیاد پرستوں کو برداشت نہیں کروں گا۔ اصل میں معاملہ یہ ہے کہ بڑی طاقتیں اس پوائنٹ پر متفق ہیں کہ کہیں بھی صحیح اسلامی حکومت قائم نہ ہو، امریکہ وغیرہ سب متفق ہیں، چین بھی خطرہ محسوس کرتا ہے، بلکہ چین نے ہماری اعلیٰ سطح کی کمان سے خطرات کا اظہار کر دیا ہے۔ وہ انقلاب ایران سے خواہ وہ کیسا بھی ہے خوفزدہ ہیں۔ اس وقت پاکستان کو اللہ تعالیٰ نے سنہری موقع عطا کیا ہے، پورا عالم اسلام اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اگر افغانستان میں راسخ العقیدہ مسلمانوں کی حکومت قائم ہو گئی ہندوستان کے دس کروڑ مسلمان بھی محفوظ ہو جائیں گے اور اس کے اثرات وسط ایشیا میں بھی پڑیں گے۔ یعنی روس میں جو شورش برپا ہے اور وہاں بے چینی ہے، گرفتاریاں اور مظاہرے ہوئے ہیں۔ اور اگر افغانستان میں حکومت قائم ہوتی ہے تو یہاں پاکستان اور تمام مسلم مملکتوں کو استحکام ملے گا۔ کتنا بڑا المیہ ہے کہ سولہ لاکھ افراد کی قربانیوں کے بعد بھی بڑی طاقتیں ہمیں منزلِ مقصود تک نہیں پہنچنے دیتی ہیں۔

سوال:۔ آپ کے خیال میں پاکستان کو اس وقت کیا "لائن آف ایکشن" اختیار کرنی چاہیے؟

پاکستان ٹھوس موقف اختیار کرے

جواب:۔ پاکستان سخت موقف اختیار کرے۔ اس لیے کہ مہاجرین کا مسئلہ ہمارا ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ یہ باعزت طور پر واپس ہوں اور وہاں خون خرابہ نہ ہو۔ اور اس کی ایک ہی صورت ہے کہ وہاں مہاجرین کی مرضی کی حکومت قائم ہو۔ یہ موقف اگر پاکستان اختیار کرے اور روس کی دھمکیوں میں نہ آئے تو انشاء اللہ روس کبھی ٹیڑھی آنکھ سے ہمیں نہیں دیکھ سکے گا، اسے سو سال تک کا بڑا سبق مل چکا ہے۔ ہم مجاہدین کو ان کی مرضی پہ چھوڑ دیں کہ جب وہ مطمئن نہ ہوں تو ہم کسی معاہدے میں شریک نہ ہوں۔ ہم چاہتے ہیں کہ مجاہدین جانیں اور وہ حکومت جانے، مجاہدین خود نمٹ لیں گے۔

سوال:۔ اگر کوئی ایسا باعزت سمجھوتہ ہو جاتا ہے جس میں مجاہدین کو وہاں ہر قسم کا تحفظ حاصل ہو تو پھر آپ کے خیال میں جتنے پناہ گزین یہاں مقیم ہیں کیا وہ سب کے سب واپس چلے جائیں گے یا کچھ لوگ جو یہاں رہائش اختیار کر چکے ہیں اور بہت خوشحال ہیں وہ واپس جانے سے گریز کریں گے؟

جواب:۔ میرے خیال میں اگر انہیں وہاں اپنا مستقبل محفوظ نظر آئے اور مرضی کی حکومت بھی ملے تو میرے خیال میں کوئی یہاں نہیں ٹھہرے گا اور پھر ہمارے پاس جواز ہو گا کہ اپنے ملک جاؤ۔

سوال:۔ فرض کریں کہ کوئی ایسا معاہدہ ہو جاتا ہے جو مجاہدین اور پناہ گزینوں کے مفاد میں نہیں ہے تو آپ کا یا آپ کی پارٹی کا مؤقف کیا ہو گا؟

واخان کا مسئلہ

جواب:۔ اس معاہدے کو ہم ملک کی سالمیت کے لیے انتہائی خطرناک سمجھتے ہیں اور آخر وقت تک اس معاہدے کی مخالفت کریں گے، روس وہاں بے تحاشا فوجی مشیر اور اسلحہ بھیج رہا ہے۔ ساڑھے چار سو معاہدے افغان انتظامیہ سے اس کے ہو چکے ہیں۔ واخان کا مسئلہ ہے جو بعد میں بھی ہمارے لیے رسے گا۔

سوال:۔ واخان کی جو پٹی اس وقت روس کے قبضے میں ہے اگر مجاہدین کی حکومت آئی تو کیا وہ دوبارہ افغانستان میں شامل ہو جائے گی؟

• **جواب:۔** بالکل! وہ شامل ہو جائے گی۔ جب پورے افغانستان کو روس سے چھین لیا گیا ہے تو وہ پٹی بھی افغان سرحدوں میں شامل ہو گی۔ اگر روس کی مرضی کی حکومت افغانستان میں قائم رہتی ہے تو پاکستان میں علیحدگی پسندی کی تحریکیں، پختونستان کے نعرے اور یہ شورشیں سب دوبارہ سر اٹھا لیں گی۔ یہ لوگ اگر دھماکوں سے تنگ ہیں تو اس صورت میں دھماکے اور بڑھ جائیں گے۔

گول میز کانفرنس

سوال:۔ آپ نے گول میز کانفرنس کا حوالہ دیا ہے تو آپ یہ بتائیں کہ اس کانفرنس کے کیا مثبت نتائج برآمد ہوئے ہیں اور عوام کی نظروں میں سیاسی پارٹیوں پر اس کے کیا اثرات مرتب ہوں گے؟

جواب:۔ یہ ایک اچھا اقدام ہے، ہم نے ہمیشہ کہا ہے کہ حکومت کو سیاسی جماعتوں سے روابط بڑھانے چاہئیں اور ان کی رائے کو قدر کی نگاہ سے دیکھے اور مفاہمت کے راستے اختیار کرے اور جمہوری عمل سے جو لوگ کٹ گئے ہیں اُن کی رائے سے استفادہ کرنا چاہیئے۔ اور میری نگاہ میں حکومت کو یہ سنہرا موقع ملا کہ اس میں کچھ لوگوں کو مجبوراً جانا پڑا، وہ حکومت کو تسلیم نہیں کرتے تھے تب بھی وہ مذاکرات کی میز پر آئے۔ کانفرنس میں بہت بڑی لابی روسی کاز کی حمایت کرنے والی تھی۔ وہ لوگ مجاہدین کی کوششوں کو جہاد نہیں سمجھتے اور مہاجرین کو بھگوڑے کہتے ہیں۔ اُنہیں افغانستان میں امن اور خوشحالی نظر آتی ہے۔ نظریۂ ضرورت نے ان سب کو ایک گول میز پر اکٹھا کر دیا اور حکومت کو بھی ضرورت پیش آئی کہ وہ جو ایک دلدل میں پھنس گئی ہے تو میں سیاسی جماعتوں پر بوجھ بانٹ دوں اور سیاسی جماعتوں نے بڑی خوشی سے اپنے کندھے آگے بڑھا دیئے، میرے خیال میں اگر باشعور لوگ ہوتے تو ایسا نہ کرتے۔ بہرحال ہم نے وہاں وزیر اعظم سے کہا کہ دیگر قومی مسائل پر بھی تمام لیڈروں کو بلائیں اور ان کی رائے لیں۔ میں نے مثال کے طور پر کالا باغ ڈیم اور کراچی کے مسئلہ کا ذکر کیا، دیگر حضرات نے بھی توجہ دلائی کہ اب قومی سطح کی کانفرنسوں کا سلسلہ جاری رہنا چاہیئے۔

سوال:۔ ابھی آپ نے کالا باغ ڈیم کا ذکر کیا تو اس وقت اس منصوبے سے دو صوبوں میں بے چینی پائی جاتی ہے۔ آپ یہ بتائیں کہ صوبہ سرحد اس ڈیم سے کس حد تک متاثر

ہوگا؟

کالاباغ ڈیم

جواب :- اس وقت تو سب سے زیادہ خطرہ خود مجھے ہے یعنی میرا حلقہ انتخاب اکوڑہ خٹک ساری تحصیل نوشہرہ میں پشاور تک یہ پورا حلقہ خطرہ محسوس کرتا ہے۔ ہم نے اسے سیاسی مسئلہ پھر بھی نہیں بنایا۔ ہم کہتے ہیں کہ قوم و ملک کے مفاد میں اگر کوئی چیز ہے تو کم سے کم نقصان ہو اور سب لوگوں کے مشورے سے کوئی بات طے ہو اور ملک کی یکجہتی کو نقصان نہ پہنچے۔ میں نے سینٹ میں بھی دو سال قبل یہ مسئلہ اٹھایا کہ صورتحال کیا ہے اس سے آگاہ کیا جائے ہم کوئی رائے اس وقت دے سکیں گے جب واضح صورتحال ہمارے سامنے ہو۔ آج تک حکومت نے ہمیں بالکل تاریکی میں رکھا ہوا ہے۔ سینٹ، قومی اسمبلی اور پوری قوم کو بھی۔ بعض وزراء کچھ کہتے ہیں، مرکز کچھ کہتا ہے، صوبے کچھ کہتے ہیں۔ میری تحریک کے جواب میں چیئرمین سینٹ نے وعدہ کیا تھا کہ بات آگے بڑھے گی اور عملی کام شروع ہوگا تو پوری قوم کو اعتماد میں لیں گے اور سینٹ میں پوری تفصیل سے بحث ہوگی۔ میں سمجھتا ہوں کہ ابھی ہمارے سامنے کوئی واضح بات نہیں ہے اس لیے ہم رائے بھی نہیں دے سکتے۔

سوال :- ماہرین کا یہ کہنا ہے کہ کالاباغ کے مقام کو پہلے کسی زمانے میں مسترد کیا جا چکا ہے اور اس کے مقابلے میں بھاشا اور داسو کے مقامات پر اتنے ہی اخراجات سے دو ڈیم بن سکتے ہیں جنہیں پہلے بھی تجویز کیا جا چکا ہے، اس بارے میں آپ کی معلومات کیا ہیں؟

جواب :- میرا بھی یہی خیال ہے کہ کسی خاص مقام کے بارے میں کوئی وحی نہیں آئی ہے۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ اسے چند لوگوں نے سیاسی اسٹنٹ کے طور پر اچھالا ہے لیکن دو تین صوبوں میں اس سے بے اطمینانی تو ہے، اور اگر قومی یکجہتی کسی سے متاثر ہو تو متبادل جگہیں اور ذریعے تلاش کیے جا سکتے ہیں۔ تو یا تو اس معاملے میں ٹیکنیکل طور پر ایسی تبدیلی لائی جائے کہ کم سے کم نقصان ہو بلکہ نقصان ہو ہی نہیں۔

سوال :- کیا اس سے بہتر یہ نہیں ہوگا کہ پہلے پانی کے معاہدہ پر عملدرآمد ہو پھر

چاروں صوبوں کے ماہرین پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی جائے اور وہ اس پر غور کرے ؟

جواب:۔ ڈیموں کے بنانے سے زیادہ اہم مسئلہ پانی کی تقسیم کا ہے اگر اس پر سارے صوبوں کو اطمینان ہو جائے تو پھر میرے خیال میں یہ مسئلہ اتنا نہ الجھتا، یہ اس طرف تو جاتے نہیں ہیں کہ اس معاہدے پر عمل کرایا جائے۔

سوال:۔ جمعیۃ علماء اسلام میں گروہ بندی کے اصل اسباب کیا ہیں جب کہ علماء امت کو اتحاد کی دعوت دیتے ہیں ؟

۹۵ فیصد علماء جمعیۃ کے ساتھ ہیں

جواب:۔ ہمارے یہاں ذاتیات کا کوئی ایسا جھگڑا نہیں ہے، ایک ہی مکتبۂ فکر کے لوگ ہیں مخلص ہیں۔ اور عہدے یا منصب کا بھی کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ میرا انتخاب بھی ابھی ہوا ہے۔ ہماری جماعت نے آٹھ سال سے اس معاملے کو ملتوی کر رکھا تھا کہ شاید اللہ کرے ہم سب ایک ہو جائیں۔ بالآخر جب گاڑی آگے نہیں چل رہی تھی تو بات چیت کی کوشش کی گئی اور صلح کے لیے اکابر آئے لیکن معاملہ آگے نہیں بڑھا۔ تو ڈیڑھ سال پہلے مجھے اپنی جماعت نے منتخب کیا۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ علماء کی یہ جماعت ۹۵ فیصد ہمارے ساتھ ہے علماء کراچی کے پاکستان کے اپنی جگہ قائم ہیں حضرت مفتی محمودؒ کے زمانے میں حضرت درخواستی صاحب ہماری جماعت کے صدر تھے، وہ ۲۹ سال سے صدر ہیں، وہی جماعت ہے، وہی دفتر ہے، وہی اخبار ہے اور سارا سلسلہ وہی ہے۔ کچھ لوگ ہم سے الگ ہوئے، تو اختلاف عہدوں کی وجہ سے نہیں بلکہ پالیسی کی وجہ سے ہوا۔ ہم ایک فرد یا دو کے سیاسی راستے کو صحیح نہیں سمجھتے تھے۔

جماعتی اختلاف کا پس منظر

سوال:۔ ان اختلافات پر تھوڑی سی روشنی ڈالیں ؟

جواب:۔ ہم چاہتے تھے کہ ساری جدوجہد کا مطمح نظر نفاذِ اسلام کو بنائیں اس کے لیے مارشل لاء کے دور میں بھی جنگ جاری رکھیں اور اگر کوئی اسمبلی غیر جماعتی بنیادوں پر بنتی ہے تو وہ بھی جمہوریت کی طرف پیش رفت ہے۔ ہمیں جمہوریت سے زیادہ شریعت کی

بالادستی اور اس کا نفاذ عزیز ہے، کچھ دوستوں نے وہ راستہ اختیار کیا کہ جن لوگوں کو ہم نے بڑی قربانیوں سے اتارا تھا انہی کے ساتھ مل بیٹھے اور کہا کہ پہلا مرحلہ جمہوریت کی بحالی کا ہے۔ ہم نے کہا کہ اس طرح جمہوریت بحال نہیں ہو سکتی بلکہ ہم ۷۰ء کی طرف ریورس گیئر لگا کر چلے جائیں گے۔ اس طرح قومی اتحاد اور جمہوری محاذ کی جدوجہد پر پانی پھر جائے گا اور اس جدوجہد سے علماءؒ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ چہرے تبدیل ہوں گے لیکن نظام وہی رہے گا۔ ہمیں اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے کہ کون کرسی پر بیٹھتا ہے۔ ہمیں انگریز سے ورثے میں ملے ہوئے نظام کی بنیادوں کو ہلانا چاہیئے، جب یہ نظام بدلے گا تو پھر مشکلات حل ہو جائیں گی۔ ان کا کہنا تھا کہ ہم پہلے اس حکومت کو ہٹائیں گے۔ ان میں بہت سی قوتیں تھیں جو ہمارے نظریات سے ہم آہنگ نہیں تھے یا ہماری ہم خیال نہیں تھیں۔ تو ہم نے کہا کہ یہ ساری جدوجہد تو دوسروں کے لیے ہے، یہ اختلاف ابھی تک چل رہا ہے۔

سوال:۔ مستقبل میں اتحاد کا کوئی امکان نظر آتا ہے؟

جواب:۔ ہم تو ہر وقت لبیک کہتے ہیں اگر کوئی آئے اپنی جماعت ہے، اپنے اکابر ہیں، ان کو دعوت دیتے ہیں کہ اپنی جماعت ختم کر دیں، ان اکابر کے دامن میں آجائیں اور ایک ہی طریقے سے ہم جدوجہد کریں۔

لادین سیاست دانوں اور حکومت کا متفقہ کردار

ایک تو سیاست نام ہے شور شرابے اور حرکت کا جس میں ہنگامہ خیزی، نعرے بازی آتی ہے وہ سیاست اگر ہم کریں تو اس سے ہمیں کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ یہ شور و غوغا کر کے سیاسی جماعتیں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتی ہیں، اخبارات میں بھی ان لوگوں کے افراد زیادہ ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ ہماری رفتار سست رہے لیکن صراطِ مستقیم پر رہے۔ تو الحمدللہ ہمارے علماء فعال اور متحرک ہیں۔ اگر ہم ہوا کے رخ کو دیکھتے تو ویسا ہی کرتے۔ ہم ایسی شے پیش نہیں کرتے ہیں بلکہ شریعت بل کی وجہ سے سب سے زیادہ متحرک ہم رہے اور ہم نے ایک واضح پروگرام قوم کے سامنے رکھا پھر جدوجہد کی مظاہرے کیے۔ سیاست دانوں نے کون سی چیز سامنے رکھی اور اگر انہوں نے کوئی مطالبہ

کیا تو اس سے دستبردار ہو گئے، مڈٹرم الیکشن کہتے تھے ان سب سے ہٹ گئے۔ اب سیاست دانوں کے پاس کوئی مطالبہ نہیں ہے۔ اور ہمارے پاس ایک انقلابی چیز ہے اسے نافذ کر دو، لیکن سیاست دانوں نے مل کر ہماری مخالفت کی اور اس معاملے میں حزب اختلاف اور حزب اقتدار ایک ہو گئے۔ میں عوام کی بات نہیں کرتا وہ سب شریعت چاہتے ہیں لیکن سیاست جن لوگوں کے ہاتھ میں رہی ہے وہ اسے پسند نہیں کرتے۔

سوال:۔ آپ نے فرمایا کہ ملک کو ایک انقلاب کی ضرورت ہے۔ اس وقت ہمارے ملک میں جو جاگیرداری اور طبقاتی نظام موجود ہے اس کے بارے میں آپ کے کیا خیالات ہیں، اس کی تبدیلی کے لیے آپ کے ذہن میں کیا تجاویز ہیں؟

موجودہ استحصالی اور ظالمانہ نظام بدلنا ہوگا

جواب:۔ اس کے لیے تو ہم یہی کہیں گے کہ یہ سارا نظام بالکل استحصالی اور ظالمانہ نظام ہے اور اسے سامراج نے ہم پر مسلط کیا تھا، اس کی زندگی اسی پر موقوف تھی کہ جاگیریں بانٹ دو، کسی کو رئیس کسی کو سردار اور کسی کو نواب کہہ دو، وہ اپنے اپنے علاقے سنبھالتا رہے گا اور میری حکومت چلتی رہے گی، تو وہ تو غلام قوم کے لیے بنایا گیا نظام تھا، اسے ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کے دوسرے روز ہی ختم کر دینا چاہیئے تھا۔ اور اس کا متبادل راستہ یہی ہے کہ ہمارے پاس اللہ کا دیا ہوا نظام ہے، اس میں نہ استحصال ہے نہ ظلم، تو ہم چاہتے ہیں کہ اسی انقلاب کے ذریعے اس استحصال کو ختم کیا جا سکتا ہے۔

سوال:۔ ملک کے حالات عوام کے سامنے ہیں، لیکن ان تمام باتوں کے باوجود عوام یہی چاہتے ہیں کہ ملک میں صحیح اسلامی نظام نافذ ہو۔ ان کے ذہن میں یہ سوال بار بار ابھرتا ہے کہ آخر علماء کرام اور مذہبی جماعتیں اس ایک مقصد کے لیے اکٹھی کیوں نہیں ہو پاتیں؟

جواب:۔ کافی حد تک تو یہ بات صحیح نہیں ہے کیونکہ جب بھی کوئی ایسا مرحلہ آیا کہ اسلامی نظام کی بات ہو سب متفق ہو جاتے ہیں۔

سوال:۔ لیکن آپ نے خود گول میز کانفرنس کے واقعہ کا ذکر کیا تھا؟

جواب:۔ میں نے وہاں بھی کہا تھا کہ شریعت کے معاملے میں تو یہ متفق ہیں لیکن یہ

اپنے سیاسی ڈھانچے اور طریق کار کی وجہ سے اختلاف کرتے ہیں۔ تو میں کہتا ہوں کہ یہ اختلاف بعد میں طے ہوتے رہیں گے شریعت کو اہمیت دینی چاہیئے۔ ہماری دینی قوتوں سے اپیل ہے کہ وہ یکجا ہوں اور اتحاد کا مظاہرہ کریں۔ ہم نے شریعت محاذ کے ذریعے اس کی کوشش بھی کی تھی۔

سوال:۔ وہ تو صحیح ہے لیکن ایک فرقہ دوسرے فرقے پر کفر کے فتوے بھی عائد کرتا ہے تو لوگ کیسے نہ سمجھیں کہ علماء متحد نہیں ہو سکتے؟

جواب:۔ میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ یہ اختلاف فکری اور نظری ہیں یا عقیدوں کے اختلافات ہیں۔ ہمارے سامنے مسئلہ اقتصادی، معاشی، انتظامی ڈھانچے کا ہے اختلافات اپنی جگہ ہیں اور بعض بڑے سنگین بھی ہیں اور اصولی بھی، لیکن ہمارے سامنے ملک کے نظام کو بدلنے کا مسئلہ ہے اور تمام مکاتب فکر کو نظام بدلنے پر اعتراض نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں یا بشر، حاضر وناظر ہیں یا نہیں، علم غیب ہے یا نہیں، ان اختلافات کی وجہ سے فتوے لگتے ہیں لیکن یہ اختلافات کسی کو ملک چلانے میں آڑے نہیں آسکتے۔ یہ نظری وفکری اختلافات ہیں۔ ہماری فقہ ایک ہے، بریلویوں کے یہاں بھی فقہ حنفی ہے، دیوبندیوں کے یہاں بھی فقہ حنفی ہے۔ تمام سنّی ان قوانین کو مانتے ہیں۔

غرضیکہ جب بھی موقع آیا ہے تمام قوم نے یکجہتی کا مظاہرہ کیا ہے۔ قیام پاکستان کا موقع ہو یا قومی اتحاد کی تحریک کا معاملہ ہو یا کوئی اور قومی مسئلہ ہو وہاں ساری قوم اکٹھی رہی ہے۔

قائدِ انقلابِ اسلامی حضرۃ مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے
روزنامہ جنگ پینل کا قومی، ملکی اور ملّی مسائل پر ایک اہم انٹرویو

قائدِ جمعیۃ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ مارچ ۱۹۸۹ء کے آخر اور اپریل ۱۹۸۹ء کے آغاز میں کراچی میں متحدہ علماء کونسل کے اجلاس اور اسلامی جمہوری اتحاد کے تاریخی جلسہ میں شرکت اور دیگر کئی اہم قومی و ملّی امور کے سلسلے میں کراچی میں مصروف رہے۔ اسی دوران ملک کے معروف اخبار روزنامہ جنگ کیلئے جناب عارف الحق صاحب اور جناب نصیر احمد سلیمی اور ان کے رفقاء پر مشتمل ایک پینل نے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے ملکی، قومی اور ملّی سطح کے اہم مسائل پر تبادلہ خیال کیا۔ سوال و جواب کا یہ سلسلہ ایک مفصل انٹرویو بن گیا۔ چونکہ آپ جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی سیکرٹری جنرل اور اسلامی جمہوری اتحاد کے نائب صدر بھی ہیں، اس حیثیت سے جنگ پینل کے شرکاء نے کئی ایک نازک ترین اور حساس موضوعات پر آپ کی آراء حاصل کرنے کیلئے ہمہ پہلو سوالات بھی کیے۔ قائدِ جمعیۃ کے مفصل اور بعض اجمالی مگر جامع جوابات میں ملک کی نازک ترین صورتحال، اندرونِ ملک سازشیں، سرحدات پر خطرات کے منڈلاتے ہوئے بادل، کراچی میں فسادات، نسلی اور لسانی عصبیتوں کے اسباب، عالمِ اسلام کا اہم ترین مسئلہ جہادِ افغانستان، اس کا پس منظر اور پیش منظر، ملک کی خارجہ پالیسی پر روسی لابی کا شب خون، افغان عبوری حکومت کو تسلیم کرنے میں حکومتِ پاکستان کا مذموم رویّہ، سرحد میں نئے گورنر کے تقرر کا مسئلہ اور اس سلسلہ کے خطرناک مضمرات کی نشاندہی، آزادیٔ ہند اور جہادِ افغانستان میں علماء حق کے تاریخی کردار کا تسلسل، پختونستان کے سٹنٹ کی حقیقت، موجودہ حکومت کے حالیہ عرصۂ اقتدار کا اجمالی تجزیہ، اسلامی جمہوری اتحاد کی ضرورت، مقاصد، عزائم اور قیادت کی ذمہ داریاں اور فرائض۔ آٹھویں ترمیم بل، اسلامی اور شرعی نقطۂ نظر سے اس کی توضیح جس سے تصویر کے

دونوں رُخ سامنے آجاتے ہیں۔ اور دیگر کئی ایک اہم موضوعات پر بڑے واضح، بے تکلف،
بغیر کسی ابہام و اندیشہ لومۃ لائم کے صحیح صورتحال اور ایک صاف آئینہ قوم کے سامنے آگیا ہے
جس میں افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جائر کی عزیمت، قومی رہنماؤں اور
سیاستدانوں کے سامنے واضح لائحہ عمل، ملکی سالمیت اور استحکام کے بنیادی نقاط، قومی ترقی،
اسلامی انقلاب اور تحریک نفاذ شریعت کے کارکنوں کے اہداف اور خدا کی بارگاہ میں سرخروئی
اور کامیابی کی سیدھی راہ کی اس طرح نشاندہی کر دی گئی ہے کہ تمام سنگ میل بے غبار ہو گئے
ہیں۔ جسے احقر نے کیسٹ سے نقل کر کے افادۂ عام کی غرض سے صفحۂ قرطاس پر منتقل کر دیا ہے۔
خدا کرے ارباب حل و عقد، راہنمایان قوم، علماء دین اور عامۃ المسلمین بھی اس سے بھرپور
استفادہ کر سکیں۔ (عبدالقیوم حقانی)

عارف الحق : مولانا! جنگ فورم میں ہم آپ کا خیر مقدم کرتے ہیں، یہ ایک اچھا موقع ملا کہ آپ جلسۂ عام میں شرکت کرنے کے لیے آئے اور کچھ وقت آپ نے ہمارے لیے نکال دیا۔ ہم چاہتے ہیں کہ چند بڑے بڑے مسائل پر اظہارِ خیال کریں ۔۔۔ تو سب سے پہلے میں یہ چاہوں گا کہ یہ کراچی میں جو جلسہ ہوا اس میں عوام کا جوش و خروش اور جذبہ آپ نے بھی دیکھا، اس کی وجہ بیان فرماویں کہ کراچی، حیدر آباد اور سندھ کے مخصوص حالات میں ایسا کیوں ہوا، اس لیے کہ یہاں الیکشن میں عوام نے آئی، جے، آئی کا ساتھ نہیں دیا تو پھر یہ چار ماہ بعد ایسا کیوں ہوا؟ تو کیا یہ پی پی پی یا دوسری قوتوں سے عوام کی مایوسی تھی؟ اس پر اظہارِ خیال فرمائیں۔

مولانا سمیع الحق : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب عارف الحق صاحب! میں انتہائی ممنون ہوں کہ آپ حضرات نے ملک کے ایک مؤقر جریدہ کی وساطت سے اظہارِ خیال کا موقع دیا۔۔۔ میں آئی جے آئی کے جلسے میں آیا تھا میری ایک دیرینہ خواہش تھی اور جن لوگوں کو کراچی کے حالات کی شدت کا احساس ہے اور درد و الم محسوس کرتے ہیں ان کی تمنا تھی کہ ہم اور تماشائی نہ رہیں، خود جا کر حالات کا جائزہ لیں، لوگ یہاں جن لسانی اور

نسلی عصبیتوں کی دلدل میں ڈال دیئے گئے ہیں۔ تو یہاں ہم اخوتِ اسلامی کی، بھائی چارے اور مُسلم اُمّہ ہونے کی حقیقت کو اُبھاریں اور محبت کا پیغام دیں۔ تو مجھے بھی یہ توقع نہیں تھی کہ اتنے جوش اور پذیرائی کا یہاں کے لوگ مظاہرہ کریں گے۔

بظاہر تو یہ محسوس ہو رہا تھا کہ وہاں پی پی پی اور ایم کیو ایم کے علاوہ کوئی دوسرا نام ہی نہیں لے سکیں گے مگر جس والہانہ انداز میں یہاں استقبال ہوا تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ کسی ایک شخص کا نہیں تھا نہ نواز شریف کا اور نہ میرا بلکہ یہ اُن عظیم مقاصد کا استقبال تھا جن کا اسلامی جمہوری اتحاد نے بیڑا اٹھایا ہے۔ پھر یہ حالات بھی ایسے تھے کہ جیسے لوگ اِدھر اُدھر ظلمت میں بھاگ رہے ہوں، پریشان ہوں۔ تو گویا آئی جے آئی کے راہنماؤں کی شکل میں انہیں روشنی کی ایک کرن محسوس ہوئی اور جیسے سمندر میں کوئی ڈوب رہا ہو اور کوئی اس کی طرف ہاتھ بڑھا کر اسے نکالنے کی کوشش کرے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ گویا لوگوں میں نئی جان آگئی کہ خدا کا شکر ہے کہ اس ملک میں کچھ لوگ اسلامی اخوت کا درد رکھنے والے اور یہ پیغام لانے والے بھی ہیں۔ تو عوام کے ان جذبات کا اظہار گویا ان لسانی و نسلی عصبیتوں سے ایک طرح بغاوت کا اظہار تھا، کیونکہ یہاں بحمد اللہ پاکستانی اور اسلامی ذہن رکھنے والوں کی اکثریت ہے۔ چند مفاد پرست طالع آزماؤں نے یہاں ایسے حالات پیدا کیے ہیں۔

> تو میرا پیغام یہ ہے کہ یہاں سندھ میں مسلم قومیت کا جذبہ اُبھارا
> گھر گھر سے آواز اُٹھے کہ نہ میں پٹھان ہوں نہ پنجابی
> نہ سندھی نہ مہاجر نہ بلوچ، بلکہ مُسلم ہوں۔

تو میرے خیال میں ہمارے دورہ اور جلسہ اور جلوس کے بڑے مثبت اثرات کراچی بلکہ پورے سندھ میں پڑیں گے، اور ہمیں پورے سندھ میں جانا چاہیئے، ہمیں مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ وقتی طور پر اگر اتحاد کو سندھ میں کامیابی نہیں ملی، اس کے بھی کئی عوامل تھے کئی جگہ اتحاد سے ہم آہنگ خیالات رکھنے والے، اتحاد کے مشترکہ مقاصد سے تعلق رکھنے والے

ایک دوسرے کے مقابلے میں کھڑے ہوئے، بعض سیٹوں پر اپنوں نے اپنوں کی ٹانگیں کھینچیں پھر بھی کچھ سیٹیں اتحاد کو ملیں اور ووٹوں کی شرح مایوس کن نہیں ـــــ "تو میرا پیغام یہ ہے کہ یہاں سندھ میں مسلم قومیت کا جذبہ ابھارا جائے، گھر گھر سے آواز اُٹھے کہ نہ میں پٹھان ہوں نہ پنجابی، نہ سندھی نہ مہاجر نہ بلوچ بلکہ مسلم ہوں۔"

اور ہمیں خوشی ہے کہ کل کے جلوس میں ہزاروں افراد اور نوجوان ان سب نعروں کی نفی کرتے رہے، صرف اور صرف مُسلم ہونے کے نعرے لگاتے رہے۔ رمضان المبارک کے موقع سے مزید فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے کہ علماء اور مشائخ جمعہ کے خطبوں، محافلِ شبینہ اور دیگر اجتماعات میں لوگوں کو سمجھائیں کہ لوگوں کا رجوع رمضان شریف میں مساجد کی طرف زیادہ ہوتا ہے۔ لوگوں کو سمجھایا جائے کہ ان قومی نعروں کی آڑ میں ایک دُوسرے کے گلے کاٹنے سے تم تو مسلمان ہی نہیں رہے ـــ کیونکہ حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا تھا: لا ترجعوا بعدی کفاراً۔ اور اس کی تشریح یہ کی کہ: یضرب بعضکم رقاب بعض۔ کہ ایک دوسرے کے گلے کاٹنے لگ جاؤ۔ تو یہ تو کافروں کا شیوہ ہے مسلمانوں کا نہیں ـــــ میں نے کل جلسہ میں بھی یہی کہا کہ اس وقت تم خود کو پٹھان، سندھی، پنجابی اور مہاجر تو کہلا سکتے ہو لیکن خود کو مسلم نہیں کہہ سکتے۔ جب تک قتل قتال اور لوٹ کھسوٹ کا بازار ختم نہیں ہوگا۔

بہر حال مجھے خوشی ہے کہ کراچی پر اس جلسہ کے اثرات اچھے مرتب ہوئے۔ اب اتحاد کو اپنی مہم یہاں تک محدود نہیں رکھنی چاہیئے بلکہ گلی گلی، کُوچہ کُوچہ، قریہ قریہ یہ پیغام پہنچانا چاہیئے، کوئی ایسا پلیٹ فارم اور مؤثر قوّت مہیّا کرنی چاہیئے جو کراچی اور سندھ کے حالات پر ہر وقت نگاہ رکھ سکے۔ ان حالات پر کنٹرول پیپلز پارٹی اور برسرِ اقتدار طبقہ کے بس کی بات نہیں، وہ تو حالات سُدھارنے میں قطعی نا اہل ثابت ہو چکے ہیں۔

اندرونِ ملک اور سرحدات پر خطرات کے منڈلاتے ہوئے بادل، آئی جے آئی کی ضرورت، مقاصد، عزائم اور فرائض۔

عارف الحق: یہ جو سلسلہ آئی جے آئی کا شروع ہُوا اُسے ایک اچھا آغاز کہا

جا سکتا ہے مگر اسے اگر بیچ میں وقفہ دیا گیا تو یہ جذبہ ختم نہیں ہوگا، اور کیا آپ اس ٹمپو کو بڑھانے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں؟

مولانا سمیع الحق: اس ٹمپو کو ہر حالت میں بلا تعطل اور وقفہ کے بڑھانا ضروری ہے۔ ہمارے مقابلہ میں برائی کی قوتیں ہیں جو بڑی منظم اور تیزی سے آرام و راحت کا لحاظ کیے بغیر سرگرم عمل ہیں۔

> جو عالمی اسلام دشمن قوتیں ہیں وہ اسلام کا تشخص ختم کرنا چاہتی ہیں، روسی لابی تو سامنے ہے، لادینیت کی ساری قوتیں متفق ہیں کہ اس ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے

ذرائع ابلاغ ریڈیو، ٹی وی پاکستان کی پالیسیاں آپ کے سامنے ہیں، آپس میں گٹھ جوڑ ہو رہے ہیں، بین الاقوامی سازشیں سرگرم عمل ہو گئی ہیں۔ ان حالات کی تبدیلی صرف سادہ اکثریت کے ذریعہ نہیں ہوتی بلکہ جو عالمی اسلام دشمن قوتیں ہیں وہ اسلام کا تشخص ختم کرنا چاہتی ہیں، روسی لابی تو سامنے ہے، لادینیت کی ساری قوتیں متفق ہیں کہ اس ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے۔ اور میں تو کہتا ہوں کہ پروگرام صرف اس حد تک محدود نہیں کہ یہاں کی اخلاقی قدریں توڑ پھوڑ دی جائیں، اسلامائزیشن کے رہے سہے نشانات اور نقوش مٹا دیئے جائیں بلکہ ملک کا تیا پانچہ کرنے کی کوششیں متحرک ہو گئی ہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ شمالی علاقہ جات میں یہ سلسلہ چل پڑا ہے۔ سرحد میں بھارت سے مفاہمت کے نئے ڈول ڈالے جا رہے ہیں۔ یہ ساری چیزیں ہیں جو مجبور کر رہی ہیں کہ ہم ایک لمحہ خاموش نہ بیٹھیں، اسلامی جمہوری اتحاد اپنے آپ کو ایک کارزار اور ایک میدانِ جہاد میں کھڑا محسوس کرے کسی ایک یا دو صوبوں میں حکومت کا حصول اگر آئی جے آئی کا مقصد ہے تو یہ کوئی بلند مقصد نہیں ہوگا، اسے تو مسلسل ایک مجاہد اور محافظ ملک و ملت کا کردار ادا کرنا ہوگا۔

جہادِ افغانستان میں امریکی عمل دخل کی حقیقت

عارف الحق: مولانا! ہم دیکھ رہے ہیں کہ ضیاء الحق مرحوم کے دور میں تو کہا جاتا تھا کہ امریکہ کا عمل دخل ہے، مگر اس وقت تو امریکہ کچھ فاصلے پر رہتا تھا، کیا اب امریکہ کے عمل دخل میں کچھ کمی آگئی ہے؟

مولانا سمیع الحق: عارف صاحب! جہاں تک میں سمجھتا ہوں افغان مسئلہ کو لیجئے جس میں امریکہ کا نام بہت اچھالا گیا۔ تو جب جہاد ہو رہا تھا تو امریکہ کا ایک سپاہی بھی وہاں اب تک نہیں پایا گیا نہ اس کا کوئی مشیر وہاں پایا گیا۔

پھر امریکہ نے بھی دیگر اقوام کی طرح ذاتی مفادات میں دلچسپی لینی شروع کی لیکن آخر تک افغان مجاہدین خود لڑ رہے ہیں

امریکہ تو ابتداء میں خاموش تماشائی تھا، اسے افغان مجاہدین کی ایمانی قوت کا اندازہ نہیں تھا جس سرفروشی سے اور بے بسی کے حالات میں مجاہدین ابتدائی چند سالوں میں لڑتے رہے اس سے امریکہ کی بھی آنکھیں کھل گئیں اور اسے محسوس ہوا کہ یہ تو اپنی آزادی کے لیے سب کچھ لٹا دینے والی قوم ہے۔ پھر امریکہ نے بھی دیگر اقوام کی طرح ذاتی مفادات میں دلچسپی لینی شروع کی لیکن آخر تک افغان مجاہدین خود لڑ رہے ہیں۔

بلاشبہ اس میں صدر ضیاء الحق مرحوم کی مدبرانہ پالیسی کا بھی دخل تھا اور یہ اس پالیسی کی حقانیت کا واضح ثبوت ہے کہ موجودہ حکومت آئی تو وہ بھی اس پالیسی پر بظاہر کاربند رہنے پر مجبور ہوئی۔ مگر دل سے اس پالیسی پر یہ قوتیں راضی نہیں ہیں اور کسی نہ کسی طرح پالیسی کے مثبت اثرات کی راہ میں رکاوٹیں ڈالی جا رہی ہیں۔ اور حالات اس حد تک

بدل گئے ہیں کہ راجیو گاندھی اس جنگ میں اپنے پائلٹ جھونکنے لگ گیا ہے، بھارت کھل کر مجاہدین کے سامنے آگیا ہے۔ راجیو گاندھی اپنے طور پر اتنی جرأت شاید نہ کرسکتا کہ پشاور سے چند میل کے فاصلے پر اس کے پائلٹ آکر بمباری کریں۔ حالات کی تبدیلی سے قبل کبھی ہندو کی اس جنگ میں عملاً شریک ہونے کی خبر نہیں آئی تھی، شاید راجیو کو بھی حالات کی تبدیلی کا اشارہ ملا ہو۔

صدر ضیاء الحق مرحوم اور جہادِ افغانستان

عارف الحق: مولانا! آپ نے ضیاء الحق مرحوم کا بھی ذکر کیا، آپ اس جنگ میں ضیاء الحقؒ کا کیا مقام متعین کرتے ہیں؟

مولانا سمیع الحق: ان کا مقام تو خود مجاہدین نے متعین کر دیا ہے، کہ ان سے جب پوچھا گیا کہ اس جہاد میں آپ سب سے بڑا خسارہ کون سا محسوس کرتے ہیں

> میرا خود ان سے اختلاف رہا، لڑائی رہی ہم اُن سے اُلجھتے رہے، مگر جہاں تک جہادِ افغانستان کا تعلق ہے اُن کو تاریخ عالم اسلام میں آگے چل کر طارق بن زیادؒ اور محمد بن قاسمؒ جیسے فاتحین کا مقام دے گی۔

تو انہوں نے کہا کہ ہمارے تیرہ چودہ لاکھ افراد جان کی قربانی دے چکے ہیں، لاکھوں اُجڑ گئے، مسجدیں تباہ ہوئیں، بستیاں ویران ہوگئیں، مگر ان سب چیزوں میں سب سے بڑا خسارہ ہمارا ضیاء الحقؒ کا سازش کے ذریعہ شہید کیا جانا ہے ــــ اس بات سے اُنکے جذبات کا اندازہ لگائیے کہ ضیاء الحق ہمارے لیے اگر نہیں مگر اُن کے لیے بہت اہم تھے۔

میرا خود اُن سے اختلاف رہا، لڑائی رہی، ہم اُن سے اُلجھتے رہے مگر جہاں تک جہادِ افغانستان کا تعلق ہے اُن کو تاریخ عالم اسلام میں آگے چل کر طارق بن زیادؒ اور محمد بن قاسمؒ جیسے فاتحین کا مقام دے گی۔

اُن کے جہاد کی اس پالیسی نے مسلمانوں کو نئی زندگی بخشی اور سامراجی سپر طاقتیں آئندہ سو دو سو برس تک کسی مسلمان ملک سے پنجہ آزمائی سے قبل ہزار بار سوچیں گی کہ ہمیں کس قوم سے واسطہ پڑے گا۔

عارف الحق: مولانا! اب اُن کا بیٹا اعجاز الحق بھی آئی جے آئی میں شمولیت کا اعلان کر چکا ہے اور اس نے اپنے مقاصد بھی متعین کر دیئے ہیں، اس پر آپ کیا روشنی ڈالیں گے؟

مولانا سمیع الحق: مجھے اُن کے اس اعلان سے بڑی خوشی ہوئی ہے، وہ کل سارا دن جلوس میں میرے ساتھ ساتھ تھے، وہ بھی لوگوں کے جذبات، اسلام سے وابستگی اور لسانی، نسلی عصبیتوں سے بیزاری کے مظاہروں سے بڑے خوش ہو رہے تھے، اُن کا عوامی میدان میں یہ پہلا موقع تھا۔ میں نے کہا یہ حق کی جنگ جو ہم لڑ رہے ہیں اس میں اب آپ سپاہی کے طور پر ہمارے شانہ بشانہ چلیں اور بلا جھجک لوگوں کی باتوں کی پرواہ کیے بغیر کھل کر آپ کو سامنے آنا چاہیئے۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ انہوں نے رات کے جلسے میں اعلان کیا اور ڈیڑھ اینٹ کی الگ مسجد بنانے کے بجائے آئی جے آئی کے ساتھ شریک ہو کر سرگرم عمل ہو گئے ہیں، وہ مسلم لیگ میں شامل نہیں ہوئے بلکہ اسلامی جمہوری اتحاد میں شامل ہوئے ہیں اور آئی جے آئی کے تمام مقاصد میں کھل کر ساتھ دینے کا اعلان کیا۔

تو میں سمجھتا ہوں کہ کوئی بھی پارٹی ہم میں سے اگر ان مقاصد سے غداری کرے خدانخواستہ بشمول مسلم لیگ، جمعیۃ علماء اسلام اور جماعت اسلامی کے، تو میرے خیال میں عوام اس پارٹی کو مسترد کر دیں گے۔ میں سمجھتا ہوں اگر مسلم لیگ نے بھی ان مقاصد سے کوئی انحراف کیا تو جناب اعجاز الحق صاحب ہمارا ساتھ دیں گے اور آئی جے آئی کے مقاصد کا ساتھ دیں گے۔ ہم نے آئی جے آئی کا اتنا بڑا ہوّا بنایا ہے کہ اس کے خلاف جو جاتا ہے تو چلا جائے مگر یہ پلیٹ فارم ہمارا متاثر نہ ہو گا۔

سندھ کے حالات میں بھارت کی لابی کا بھی عمل دخل ہے؟

مولانا سمیع الحق: میں سمجھتا ہوں کہ آئی جے آئی پنجاب میں مؤثر رہی ہے وہاں الحمدللہ کہ لسانی اور قومی عصبیتیں بھی نہیں اُبھری ہیں۔ جب اس کے سامنے پورے ملک کی قیادت اور پوری قوم کی راہنمائی کرنا ہے تو آئی جے آئی ہرگز نسبی اور نسلی عصبیتیں نہیں اُبھارے گی، وہاں آئی جے آئی کو مضبوط سہارا اور اعتماد کا ووٹ بار بار مل گیا ہے، سیاسی استحکام بھی حاصل ہو گیا ہے۔ تو آئی جے آئی کی قیادت بالخصوص میاں نواز شریف صاحب کو سندھ اور دوسرے تین صوبوں کے مسائل پر بھرپور توجہ دینی چاہیئے۔ اور وہ قومی سطح کی ایک جماعت کے سربراہ بھی ہیں اُن کو پوری تندہی سے سندھ پر توجہ دینی چاہیئے۔ علماء، مشائخ، سیاسی کارکنوں اور رضا کاروں کے وفود بنا کر قریہ قریہ پھیلا دینا چاہیئے، اسلامی جمہوری اتحاد کو سندھو دیش اور بیرونی سازشوں کا انسداد کرنا چاہیئے، اس کو سرحد میں بھی تغیّر پذیر حالات پر نگاہ رکھنی ہوگی۔

آج حالات ایسے ہیں کہ خارجہ پالیسی تبدیل نہیں کی جا سکتی، اور یہ جو چکر چلا ہے صوبہ سرحد میں کہ ولی خان کی پارٹی کا گورنر بنا دیا جائے اور ان کو سہارا دیا جائے۔ درحقیقت یہ لوگ ایک تیر سے دو شکار کھیلنا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ پیچھے سے عقب سے اس انداز سے ملک کی خارجہ پالیسی پر شب خون مارنا چاہتے ہیں کہ مجاہدین مقاصد تک بھی نہ پہنچ سکیں اور روس اور امریکہ بھی ناراض نہ ہو۔

افغان عبوری حکومت کو تسلیم کرنے اور سرحد میں نئے گورنر کے تقرر کا مسئلہ

عارف الحق: یہ بے نظیر نے جو کہا ہے کہ ولی خان کو اختلاف رائے کا حق ہے؟

مولانا سمیع الحق: یہ اختلاف رائے کی بات نہیں ہے، یہ تو کلہاڑی لے کر ملک کی بنیادوں کو ڈھا دینے کی بات ہے، بلکہ وہ تو ملک کی خارجہ پالیسی کو تبدیل کر دینا چاہتے ہیں۔ اگر واقعتہً ملک کی خارجہ پالیسی تبدیل کر دی گئی ہے پھر تو کھل کر اعلان

لسانی اور نسلی عصبیتیں، سیاسی قیادت کا اجتماعی جرم اور مُلک کی خارجہ پالیسی پر شب خون

عارف الحق: مولانا! کراچی میں لسانی عصبیتوں کو جو فروغ ملا ہے اس میں قومی جماعتوں کا بھی کچھ حصہ ہے یا نہیں؟ کہ انہوں نے یہاں لوگوں کے مسائل سے صرفِ نظر کیا، اب آئی جے آئی کا یہاں کے کسی بھی طبقہ یا زبان بولنے والوں اردو، سندھی، پنجابی یا پشتو بولنے والوں کے مسائل پر توجہ کا پروگرام ہے؟

مولانا سمیع الحق: کراچی میں جو حالات پیدا ہوئے ہیں اس سے ملک کی کوئی سیاسی جماعت بھی بری الذمہ قرار نہیں دی جا سکتی۔ اندر لاوا پک رہا تھا، راہنما وقتی نعروں اور سیاسی مفادات کے لیے تو لڑ رہے تھے۔ جناب نورانی صاحب، جناب اصغر خان صاحب اور دوسرے قومی راہنماؤں اور ہم سب کو پہلے مرض کی تشخیص کرنی چاہیئے تھی، کراچی کے اصل مسائل کے حل کے لیے اکٹھے ہو کر ڈٹ جانا چاہیئے تھا۔

> قومی راہنماؤں کو ابتدائے روز سے مسلم قومیت کا نعرہ لگانا چاہیئے تھا۔

اصل چیز جو مسلم قومیت کی ہے اور اس کی اہمیت ہے، بدقسمتی سے وہ بھی پس پردہ چلی گئی، کچھ لوگ فرقہ واریت میں بٹ گئے، کچھ دینی اور لادینی، سیکولر اور کچھ غیر ملکی عناصر کے ہتھے چڑھ گئے اور سازشیں روز افزوں ہوتی رہیں۔ قومی راہنماؤں کو ابتدائے روز سے مسلم قومیت کا نعرہ لگانا چاہیئے تھا۔ پھر جہاں مختلف الخیال، مختلف النسل اور مختلف زبانوں والی قومیتیں رہ رہی ہوں وہاں تو قومی سطح کے تمام سیاستدانوں کو اپنی توجہات اسی طرف مبذول رکھنا چاہیئے۔

عارف الحق: مولانا! اب آئی جے آئی ان حالات کو کس نظر سے دیکھتی ہے؟ کیا

کر دینا چاہیئے کہ ہماری وہ پالیسی نہیں ہے جواب تک افغان مسئلہ میں ہم نے خارجہ پالیسی اختیار کی تھی۔ جناب ولی خان صاحب تو اختلاف رائے کی بات نہیں کر رہے وہ تو ملک کی اساسی بنیادوں کو توڑنے کی بات کرتے ہیں وہ تو روس اور راجیو کو علی الاعلان کہہ رہے ہیں آؤ دیکھو! پاکستان افغانستان میں لڑ رہا ہے، پاکستان مداخلت کر رہا ہے۔ پاکستان کو وہ سامراجیت کی شکل میں دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ وہ اختلاف رائے کی پوزیشن میں نہیں، ان کی توجدوجہد یہی ہے کہ مجاہدین پسپا ہو جائیں، ان کی حاصل شدہ قربانیاں ضائع ہو جائیں۔

عارف الحق: سرحد میں گورنر کی تبدیلی کا مسئلہ بھی آئی جے آئی اور آپ کیلئے اتنا ہی اہم ہے کہ آپ اس کی مخالفت شدت سے کریں گے؟

مولانا سمیع الحق: بالکل یہ مسئلہ ابتداء میں ہم نے اپنی جماعت کی سطح پر بھی اٹھایا تھا اور جب ہمیں پتہ چلا کہ ایسا فیصلہ ہونا ہے تو اعلیٰ سطح کے ذمہ دار افراد سے ہم نے کہا کہ میری کسی سے ذاتی مخالفت نہیں مگر خدارا منزل تک پہنچنے والی جدوجہد اور اینڈ پر پہنچنے والے مجاہدین کی قربانیوں کو اس سے خطرہ ہے۔ ہم نے صدر پاکستان تک اپنا مؤقف پہنچا دیا ہے اور کہا کہ یہ وہ حالات نہیں جو ارباب سکندر خان خلیل مرحوم کے دور میں تھے، اور اب یہ تو ایسا ہے کہ جیسا ہم نجیب اللہ کو بلائیں اور پشاور میں اسے بٹھا دیں ـــــ اور اگر واقعتہً پیپلز پارٹی کو ولی خان کی جماعت سے محبت ہی ہے اور اُن کا گورنر لگائے بغیر چارہ ہی نہیں تو پھر وہ سندھ میں لگا دیں، پنجاب میں جناب ٹکا خان کی جگہ پر لگا دے، لیکن سرحد اور بلوچستان میں ان کے گورنر کا تقرر مجاہدین کی قربانیوں سے استہزاء کے مترادف ہے۔ موجودہ حالات میں اگر کوئی انہیں بلیک میل کرنا چاہتے ہیں ان کی مجبوریاں ہیں، انہوں نے چند روزہ وزارتوں کو باقی رکھنا ہے مگر سرحد میں نقصان پہنچے گا، اس لیے کہ وہ دفاعی لائن ہے، اس سے چند میل کے فاصلہ پر لڑائی جاری ہے، اس دفاعی لائن پر لاکھوں مہاجرین پڑے ہیں، ان کے ہزاروں مسائل ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ ان تمام مہاجرین کو یہاں سے اٹھا کر سائبیریا میں پھینک دیں۔

پھر شمالی علاقہ جات کا مسئلہ ہے، وہاں تو بے حد محتاط گورنر ہونا چاہیئے، محب وطن شخص کا تقرر ہو، جو علی الاعلان کہے کہ میں مستحکم پاکستان اور اس کے اساسی نظریات پر یقین رکھتا ہوں اور جہادِ افغانستان کو حق سمجھتا ہوں۔ مگر جو لوگ کھل کر کہہ رہے ہیں کہ یہ جہاد نہیں ہے، افغانی غدار ہیں۔ میں تو کہتا ہوں کہ یہ تو ہمیں ولی خان صاحب کا شکرگذار ہونا چاہیئے کہ اُس نے ہر صورت میں اپنا مؤقف کھل کر حکومت پر واضح کر دیا ہے، ہماری آنکھیں کھول دی ہیں۔ افغان پالیسی کے بارے میں اس نے راجیو وغیرہ

> افغان عبوری حکومت تشکیل دی جا چکی ہے، ساری دنیا سے انہوں نے لوہا منوا لیا کہ ہم نے سارے اختلافات ختم کر لیے ہیں، تو حکومتِ پاکستان کو بھی چاہیئے تھا کہ اسی روز اعلان کر دیتی اور سب سے پہلے افغان عبوری حکومت کو تسلیم کر لیتی۔

کو خطوط لکھے ہیں، اور پوری قوم کی آنکھیں کھول دی ہیں ـــــ تو یہ لوگ روس وغیرہ کے ایسے مخلص ترجمان ہیں کہ شاید اتنا مخلص ایجنٹ کسی کو مہیا نہ ہو۔ اگر ولی خان صاحب جیسے دھن کے پکے سیاستدان کاش محبِ وطن اور اسلام پسند قوتوں کے ساتھ ہوتے تو ملکی سطح پر قائدین جاتے۔

تو جناب اس وقت ہماری خارجہ پالیسی کی عجیب صورت بن رہی ہے، افغان عبوری حکومت کا مسئلہ آپ کے سامنے ہے ـــــ یہ کہا جا رہا ہے کہ افغان قائدین خود متفق نہیں ہو رہے، اور اس بات کا بڑھا چڑھا کر پروپیگنڈہ کیا گیا، مگر خدا کا فضل ہے وہ تو متفق ہو گئے ہیں، ہزاروں سازشوں کو ناکام کر دیا ہے ـــــ افغان عبوری حکومت تشکیل دی جا چکی ہے، ساری دنیا سے انہوں نے لوہا منوا لیا کہ ہم نے سارے اختلافات ختم کر لیے ہیں، تو حکومتِ پاکستان کو بھی چاہیئے تھا کہ اُسی روز اعلان کر دیتی اور سب سے پہلے

افغان عبوری حکومت کو تسلیم کر لیتی۔

مجددی صاحب نے اس دن کہا تھا کہ افغان قائدین پر عدم اتفاق کا اعتراض کرنے والے اب خود کیوں متفق نہیں ہوتے، اور کہا کہیں یہ خطرہ تو نہیں کہ ہمیں ایک میان میں کہیں دوسری تلوار نہ سمجھ لیا گیا ہو۔ ہم تو فقراء مہاجرین ہیں۔

جنگ افغانستان اور جہاد میں پاکستان کو جو عظیم مقام ملا تھا اسے عبوری حکومت کے تسلیم کرنے میں تاخیر و رتاخیر سے بے حد دھچکا لگا اور بڑی رسوائی ہو رہی ہے ہمیں تسلیم کرنے میں فسٹ مقام ملنا چاہیئے تھا وہ نہیں تو دوسرا ورنہ تیسرا، مگر یہ حالت رہی تو شاید ہم اس امتحان میں صرف صفر اور زیرو ہی حاصل کر سکیں۔

سعودی عرب کے علماء علامہ محمد محمود صواف، شیخ عبدالمجید زندانی ہمارے ہاں اکوڑہ خٹک تشریف لائے تھے، کسی نے سعودی عرب سے اطلاع دی کہ وہاں کی حکومت نے افغان عبوری حکومت کو تسلیم کیے جانے کا اعلان کر دیا ہے، تو انہیں بے حد خوشی ہوئی مگر ساتھ ہی اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن پڑھا اور کہا کہ کاش! یہ سبقت کا مقام پاکستان نے حاصل کیا ہوتا کہ اس کی سرزمین ہی کا افغان مجاہدین نے دفاع کیا اور جانیں لٹائیں۔

آزادئ ہند اور جہادِ افغانستان میں علماء حق کا یکساں کردار

عارف الحق: مولانا! یہ جو ولی خان آئے دن کہتا ہے کہ سرحد کی دینی قوتیں اور علماء سامراج کا ساتھ دے رہے ہیں۔ اور علماء نے آزادئ ہند میں بھی سامراج کا ساتھ دیا ہے۔ اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

مولانا سمیع الحق: میں کہتا ہوں کہ یہ فیصلہ ماضی کے بجائے حال کی روشنی میں کیوں نہیں کیا جاتا! چلیے ماضی میں بھی عظیم جنگ جو انگریز کے خلاف لڑی گئی تھی اس میں علماء حق سرفہرست تھے اس کا آغاز بھی شاہ اسمٰعیل شہیدؒ، شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور سید احمد شہیدؒ نے کیا تھا سو سال تک مجاہدین علماء اس سامراج کے خلاف لڑتے رہے

اور اِن لوگوں کے آباؤ اجداد، خوانین، سردار، وڈیرے اور خان بہادر ان کا کردار بھی آپ کے سامنے ہے کہ ان کا کردار کیا تھا؟

سامراج صرف سفید چمڑی والا نہیں ہوتا۔ سامراج تو سامراجی استعماری قوتوں کا نام ہے جو نوآبادیاتی سسٹم اور لوگوں کو محکوم اور غلام بنانے کا نظام ہے ۔۔۔ تو اس وقت صوبہ سرحد اور افغانستان میں جو صورتحال پیش آئی، کیا روس سامراج نہیں تھا؟ وہ

جہادِ افغانستان میں سب سے زیادہ شہید ہونے والے علماء اور دینی مدارس کے طالبعلم ہی تو ہیں۔ اور الحمد للہ کہ مرکزِ علم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے فضلاء اور طلباء کو سب سے بڑھ کر اس جہاد میں امتیازی مقام حاصل رہا۔

ٹینکوں پر بیٹھ کر نہیں آیا تھا؟ اس نے افغانستان کو تہس نہس نہیں کیا تھا؟ اس عظیم سُرخ سامراج کے اس عظیم ظالمانہ اقدام کے بعد ولی خان کا کردار کیا تھا اور علماء کا کردار کیا تھا؟ اس کا حال کی روشنی میں نوٹس لیا جائے۔ دونوں کردار ہمارے سامنے ہیں۔ بوریا نشین مولوی، طلبہ اور فقراء نے چٹائیاں اور مساجد کے فرش چھوڑے اور میدانِ کارزار میں جاکر رُوس کو پسپا کر دیا۔ جہادِ افغانستان میں سب سے زیادہ شہید ہونے والے علماء اور دینی مدارس کے طالبعلم ہی تو ہیں اور الحمد للہ کہ مرکزِ علم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے فضلاء اور طلبہ کو سب سے بڑھ کر اس جہاد میں امتیازی مقام حاصل رہا ۔۔۔ اور ولی خان کا کیا کردار رہا؟ اس نے مسلمانوں کی پیٹھ میں چھرا گھونپا، سامراج کا ساتھ دیا۔ وہ کس منہ سے کہتا ہے کہ ہم سامراج کا مقابلہ کرتے ہیں۔ کیا اس وقت بھی وہ امریکہ کے ساتھ نہیں ہے؟ پیپلز پارٹی ساری امریکی پالیسی ہے، اور ولی خان اب اس مؤقف پر آگیا ہے کہ سرحد میں اگر اس کے گورنر کا تقرر نہیں ہو پاتا تب بھی وہ پیپلز پارٹی کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔ اور دونوں کا آقائے ولی نعمت ایک ہے، مگر

یہ بیک وقت سرخ سامراج کے ساتھ بھی ہے اور سفید سامراج کے ساتھ بھی اور بھارت کے ساتھ بھی۔ دونوں سامراجوں کے عزائم اور مقاصد کی تکمیل ولی خان کر رہے ہیں ـــــ اور علماء اور دینی قوتیں اس وقت بھی پیپلز پارٹی کے خلاف ڈٹے ہوئے ہیں۔ جہادِ افغانستان میں بھی بھرپور کردار ادا کیا ہے اور جنیوا معاہدہ میں بھی عملاً امریکہ کو مسترد کر دیا ہے۔

پختونستان کا سٹنٹ اور اس کی حقیقت

عارف الحق: پختونستان کا سٹنٹ ایک زمانہ میں کھڑا تھا اور یہ پوری پختون قوم کے نمائندہ بنتے ہیں، لیکن جب یہ جارحیت ان عوام پر ہوئی تو یہ روس کا ساتھ دے بیٹھے۔ (اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟)

مولانا سمیع الحق: اگر ولی خان صاحب واقعتہً پختونستان اور پختون قوم کے لیے لڑ رہا ہے تو اس وقت افغانستان کے پختونوں کو تباہی اور مزید کشت وخون سے بچانے کے لیے اس کا فرض تھا کہ مجاہدین کا ساتھ دیتا، کیونکہ مجاہدین نے افغان قوم کی عزت بچائی ہے، وقار کا دفاع کیا ہے، افغان قوم کی آزادی کی لاج مجاہدین نے رکھ لی ہے۔ اُس کو چاہیئے تھا کہ آخری مرحلہ میں اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کرتے ہوئے مجاہدین کا ساتھ دیتا، تب ہم سمجھتے کہ واقعتہً یہ افغان قوم کا مخلص اور خیرخواہ ہے۔ میرے خیال میں اس کے بعد تو ولی خان کو افغان قوم کا نام بھی نہیں لینا چاہیئے۔ افغان قوم بھی ان سے شدید نفرت کرتی ہے اور اس کا نام تک نہیں سننا چاہتی ـــــ رہی دوسری بات تو صوبہ سرحد میں دینی قوتوں کو بالکل شکست نہیں ہوئی۔ یہ بھی ایک غلط پروپیگنڈہ ہے۔ ہم نے قومی اسمبلی کی اپنی وہی سیٹیں لے لیں جو ۱۹۷۰ء میں لی تھیں، جمعیۃ علماء اسلام کے دونوں گروپوں نے سیٹیں جیتیں اور دونوں نے بڑے بڑے بتوں کو گرا دیا صرف ہمارے گروپ کو لیجئے، اسلم خٹک صاحب کتنے بڑے سیاسی شخص تھے، افتخار گیلانی صاحب اور اصغر خان صاحب سب شکست کھا گئے اور بالترتیب ان سیٹوں پر ہماری پارٹی

کے مولانا شہید احمد صاحب، مولانا نعمت اللہ صاحب اور سردار گل خطاب کامیاب ہوئے۔ ولی خان کے قومی اسمبلی میں صرف ایک ساتھی عبدالخالق صاحب ہیں وہ عملاً ہمارے امیدوار مولانا حمداللہ جان صاحب (مردان) کے کئی سو ووٹ اعتراضات کے ذریعے مسترد کراکر اپنی کامیابی کا اعلان کروا بیٹھے جبکہ مولانا حمداللہ جان کی انتخابی عذرداری الیکشن ٹریبونل میں دائر کردی گئی ہے۔

البتہ ہم سے پلاننگ میں کچھ غلطی ہوئی تھی، اتحاد افراتفری میں بنا، کیونکہ سرحد

> دینی قوتیں بحمداللہ سرحد میں مضبوط اور مؤثر قوت رکھتی ہیں اگر صحیح پلاننگ سے الیکشن ہو تو صوبہ سرحد میں کوئی ایک سیٹ بھی ہم سے نہیں لے سکتا۔

میں اتحاد کی ہائی کمان نے اُس سیاسی شعور کا مظاہرہ نہ کیا جس کی ضرورت تھی، میں نے اُس وقت بھی بڑے ادب سے ان قوتوں سے کہا تھا کہ سیٹوں کی تقسیم میں حالات کا پورا جائزہ لیا جائے۔ اُس وقت کی صوبائی ہائی کمان افغان مسئلہ میں گو اپنی مہارت منوا چکی تھی مگر سیاسی منصوبہ بندی کا تجربہ اس کے لیے نیا تھا۔ مگر انہوں نے اس وقت ہماری رائے کو اہمیت نہیں دی۔ جمعیۃ علماء اسلام کو جتنی سیٹیں اتحاد کے نام سے وہاں ملنی چاہئیں تھیں وہ نہیں دی گئیں، صرف چار سیٹیں پورے صوبہ میں اتحاد نے جمعیۃ کو دیں جن میں تین جیت لیں، اور بعض اہم سیاسی شخصیتوں کو بھی نظرانداز کر دیا گیا۔ دینی قوتیں بحمداللہ سرحد میں مضبوط اور مؤثر قوت رکھتی ہیں، اگر صحیح پلاننگ سے الیکشن ہو تو صوبہ سرحد میں کوئی ایک سیٹ بھی ہم سے نہیں لے سکتا۔

عارف الحق: مولانا! کیا آئی جے آئی اس پوزیشن میں ہے کہ کسی وقت سرحد میں اس کی حکومت بن جائے اور آزاد ارکان کو ساتھ ملا لے؟

مولانا سمیع الحق: ہمارے سامنے جو عظیم مقاصد ہیں انہیں ہم کسی بھی صورت میں

> ہم چند محدود وزارتوں یا ایک علاقہ کی سیاست کی بات کے قائل نہیں، ہم نے پورے ملک کے نظام کی جنگ لڑنی ہے

قربان نہیں کر سکتے۔ آج بھی پی پی چاہتی ہے کہ موجودہ دلدل سے وہ نکل جائے۔ مثلاً گورنر کا مسئلہ ہے، مگر ہم چند وزارتوں پر اس قسم کی سودا بازی کے لیے تیار نہیں۔ ہم چند محدود وزارتوں یا ایک علاقہ کی سیاست کی بات کے قائل نہیں ہم نے پورے ملک کے نظام کی جنگ لڑنی ہے۔ تاہم یہ دونوں آپس میں نہیں چل سکیں گے۔ ہماری کوشش بھی جاری رہے گی۔ خود اے این پی کے وزیر بھی پریشان ہیں، وہ جانتے ہیں کہ ہماری کوئی پوزیشن اور حیثیت ہی نہیں۔ نہ ڈسٹرکٹ کونسل میں ان کی کوئی نمائندگی ہے اور نہ پیپلز ورکس پروگرام میں انہیں کوئی نمائندگی یا اہمیت حاصل ہے، ان کے سامنے تو مسائل حل کرنے کی کوئی پلاننگ ہی نہیں، بس لوٹ کھسوٹ کا سلسلہ چل رہا ہے۔

موجودہ حکومت کے حالیہ عرصہ اقتدار کا اجمالی تجزیہ

عارف الحق: مولانا! پیپلز پارٹی کو تین چار ماہ ہو گئے ہیں، آپ اس کی جو کارکردگی ہے اس کا جائزہ لیں، اور اس کارکردگی کو آئی جے آئی اور عوام کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

مولانا سمیع الحق: ہم تو دیکھ رہے ہیں کہ موجودہ حکومت عوامی بہبود کے کاموں میں بالکل صفر ثابت ہوئی ہے۔ جب بھی کوئی حکومت آتی ہے تو وہ کچھ اصلاحی اقدامات کرتی ہے، کچھ معاشی مسائل حل کرتی ہے۔ ہم جو مسئلہ سینٹ یا قومی اسمبلی میں اٹھاتے ہیں تاکہ اس کے بارے میں کوئی لائحہ عمل تیار کریں، کوئی حل

موجودہ حکومت عوامی بہبود کے کاموں میں بالکل صفر ثابت ہوئی ہے

تلاش کریں۔ مثلاً ہم نے لوڈ شیڈنگ کا مسئلہ اٹھایا کہ بقول آپ کے ورثہ میں ملا ہے تو اب اس کے بارے میں تمہارا کیا پروگرام ہوگا۔ وہ آئیں بائیں شائیں کر کے ہر مسئلہ کو ٹال دیتے ہیں۔ کل نصرت بھٹو نے انٹرویو میں کہا ہے کہ "ہمارے سامنے کوئی پروگرام نہیں ہے۔" تو جن کے سامنے کوئی پروگرام نہیں تو ان کی کارکردگی کیا ہوگی۔ مثلاً انرجی کے مسئلہ میں دیکھیں، دوسری طرف وزارتیں اڑتالیس ۴۸ کی رجمنٹ ہے اور ابھی تو وزارتوں کا سلسلہ ناتمام ہے۔ کل سینٹ کا حال دیکھا؟ کارکردگی کا یہ حال ہے کہ اجلاس قبل از وقت برخواست کر دیا گیا کہ رجمنٹ بھی ایوان میں نہیں تھی۔ چار ماہ میں قومی اسمبلی میں قانون سازی کے لیے کوئی بل پیش ہی نہیں کیا، پرانے بل اور آرڈی ننس کالعدم ہوتے جا رہے ہیں، انہیں یہ بھی توفیق نہیں ہوتی کہ یہ چیزیں، ہم سے ضائع ہو رہی ہیں — دوسری طرف کرپشن کی بات ہوتی رہتی ہے۔ اور اب شور و غوغا مچا ہوا ہے کہ خزانہ خالی ہے، اور خزانہ خالی ہونے کے ساتھ جو اللے تللے شروع کر دیئے گئے ہیں خدا جانے یہ کہاں سے پورے ہوں گے؟ وزیروں اور مشیروں کی فوج ہے۔ اس تیز بھرتی سے معلوم ہوتا ہے کہ خود حکمرانوں کو یہ محسوس ہو رہا ہے کہ ؎

دل کا جانا ٹھہر گیا ہے صبح گیا یا شام گیا

بس یہی وقت ہے لوٹ لو حلوائی کی دوکان پر فاتحہ ہو رہا ہے۔

یہ لوگ حکومت نہیں چلا سکیں گے، وہ ابھی سے سوئٹزرلینڈ وغیرہ کے بنکوں کو بھر رہے ہیں۔ بھٹو کا پورا خاندان اس ملک کو اپنی جاگیر سمجھ رہا ہے۔ آپ خود دیکھیں وزارتیں بٹ رہی ہیں، کارخانے بٹ رہے ہیں، پرمٹ بٹ رہے ہیں — وہ ہمارے بارے میں کہتے ہیں کہ تحقیقات کریں گے۔ ہم تو چاہتے ہیں کہ اس ملک میں

جو بھی کرپشن ہو تو اس کی پوری اور صحیح تحقیقات ہوں۔ اس کا علاج یہ ہے کہ سپریم کورٹ اور چاروں ہائی کورٹوں کے ججوں پر مشتمل ایک کمیشن بنایا جائے، وہ پچھلے دوروں کا بھی جائزہ لے کہ کس نے قرضے لیے، کس نے بے ضابطگیاں کیں اور کہاں کس نے کروڑوں اربوں روپوں کے بینک بیلنس بنائے؟

اب ایک مثال آپ کے سامنے ہے، حکومت نے ملازمتوں پر پابندی اور بین کا اعلان کر رکھا ہے۔ حالانکہ اندرونِ خانہ دھڑا دھڑ اپنے افراد لگائے جا رہے ہیں، معمولی ملازمت کی تقرری میں بھی پی ایم سیکرٹریٹ سے ہدایات جاری ہوتی ہیں۔ اخبارات میں سب کچھ آ رہا ہے، کوئی بات ڈھکی چھپی نہیں۔ اور میں کہتا ہوں وہ کمیشن ان ساری چیزوں کو نگاہ میں رکھے ـــــ انہوں نے تو آئی جے آئی کے بارے میں تحقیقات کرتی ہوں گی، پنجاب کے بارے میں بڑا شور و غوغا تھا، آئی جے آئی کے صدر کو بھی ملوث کیا جا رہا ہے، مگر ہمارے سامنے سینٹ اور قومی اسمبلی میں جو بات آئی تو معلوم ہوا کہ ان کو بے ضابطہ کوئی قرضہ نہیں دیا گیا اور سب سے پہلے وہی ہیں جو اس کو ضابطے کے طور پر واپس بھی کر رہے ہیں ـــــ بہرحال یہ دور بھی آپ کے سامنے گذرا ہے کہ غسل خانوں

> میں اپنی طرف سے پیشکش کرتا ہوں کہ یہ پچاس لاکھ مہاجرین انشاء اللہ سرخرو ہو کر جب جائیں گے تو لاکھ ڈیڑھ لاکھ (بہاری) مہاجر صوبہ سرحد میں بھی اپنے سینوں سے لگا سکتے ہیں۔

تک کے لیے لاکھوں اور کروڑوں روپے کا زرِ مبادلہ صرف ہوا کرتا تھا، وہ دور اب بھی ان کے سامنے ہے۔ مگر پاکستانی قوم بے شعور بھی نہیں ہے، وہ سمجھتی ہے وہ ہرگز اس کو برداشت نہیں کرے گی۔ اور ہم نے عملاً سات لاکھ مہاجرین کو سروں پر بٹھایا۔ انشاء اللہ آئی جے آئی اس مسئلہ کو حل کرے گی، یہ کوئی سیاسی سٹنٹ تو نہیں، پنجاب بہت بڑا صوبہ

ہے ۔صوبہ سرحد تو عملاً مہاجرین کے بسانے کا ثبوت دے رہا ہے ۔ میں اپنی طرف سے پیش کش کرتا ہوں کہ یہ پچاس لاکھ مہاجرین انشاء اللہ سرخرو ہو کر جب جائیں گے تو لاکھ ڈیڑھ لاکھ دیہاڑی ،مہاجر ،ہم صوبہ سرحد میں بھی اپنے سینوں سے لگا سکتے ہیں ۔

آٹھواں ترمیمی بل ۔ تصویر کے دو رُخ

عارف الحق : مولانا !کچھ مختصر سی آٹھویں ترمیمی بل پر روشنی ڈالیں ؟

مولانا سمیع الحق : آٹھویں ترمیمی بل کے بارے میں ضروری چیزیں ریکارڈ

> شرعی نقطۂ نظر سے میں یہ وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ حکومت کی پلاننگ یہ ہے کہ جو بھی اسلام کی طرف معمولی سی پیش رفت ہوئی ہے وہ سارے رسوم اور نشانات مٹا دیئے جائیں ۔

پر لانا چاہتے ہیں ۔ اور اب جو یہ تحریک چلائی جاتی ہے ،سیاسی نقطۂ نظر سے قطع نظر شرعی نقطۂ نظر سے میں یہ وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ حکومت کی پلاننگ یہ ہے کہ جو بھی اسلام کی طرف معمولی سی پیش رفت ہوئی ہے وہ سارے رسوم اور نشانات مٹا دیئے جائیں ۔ آٹھویں ترمیم کے ذریعہ دستور میں کئی اہم چیزیں ہمارے سامنے موجود ہیں جن کا دفاع آئی جے آئی کرے گا ،مثلاً :۔

(۱) پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلی کی رکنیت کے لیے اسلام کے علم وعمل کو لازمی قرار دیا گیا ہے ۔

(۲) بانیانِ پاکستان کی منظور کردہ قرار دادِ مقاصد کو جس میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور اسلام کی بالادستی کا اقرار کیا گیا ہے ،دستور کا مؤثر جزو ہے ۔

(۳) وفاقی شرعی عدالت کے ذریعے ملک میں رائج غیر شرعی قوانین کی منسوخی کا

کچھ نہ کچھ اہتمام کیا گیا ہے۔

(۴) سپریم کورٹ میں شریعت بنچ قائم کر کے شرعی فیصلوں کا معقول انتظام کیا گیا ہے۔

(۵) قادیانیوں کی مسلمانوں سے کلی علیحدگی کو یقینی بنایا گیا ہے اور قانون سازی کی گئی ہے۔

(۶) پاکستان میں جداگانہ انتخابی نظام جاری کر کے مسلمانوں کے معاملات میں قادیانیوں اور غیر مسلموں کی دخل اندازی کو ختم کر دیا گیا ہے۔

(۷) اسلامی نظریاتی کونسل میں توسیع کی گئی ہے اور کسی عالم دین کو اس کا چیئرمین مقرر کرنے کی گنجائش رکھی گئی ہے۔

(۸) مارشل لاء دور کے بے شمار قوانین مثلاً عشر و زکوٰۃ آرڈیننس، احترام رمضان آرڈیننس، حدود آرڈیننس وغیرہ اگرچہ مارشل لاء دور میں آئے ہیں لیکن جمہور مسلمانوں کے مطالبات اور جدوجہد کا نتیجہ ہیں۔ اور آٹھویں ترمیمی بل کے ذریعے آئینی طور پر تحفظ دیا گیا، پھر ان ترمیمات کی توثیق پارلیمنٹ نے کی ہے۔ بہرحال، ہم یہ کوشش کریں گے کہ آٹھویں ترمیمی بل کی ان اہم چیزوں کو اپنی جگہ سے نہ ہلایا جائے۔

خاموش اکثریت کے جذبات کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا

عارف الحق: مولانا آخری سوال! کہا جاتا ہے کہ ضیاء الحقؒ کے حق میں جو نعرے لگائے جاتے ہیں، وہ درآمد کردہ لوگ ہوتے ہیں اور کچھ افراد ایسا کرتے ہیں؟

مولانا سمیع الحق: مجھے بھی یہ صورت بڑی عجیب لگی ہے، ۲۰، ۲۵ کلومیٹر کا راستہ جو میں نے قائدین کے ٹرک میں طے کیا اور نو گھنٹے سب دیکھتا رہا، یہ کچھ افراد

> اب بھی اندازہ یہ ہے کہ خاموش اکثریت ہنگامی اور مفاد پرست سیاست سے بیزار ہے، پاکیزہ مقاصد کی تکمیل چاہتے ہیں۔

نہیں تھے بلکہ ضیاء الحق مرحوم کے نعرے پر بیشمار لوگ اُچھلتے تھے، ان میں عجیب تڑپ تھی، عشق تھا۔ تو میں نے جلسہ گاہ میں یہ منظر دیکھا ہے۔ اُن کی ناگہانی شہادت پر بھی لوگ رنجیدہ ہوئے اور خاموش اکثریت پھٹ گئی تھی۔ اب بھی اندازہ یہ ہے کہ خاموش اکثریت ہنگامی اور مفاد پرست سیاست سے بیزار ہے اور پاکیزہ مقاصد کی تکمیل چاہتی ہے۔

نصیر احمد سلیمی : مولانا! "زندگی" کا پہلا پرچہ آپ کی نظر سے گذرا ہوگا آپ کے اس پرچہ کے بارے میں کیا تاثرات ہیں؟

مولانا سمیع الحق : مجھے اچانک پتہ چلا کہ "زندگی" کو نئی زندگی پھر مل رہی ہے۔ بہر حال انتہائی خوشی ہوئی، پھر مجھے خود دلچسپی تھی۔ اسلام آباد سپر مارکیٹ میں پرچہ تلاش کروایا۔ پہلے پرچہ میں اس نے اہم مقاصد سامنے رکھے۔ جہادِ افغانستان، متحدہ علماء کونسل کی جدوجہد کی کوریج آگئی۔ "نئی زندگی" سے قوم میں نئی زندگی کی لہر اُبھرے گی۔ الطاف حسین قریشی، شامی صاحب کوشش کر رہے ہیں، یہ صلاحیتوں والے لوگ ہیں ان کے فیوضات صرف مہینوں تک منحصر نہیں بلکہ ہر ہفتے ان کی کاوشیں قوم کے سامنے آنی چاہئیں ـــــ اسی طرح صلاح الدین صاحب بھی "تکبیر" میں مؤثر اور جان پر کھیل کر سب حقائق سامنے لا رہے ہیں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ سب کو (نیک) مقاصد میں کامیاب فرمائے۔ میں "زندگی" کا خیر مقدم کرتے ہوئے اس کی کامیابی کے لیے دعا کرتا ہوں۔



علماء کنونشن (منعقدہ ۲۷ فروری ۱۹۸۹ء) میں مولانا سمیع الحق مدظلہ

کا خطبۂ استقبالیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم علماء کرام مشائخ عظام اور راہنمایانِ ملت!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

میں سب سے پہلے "متحدہ علماء کنونشن" کے منتظمین اور داعیین کی جانب سے آپ سب بزرگوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے کنونشن کے مقاصد سے اتفاق کا اظہار کرتے ہوئے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود تشریف آوری کی زحمت گوارا فرمائی، اللہ رب العزت آپ حضرات کو اس کا اجر عطا فرمائے اور ہم سب کو توفیق دے کہ ہم آج کے اس عظیم اجتماع میں اپنے دینی و ملی فرائض کی بجا آوری کے لیے ثبت اور ٹھوس فیصلے کر سکیں۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

مسلمانانِ گرامی قدر! ملک کے طول و عرض سے مشائخ عظام اور علماء کرام کی ایک بڑی تعداد کو وفاقی دارالحکومت میں تشریف آوری کی زحمت جن مقاصد کے لیے دی گئی ہے ان کی ایک جھلک دعوت نامہ میں آپ دیکھ چکے ہیں۔ ان مسائل کی سنگینی اور حالات کی تیز رفتاری ہم سے جس بیداری، حوصلہ، استقامت اور جہدِ مسلسل کا تقاضہ کر رہی ہے اسی کے احساس و ادراک کو اُجاگر کرنے کے لیے آج کے اس کنونشن کا انعقاد کیا گیا ہے اور مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرات کے ارشادات اور تجاویز سامنے آنے سے قبل زیرِ بحث امور کا ایک ہلکا سا خاکہ اور پس منظر آپ کی خدمت میں پیش کر

کر دیا جائے ؛

بزرگانِ محترم! زیرِ نظر امور میں سب سے مقدم اور سب سے اہم مسئلہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں نفاذِ اسلام اور شریعتِ مصطفوی علیٰ صاحبہا التحیۃ والسلام کے غلبہ اور بالادستی کا ہے کیونکہ دیگر تمام مسائل اپنی تمامتر سنگینی کے باوجود نفاذِ اسلام سے مسلسل انحراف کا منطقی نتیجہ ہیں، اور جب تک قیامِ پاکستان کے مقصد کو پورا کرتے ہوئے ملک میں اسلام کے عادلانہ نظام کا مکمل نفاذ اور غلبہ نہیں ہو جاتا اس قسم کے مسائل اور فتنے دن بدن بڑھتے رہیں گے اور ان کے سدِّ باب کی کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو سکے گی۔

یہ بات درست ہے کہ ملک میں مختلف دینی و سیاسی جماعتیں بالخصوص علماء کرام کی تنظیمیں نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلبہ و نفاذ کے لیے مصروفِ عمل ہیں اور ان کی جدوجہد کے اثرات سے انکار نہیں کیا جاسکتا لیکن یہ بات بھی طے شدہ ہے کہ ان تمام جماعتوں اور حلقوں کی جدوجہد کو باہم مربوط اور متحد کیے بغیر وہ مقاصد حاصل نہیں کیے جا سکتے جن کے حصول کیلئے یہ جماعتیں اپنی اپنی جگہ پورے خلوص کے ساتھ کام کر رہی ہیں۔

اس وقت ہمیں نفاذِ شریعت کی جدوجہد کے ساتھ ساتھ اس سلسلہ میں اب تک مختلف ادوار میں ہونے والے اقدامات کے تحفظ کا فکر بھی دامنگیر ہے کیونکہ حالیہ انتخابات کے بعد جس سیاسی پارٹی نے وفاقی حکومت کی زمامِ کار سنبھالی ہے اس کی نظریاتی اساس سیکولرازم اور سوشلزم پر ہے، اور پارٹی کے لیڈر اگرچہ وقتی مصلحتوں کی خاطر اپنے نظریات کے اظہار سے گریز کریں لیکن اقتدار میں آنے کے بعد ان کی پالیسیوں کا جو رُخ واضح طور پر نظر آ رہا ہے وہ ملک کے سنجیدہ حلقوں کیلئے انتہائی کرب اور اضطراب کا باعث ہے، مثلاً :-

وزیر اعظم واضح طور پر اعلان کر چکی ہیں کہ وہ مذہب کے نام پر وحشیانہ معاشرہ قائم کرنے کے حق میں نہیں ہیں۔ (بحوالہ روزنامہ جنگ لاہور ۱۸ دسمبر ۱۹۸۸ء)

مذہب کے نام پر وحشیانہ معاشرہ سے ان کی مراد اسلامی حدود اور قصاص کے وہ قوانین ہیں جنہیں مغرب زدہ دانشور انسانی حقوق کے مغربی تصورات کے حوالہ سے غیر مہذب اور وحشیانہ قرار دے رہے ہیں۔

حکمران پارٹی نے تمام مکاتبِ فکر کے علماء کے احتجاج اور امتِ اسلامیہ کے اجماعی مؤقف کے باوجود ایک خاتون کو وزیراعظم بنایا ہے جو پورے عالمِ اسلام کی تاریخ میں ایک منفی اور افسوسناک روایت کا اضافہ ہے۔

ریڈیو اور ٹی وی کا رُخ تبدیل کر دیا گیا ہے، اور میوزک ۸۹ء جیسے پروگراموں کا سلسلہ شروع کر کے نئی نسل کو اخلاق باختگی کی طرف دھکیلنے کا آغاز کر دیا گیا ہے۔

عدالتوں سے باقاعدہ سزا یافتہ قاتلوں کو معاف کر کے جرائم کی حوصلہ افزائی کرنے کے ساتھ ساتھ اسلام کے واضح احکام کی خلاف ورزی کی گئی ہے۔ حتیٰ کہ دینی جرائد کے مطابق اس سے کم از کم ان چھ مُرتد قادیانیوں کو بھی فائدہ ملا جو کہ مساجد اللہ میں نماز میں مشغول بے گناہ مسلمانوں کے قتل کے عدالتی مجرم تھے اور سابقہ حکومت نے انہیں پھانسی کی سزا بھی سنادی تھی۔

قادیانیوں کی سرکاری سطح پر سرپرستی کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔ ایک معروف قادیانی افسر کنور ادریس کو سندھ کا چیف سیکرٹری لگا دیا گیا ہے۔ ایک قادیانی ڈپلومیٹ مسٹر نسیم احمد کو اقوامِ متحدہ میں پاکستان کا سفیر مقرر کرنے کی تجویز سامنے لائی گئی ہے اور قادیانی گروہ کی سرگرمیاں سرکاری سرپرستی میں دن بدن بڑھ رہی ہیں۔

آٹھویں آئینی ترمیمی بل کو ختم کرنے کا نعرہ لگا کر گذشتہ حکومت کے اسلامی اقدامات مثلاً ۱۔ وفاقی شرعی عدالتوں کا قیام، ۲۔ قرار دادِ مقاصد کو آئین کا حصہ قرار دینے، ۳۔ حدود آرڈیننس، ۴۔ امتناع قادیانیت آرڈیننس اور دیگر اصلاحات کو کالعدم قرار دینے کی کوشش کی جا رہی ہے، ۵۔ شریعت آرڈیننس کو میرے بار بار توجہ دلانے کے باوجود

قومی اسمبلی میں پیش نہیں کیا گیا اور اسے کالعدم قرار دے کر اسلامی نظام کی طرف سے کچھ نہ کچھ پیش رفت کو بھی ختم کر دیا گیا۔

(۱) اب تک ہونے والے اسلامی اقدامات کے تحفظ اور

(۲) نفاذِ شریعت کے عمل کو آگے بڑھانے

کے لیے تمام مکاتبِ فکر اپنی جدوجہد کو مربوط بنائیں اور متحد ہو کر ملک میں نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی اور مکمل نفاذ کے لیے فیصلہ کن جدوجہد کا آغاز کریں۔ اس سلسلہ میں میری تجویز یہ ہے کہ ۱۹۵۱ء میں تمام مکاتبِ فکر کے سرکردہ علماء کرام کے درمیان طے ہونے والے ۲۲ متفقہ دستوری نکات کو بنیاد بنا کر ایک "کل جماعتی مجلسِ عمل برائے نفاذِ شریعت" تشکیل دی جائے اور ایک مشترکہ قومی پلیٹ فارم سے شریعتِ مصطفوی علیٰ صاحبہا التحیۃ السلام کے نفاذ و غلبہ کی جدوجہد کو آگے بڑھایا جائے۔

مسلمانانِ ذی وقار! آج اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ایک خاتون کی حکمرانی نے نہ صرف پاکستان بلکہ عالمِ اسلام کے دینی حلقوں کو جس کرب اور بے چینی سے دوچار کر رکھا ہے اسے الفاظ کے احاطہ میں لانا میرے بس کی بات نہیں ہے، ملّتِ اسلامیہ کی تاریخ میں پہلی بار اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں ایک خاتون کا بطور حکمران مسلّط ہو جانا اسلام کے واضح احکام اور ملّتِ اسلامیہ کے چودہ سو سالہ اجماع سے انحراف ہے جس کو خاموشی کے ساتھ برداشت کرنا نہ صرف یہ کہ کسی باشعور مسلمان کے لیے ممکن نہیں ہے بلکہ یہ خاموشی عذابِ الٰہی کو کھلم کھلا دعوت دینے کے مترادف ہے۔

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کی حکمرانی کو عدمِ فلاح یعنی ناکامی سے تعبیر فرمایا ہے، اور قوم کو ناکامی اور نامرادی کی اس ذلت سے بچانے کی سب سے بڑی ذمہ داری علماء کرام اور مشائخ عظام پر عائد ہوتی ہے، اس لیے ہمارا فرض ہے کہ ہم "متحدہ علماء کنونشن" کے اسی پلیٹ فارم سے قوم کو ایک واضح اور ٹھوس لائحہ عمل دیتے

ہوئے اس کی تکمیل کے لیے خود آگے بڑھیں تاکہ ملک و قوم کو عدم فلاح اور ناکامی کی دلدل سے نکال کر غلبۂ اسلام کے ذریعہ کامیابی کی شاہراہ پر گامزن کیا جا سکے۔

آج پورا عالم اسلام پاکستان کے علماء کی طرف دیکھ رہا ہے اور تاریخ کا قلم حرکت میں آنے کے لیے اس بات کا منتظر ہے کہ پاکستان کے علماء و مشائخ اس افسوسناک سانحہ پر خاموش تماشائی کا کردار ادا کرنا پسند کرتے ہیں یا امام احمد بن خلیلؒ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے جہد و عمل اور ایثار و استقامت کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کرتے ہیں۔

مہمانانِ محترم! قادیانیت کے خلاف ملّتِ اسلامیہ کی ایک سو سالہ طویل جدوجہد کے نتیجہ میں اس اسلام دشمن گروہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا اور ۱۹۸۴ء میں امتناعِ قادیانیت آرڈیننس کے ذریعہ اس گروہ کی اسلام دشمن اور مسلم آزاد سرگرمیوں کو کسی حد تک کنٹرول کرنے کی کوشش کی گئی، لیکن موجودہ حکومت کے برسرِ اقتدار آنے کے بعد انسانی حقوق کے مغربی تصوّرات کے حوالہ سے قادیانیوں کو از سرِ نو مسلمانوں کی صفوں میں گھس آنے کا موقع فراہم کرنے کی سازش ہو رہی ہے۔ اس لیے تحریکِ ختمِ نبوّت کی اب تک کی پیش رفت کے تحفّظ اور اسے آگے بڑھانے کی ذمہ داری بھی علماء و مشائخ پر عائد ہوتی ہے اور ہمیں آج کے ملک گیر نمائندہ اجتماع و علماء کرام! میں اس سمع خراشی پر معذرت کرتے ہوئے ایک بار پھر آپ سب حضرات کا شکر گزار ہوں کہ پاکستان کے چاروں صوبوں اور آزاد کشمیر کے دُور دراز علاقوں سے تشریف لاکر آپ بزرگوں نے اس عظیم اجتماع کو رونق بخشی، اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی جزائے خیر دے اور علماء کنونشن کو پاکستان میں شریعتِ مصطفوی علیٰ صاحبہا التحیۃ و السلام کے غلبہ و نفاذ کا مؤثر ذریعہ بنائے۔ آمین یا الہ العالمین

(سمیع الحق)

متحدہ علماء کونسل کی تشکیل، مقاصد واہداف

فسطائیت اور فتنۂ قادیانیت کا تعاقب

ذیل میں متحدہ علماء کونسل کے مرکزی سیکرٹری جنرل اور جمعیۃ علماء اسلام کے ناظم اعلیٰ مولانا سمیع الحق مدظلہ کا ملک کی تازہ ترین صورتحال پر ایک اہم انٹرویو نقل کیا جارہا ہے، جسے ہفت روزہ "سیاسی لوگ" لاہور نے خصوصیت اور بڑے اہتمام سے ۲۲ تا ۲۹ جولائی ۱۹۸۹ء کی اشاعت میں شائع کیا ——— (مرتب)

سوال: مولانا! متحدہ علماء کونسل کے اغراض و مقاصد کیا ہیں؟

جواب: ہماری جدوجہد خالص دینی اور نظریاتی ہے جس کا مقصد عورت کی غیرشرعی حکمرانی سے نجات حاصل کرنا ہے اور سیکولرزم کی طرف لے جانے والی پالیسیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا اور نفاذِ اسلام کی طرف پیشقدمی کرنا ہے ——— مملکت خداداد پاکستان اس وقت اندرونی و بیرونی طور پر جن مشکلات سے دوچار ہے اور جس طرح سازشوں کا حصار اس کے گرد مسلسل تنگ کیا جارہا ہے اس سے ملک کا ہر حساس اور باشعور شہری شدید ذہنی کرب کا شکار ہے بلکہ دینی حلقے مجبور ہوگئے ہیں کہ وہ تمام تر مصلحتوں اور فروعی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر ملک کے اسلامی تشخص اور معاشرے کی دینی اقدار کے تحفظ کی خاطر اور آخری فیصلہ کن جدوجہد کے لیے متحد ہو جائیں۔ پاکستان کے اسلامی تشخص کو ختم کرنے کے لیے صیہونی، صلیبی اور برہمن لابیوں نے فعال کردار ادا کرنا شروع کردیا

ہے۔ موجودہ حکومت نے برسراقتدار آنے کے بعد مختصر سی مدت میں جس تیزی کے ساتھ اس کے لیے اقدام کیے ہیں اس سے صاف طور پر واضح ہو گیا ہے کہ پیپلز پارٹی کی حکومت بین الاقوامی اسلام دشمن قوتوں کی آلۂ کار ہے۔

ہماری جدوجہد کا مقصد عورت کی حکمرانی سے نجات حاصل کرنا ہے

سوال: مولانا! علماء کرام صرف پیپلز پارٹی کے ہی کیوں مخالف ہیں؟ پہلے ۱۹اء میں بھی جب پیپلز پارٹی برسراقتدار تھی تو اس کے خلاف تحریک چلائی، اب پھر وہ اقتدار میں آئی ہے تو علماء نے تحریک چلانے کا اعلان کر دیا ہے، آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: جناب! ہم کسی ایک جماعت یا شخصیت کے مخالف نہیں ہیں۔ ہم ایک نظام کے مخالف ہیں، اس لیے قیام پاکستان کے ساتھ ہی علماء کرام نے ملک میں اسلامی نظام کے قیام کے لیے جدوجہد کا آغاز کر دیا تھا، اس کیلئے بارہا وہ جیلوں میں بھی گئے۔ ایوب خان کے دور میں پوری قوم کے ساتھ علماء کرام نے بھی تحریک میں حصہ لیا۔ مسٹر بھٹو نے جب سنہ ۱۹۷اء میں عوام کی مرضی کے خلاف شیخ مجیب الرحمٰن کی اکثریت کو تسلیم نہ کیا اور "اُدھر تم اِدھر ہم" کا نعرہ لگا کر ملک کو دو ٹکڑے کر دیا، اس وقت پوری امتِ مسلمہ پر قیامت ٹوٹ گئی، سیاسی جماعتوں کی طرح دینی جماعتوں نے بھی مسٹر بھٹو کو ساڑھے پانچ سال تک حکومت کرنے کا موقع دیا۔ مسٹر بھٹو نے اپنے دور میں کسانوں، مزدوروں اور طلبہ پر گولیاں چلائیں، مخالفین کو قتل کرایا گیا، کسی کی عزت محفوظ نہیں تھی، دن دہاڑے قوم کی بیٹیوں کو اغوا کر لیا جاتا تھا، سنہ ۱۹۷۳ء میں جان بوجھ کر صوبہ سندھ میں لسانی فسادات کرائے گئے، بلوچستان میں بھی سیاسی بحران پیدا کیا گیا۔ اس زمانے میں کھلے عام دینی اقدار کا مذاق اڑایا جاتا تھا، اس لیے

پیپلز پارٹی کی حکومت اسلام دشمن قوتوں کی آلۂ کار ہے۔

۱۹۷۷ء کے انتخابات میں پوری قوم نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اب وہ پیپلز پارٹی کو اقتدار میں نہیں آنے دے گی لیکن مسٹر بھٹو نے وسیع پیمانے پر جب انتخابات میں دھاندلی کا ارتکاب کیا تو پوری قوم اس کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی، اب پھر پیپلز پارٹی نے اقتدار میں آتے ہی انتقامی سیاست شروع کر دی ہے اور دینی اقدار کا مذاق اڑایا جا رہا ہے، حتیٰ کہ حدود آرڈیننس کے خلاف مذاکرات کرائے جا رہے ہیں، اس لیے ہم نے تحریک چلانے کا فیصلہ کیا ہے

سوال: مولانا! انتخابات سے قبل آپ نے عورت کی سربراہی کے خلاف رائے عامہ کو کیوں آگاہ نہیں کیا؟

جواب: آپ کو یاد ہو گا کہ انتخابات سے قبل ہم نے ایم آر ڈی کی مخالفت اس لیے کی تھی کہ اس میں اصل قوت تو پیپلز پارٹی کی تھی اس لیے ہمیں نظر آ رہا تھا کہ پیپلز پارٹی کے اقتدار میں آنے سے ملک کی سربراہ ایک خاتون ہو گی، انتخابات سے قبل ہم نے اسلامی جمہوری اتحاد کو اسلئے منظم کیا تھا کہ رائے عامہ کو بتائیں کہ عورت کی سربراہی قرآن و حدیث کی صریح نصوص کے خلاف ہے اس لیے ہم اسے قبول نہیں کریں گے۔ انتخابات میں پیپلز پارٹی کو سادہ اکثریت حاصل ہوئی تو بے نظیر بھٹو کو وزیر اعظم بنانے کے لیے صدر غلام اسحٰق خان پر بیرونی دباؤ ڈالا جا رہا تھا تو ہم نے ان سے ملاقات کر کے کہا تھا کہ وہ ایک خاتون کو وزیر اعظم نامزد نہ کریں، انہوں نے کہا کہ آئین میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اور اُمتِ مسلمہ کے چودہ سو سالہ اجماع اور علماء اُمت کے متفقہ شرعی مؤقف کو نظر انداز کر کے بے نظیر کو وزیر اعظم بنا دیا گیا۔

> ذرائع ابلاغ پر دینی اقدار کا مذاق اڑایا جا رہا ہے

سوال: مولانا! لوگوں میں یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ متحدہ علماء کونسل کی تشکیل پنجاب حکومت کے ایماء پر اس کے سیاسی مقاصد کی تکمیل کے لیے کی گئی ہے؟

جواب :۔ یہ تاثر سراسر غلط ہے اور بے بنیاد ہے، علماء کی اس جدوجہد میں کوئی سیاسی گروہ یا جماعت ہماری حریف یا حلیف نہیں ہے، جو بھی سیاسی جماعت، گروہ یا حکومت ہماری جدوجہد کی راہ میں حائل ہوگی اس سے ہماری جنگ ہوگی خواہ اس کا تعلق کسی بھی علاقہ، صوبہ یا سیاسی مکتب فکر سے ہو اور جو جماعت یا حکومت اسلامی نظام کے نفاذ میں ہمارے

بے نظیر کو بیرونی دباؤ کے تحت وزیر اعظم بنایا گیا

مؤقف کی تائید و حمایت کرے گی متحدہ علماء کونسل اس سے معاونت کرے گی۔ ہماری کوشش ہوگی کہ شریعت کی مخالف اس حکومت سے جلد از جلد ملک کو نجات دلائی جائے۔ اس کے لیے پہلے مرحلے میں ملک بھر کے بڑے بڑے شہروں میں جلسے منعقد کیے جائیں گے، ڈویژنل، ضلعی اور تحصیل ہیڈکوارٹرز کی سطح پر علماء اور کارکنوں کے کنونشن منعقد کیے جائیں گے، لاہور کے بعد ہمارا دوسرا جلسۂ عام ۲۷ جولائی کو پشاور میں ہوگا، اس کے بعد ہونے والے جلسۂ عام کا اعلان پشاور میں ہی کر دیا جائے گا۔

سوال :۔ مولانا! اگر پیپلز پارٹی بے نظیر کی بجائے کسی مرد کو وزیر اعظم بنائے تو پھر متحدہ علماء کونسل کا ردِ عمل کیا ہوگا؟

جواب :۔ پیپلز پارٹی دراصل ایک فسطائی اور لادین جماعت ہے، اس لیے ہماری اس سے کسی قیمت پر مفاہمت نہیں ہو سکتی۔ جس جماعت کی وزیر اعظم، اس کی کابینہ کے وزراء اپنے بیانات میں اسلامی قوانین کو وحشیانہ، ظالمانہ اور انسانی حقوق کے منافی قرار دے کر اسلام کا مذاق اڑا رہے ہوں اور بین الاقوامی صیہونی لابی کی ترجمانی کر رہے ہوں اور جو جماعت اور اس کی سربراہ جنوبی ایشیا کے خطے میں بھارتی بالادستی کے لیے شب و روز کوشاں ہو، ریڈیو اور ٹیلیویژن اور دیگر ذرائع ابلاغ کو فحاشی، عریانی اور اباحیت کے فروغ کے لیے وقف کر دیا گیا ہو، اسلامی پروگراموں کے سلسلہ کو آہستہ آہستہ

کم کر کے بتدریج "میوزک ۸۹ء" جیسے پروگراموں کے ذریعے اخلاقی انارکی اور مغربی تہذیب و ثقافت کی سرپرستی کی جا رہی ہو تو ایسی پارٹی سے متحدہ علماء کونسل کسی قسم کے تعاون یا مصالحت کے لیے ہرگز تیار نہیں ہو گی۔

سوال:۔ مولانا! یہ بات کہاں تک درست ہے کہ پیپلز پارٹی کی حکومت قادیانیوں کی سرپرستی کر رہی ہے؟

جواب:۔ اس بات میں قطعاً کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ وفاقی حکومت قادیانیوں کی سرپرستی کر رہی ہے، صوبہ سندھ میں چیف سیکرٹری ایک قادیانی کو مقرر کیا گیا ہے، اقوام متحدہ میں بھی پاکستان کی نمائندگی کے لیے ایک قادیانی کی خدمات حاصل کی گئی ہیں، فوج اور سول سروسز میں کلیدی آسامیوں پر قادیانیوں کو متعین کیا جا رہا ہے، ڈاکٹر عبدالسلام جیسے معروف قادیانی سائنسدان کو پاکستان کے حساس ترین شعبے میں لانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ڈاکٹر عبدالسلام کی تقرری پاکستان کے "ایٹمی راز" کوئی "راز" نہیں رہیں گے، حتیٰ کہ امتناعِ قادیانیت آرڈیننس کو منسوخ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

متحدہ علماء کونسل
ملک بھر میں جلسے جلوس کے ذریعے اپنی تحریک کامیاب بنانے کی کوشش کرے گا

سوال:۔ مولانا! وفاقی حکومت نے جو حالیہ بجٹ پیش کیا ہے اس کے بارے میں آپ کے کیا تاثرات ہیں؟

جواب:۔ حالیہ بجٹ کے ذریعے ملکی معیشت کو مکمل طور پر مغربی عالمی اداروں کی گرفت میں دے دیا گیا ہے جس سے فوری طور پر افراطِ زر کی شرح میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے اشیائے صرف کی قیمتوں میں بھی اضافہ ہو گیا ہے، محدود اور متوسط طبقے کی قوتِ خرید جواب

دے چکی ہے، اور تقریباً بیس۲۰ ارب روپے کے نئے ٹیکسوں کا بوجھ کاروباری طبقہ پر ڈال دیا گیا ہے جس کے اثرات بھی غریب اور کم آمدنی والے افراد پر پڑے ہیں۔

سوال: مولانا! اس وقت صوبہ سندھ میں امن وامان کی جو صورتحال ہے اس کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؟

جواب: صوبہ سندھ میں بلاشرکتِ غیرے پیپلز پارٹی کی حکومت ہے اور مرکز میں بھی اس کی حکومت ہے، ایسی صورت میں وہاں امن وامان کی ذمہ داری صرف اور صرف پیپلز پارٹی پر عائد ہوتی ہے۔ سندھ میں ہندوؤں کی بالادستی اس قدر بڑھا دی گئی ہے کہ ملکی سالمیت کو خطرہ لاحق ہوگیا ہے، اپنے اقتدار کے لیے علاقائی اور لسانی عصبیتوں کی پشت پناہی کی جارہی ہے، سندھ میں قتل و غارت گری، ڈاکہ زنی اور تخریب کاری کا جو بازار گرم ہے اسے پیپلز پارٹی اگر چاہے تو ٹھیک کرسکتی ہے۔

سوال: مولانا! افغان جہاد کے بارے میں پیپلز پارٹی کی پالیسی کیا ہے؟

جواب: پیپلز پارٹی کا مقصد افغان مجاہدین کی دس سالہ جدوجہد اور بے مثال قربانیوں اور اُن کے تاریخی وشرعی جہاد کو سبوتاژ کرنا ہے، جس طرح روس اور امریکہ اپنے اختلافات کے باوجود دنیا کے کسی بھی خطے میں اسلام کا نفاذ نہیں چاہتے اسی طرح پیپلز پارٹی کا بھی یہی مقصد ہے اور وہ روس، بھارت، امریکہ اور صیہونی مقاصد کے لیے کام کر رہی ہے، بھٹو خاندان کے ڈانڈے بھارت سے ملتے ہیں اس لیے وہ بھارت کی مرضی کے خلاف خطے میں کچھ نہیں کرنا چاہتا۔ افغان مجاہدین کی حکومت کے قیام سے پاکستان شمالی سرحد کی طرف سے دفاعی اعتبار سے بے نیاز ہوجائے گا۔ بھارت اور روس ایک دوسرے کے حلیف ہیں، اس لیے

عُلماء کونسل کا دُوسرا جلسہ ۲۷ جولائی کو پشاور میں ہوگا

پیپلز پارٹی نہیں چاہتی کہ افغانستان میں ایک آزاد، خود مختار اور پاکستان دوست اسلامی حکومت قائم ہو، افغان مجاہدین کی عبوری حکومت کو تسلیم نہ کرنا ایک مجرمانہ غفلت ہے۔ بھارتی خوشنودی کے کے پیشِ نظر کچھ نہیں ہیں "متحدہ علماء کونسل"، عوامی نیشنل پارٹی روس، امریکہ، اسرائیل اور علاوہ پیپلز پارٹی کی حکومت ہے۔ اس پس منظر جہادِ افغانستان کی مخالف کے ساتھ اتحاد کو بھی جہادِ افغانستان کے تقاضوں کے خلاف سمجھتی ہے، اور ایسی کسی جماعت سے اتحاد علماء کرام کے لیے ناقابلِ برداشت ہے جو جہادِ افغانستان کی مخالف ہو۔

ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کو پاکستان کے حسّاس ترین شعبے میں لانے کی کوشش کی جارہی ہے



ایم آر ڈی کی کوششوں نے شرمناک آمریت کو جنم دیا

افغان جنگ ناقص پالیسی کے باعث ہاری جا رہی ہے



مولانا سمیع الحق کا

وہاڑی، جہانیاں اور میلسی میں

جلسوں سے خطاب کی

اخباری رپورٹ

وہاڑی یکم دسمبر (نامہ نگار) جمعیت علماء اسلام کے جنرل سیکرٹری مولانا سمیع الحق نے کہا کہ متحدہ اپوزیشن پیپلز پارٹی کے سندھو دیش بنانے کے خواب کو شرمندہ تعبیر نہیں ہونے دے گی جسے پیپلز پارٹی ہوا بنا کر اپنے اقتدار کو طول دینا چاہتی ہے۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے وہاڑی میں نظام شریعت کانفرنس کے زیر اہتمام ایک جلسہ عام سے خطاب کے دوران کیا۔ انہوں نے کہا کہ جمعیت علماء اسلام شرعاً عورت کی حکمرانی کے خلاف ہے اور یہ حکمرانی یہودیوں اور ہندوؤں اور سپر طاقتوں کی گھناؤنی

سازش ہے۔ ملک کی سلامتی استحکام اور پاکستانی عوام کے مسائل کا حل جمہوریت میں نہیں بلکہ نفاذ اسلام میں ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایم آر ڈی کی جمہوریت کے لیے ۱۱ سالہ کوششوں کے نتیجہ میں شرمناک آمریت نے جنم لیا ہے۔ اسی خدشہ کے پیش نظر جمعیت علماء اسلام نے ایم آر ڈی کی اس جدوجہد میں ساتھ نہیں دیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ سپر طاقتوں نے پاکستان میں اسلامی تشخص کو زک پہنچانے کے لیے ہم پر عورت کی حکمرانی مسلط کی ہے جس کے باعث افغان مجاہدین جیتی ہوئی بازی ہار رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر پاکستان میں اسلامی حکومت قائم ہو جاتی تو پاکستان مزید مستحکم ہو جاتا۔ انہوں نے کہا کہ قبل ازیں علماء ملک میں نظام شریعت لانے کے لیے کوششیں کر رہے تھے۔ اب وکلاء کو علماء کے ساتھ مل کر اس سلسلے میں کام کرنا ہوگا اور دونوں کو ایک نظام پر اکٹھا ہونا چاہیئے۔ انہوں نے کہا کہ مختلف پارٹیوں کے اقتدار میں آنے سے بھی یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ سیاسی جلسوں سے بھی یہ نظام نہیں بدلا جا سکتا جبکہ جس بحران سے ملک دوچار ہے اس پر قابو پانے کے لیے نظام بدلنا ضروری ہے اور نظام بدلنے کے لیے وکلاء اور علماء باہم کوششیں کریں۔ اکٹھے بیٹھ کر نظام وضع کریں۔ انہوں نے الزام لگایا کہ قوم کو قومی اسمبلی کے ذریعے دھوکا دیا جاتا ہے جونیجو دور حکومت میں دو سال تک تلوار کے شکار پر پابندی کا بل زیر بحث رہا قانون شہادت جس پر سب وکلاء بھی متفق تھے۔ اس کی جگہ ۱۸۷۰ء کے قانون شہادت کا مسودہ دوبارہ پیش کر دیا گیا۔ انہوں نے دوسرے ممالک کی مثالیں دیتے ہوئے کہا کہ انہوں نے بھی نظام بدلا لیکن ہم نے انگریزوں کے بنائے ہوئے اس قانون کو ہی جاری رکھا جو اس نے اقتدار قائم رکھنے کے لیے رائج کیا۔ انہوں نے کہا کہ کمیونزم اور سرمایہ دارانہ نظام کے حامی مشترکہ طور پر نظام شریعت کے خلاف ہیں حالانکہ کمیونزم کے حامی بھی اپنے نظام سے بدظن ہو کر جمہوری نظام کی طرف رجوع کر رہے

ہیں۔ اگر ان حالات میں ہمارے ہاں نظام شریعت جاری ہوتا تو یقیناً ہمارے ہمسایہ ممالک نظام شریعت کی طرف رجوع کرتے۔ بعد ازاں ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن کے صدر چوہدری محمد ایاز خان نے خطاب کیا۔

میلسی سینیٹر سمیع الحق نے جمعیت علماء اسلام میلسی کے زیر اہتمام کمیٹی باغ میں ایک بڑے جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ملک میں جمہوریت کے نام پر فسطائیت مسلط کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ پی پی کے دور میں اسلامی قوانین کا مذاق اڑایا جارہا ہے مسلمانوں کے فیصلے قرآن و سنت کے مطابق ہوتے ہیں۔ ایسی جمہوریت پر لعنت بھیجتے ہیں جس جمہوریت کے ذریعے فسطائیت مسلط کی جارہی ہو۔ انہوں نے کہا کہ عوام ۱۹۷۷ء میں بڑی قربانیاں دے چکے ہیں۔ جن لوگوں کو جمہوریت اتنی عزیز تھی وہ آج بھی چیخ رہے ہیں۔ اس ظلمت اور اندھیری رات مسلط کرنے میں بڑے بڑے سیاستدانوں کا ہاتھ ہے لیکن جرم میں جمعیت شریک نہیں جو شامل ہوئے ان کی آنکھیں کھل گئیں۔ مولانا سمیع الحق نے کہا کہ پنجاب کو بیدار ہونا چاہیئے۔ اگر پنجاب صحیح فیصلے کرنے شروع کر دے تو اس ملک سے فسطائیت کا خاتمہ ہوسکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پنجاب میں اسلامی جمہوری اتحاد کی حکومت مفید ثابت ہوئی اور اس کی وجہ سے وفاقی حکومت اپنی من مانی نہیں کرسکتی۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں اس ملک میں بہت کچھ کرنا ہے۔ عوام اگر اس ملک سے مخلص ہیں تو اس ملک سے بے ایمانی، ظالمانہ نظام اور سامراج کو تبدیل کرنا ہے۔ انہوں نے عوام اور جمعیت کے کارکنوں پر زور دیا کہ وہ متحد ہو کر اس ملک سے انگریز کا چھوڑا ہوا ظالمانہ نظام باہر پھینک دیں۔ انہوں نے کہا کہ افغانستان میں جیتی ہوئی جنگ امریکہ، روس اور بھارت کے ایماء پر ہاری جارہی ہے۔ فحاشی، عریانی کا زور ہے۔ آئیے اس حکومت کے خلاف متحد ہو کر جہاد کریں اور قوم کو اس ظلم سے

نجات دلائیں۔ قبل ازیں سینیٹر مولانا سمیع الحق کا میلسی پہنچنے پر ملک کاٹن فیکٹری پر جمعیت علماء اسلام کے رہنماؤں حاجی ملک خادم حسین ملتانی، حاجی ملک محمد انور، چودھری انور علی، قاری محمد اسماعیل، قاری شبیر حسن نائب، مختیار احمد جھنگوی، جمعیت علماء اسلام ضلع وہاڑی کے صدر ڈاکٹر عبدالرشید نے شاندار استقبال کیا۔ معزز مہمانوں کے اعزاز میں مدرسہ تعلیم القرآن میں استقبالیہ دیا گیا۔

جہانیاں سینیٹر مولانا سمیع الحق نے صدر بازار جہانیاں میں جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پی پی کی حکومت میں اسلام کی راہ میں روڑے اٹکائے اور افغان مجاہدین کی قربانیوں کو بے اثر کرنے کی کوشش کی گئی۔ انہوں نے پیپلز پارٹی کی اس دوعملی پر افسوس کا اظہار کیا کہ اس نے فلسطین کے کسی حصے پر قبضہ کے بغیر یاسر عرفات کی عبوری حکومت کو تو تسلیم کر رکھا ہے مگر افغانستان کے ۹۰ فیصد حصے پر قابض افغان مجاہدین کی عبوری حکومت کو محض امریکی خوشنودی کی خاطر تسلیم نہیں کیا انہوں نے کہا کہ پیپلز پارٹی رفتہ رفتہ اس ملک کا اسلامی تشخص ختم کر کے اسے سیکولرازم کی طرف لے جا رہی ہے حالانکہ اس ملک کے عوام نے شریعت کو ہر شعبہ زندگی میں غالب کرنے کے لیے ہمیشہ قربانیاں دی ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ ہر معاشرہ نظام عدل اور قوانین دین فطرت اسلام سے ہم آہنگ ہو۔ انہوں نے کہا کہ اگر افغانستان میں اسلامی حکومت کے قیام سے روس پریشان ہو۔ امریکی مفادات کو ٹھیس پہنچے خواہ ہندو کی نیند اڑے لیکن پاکستان کو تحفظ ملے گا۔ انہوں نے کہا کہ پیپلز پارٹی کی حکومت نے آتے ہی اسلام پر پہلا وار کرتے ہوئے عورت کو ملک کی سربراہ بنایا۔ اسلامی اقدار تباہ کیں۔ شریعت آرڈیننس منسوخ اور ایسے اقدامات کیئے گئے کہ پیپلز پارٹی کے سیاسی حلیف بھی اسے چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ اس موقع پر انہوں نے جمعیت کے مرکزی مبلغ مولانا اللہ وسایا قاسم کی دستار بندی کی۔ قبل ازیں مولانا سمیع الحق نے

مقامی جامعہ رحمانیہ کا دورہ کیا۔ اس موقعہ پر انجمن رحمانیہ کے صدر حاجی نذیر احمد مہتمم مولانا محمد یعقوب نے انہیں جامعہ کے بارے میں معلومات فراہم کیں۔

(بحوالہ روزنامہ نوائے وقت ۱۸ دسمبر ۱۹۸۹ء)

لادین نظریات کی حامل جماعت
ملک کو پھر ٹٹنے کی طرف لے جا رہی ہے

کبیروالا کے جلسہ عام میں مولانا سمیع الحق کا خطاب

(۱۸ دسمبر دنامہ نگار) جمعیت علماء اسلام کے جنرل سیکرٹری مولانا سمیع الحق سینیٹر نے کہا سب سے بڑا کارڈ پنجاب کا ہے یہ صوبہ جو فیصلہ بھی کرے اس پر کوئی دوسرا صوبہ اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے کہا کہ ہم شرمندہ ہیں کہ ہم نے ابھی تک اپنے صوبہ میں پیپلز پارٹی کی حکومت کو باقی رکھا ہوا ہے۔ وہ کبیروالا میں ایک جلسہ عام سے خطاب کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا جمعیت علماء اسلام ایک پروگرام لے کر چل رہی ہے اس کا مقصد ملک میں شریعت کا نفاذ ہے۔ اس مقصد کی تکمیل کے لیے ہم اپنی جدوجہد جاری رکھیں گے خواہ اس کے لیے حالات جیسے بھی ناسازگار کیوں نہ ہوں انہوں نے نام لیے بغیر ایم آر ڈی کی پالیسیوں پر تنقید کرتے ہوئے کہا یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے پیپلز پارٹی کو اپنے کندھوں پر بٹھا کر ایک بار پھر ملک پر مسلط کر دیا ہے۔ انہوں نے کہا اگر مجھے کوئی مردہ باد کہتا ہے مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ اگر کوئی زندہ باد کہے میرے لیے یہ کوئی اعزاز نہیں کیونکہ ہم سیاست کو جہاد سمجھتے ہیں اور اسے عبادت سمجھ کر کرتے ہیں اور کہا ہماری جنگ صرف شریعت کے لیے ہے ہم نے اسلام کی بات فوجی دور میں بھی کی۔ آج بھی کر رہے ہیں اور جب غیر پارٹی الیکشن ہوتے تھے تو اس

میں بھی حصہ اسی لیے لیا تھا کہ کسی طرح ملک میں شریعت نافذ ہو جائے۔ اب ہم اسلام آباد میں ایک اجلاس طلب کر کے پروگرام طے کر رہے ہیں جو وزیر اعلیٰ پنجاب کو پیش کریں گے اور انہیں کہیں گے کہ کم از کم صوبہ پنجاب میں تو کچھ کیا جائے۔ انہوں نے کہا ہم کہتے تھے کہ ایم آر ڈی پیپلز پارٹی کا نام ہے اور پیپلز پارٹی ایک لادینی قیادت کا نام ہے اور اس کے پاس تو مونث قیادت ہے اور یہ جدوجہد ملک کو پھر ۷۷ء کی طرف لے کر جا رہی ہے اگر ایسا ہی کرنا تھا تو پھر اس کے خلاف تحریک چلانے کی ضرورت کیا تھی۔ انہوں نے کہا پیپلز پارٹی کا اقتدار میں آنا ملک و قوم کے لیے بہت بڑا المیہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے تو ضیاء کے گیارہ سالہ دور میں بھی اپنا فرض ادا کیا اور اس دور کی جدوجہد بھی ضائع نہیں ہوئی اور کہا پیپلز پارٹی کی حکومت نے حدود اللہ کا مذاق اڑایا ہے۔ یہ پارٹی غریبوں کا نعرہ لگاتی اور اقتدار پر آ کر غریبوں کا ہی خون چوستی ہے مولانا سمیع الحق نے کہا اسلامی جمہوری اتحاد بنا کر بہت بڑی سیاسی بصیرت کا ثبوت دیا گیا ہے اگر یہ اتحاد نہ ہوتا تو جہاد افغانستان ختم ہو جاتا اور سینٹ بھی بک گیا ہوتا کیونکہ پی پی والے تڑپ رہے ہیں۔ آٹھویں ترمیم نے ان کی رات کی نیند حرام کر رکھی ہے۔ آخر میں کہا ہمیں اپنی صفیں منظم کرنے کی طرف توجہ دینی چاہیئے اور کہا ساری قوم نے دیکھ لیا ہمیں گالیاں دینے والے بھی آج اکٹھا ہونے کی ضرورت کو محسوس کرتے ہیں اور کہا سندھو دیش کا نعرہ لگا کر صرف اپنے اقتدار کو طول دینا چاہتے ہیں مگر قوم ان کی غداری کو جانتی ہے اس کے آباؤاجداد نے بنگلہ دیش بنایا تھا اور کہا یہ تو کئی نعرے لگواتی مگر جہاد افغانستان اس راہ میں رکاوٹ بنا ہوا ہے اور کہا جب تک عورت کی سربراہی ختم نہیں ہو جاتی ہماری جدوجہد جاری رہے گی۔ جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے جمعیۃ پنجاب کے جنرل سیکرٹری مولانا بشیر احمد شاد نے کہا کہ وہ قوم کبھی فلاح نہیں پا سکتی جس کی حکمران عورت ہو اور کہا عورت کی

حکمرانی نے پورے عالم اسلام میں مسلمانوں کو ذلیل کرایا ہے۔ یہ یہودیوں کی مسلمانوں کے خلاف ایک بہت بڑی سازش ہے اور کہا کل تک ہمیں ضیاالحق کی باقیات اور مارشل لاء کی بی ٹیم کہنے والے آج پورے ملک کے قائدین مولانا سمیع الحق کے قدموں میں ہیں۔ انہوں نے عوام سے اپیل کی کہ بے نظیر کی قیادت سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے منظم ہو جائیں اور شروع کی جانے والی جدوجہد کو کامیاب کرائیں۔ جلسہ سے علامہ خالد محمود، سید خورشید عباس گردیزی، مولانا محمد انور، مولانا کریم نعمان نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اس سے قبل جمعیت طلبہ اسلام کبیر والا نے مولانا سمیع الحق کا والہانہ استقبال کیا اور جلوس کی صورت میں جمعیت طلبہ اسلام کے دفتر تک لے جایا گیا جہاں انہوں نے پرچم کشائی کی جلسہ میں ڈپٹی کمشنر خانیوال، اسسٹنٹ کمشنر کبیر والا اور مقامی ممبر پنجاب اسمبلی کے خلاف بھی اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ان کی پالیسیاں اتحاد کے خلاف ہیں اور مطالبہ کیا کہ شہر سے منشیات کا خاتمہ کیا جائے۔

(بحوالہ روزنامہ نوائے وقت ۱۲ دسمبر ۱۹۸۹ء)

مولانا سمیع الحق کا دورۂ شجاع آباد

بار روم میں وکلاء سے خطاب

روزنامہ نوائے وقت کی رپورٹ

مقامی قیادت نے دسمبر کے آغاز میں اعلان کیا کہ جمعیت کے مرکزی سیکرٹری جنرل، آئی جے آئی کے نائب صدر سینیٹر مولانا سمیع الحق ۱۶ دسمبر سے ملتان ڈویژن کے دورے کا آغاز شجاع آباد سے کریں گے اس کے لیے جمعیۃ کی مقامی قیادت کو اگرچہ تیاری کے لیے کافی وقت مل گیا دوسری جانب جمعیت کے عہدیداروں نے آئی جے آئی کی مقامی قیادت کو بھی اس پروگرام میں شامل کیا گیا جس کے لیے مختلف کمیٹیاں تشکیل دی گئیں۔ آخر ۱۶ دسمبر کو مولانا سمیع الحق راولپنڈی کے جلسہ سے فارغ ہو کر صبح کے جہاز سے ملتان پہنچے۔ مقامی عہدیداروں کی جانب سے اس پروگرام میں صوبائی وزیر زکوٰۃ عشر قاری سعید الرحمان، مولانا زاہد الراشدی اور دیگر اکابرین کے نام شامل تھے لیکن صرف مولانا سمیع الحق پنجاب کے جنرل سیکرٹری مولانا بشیر احمد شاد، ملتان ڈویژن کے امیر سید خورشید عباس گردیزی کے ہمراہ پہنچے۔ پروگرام کے مطابق طے تھا کہ ان رہنماؤں کا استقبال کالج کے پل پر کیا جائے گا لیکن سڑک کھوکراں روڈ کی تعمیر کے باعث مولانا سمیع الحق نے لاڑ کا راستہ استعمال کیا جس بارہ مقامی انتظامیہ نے آئی جے آئی کے رہنماؤں کو مطلع کیا چنانچہ یہ تمام افراد ریلوے پھاٹک پر پہنچ گئے۔ جس وقت مولانا سمیع الحق ریلوے پھاٹک پر پہنچے اس وقت

سابق رکن اسمبلی رانا شوکت حیات نون، ملک مشتاق لانگ، بلدیہ کے چیئرمین میاں وحید لودلہ، قاری نظام الدین، مولانا رشید احمد نے ان کا استقبال کیا۔

مولانا سمیع الحق وکلاء سے خطاب کرنے کے لیے بار روم میں پہنچے۔ اپنے خطاب کے آغاز پر ہی انہوں نے کہا وہ وقت کی قلت کی وجہ سے مختصر خطاب کریں گے انہوں نے کہا کہ ملک کے حالات سدھارنے ہیں تو اسلامی اور موجودہ قوانین پر عبور رکھنے والوں یعنی وکلاء اور علماء کو مل کر جدوجہد کرتے ہوئے ملک سے سرمایہ دارانہ اور جاگیردارانہ نظام کے خلاف مشترکہ طور پر آگے بڑھنا ہوگا اور نظام کی تبدیلی کے لیے ہمیں قانونی راستوں پر چل کر تمام مشکلات کا حل تلاش کرنا ہوگا۔ انگریز سے ہمیں جو کلچر اور ثقافت ورثے میں ملی ہے اس کے برعکس ہمیں اسلامی قوانین لانے کے لیے متحد ہونا ہوگا انہوں نے اسمبلی اور سینیٹ کی کارکردگی پر سخت تنقید کرتے ہوئے کہا کہ دستور سازی اور قانون سازی کا کوئی کام نہیں ہو رہا۔ آزاد قوم کی حیثیت سے ہمیں ان اداروں کی کارکردگی بہتر بناتے ہوئے ان پر قوم کا مکمل اعتماد بحال رکھنا ہوگا مولانا سمیع الحق نے شریعت بل کے بارے میں کھل کر اظہار خیال کیا۔ انہوں نے کہا کہ جس وقت میں نے یہ بل پیش کیا تو کسی نے کہا ضیاء الحق کا بل ہے کسی نے کہا جونیجو کا بل ہے لیکن یہ صرف قوم کے تمام دکھوں کا مداوا ہے اور نفاذ شریعت کے لیے سنگ میل کا درجہ رکھتا ہے اس سلسلہ میں بعض دینی جماعتوں نے بھی اسے غلط رنگ میں دیکھا اور سوچا بعض نفاذ شریعت کے مخالفین نے اس بل کی مخالفت میں گروہی، نسلی، لسانی اور فرقہ وارانہ جذبات کو ابھارا لیکن ہم نے تمام کو دلیل کے ساتھ قائل کیا۔ اب یہ شریعت بل سینٹ میں آخری مرحلہ میں سینیٹ کی ۴ رکنی کمیٹی کے پاس ہے اس خطاب کے اختتام پر مختلف سوالات ہوئے پہلا سوال اٹھایا گیا آپ پنجاب میں آئی جے آئی کی جانب سے نفاذ اسلامی کی

کوششوں سے مطمئن ہیں جس پر جواب دیا گیا کہ ہم مطمئن نہیں ہیں۔ پنجاب میں کوئی اسلامی انقلاب نہیں آیا لیکن ہمیں امید ہے میاں نواز شریف نفاذ اسلام کے لیے عملی اقدامات کریں گے جب کہ باہمی محاذ آرائی کے خاتمہ کے لیے بھی اقدامات کیے جائیں گے۔ سوال تھا حق شفعہ کے قانون میں کیوں طوالت کی جا رہی مولانا سمیع الحق نے کہا اس قانون کو نہ جانے کیوں لٹکایا جا رہا ہے میں اس بارے میں آئی جے آئی کے سربراہ میاں نواز شریف سے بات کروں گا۔ آخری سوال تھا راولپنڈی میں متحدہ حزب اختلاف کے جلسہ میں تمام جماعتیں اور رہنما شریک کیوں نہیں ہوئے مولانا نے جواب دیا بعض مصلحتوں کی وجہ سے بعض رہنما شریک نہیں جبکہ ہمارا اتحاد کا معاہدہ بھی پارلیمنٹ کے اندر ہے باہر نہیں۔

مولانا سمیع الحق نے نظام شریعت کے لیے کہا ہم موجودہ نظام کو جڑ سے اکھاڑ کر نظام شریعت لانا چاہتے ہیں اگر نظام نہ بدلا تو کوئی بھی سیاسی دینی جماعت ایسا کردار ادا نہ کر سکے گی۔ انھوں نے بعض علماء کا نام لیے بغیر ان پر خوبصورت تنقید کرتے ہوئے کہا انھوں نے صرف ایم آر ڈی کے ساتھ مل کر جمہوریت کے لیے لڑائی لڑی ہے اور آج ہمارا موقف درست ثابت ہو گیا ہے۔

کیونکہ انھوں نے اپنے جمہوری دعویداروں کا سلوک دیکھ لیا ہے مولانا نے کہا کہ ہم نے ہم خیال دینی قوتوں کو آئی جے آئی کے پلیٹ فارم پر اکٹھا کر دیا ہے اس لیے یہ اتحاد نظریاتی بنیادوں کی نفی نہیں کر سکتا جبکہ بھارتی اور لادینی قوتوں کے خلاف بھی اتحاد موثر قوت کا روپ دھار چکا ہے انھوں نے سیاستدانوں کے قول و فعل کے تضاد کے بارے میں بھی کھل کر کہا متضاد بیانات سے مسائل الجھ کر رہ جاتے ہیں۔

جلسہ عام کے بعد ان رہنماؤں کے اعزاز میں سابق رکن قومی اسمبلی رانا شوکت حیات نون نے اپنی رہائش گاہ پر ظہرانے کا اہتمام کیا تھا اس موقعہ پر مولانا سمیع الحق کے ساتھ نوائے وقت کے لیے جو بات چیت ہوئی۔

مولانا! متحدہ حزب اختلاف کا اگلا اجلاس کب اور کہاں ہوگا؟ جواب! یہ اجلاس لاہور میں جلد بلایا جا رہا ہے جس میں ہم آئندہ کے لیے لائحہ عمل طے کریں گے اور راولپنڈی کے جلسہ میں شرکت نہ کرنے والوں اور آپس کے چھوٹے موٹے اختلافات کو دور کریں گے اس لیے متحدہ حزب اختلاف کی جماعتوں اور سربراہوں کو بھی قربانی دینی ہوگی۔ مولانا! ایوان اور عوام ایک میں ایک ہی پلیٹ فارم استعمال کیوں نہیں کیا جاتا ہے۔ جواب! ایوان میں متحدہ حزب اختلاف اور عوام میں اسلامی جمہوری اتحاد دونوں قوتیں ہیں ان میں باہمی ربط پیدا کر کے ہم مضبوط قوت کی حیثیت سے عوام کے ساتھ قریبی رابطہ رکھیں گے مولانا! مشترکہ مفادات کونسل کا اجلاس طلب کرنے کے لیے متحدہ حزب اختلاف نے صدر پاکستان سے رابطہ کیا ہے جواب! یہ وزیر اعظم کی ذمہ داری ہے۔ انہیں اس کے لیے جلد انتظامات کرنے چاہئیں تاکہ ملکی معاملات طے کیے جا سکیں۔

(بحوالہ نوائے وقت ۳۰ دسمبر ۱۹۸۹ء)

مولانا سمیع الحق کی کبیروالا تشریف آوری

روزنامہ نوائے وقت کی رپورٹ

جمعیت علماء اسلام کی طرف سے ایک پریس ریلیز جاری کیا گیا کہ ۷ دسمبر کو بعد از نماز عشاء چوک ٹاؤن میں ایک شریعت کانفرنس منعقد ہوگی جس میں جمعیت کے جنرل سیکرٹری اور اسلامی جمہوری اتحاد کے مرکزی نائب صدر سینیٹر مولانا سمیع الحق، صوبائی وزیر عشر و زکوٰۃ سعید الرحمان اور دیگر کئی علماء کرام شرکت کریں گے شہر میں پچھلے کئی دنوں سے سخت کشیدگی پائی جا رہی ہے دو فرقوں کا آپس میں آمنا سامنا تھا اور شہر کی پرامن فضا کسی وقت بھی مکدر ہو سکتی تھی۔ شہر کی اس کشیدگی پر کنٹرول کرنے کے لیے مقامی انتظامیہ کی طرف سے دفعہ ۱۴۴ کے تحت دو ماہ کے لیے پوری تحصیل کبیروالا میں ہر قسم کی سیاسی سرگرمیوں پر پابندی لگا دی گئی یہ اس جمہوری دور میں کوئی عاقلانہ قدم نہیں تھا ظاہر ہے اس صورتحال کے پیش نظر بظاہر تو شہر میں امن و امان رہا مگر زیر زمین ایک دوسرے کو زیر کرنے کے لیے پروگرام طے ہوتے رہے۔

مولانا سمیع الحق کبیروالا شہر میں داخل ہوئے تو جمعیت طلبہ اسلام کے مقامی کارکنوں نے ان کا زبردست استقبال کیا اور جلوس کی صورت میں جمعیت کے دفتر تک لے جایا گیا جہاں انہوں نے پرچم کشائی کی رسم ادا کی۔ شرکاء جلوس نعرے لگا رہے تھے مرد میداں مرد حق... سمیع الحق، علمائے حق... زندہ باد علماء دیوبند زندہ باد... آج بھی مفتی زندہ ہے۔ بہرحال مولانا سمیع الحق نے اپنے خطاب میں اسلامی جمہوری اتحاد کے قیام کی تفصیل بیان کی اور جمعیت علماء اسلام

کی پالیسیوں کا ہدف بتایا۔ انہوں نے کہا کہ جو قائدین آج بے نظیر کے خلاف ہمارے ساتھی بن رہے ہیں اصل میں انہی کے کندھوں پر سوار ہو کر بے نظیر اقتدار پر آئی ہے اور کہا جن حالات کا ہم نے دو سال پہلے تذکرہ کیا تھا آج قوم کو انہی حالات سے گزرنا پڑ رہا ہے۔ انہوں نے کہا پیپلز پارٹی ایک لادینی قیادت کا نام ہے۔ اس پارٹی کی قیادت مذکر کی بجائے مونث ہے اور مونث قیادت کے مطابق فرمان ہے کہ عورت کی حکمرانی والی قوم کبھی فلاح نہیں پا سکتی اس مقصد پر نعرہ لگا۔۔۔ رن دی غلامی۔۔۔ نامنظور الوداع الوداع۔۔۔ بے نظیر الوداع انہوں نے ذوالفقار علی بھٹو کے دور کی آمریت اور غیر جمہوری یادوں کو بھی بڑی تفصیل سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ جس ظلم سے نجات حاصل کرنے کے لیے لاکھوں افراد نے قربانیاں دیں جیلوں میں گئے انہیں پھر اپنے اوپر مسلط کر لیا گیا۔

نوابزادہ نصر اللہ خاں پر تنقید کرتے ہوئے کہا یہ بھی عظیم سیاستدان ہے جب مارشل لاء آتا ہے تو جمہوریت کے لیے کام کرتے ہیں اور جب مارشل لاء کا دور ختم ہوتا ہے تو پھر مارشل لاء لانے کے لیے کام کرتے ہیں انہوں نے مولانا فضل الرحمٰن کی پالیسیوں پر بھی تنقید کی۔ انہوں نے کہا اگر قوم اپنے لیڈروں کا محاسبہ کرے تو پھر کبھی کسی کو بکنے کی جرأت نہ ہو انہوں نے صوبہ پنجاب کے لوگوں کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا اگر آج آپ کا فیصلہ اتحاد کے حق میں نہ ہوتا تو یقین کیجئے پیپلز پارٹی نے پورے ملک کے لوگوں کو انتقام کی بھینٹ چڑھا دینا تھا۔ انہوں نے کہا افسوس اگر ایم آر ڈی میں شامل جماعتوں کے سربراہ بھی کچھ پہلے سوچ لیتے تو آج ملک کا نقشہ مختلف ہوتا۔

(بحوالہ نوائے وقت ۳۰ دسمبر ۱۹۸۹ء)

خانیوال میں مولانا سمیع الحق کی آمد

میاں ارشاد الحق (نمائندہ نوائے وقت) کا سیاسی تجزیہ

گزشتہ روز جمعیت علماء اسلام کے مرکزی جنرل سیکرٹری اور اسلامی جمہوری اتحاد کے مرکزی نائب اور متحدہ علماء کونسل کے جنرل سیکرٹری سینیٹر مولانا سمیع الحق، علامہ خالد محمود، مولانا بشیر احمد شاد نے ضلع خانیوال کا رابطہ عوام مہم کے سلسلے میں ایک کامیاب دورہ کیا۔ چند ہفتوں سے مختلف سیاسی جماعتوں کے سربراہ رابطہ عوام مہم کے سلسلہ میں خانیوال کے دورے کر رہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے خانیوال شہر سیاست کا مرکز بنا ہوا ہے۔ ایک سیاستدان آ رہا ہے ایک جا رہا ہے۔ جمعیت علماء اسلام کے قائدین کی خانیوال آمد پر جمعیت علمائے اسلام کے مقامی کارکنوں سید آفتاب حسین شاہ، محمد شاہد انجم، صوفی مہدی خان کے علاوہ جمعیت کے سینکڑوں کارکنوں اور معززین شہر نے معزز مہمانوں کا ٹی چوک میں والہانہ استقبال کیا۔ کارکنوں میں بہت جوش و جذبہ نظر آ رہا تھا۔ جیسے ہی قائدین کی گاڑیاں آئیں۔ کارکنوں نے مولانا سمیع الحق زندہ باد جمعیت علماء اسلام زندہ باد" جائے گا باطل آئے گا حق"، سمیع الحق سمیع الحق۔ باطل کے ایوانوں میں زلزلہ ہے سمیع الحق شریعت بل منظور

کرو۔ نظام اسلام زندہ باد کے نعرے لگائے۔ معزز مہمانوں کے اعزاز میں ایک مقامی ہوٹل میں پرو قار استقبالیہ کا اہتمام کیا گیا جس کی صدارت مولانا عبدالکریم نے کی۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض محمد شاہد انجم نے سرانجام دیے۔ طالب علم راہنما محمد عبدالمجید اظہر نے قائد جمعیت مولانا سمیع الحق کو سپاسنامہ پیش کیا۔ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے مولانا سمیع الحق نے کہا کہ پیپلز پارٹی سے ہم دینی اور اخلاقی اقدار کے فروغ کی توقع نہیں کرسکتے اس کے یہ دونوں پہلو بہت کمزور ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جمہوریت کی چمپئن ہونے کی داعی ہونے کے باوجود پیپلز پارٹی حقیقی جمہوریت کے بالکل منافی کام کررہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر صوبہ سرحد بلوچستان کے عوام صحیح فیصلے بھی کریں تو کچھ نہیں ہوتا جب تک پنجاب کے عوام فیصلہ نہ کریں اور اب پنجاب جاگ اٹھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اسلامی جمہوری اتحاد کی مرکزی صدارت میاں نواز شریف کو نہیں بلکہ میں نے پنجاب کو قیادت دی ہے۔ میں پنجاب کے عوام کو سلام کرتا ہوں۔ اب ہم سب کا فرض ہے کہ اس کو مضبوط کریں۔ انہوں نے کہا کہ اپنے اقتدار کو طول دینے کے لیے سندھ کارڈ کا ڈرامہ کھیلنے کی کوشش کی جارہی ہے لیکن متحدہ اپوزیشن اس کی اجازت نہیں دے گی۔ انہوں نے کہا کہ ہم اس ملک میں نظام کی تبدیلی چاہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں پوری قوم ہماری ہم آواز ہو جائے تو میں یقین دلاتا ہوں کہ عنقریب پوری قوم یہ خوشخبری سنے گی کہ ملک میں صحیح اسلامی عوامی امنگوں کی ترجمان حکومت بن جائے گی۔ انہوں نے کہا پیپلز پارٹی سندھو دیش کا ہوا کھڑا کرکے اقتدار کو طول دینا چاہتی ہے۔ متحدہ اپوزیشن پیپلز پارٹی کے سندھو دیش بنانے کے خواب کو شرمندہ تعبیر نہیں ہونے دے گی۔ ایم آر ڈی کی کوششوں نے شرمناک آمریت کو جنم دیا۔ اسلامی قوانین کا مذاق اڑایا جارہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ باپ جو کام ۴ سال کے عرصہ میں نہیں کرسکا تھا بیٹی نے وہ کام ایک سال کے عرصہ میں کر دکھائے

ہیں۔ مولانا سمیع الحق نے جمعیت کے دونوں گروپوں کے اتحاد کے بارے میں کہا کہ مولانا فضل الرحمٰن گروپ سے ہمارا اختلاف ایم آر ڈی کے مسئلہ پر تھا اور ہمارا اصولی موقف صحیح ثابت ہوا۔ انہوں نے کہا کہ مولانا فضل الرحمٰن کو اختلاف تھا کہ ہمارا راستہ جمہوریت کی طرف نہیں جاتا جبکہ ہمارا موقف تھا کہ ان کا راستہ شریعت کی طرف نہیں جاتا۔ اب جبکہ لوگوں نے دیکھا کہ پیپلز پارٹی نے اقتدار میں آتے ہی جمہوریت کش پالیسی اپنائیں اور ایم آر ڈی میں ان کے ساتھ کام کرنے والی جماعتیں بھی اسے چھوڑ کر متحدہ اپوزیشن میں شامل ہو گئی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مولانا فضل الرحمٰن سی او پی میں شامل ہو کر ہمارے ہم آواز ہو گئے ہیں اور ہماری جماعت کی مجلس عاملہ کے چار ارکان مولانا فضل الرحمٰن سے اختلاف ختم کرنے کے سلسلہ میں بات چیت کر رہے ہیں مولانا سمیع الحق نے ایک سوال کے جواب میں سی او پی کے منعقدہ اجلاس کوئٹہ میں اجلاس کی صدارت بیگم عابدہ اور پنجاب اسمبلی میں بشریٰ رحمٰن کی صدارت پر شدید احتجاج کیا ہے اور انہوں نے کہا ہے اعلیٰ سطح کے اجلاس میں بھی اس سلسلہ میں بات کریں گے۔ علامہ خالد محمود نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قیام پاکستان کے سلسلہ میں جمعیت علماءِ اسلام نے ہر محاذ پر قربانی دی ہے اور قائداعظم کے شانہ بشانہ کام کیا ہے۔ پاکستان کے پرچم کی پہلی تقریب پرچم کشائی مولانا شبیر احمد عثمانی نے فرمائی تھی۔ انہوں نے کہا کہ پیپلز پارٹی اس ملک کا اسلامی تشخص ختم کر کے اسے سیکولر سٹیٹ بنانے کے درپے ہے۔ انہوں نے کہا جمعیت علمائے اسلام شرعاً عورت کی حکمرانی کے خلاف ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہودیوں، ہندوؤں اور سپر طاقتوں کی گھناؤنی سازش کے نتیجے میں پیپلز پارٹی برسر اقتدار آئی ہے۔

مولانا بشیر احمد شاد نے کہا کہ ملک کی سلامتی، استحکام اور عوام کے مسائل کا حل جمہوریت میں نہیں بلکہ نفاذ اسلام میں ہے۔ انہوں نے کہا کہ آج جمعیت علماءِ

اسلام کے ایک کارکن سے شکست خوردہ وزیر قانون افتخار گیلانی نے یہ کہا ہے کہ جو بے نظیر بھٹو کو وزیر اعظم نہیں مانتا اسے سزائے موت دی جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ ہم اس غیر شرعی وزیر اعظم کو نہیں مانتے کل بھی کہا ہے اور کہتے بھی رہیں گے اگر تم میں ہمت ہے تو......؟ جب تک یہ غیر شرعی حکومت ختم نہیں ہو جاتی چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ ان کے علاوہ مولانا عبدالکریم نعمانی، ملک مرید عباس ناریج، ایڈووکیٹ خورشید عباس گردیزی، مولانا عبدالرؤف قاسمی نے بھی خطاب کیا۔ مولانا محمد حسن نے آخر میں ملک کی سلامتی کے لیئے دعا کی۔ اس کے بعد معزز مہمان کبیر والا چلے گئے جہاں پر انہوں نے ایک بہت بڑے جلسہ عام سے خطاب کیا انہوں نے ضلع خانیوال کے تین مقامات جہانیہ، خانیوال، کبیر والہ میں مختلف اجتماعات سے خطاب کیا۔ ان کے موجودہ دورہ سے ضلعی سطح پر جمعیت میں زبردست تبدیلی آئے گی اور یہاں کام کی گرفت بھی تیز ہو گی۔ جلسہ عام کے بعد قائدین نے سرکٹ ہاؤس خانیوال میں رات قیام کیا۔ دوسرے روز صبح ۹ بجے جمعیت کے کارکنوں اور ضلعی انتظامیہ نے انہیں الوداع کیا اور قافلہ فیصل آباد ڈویژن کی طرف روانہ ہو گیا۔ مولانا عبدالکریم نعمانی، ملک مرید عباس ناریج، ایڈووکیٹ خورشید عباس گردیزی، چوہدری عبدالغفور اور ملتان ڈویژن کے دیگر راہنما ان کے ہمراہ تھے۔

(بحوالہ نوائے وقت ۲۳ دسمبر ۱۹۸۹ء)

امریکہ میں سیاہ فام خاتون کے سوال پر میں پسینے سے شرابور ہو گیا

علماء کرام جہاد کریں ورنہ اللہ و رسولؐ کے مجرم ہوں گے

لاہور (نمائندہ جنگ) جمعیت علماء اسلام کے سیکرٹری جنرل اور اسلامی جمہوری اتحاد کے رہنما سینیٹر مولانا سمیع الحق نے کہا ہے ملک سے ملحدانہ نظام کے خاتمہ کے لیے علماء کو جہاد کرنا چاہیئے وہ یہاں جے یو آئی کے زیر اہتمام منعقدہ کنونشن سے خطاب کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ اگر علماء اور عوام نے اس سلسلے میں اپنا کردار ادا نہ کیا تو وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے مجرم ہوں گے اور ملک میں ہونے والے جرائم میں بھی برابر کے شریک ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ اگر صوبائی حکومت نے پنجاب میں نفاذ اسلام کے لیے کوئی پیش رفت نہ کی تو ہم اسلامی جمہوری اتحاد میں رہنے یا علیحدہ ہونے کے متعلق غور کریں گے۔ دریں اثناء ٹوبہ ٹیک سنگھ میں اخبار نویسوں سے باتیں کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ متحدہ اپوزیشن چاہتی ہے کہ موجودہ اسمبلیاں اپنی میعاد پوری کریں تاہم پیپلز پارٹی کی حکومت جمہوری اداروں کے کام میں رکاوٹ ہے اور جس انداز سے یہ جماعت حکومت چلا رہی ہے اس سے حالات مڈٹرم انتخابات کی طرف جاتے محسوس ہوتے ہیں۔

کبیروالا سے نامہ نگار کے مطابق مولانا سمیع الحق نے شریعت کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہم بینظیر کے خلاف نہیں بلکہ عورت کی حکمرانی کے خلاف ہیں جب میں دورہ امریکہ کے سلسلہ میں واشنگٹن پہنچا تو وہاں ایک سیاہ فام خاتون نے ہوٹل میں مجھ سے یہ سوال کیا کہ پاکستان میں مسلمان اقلیت میں ہیں تو میں نے کہا نہیں تو پھر خاتون نے طنزیہ کہا کہ وہاں پھر عورت کی حکمرانی کیسے آگئی جبکہ آپ کے مذہب اسلام میں اس امر کی قطعی اجازت نہیں۔ مولانا سمیع الحق نے کہا کہ میں یہ بات سن کر شرم کے مارے پسینے سے شرابور ہوگیا اور اس وقت میری دینی غیرت نے مجھے للکارا

(بحوالہ روزنامہ جنگ لاہور ۲۰ دسمبر ۱۹۸۹ء)

جو جمہوریت شریعت کے تابع نہیں ہم اُسے نہیں مانیں گے

خواتین کی نمائندگی سے متعلق شرعی تقاضے پورے کریں گے

ٹوبہ ٹیک سنگھ (نمائندہ جنگ) اسلامی جمہوری اتحاد کے سینئر نائب صدر اور جمعیت علماء اسلام درخواستی گروپ کے سیکرٹری جنرل سینیٹر مولانا سمیع الحق نے کہا ہے کہ موجودہ ملکی حالات کے پیش نظر جمعیت مڈٹرم انتخابات کے حق میں نہیں ہے۔ لہٰذا موجودہ اسمبلیوں کو اپنی مقررہ مدت پوری کرنے کا موقع ملنا چاہیئے۔ گزشتہ روز یہاں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ پیپلز پارٹی نے برسراقتدار آتے ہی افغان مجاہدین کی امداد روک کر جہاد افغانستان کو نقصان پہنچایا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جمعیت برسراقتدار آنے کے بعد اسمبلیوں میں خواتین کی نمائندگی کے بارے میں شرعی تقاضوں کو پورا کرے گی۔ ایک اور سوال پہ انہوں نے کہا کہ کوئٹہ میں سی او پی کے جس اجلاس کی صدارت خاتون ایم این اے سیدہ عابدہ حسین نے کی وہ اس اجلاس میں شریک نہ تھے جب کہ مولانا فضل الرحمان اس اجلاس میں موجود تھے تاہم آئندہ جب کبھی بھی کسی خاتون کی صدارت میں سی او پی کے اجلاس کے انعقاد کا مرحلہ آیا تو ہم اس کی مخالفت کریں گے۔

انہوں نے کہا کہ ہم نے متحدہ اپوزیشن کے قیام کے وقت بھی سیدہ عابدہ حسین کو اس کا سربراہ بنانے کی تجویز کی مخالفت کی تھی اور اسی وجہ سے عابدہ حسین کو متحدہ اپوزیشن گروپ کا سربراہ نہ بنایا جا سکا۔ انہوں نے کہا کہ اگر بیگم کلثوم سیف اللہ کو صدر نے صوبہ سرحد کا گورنر نامزد کیا تو ہم اس کی شدید مخالفت کریں گے انہوں نے کہا کہ جو جمہوریت اسلامی شریعت کے تابع نہیں ہو گی ہم اس جمہوریت کو کسی صورت قبول نہیں کریں گے۔

(بحوالہ روزنامہ جنگ لاہور ۲۰ دسمبر ۱۹۸۹ء)

ہم ملک میں اللہ کے دین کی سربلندی اور شریعت کی بالادستی چاہتے ہیں

خانیوال اور جہانیاں میں مولانا سمیع الحق کی آمد اور مصروفیات و خطابات پر مشتمل اخباری رپورٹ

سینیٹر سمیع الحق مقامی رہنما اور سیاسی حلقوں میں شریعت بل کے محرک کی حیثیت سے ہی نہیں بلکہ ممتاز دینی گھرانے سے تعلق کی بناء پر جانے پہچانے جاتے ہیں۔ ان کی آمد کے پروگرام کی اگرچہ بھرپور تشہیر نہیں ہوسکی تاہم ان کا جلسہ کامیاب رہا۔ ان کی آمد میں تاخیر اور جلسہ کے فوراً بعد ملتان بار سے خطاب کے پروگرام کی بناپر انکے لیے جہانیاں کے جلسہ کے لیے زیادہ وقت دینا ممکن نہ تھا لیکن اس مختصر وقت میں بھی انہوں نے بھرپور تقریر کی۔ ملکی سیاست کو موضوع بنایا۔ اپنی جماعت جمعیۃ علماء اسلام کے اغراض و مقاصد بیان کئے۔

آئی جے آئی کے نائب صدر سینیٹر سمیع الحق نے اپنی تقریر کا آغاز اہل جہانیاں کو ضمنی انتخاب میں اسلامی جمہوری اتحاد کے امیدوار کو کامیابی سے ہمکنار کرنے پر مبارکباد پیش کرتے ہوئے کیا۔ ان کی یہ بات صد فیصد درست ہے کہ ان ضمنی انتخابات سے قبل جہانیاں ایک گمنام شہر تھا مگر بار بار کے ضمنی انتخابات نے اس کو نہ صرف پاکستان بلکہ بیرون ملک بھی متعارف کروایا ہے۔ مولانا سمیع الحق نے اس حلقہ سے پی پی ٹکٹ پر

منتخب ہونے والے ممبر قومی اسمبلی مسٹر فضل داد واہلہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ ناداری اور ناتجربہ کاری کے باوجود انہوں نے تحریک عدم اعتماد کے دوران اپنے ضمیر کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے پیپلز پارٹی کی منفی سیاست کیخلاف ووٹ دیا۔ ان کی ثابت قدمی نے نہ صرف ان کا بلکہ ان کے حلقہ نیابت کے رائے دہندگان کا بھی وقار بلند کیا۔ سینیٹر موصوف نے کہا کہ موجودہ طرز سیاست میں صرف ایک چہرے یا سیاسی پارٹی کی تبدیلی عمل میں آتی ہے جبکہ اس سیاسی کشمکش اور نظاموں کے جھگڑے میں اسلامی نظام کے عملی نفاذ اور اسلامی نظام کی منزل کی طرف کوئی راستہ نہیں جاتا۔ انہوں نے اس بات پر اظہار تاسف کیا کہ قیام پاکستان کو ۴۲ سال ہوچکے مگر ابھی تک یہاں پر اسلامی نظام کی بنیاد قائم نہیں ہوئی۔ ابھی تک انگریز کا قانون جاری وساری ہے۔ عدالتی طریقہ کار پیچیدہ اور صبر آزما ہے۔ اس میں غریب آدمی اپنے محدود وسائل کی بناء پر انصاف کے حصول میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔ وسائل پر سونے چاندی والے قابض ہیں۔ غریبوں کو احساس محرومی ہے۔ نتیجتاً علاقائی عصبیت کے عفریت منہ کھولے کھڑے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ جمہوریت، انسانی اقدار سے کلی بغاوت کرنے والے نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے میں ناکام ہوچکی ہے۔ ملک کو موجودہ بحران سے نکالنے کی واحد صورت یہ ہے کہ اس نظام کو تبدیل کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ اسلام کا عادلانہ نظام ہی ہمارے مسائل کا حل ہے جس میں ایک انسان ہی کی نہیں بلکہ کتے کی بھوک تک کے لیے محاسبہ ممکن ہے۔ مولانا سمیع الحق نے کہا کہ دنیا کے کمیونسٹ ممالک کمیونزم اور سوشلزم سے تائب ہو رہے ہیں کہ اس نظام کی بدولت کروڑوں انسان ہلاک ہوئے ظلم واستبداد اور دہشت و بربریت کے نئے طریقے وضع کئے گئے۔ انہوں نے کہا کہ یہ اس نظام سے اکتاہٹ ہی کا نتیجہ ہے کہ دیوار برلن منہدم کر دی گئی ہے۔ غیر مادی نظام اپنی

موت مر رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر اس وقت دنیا کے کسی ملک میں مکمل اسلامی نظام نافذ ہو چکا ہوتا تو یقیناً یہ لوگ اسلام کے دامن میں ہی پناہ حاصل کرتے مولانا سمیع الحق نے ملک کی سیاست پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ پیپلز پارٹی نے اقتدار ملتے ہی اسلام پر پہلا وار کیا اور عورت کو سربراہ حکومت بنایا اور دینی جماعتوں کے خدشات کے عین مطابق ملک میں جمہوریت کے نام پر فسطائیت قائم کی اور انتقامی سیاست کو رواج دیا۔ نفاذ اسلام کی راہ میں روڑے اٹکائے۔ افغانستان کے سولہ لاکھ مجاہدین کی قربانیوں کو بے ثمر کرنے کی کوشش کی انہوں نے کہا کہ یاسر عرفات کے قبضہ میں فلسطین کا کوئی علاقہ نہیں مگر اس کی عبوری حکومت کو تسلیم کر لیا گیا ہے مگر افغان مجاہدین جو افغانستان کے ۹۰ فیصد حصے پر قابض ہیں کی عبوری حکومت کو تسلیم کرنے میں ناروا تاخیر کی جا رہی ہے تاکہ پیپلز پارٹی کے سرپرست اعلیٰ امریکہ کو ناراض نہ کیا جائے۔ سینیٹر مولانا سمیع الحق نے الزام لگایا کہ پیپلز پارٹی کی حکومت پاکستان کے اسلامی تشخص کو ختم کرنے کے درپے ہے وہ کبھی سوشلزم کا نعرہ لگاتی ہے کبھی سیکولرازم کے دامن سے وابستہ ہونے کی کوشش کرتی ہے اسی لیے وہ افغانستان میں اسلامی حکومت کے قائم ہونے کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرنے والی طاقتوں کی حاشیہ بردار بنی ہوئی ہے حالانکہ افغانستان میں اسلامی حکومت قائم ہو تو اس سے پاکستان کو آہنی تحفظ میسر کیا جاتا ہے۔ انہوں نے سوال کیا کہ افغانستان میں اسلامی حکومت قائم ہونے سے روس پریشان ہو۔ امریکی مفادات کو ٹھیس پہنچے یا ہندو کی نیند اڑے مگر پاکستان کو کیا نقصان ہو سکتا ہے کہ پیپلز پارٹی بھی غیر ملکی طاقتوں کی ہمنوائی میں اس کی مخالفت کر رہی ہے۔ مولانا نے کہا کہ یہ کہنا غلط ہے کہ ملک کا وزیراعظم سندھ ہی سے ہونا چاہیئے کیونکہ ملک کے آئین میں یہ بات کہیں درج نہیں بلکہ وزیراعظم تو ملک کے کسی حصے صوبے سے ہو سکتا ہے آخر

پنجاب، بلوچستان یا سرحد سے وزیراعظم پر اعتراض کی بنیاد کیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ پنجاب کے عوام کو اپنا کردار ادا کرنا چاہیئے کیونکہ مضبوط پنجاب کی بدولت ہی پیپلز پارٹی کی منتقم مزاج سیاست کی پیش قدمی رکی ہوئی ہے ورنہ وہ بلوچستان اسمبلی کو تو توڑ ہی چکی تھی۔ جمعیت کے منشور کا ذکر کرتے ہوئے مولانا سمیع الحق نے کہا کہ ہم اس ملک میں اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی اور شریعت کی بالادستی چاہتے ہیں تاکہ دین کو صرف مسجد اور مدرسوں میں محدود نہ کیا جائے بلکہ اس کو تمام عدالتوں اسمبلی اور ملک کی سیاست میں داخل کیا جائے کیونکہ مسلمانوں کی سیاست کا محور مذہبی حدود و قیود ہیں۔ مغربی جمہوریت، سوشلزم یا سیکولرازم ہماری منزل نہیں۔

قبل ازیں جامعہ رحمانیہ میں نمائندہ لوائے وقت سے خصوصی ملاقات میں ملک کی سیاست پر پیپلز پارٹی کی ایک سالہ حکومت کے اثرات بیان کرتے ہوئے سینیٹر مولانا سمیع الحق نے کہا کہ پیپلز پارٹی کے برسراقتدار آنے کے بعد ملک کے کسی شعبہ میں کوئی مثبت پیش رفت نظر نہیں آئی۔ اس عرصہ میں لیبر، زراعت، تعلیم بے روزگاری اور لوڈشیڈنگ کے خاتمہ کی خاطر کچھ نہیں کیا گیا۔ جہاد افغانستان کے ثمرات کو ختم کیا جا رہا ہے۔ انھوں نے کہا کہ پی پی حکومت کی بار بار تردید کے باوجود وزیر اعظم ہیراج پراس نے بھارت کے ساتھ مذاکرات کئے ہیں۔ غیر ملکی پریس میں اس سلسلے میں کئی انکشافات سامنے آئے ہیں۔ ایک سوال کے جواب میں سینیٹر سمیع الحق نے کہا کہ پیپلز پارٹی کے وزیر قانون کی ایوان میں یقین دہانی کے باوجود شریعت بل کی تجدید نہ کر کے اس کو ختم کر دیا گیا۔ اسلام کے نفاذ کی جانب پیش رفت تو کیا ہونا تھی اسلام کو غیر ملکی فورم پر ضیاء کی شریعت کا نام دے کر توہین کی گئی۔ اسلامی قوانین کو وحشیانہ اور غیر انسانی کہا گیا۔ سینیٹر مولانا سمیع الحق نے صدر مملکت کی جانب سے پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے کئے گئے خطاب سے متعلق ایک سوال کے کہ ملک کے موجودہ

حالات میں صدر مملکت اپنی ذات کو ملوث کیے بغیر جو کردار ادا کرنا چاہتے ہیں تو انہیں پل صراط پر چلنا ہو گا۔ صدر نے پیپلز پارٹی کو آئینہ دکھا دیا ہے ان کی تقریر مدبر سنجیدہ سیاستدان اور تجربہ کار ایڈمنسٹریٹر کے تجربات و مشاہدات پر مبنی ہے۔ پیپلز پارٹی کو اس پر غور و فکر کرنا چاہیئے سینیٹر موصوف سے سوال کیا گیا کہ چیئرمین سینٹ کی اٹارنی جنرل کے بارے میں دی گئی رولنگ کے بارے میں آپ کیا تبصرہ کرنا پسند کریں گے؟ تو انہوں نے جواباً کہا کہ چیئرمین سینیٹ کی غیر مبہم اور مدلل رولنگ کے بعد اخلاقاً اٹارنی جنرل کو فی الفور اپنے عہدے سے سبکدوش ہو جانا چاہیئے۔ بجائے اس بات کے کہ کوئی شخص اس معاملے کو عدالت میں لے جائے اور پھر ان کو بادل نخواستہ اپنا منصب چھوڑنا پڑے۔

سینیٹر مولانا سمیع الحق نے دورہ جہانیاں کے موقع پر جمعیت کے سرگرم رکن اور مرکزی مبلغ مولانا اللہ وسایا قاسم کی دستار بندی بھی کی۔ انہوں نے جامعہ رحمانیہ کے صدر حاجی نذیر احمد، مہتمم مولانا محمد یعقوب عابد اور ناظم صوفی حبیب اللہ کی دعوت پر جامعہ کا دورہ کیا۔ طالبعلموں سے ملاقات کی ان کی دنیا و آخرت کے لیے دعا کی اس موقع پر مولانا سمیع الحق کو جامعہ میں زیر تعلیم حرکتہ الجہاد کی طرف سے سلامی دی گئی۔

(بحوالہ نوائے وقت ۲۳ دسمبر ۱۹۸۹ء)

تمام مسائل کا حل نفاذ شریعت میں ہے

عدالتیں غیر شرعی قوانین کی نشاندہی کریں گی مقننہ متبادل قانون سازی کریگی

روزنامہ نوائے وقت کی اشاعت خاص میں ۶؍ اگست ۱۹۹۰ء کو قائد جمعیۃ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کا درج ذیل انٹرویو شائع ہوا جسے نمائندہ نوائے وقت خواجہ ثاقب غفور نے قلم بند کیا ہے ہم بشکریہ نوائے وقت قارئین کے پیش خدمت کر رہے ہیں۔

سوال۔ شریعت بل کی سینٹ سے منظوری کو ڈہائی ماہ سے زیادہ عرصہ گذر چکا ہے وفاقی حکومت نے سخت رد عمل کا اظہار کیا ہے۔ آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

مولانا سمیع الحق۔ میں آپ کا شکر گذار ہوں کہ آپ نے نوائے وقت کے ذریعے اظہار خیال کا موقع دیا ہے۔ نوائے وقت ملک کی مؤثر ترین آواز ہے یہ ایک نظریاتی اخبار ہے اور پاکستان و اسلام سے اس کی بہت بڑی وابستگی ہے جس کے لئے اس نے مثالی کوششیں کی ہیں حکومت کا رویہ تمام قوم کے

کے سامنے ہے۔ انہوں نے ہمارے ساتھ تعاون تو کیا کرنا تھا الٹا شریعت بل کے پاس ہونے کے اگلے ہی دن مذہبی امور کے وفاقی وزیر نے اس کو حقیقتاً مسترد کر دیا۔ دوسرے دن وفاقی وزیر قانون نے بھی کہا کہ یہ آئین کے خلاف ہے پارلیمنٹ کی بالادستی متاثر ہوگی۔ اور اس سے فرقہ وارایت پھیلے گی۔ یہ پروپیگنڈہ مہم انہوں نے بڑے زور سے شروع کی تھی اور جاری ہے میرا خیال ہے کہ شریعت بل پر پانچ سال سے یہی گھسے پٹے جملے کہے جا رہے ہیں۔ ایک طرف یہ حضرات کہتے ہیں کہ ہم قرآن و سنت کے خلاف نہیں ہیں اور ہم مسلمان ہیں دوسری طرف ان کے لیڈر اسلامی قوانین کے خلاف بیانات دے رہے ہیں ان کو دراصل غلط فہمی یہ ہوئی ہے کہ اس بل کے قومی اسمبلی سے پاس ہونے کے بعد ملک میں شاید جمہوریت ختم ہو جائے گی۔ اور بقول ان لوگوں کے "ملا ازم" جاری ہو جائے گا۔ ہمیں حیرت ہے کہ شریعت بل میں تو صرف قرآن و سنّت کی بالادستی کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ "ملائیت" اور "ملا ازم" کا پروپیگنڈا کرنے والے اس بل میں یہ باتیں کہاں سے تلاش کر لیتے ہیں۔ وفاقی حکومت کے ذمہ دار حضرات یہ کہہ رہے ہیں کہ شریعت اور چیز ہے اور "شریعت بل" دوسری چیز ہے؟ میں پوچھتا ہوں کہ اگر قرآن و سنت کو شریعت نہیں کہتے تو کس چیز کا نام شریعت ہے۔ یہ بل قرآن و سنت کو اس ملک کا سپریم لاء قرار دیتا ہے قرآن و سنت سے اصول لے کر شریعت بنتی ہے صرف یہی شریعت کی تعریف ہے۔ میرے خیال میں اہلسنّت و اہل تشیع اس کو ہی شریعت سمجھتے ہیں کسی اور تعریف کو نہیں سمجھتے۔

<u>سوال</u>۔ معترضین کا کہنا ہے کہ شریعت بل نے عدالتوں کو پارلیمنٹ پر بالادستی دے دی ہے۔ جس وجہ سے پارلیمنٹ قانون سازی میں فیصلہ کن اتھارٹی نہیں رہے گی اور جمہوری اداروں کا جواز ختم ہو جاتا ہے۔ آپ اس سلسلے میں کیا

کہتے ہیں۔

مولانا سمیع الحق: پارلیمنٹ کی بالادستی کا سلسلہ اٹھایا گیا ہے یہ ایک طرف اسمبلی کو جا کر کہتے ہیں کہ عدلیہ کو انہوں نے اختیارات دے دیئے ہیں اور تمہارے اختیارات سلب کر لئے ہیں اور جب عدلیہ سے بات کرتے ہیں تو ان کو کہتے ہیں کہ عدلیہ پر "ملّا" کی بالادستی قائم کر رہے ہیں یہ لوگ دونوں طرف غلط بات کرتے ہیں جو منافقت کی علامت ہے میں یقین دلاتا ہوں کہ اس سے نہ تو عدلیہ کے اختیارات متاثر ہوئے ہیں اور نہ ہی مقنّنہ کے بلکہ عدلیہ کے مقام کو بہت بلند کر دیا گیا ہے یہ عدالتیں کسی قانون کی توضیح و تشریح کریں گی کہ آیا یہ شریعت کے خلاف ہے کہ نہیں اور چھوٹی عدالتیں ان سے رہنمائی لیں گی۔ ہم نے تو عدالت کو قاضی و مفتی کا نام دے دیا ہے اس پر عدالتوں، وکلاء و ججوں کو خوش ہونا چاہیئے۔ دوسری طرف کہا جاتا ہے کہ ہم نے مقنّنہ کو کمزور کر دیا ہے۔ ہم نے ہرگز یہ نہیں کہا کہ قانون سازی کا حق پارلیمنٹ کو نہیں ہے۔ ہم نے عدالتوں کو صرف قانون کی تشریح کا حق دیا ہے۔ آج بھی عدالتوں کو یہ حق حاصل ہے جب کبھی آئین کے متعلق کوئی جھگڑا پارلیمنٹ میں اٹھتا ہے تو سپیکر کہتے ہیں کہ یہ فیصلہ عدالت سے کراتے ہیں۔ سینٹ میں جھگڑا پیدا ہو تو چیئرمین کہتے ہیں کہ عدالت فیصلہ کرے گی۔ پاکستان میں حالیہ حکومت سے پہلے اور آج کئی معاملات پر عدالتوں نے رہنمائی حاصل کی ہے۔ امریکہ، برطانیہ و یورپ میں کئی ممالک میں یہ حق عدالتوں ہی کو حاصل ہے۔ اگر ہماری عدالتیں کسی قانون کو شریعت کے خلاف قرار دیں تو پھر مقنّنہ کو عدالت کہے گی کہ متبادل قانون سازی کرے۔ پارلیمنٹ ہی قانون ساز ادارہ رہے گی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ہم اسلامی نظریاتی ملک میں ایسی پارلیمنٹ کی بالادستی مناسب نہیں سمجھتے جو اللہ و

رسولؐ کے احکامات کے خلاف کام کرے ہم اللہ کو ہی اصل حاکم مانتے ہیں اور اس کی نیابت میں اقتدار ہوتا ہے اور خلیفۃ اللہ کا لقب ملتا ہے تو پارلیمنٹ اللہ کے احکامات کے تابع ہے۔ پارلیمنٹ قوت نافذہ رکھتی ہے اور اس کا مقام بہت بلند ہے۔ اس کا تو اصل کام اللہ و رسولؐ کے دیئے ہوئے قوانین کا نافذ کرنا ہوتا ہے۔ اس کے لئے مسودے، بل، مشورے اجلاس قانون سازی کرے یہ اصل کام ہے۔

سوال۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ شریعت بل کو سیاسی مفادات حاصل کرنے کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے؟

مولانا سمیع الحق۔ اس بل کو بلاوجہ سیاسی سٹنٹ بنایا جا رہا ہے ہم اس سے کیا سیاسی مفادات حاصل کر سکتے ہیں ہماری موجودہ حکومت سے لڑائی کوئی ذات، عناد یا انا کا مسئلہ نہیں ہے ہم تو پاکستان کے تمام بحرانوں کا حل شریعت کے نفاذ میں سمجھتے ہیں۔ ہمارے ملک پر سامراجی نظام نے بڑے منفی اثرات ڈالے ہیں ہم نے اس نظام کو بہر حال ختم کرنا ہے اس کے لئے ہم جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہیں۔ پاکستان میں لسانی صوبائی، نسلی گروہ بندیاں اسلام کی تعلیمات سے انحراف کا نتیجہ ہیں اور اس میں غیر ملکی ہاتھ بھی ہے۔ اس کا حل صرف اسلامی شریعت کا نفاذ ہی ہے۔ یہ سب جھگڑے ختم ہو جائیں گے۔ آپ بتائیں کہ اس میں سیاسی مفاد کہاں ہے؟ ہم تو پاکستان کی بھلائی کے لئے یہ نافذ کرانا چاہتے ہیں جو اس وقت مسئلہ بن چکا ہے، عدالتی نظام، اقتصادی نظام، ذرائع ابلاغ و تعلیم و زراعت کا نظام بڑا خراب ہے ہم تو ہر ایک سے اس کا مطالبہ کرتے رہے ہیں خواہ حکومت مارشل لا ہو مسلم لیگ کی ہو پیپلز پارٹی کی ہو ہماری جنگ جاری رہی ہے اور رہے گی۔ ملک و قوم کی نجات

صرف شریعت کے نظام میں ہے ۔ ہم ہرگز ہرگز کوئی سیاسی مفاد حاصل کرنا نہیں چاہتے اور اگر کوئی کرنا چاہے گا تو وہ اللہ کے ہاں بڑا مجرم ہوگا ۔

سوال ۔ مولانا صاحب حکومت کی طرف سے مفاہمت و ہم آہنگی کے لئے کچھ بات سننے میں آرہی ہے ۔ آپ کیا کہتے ہیں ۔

مولانا سمیع الحق ۔ میں کہتا ہوں کہ اگر وفاقی حکومت کہتی ہے کہ ہم بھی شریعت کے خیرخواہ ہیں اور اسے نافذ کرنا چاہتے ہیں تو ہم ان سے بات کریں گے ٹی وی پر مناظرہ کرلیں ۔ حکومت آج اگر تسلیم کرے کہ ہم شریعت (یعنی قرآن و سنت) کو سپریم لا رمانتے ہیں تو ہم بات چیت کریں گے ۔ لیکن اگر یہ اعلان وفاقی حکومت نہیں کرتی تو میرے خیال میں آگے بات چیت بے کار ہے ۔

سوال ۔ آپ نے شریعت بل کی حمایت میں ملک گیر تحریک چلانے کا اعلان کیا ہے ۔ ملک کی کمزور داخلی صورت حال کے پیش نظر ملک میں مزید پریشانی پیدا ہوسکتی ہے آپ کا کیا خیال ہے ؟

مولانا سمیع الحق ۔ ہم ملک میں کوئی ہنگامے کرنے کا قطعًا ارادہ نہیں رکھتے ۔ نہ انار کی پھیلانا چاہتے ہیں ہم نے تو صرف عوام کے جذبات حکومت کو دکھانا ہے ۔ ہم اس ملک کو اسلام و شریعت مطہرہ کا گہوارہ بنانا چاہتے ہیں یہاں سے عصبیتیں ختم ہوں اور اسلام دشمن قوتوں سے نبٹا جائے اور اسلامی نظام قائم ہو تو یہ ملک بچے گا ہم کو ملک کے داخلی و خارجی حالات کے تقاضے معلوم ہیں پاکستان صرف اسلام کے لئے بنایا گیا تھا ہم اسی کے لئے تحریک چلائیں گے کسی قسم کی توڑ پھوڑ ، ہنگامے ہمارے پروگرام میں نہیں ہیں ہم تو پرامن و منظم طریقے سے پروگرام چلائیں گے پارلیمنٹ کو معلوم ہوجائے گا یہ پوری قوم کی آواز ہے ۔

سوال ۔ آپ یہ تحریک کب سے چلانے کا ارادہ رکھتے ہیں ؟

مولانا سمیع الحق ۔اس پر عملدر آمد شروع ہو چکا ہے۔ ہم نے ہوم ورک کر لیا ہے۔ایک تنظیمی ڈھانچہ بنا چکے ہیں۔ ہم نے چاروں صوبوں کے کنوینر مقرر کر دئیے ہیں۔عوام کو مساجد کے ذریعے شریعت بل کی حقیقت بتائی جائے گی۔ تمام صوبوں میں بہت جلد تمام مکاتب فکر کے علماء اکٹھے ہو کر اپنی مجلس عمل ترتیب دیں گے اسی طرح ڈویژن و ضلع کی سطح پر منظم ہوں گے۔ ۱۰ ر اگست کو عوام بڑے بڑے شہروں میں مظاہرے کریں گے اس وقت قومی اسمبلی کا اجلاس ہو رہا ہو گا عوام پر امن مظاہرے کریں گے اور شریعت بل کے لازمی نفاذ کا مطالبہ کریں گے۔
اس کے علاوہ، راگست کو قومی اسمبلی کے اجلاس کے دن ہماری مرکزی مجلس عمل کی میٹنگ اسلام آباد میں ہو گی اور مکمل لائحہ عمل طے پائے گا۔

شریعت بل کو مسترد کرنے والے قیامت میں اللہ رسول کو کیا جواب دیں گے؟

سوال ۔آپ کو شریعت بل کے لئے کیا کیا جدوجہد کرنا پڑی؟ کیا اس میں اصلاح کی گنجائش موجود ہے؟

مولانا سمیع الحق ۔شریعت بل کے لئے ہم نے اسمبلی کے اندر اور باہر تمام راستے اختیار کئے تھے۔شریعت بل کو ۱۹۸۵ء سے منظوری تک بے شمار مراحل سے گزرنا پڑا ہے۔شریعت بل ۵ سال تک لٹکتا رہا ہے۔یہ سٹینڈنگ کمیٹی میں گیا پھر سلیکٹ کمیٹی میں گیا۔بعد میں اسلامی نظریاتی کونسل کو بھیجا گیا۔اس پر استصواب رائے بھی کرایا گیا۔ پھر ایک سپیشل سٹینڈنگ کمیٹی بنا دی گئی یہ تو ہزاروں چھلنیوں سے نکلا ہے۔ہم نے تو ہر مسئلے پر افہام و تفہیم کی راہ اختیار کی تاکہ پوری قوم کو ساتھ لے کر چلیں۔ اب آخر میں اس کو سینیٹ نے اتفاق رائے سے پاس کر دیا ہے ہم پہلے ہی اس پر اعتراضات کرنے والوں کی ترامیم قبول کر چکے ہیں اور یہ ایسی شکل میں ہے کہ کوئی اس پر انگلی

نہیں اٹھا سکتا۔ ہم نے اس کے لئے سابق وزیر اعظم محمد خان جونیجو اور صدر جنرل محمد ضیاء الحق سے بہت لڑائی کی تھی۔

سوال۔ شریعت بل کے خلاف خواتین تحریک چلانے کا اعلان کر چکی ہیں اس کے علاوہ دوسری تنظیمیں بھی مخالفت میں تحریک چلانا چاہتی ہیں آپ کی تحریک اور مخالفانہ تحریک سے ملکی فضا میں کشیدگی بڑھ سکتی ہے؟ آپ کا کیا موقف ہے؟

مولانا سمیع الحق۔ چند گنتی کی آزاد منش خواتین ہیں جو شور مچا رہی ہیں ان کو بیگمات بھی کہا جاتا ہے۔ لیکن ملک کی ۹۹ فیصد خواتین مذہب پر مرمٹنے والی ہیں اور مردوں سے زیادہ دین سے لگاؤ رکھتی ہیں۔ خواتین نے آل پارٹیز کانفرنس میں بڑے پیمانے پر شرکت کی۔ اس کے علاوہ ۳۰، ۳۵ تنظیمیں خواتین کی ہمارے حق میں آواز اٹھا چکی ہیں۔ آرٹ، کلچر، فلم کے چند مٹھی بھر لوگ اور سوشلسٹ و دین سے بیزار لوگ ان خواتین کو غلط طرف دھکیل رہے ہیں یہ اپنی مرضی سے ایسا نہیں کر رہیں بلکہ ان کو سیاسی طور پر استعمال کیا جا رہا ہے یہ اپنے آقاؤں کے اشاروں پر ناچتی ہیں۔ لیکن مذہب دوست خواتین ملک میں بڑی بھاری تعداد میں ہیں اور وہ اپنا کردار ادا کر رہی ہیں اور کرتی رہیں گی۔ میرے خیال میں خواتین کو آج کوئی خاص حقوق حاصل نہیں ہیں جس کا اصل سبب غیر اسلامی نظام ہے۔ اسلام نے خواتین کو بڑے حقوق و عزت و مقام عطا کیا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اسلام کے عطا کردہ حقوق سے بڑھ کر کونسا مذہب حق دیتا ہے۔ عورت کو بڑا احترام و درجہ اسلام نے دیا ہے۔ ماں کا درجہ بہت بلند کیا ہے، بیوی کے حقوق مرتب کئے وراثت کے حقوق دئے۔ نان نفقہ کا حق دیا، عورت پر تہمت نہیں لگا سکتے اس کو پاکیزہ، با پردہ، مقدس بنایا۔ اس کو موتی آبگینہ و ہیرا قرار دیا۔ لیکن غیر شرعی

نظام میں عورت کو تڑپنے کی اجازت نہیں ہے۔ قبائلی نظام ہے وہاں عورت مجبور و بے کس ہے۔ مرد جب چاہے عورت کو دور پھینک دیتا ہے، وراثت غصب ہو رہی ہے۔ نان نفقہ کو تڑپتی ہے۔ عدالتیں انصاف فراہم نہیں کر پاتیں عورت کے حقوق پر ڈاکہ ڈالا جا رہا ہے۔ ہم نے تو عورت کو تمام حقوق دلانے ہیں جو شریعت نے متعین کئے ہیں اور اللہ نے عطا کئے ہیں۔ عدالتوں کے ذریعے ان کو حقوق لوٹائے جائیں گے۔ آج عورت پر ظلم و ستم ہو رہا ہے۔ یہ مغربی نظام کے نتائج ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ آبگینوں کو بھی کوئی توڑتا ہے۔ ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ تمام حقوق اسلامی نظام کی بدولت حاصل ہوں گے۔ کسی اور راستے سے نہیں ملیں گے شرعی نظام میں کسی عورت کو زیادتی کرنے کی جرأت نہیں ہو گی۔ جو بے راہ روی کی شکار عورتیں ہیں ان کے لئے حقوق اہمیت نہیں رکھتے وہ اپنے لئے آزادی، مغربی زندگی اور بے لگام رہنا ہی بہتر سمجھتی ہیں۔ ہاں باعفت خواتین اپنے حقوق کے لئے سسک رہی ہیں۔ شریعت بل کا سب سے زیادہ فائدہ عورتوں کو ہو گا۔ مجھے امید ہے کہ خواتین کسی کے بہکانے میں نہیں آئیں گی۔ اور اللہ و رسولؐ کے نظام کی مخالفت نہیں کریں گی۔ شریعت بل کے پورے مسودہ میں خواتین کے حوالے سے مثبت یا منفی کوئی ایک دفعہ یا شق موجود نہیں ہے اور نہ ہی اعتراض کرنے والے حلقے "شریعت بل" کی کسی ایک دفعہ کی نشان دہی کر سکے ہیں جو ان کے بقول خواتین کے حقوق کے منافی ہے۔ ہاں اصولی طور پر تمام ملکی معاملات پر قرآن و سنت کے احکام کی بالادستی کی بات شریعت بل میں ضرور کی گئی ہے اور اس بارے میں کلام کی گنجائش نہیں ہے۔

سوال۔ مولانا اہل تشیع کی جانب سے شریعت بل کے نفاذ کے خلاف بڑا سخت موقف اختیار کیا گیا ہے؟ اس میں مفاہمت کا راستہ کیسے نکلے گا؟

مولانا سمیع الحق۔ اول تو ہمیں یہ سمجھ نہیں آئی کہ بدقسمتی سے یہ لوگ کیوں مخالفت کر رہے ہیں۔ ان کی طرف سے کوئی ایک، بات بھی دلیل کے طور پر نہیں کی جا رہی ہے۔ وہ بتائیں کہ اس بل میں کیا چیز ان کے مسلک و حق کے خلاف ہے۔ ہم نے تو کسی مسلک، فقہ کا ذکر نہیں کیا۔ ہم نے تو صرف قرآن و سنت کو اصل قرار دیا ہے ان لوگوں نے اپنے حقوق کے تحفظ کے لئے آئین میں ترمیم بھی کروائی تھی۔ ہم نے اس ترمیم کو اس بل میں محفوظ کرا دیا ہے۔ اور واضح حوالہ دیا ہے۔ کہ ان کے پرسنل لا پر کوئی اور بل و قانون لاگو نہیں ہوگا۔ ہم ان سے اللہ کے نام پر اپیل کرتے ہیں کہ مخالفت برائے مخالفت ترک کر دیں۔ ہم نے پہلے بھی ان سے مشورہ کیا تھا اور سٹینڈنگ کمیٹیوں میں شیعہ حضرات کو بلایا تھا وہاں ان کا نقطہ نظر سنا تھا۔ کچھ اہل تشیع نے ہمارا ساتھ بھی دیا تھا۔ میں نے کچھ ذمہ دار حضرات کو ان کی تنظیموں کے سربراہوں سے

خمینی کا ایران میں نافذ کردہ فارمولا پاکستان میں کیوں قابل عمل نہیں ؟

رابطے کے لئے بھیجا تھا اور کہلوایا تھا کہ آپ ملک میں تقسیم و انتشار کا موجب نہ بنیں۔ آپ اپنی کمیونٹی کو اسلام سے علیحدہ نہ کریں اس سے آپ کو نقصان ہوگا کہ اہل تشیع قرآن و سنت کی بالادستی شاید نہیں چاہتے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ شاید سیاسی وجوہات کی بنا پر ایسا کیا جا رہا ہے ورنہ اہل تشیع اللہ و رسولؐ کے نام پر تو جان دینے کو بھی تیار ہیں۔ ہم اس ملک میں تمام گروہوں کو برابر کے حقوق کا حقدار سمجھتے ہیں اور پرامن طور پر اکٹھے رہنا چاہتے ہیں ہم افہام و تفہیم چاہتے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ آپ ہمیں بتاتے کیوں نہیں کہ کہاں خرابی ہے ؟ ہمیں شریعت کے لئے اکٹھے چلنا چاہئے۔ ہم نے ایک کمیٹی شیعہ رہنماؤں سے بات چیت کے لئے تشکیل دی ہے جو مختلف تنظیموں سے رابطہ کریں گی اگر وہ ہمارا ساتھ دیں تو ہم ان کو اپنی مجلس عمل میں نمائندگی دینے کے لئے تیار ہیں۔ وہ

اس ملک کے معزز شہری ہیں یقیناً ان کو اس ملک کی بقا، و ترقی عزیز ہونی چاہئے
جتنی ہمیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ امام خمینی مرحوم کے قائم کردہ اصول کے مطابق پاکستان
میں بھی شریعت نافذ کرنی چاہیئے۔ اہل تشیع کے نزدیک تو امام خمینی آخری اتھارٹی
ہیں اور وہ ان کے پیروکار ہیں تو آخر اہل تشیع کیوں ان کے فارمولے پر عمل نہیں کرتے
ایران میں۔ ملک کے لیئے یہ دفعہ شامل کی گئی ہے کہ اس ملک میں فقہ جعفریہ و
اثنائے عشریہ مسلک ہوگا۔ میں کہتا ہوں کہ جتنے حقوق ۳۵ فیصد اہل سنت کو
ایران میں حاصل ہیں اس سے زیادہ ہم پاکستان میں اہل تشیع کو دینا چاہتے ہیں۔ اب
انصاف کا تقاضا ہے کہ اس فارمولے کو قبول کر لیا جائے۔ اہل تشیع ہمیں آگے
چلنے دیں کوئی متبادل تجویز دیں۔ میری اہل تشیع کے معقول افراد سے بات ہوئی ہے
وہ اس سے متفق ہیں۔ میری آغا مرتضیٰ پویا اور بیگم عابدہ حسین جیسی سلجھی ہوئی
خاتون پارلیمنٹرین سے بات ہوئی۔ بیگم عابدہ حسین کا کہنا تھا کہ مولانا میں نے
بہت غور سے اس بل کا مطالعہ کیا ہے اس میں تو شیعہ فرقہ کے متعلق کوئی نقصان
دہ بات بالکل نہیں ہے۔ بیگم عابدہ حسین نے مزید کہا کہ میری نقوی صاحب اور دوسرے
بڑے شیعہ رہنماؤں سے بات ہوئی تھی انہیں میں نے بتایا تھا کہ میں پرانی پارلیمنٹرین
ہوں اور دستور و قانون پر اپنی معلومات کو سمجھتی ہوں آپ مجھے بتائیں کہ اس
بل میں ایسی کونسی بات ہے۔ یہ تمام باتیں بیگم صاحبہ سے میری ہوئی تھیں۔ میں نے کہا
کہ اگر ایسا ہے تو آپ ایک بیان دے دیں۔ تو پھر انہوں نے اسلام آباد میں سی او پی
(اپوزیشن) کی میٹنگ میں مجھ سے وعدہ بھی کیا کہ میں بڑی قوت سے اس کے حق
میں بیان دوں گی۔ میں اب بھی ان کو سمجھدار خاتون سمجھتا ہوں وہ آگے بڑھیں
اور اپنی شیعہ برادری سے رابطہ کریں اور ہم خود ان کے پاس چل کر جانے کے لئے
تیار ہیں بلکہ سر کے بل بھی جائیں گے۔ یہ سب قرآن و سنت، و شریعت کی بالادستی

کے لئے ہوگا میں بیگم صاحبہ کے ساتھ جناب نقوی صاحب اور موسوی صاحب کے پاس جانے کے لئے تیار ہوں اور آمنے سامنے بیٹھ کر کوئی راستہ نکل آئے گا۔

سوال - اخباری اطلاعات کے مطابق حکمران پارٹی اور اپوزیشن میں شریعت بل پر کچھ مذاکرات ہو رہے ہیں؟ کیا سپیکر چیمبر میں کوئی مسئلہ حل ہو سکتا ہے؟

مولانا سمیع الحق حکومت کی طرف سے کوئی دلچسپی نہیں دکھائی گئی۔ دراصل ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ سپیکر صاحب کے دفتر میں قومی اسمبلی کا اجلاس بلانے کی بات ہوئی تھی کیونکہ ۱۱ راگست کو ۳ مہینے کی مدت پوری ہو رہی تھی ہمیں اس بل کے بارے میں پریشانی تھی کہ اس کو زائد المیعاد قرار دیا جائے گا اور ختم کر دیا جائے گا۔ اس لئے ہم نے احتیاطاً ۷۰ - اراکین اسمبلی کے دستخطوں سے ریکوزیشن تیار کی تھی تاکہ ہم اپنے مسئلے کے لئے اجلاس بلانے میں کوتاہی نہ کریں۔ انہوں نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ یہ معاملہ دب نہیں سکتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ سپیکر صاحب بڑے مخلص، محب وطن جمہوری ذہن کے آدمی ہیں۔ اور ان کی شخصیت تمام ملک میں قابلِ احترام ہے وہ بڑے ٹھنڈے مزاج کے اور سمجھ بوجھ رکھنے والے آدمی ہیں۔ تمام حالات انہوں نے بڑی کامیابی سے درست کیے ہیں ان کا بڑا اچھا کردار رہا ہے۔ ملک معراج خالد نے یہ ضرورت سمجھی کہ اتفاق رائے و مفاہمت سے اسمبلی کی کارروائی ہونی چاہیئے ـــــ اب بھی میرا خیال ہے کہ ملک صاحب ذاتی دلچسپی لے کر اس تمام معاملے کو اسمبلی میں سنبھال لیں گے۔

اگر قرآن و سنت کو شریعت نہیں کہتے تو پھر شریعت کی تعریف کیا ہے؟

میں سمجھتا ہوں کہ قومی اسمبلی شریعت بل کی تمام کارروائی سپیکر صاحب کے ذمہ ہوگی اور یہ تاریخی بات ہوگی اس میں تمام اچھائی یا بدنامی کا پہلو سپیکر صاحب کے ذمے پڑے گا۔ مجھے امید ہے کہ سپیکر صاحب سرخرو ہوں گے اور قومی اسمبلی میں مفاہمت سے بل منظور کرانے میں مدد دیں گے۔

سوال ۔ وفاقی حکومت متفقہ شریعت بل نافذ کرنے کے لئے تیار ہے ؟ آپ کیا تعاون کریں گے ؟

مولانا سمیع الحق ۔ اس سے بڑھ کر متفقہ شریعت بل کیا تیار ہو سکتا ہے ؟ سینیٹ نے اس بل کو جمہوری طریقے سے متفقہ طور پر منظور کر کے ایک اعزاز حاصل کیا ہے کیونکہ سب مسلمان ہیں ۔ سینیٹ جمہوری ڈھانچے کا اہم ترین ادارہ ہے ۔ میرے خیال میں دنیا میں کسی ملک نے جمہوریت کے ہوتے ہوئے متفقہ بل کم ہی منظور کئے ہیں ۔ اس میں چاروں صوبوں کے اراکین کی رضامندی ہے ۔ قبائلی لوگ بھی ہیں ۔ تمام عوام کے نمائندوں نے شریعت بل کی حمایت کی ہے ان کو پورے ملک نے مینڈیٹ دے رکھا ہے ۔ سینیٹ کے ذریعے عوام کا فیصلہ صادر ہو چکا ہے ۔ دوسرا حصہ قومی اسمبلی کا ہے ۔ جس نے فیصلہ کرنا ہے یہ البتہ ناممکن ہے کہ تمام فیصلے ساری دنیا کی جمہوریتوں میں متفقہ طور پر ہوں تمام دنیا میں اختلافات ہوتے ہیں ۔ جمہوریت میں اختلاف رائے ضروری ہے اگر وہ سادہ اکثریت سے قانون منظور کر دیں تو یہ لاگو ہو جاتا ہے اگر ۵۱ ایک طرف اور ۴۹ دوسری طرف ہوں تو جمہوریت میں کثرت رائے سے فیصلہ ہوتا ہے ۔ میرا سوال ہے کہ کیا بے نظیر اتفاق رائے سے برسر اقتدار آئی ہے ؟ کیا پیپلز پارٹی کو کبھی اتفاق رائے سے حکومت ملی ہے ؟ ہزاروں جوڑ توڑ کئے ، سادہ اکثریت سے انہیں حکومت کی دعوت ملی تھی ۔ آج کے زمانے میں تو لوگ پھانسی ، شراب ، ہیروئن ، سمگلنگ ، زنا بھی متفقہ طور پر ختم نہیں کر پائے ۔ جس کی مثالیں یورپ میں موجود ہیں ۔ البتہ اس کی اسلامی ملک میں گنجائش نہیں ہے ۔ تو اتفاق رائے تو بہت کم ہوتا ہے ۔ جہاں شریعت کی بات آتی ہے ان کو اتفاق رائے کیوں یاد آجاتا ہے ؟ اگر اتفاق رائے سے تمام معاملات طے کرنا ہیں تو پھر جمہوریت کی ضرورت نہیں ۔

پارلیمنٹ ختم کردی جائیں۔ جمہوری نظام تو کثرت رائے سے چلتا ہے۔ سینٹ سے بل پاس ہوتے وقت بھی کوئی مخالفت سامنے آجاتی تو ہم سمجھتے کہ وہ اراکین ان کے ساتھ ہیں۔

سوال۔ مولانا! پیپلز پارٹی کے مختلف لیڈروں نے اسلامی سزاؤں پر بیانات دئے ہیں، کوئی اجتہاد ضروری سمجھتا ہے، کوئی نامنا سب کہتا ہے، کوئی حضرت عمرؓ کے زمانے کی ہاتھ کاٹنے کی سزا معطل کرنے کا حوالہ دیتا ہے۔ آپ کے خیال میں آج کے حالات کے پیش نظر ان سزاؤں میں اجتہاد ہو سکتا ہے؟

مولانا سمیع الحق۔ اصل میں یہ اسلام کی تاریخ سے انسان کے تین طبقات ہیں۔ ایک تو وہ لوگ ہیں جو کھلم کھلا اسلام کے مخالف ہیں صریح دشمن ہیں یہ تو بالکل کافر لوگ ہیں۔ ایک طبقہ مخلص مومنین کا ہوتا ہے جو اسلام کو دل و جان سے چاہتے ہیں اور اللہ و رسولؐ کے نظام کو حق مانتے ہیں۔ اور ایک طبقہ ہوتا ہے منافقین کا۔ جو ڈر کے مارے اسلام کا نام لیتا ہے انہوں نے اسلام کا لبادہ اوڑھا ہوتا ہے وہ اسلام کا نام اپنے مفادات کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ یہ معاشرتی، سماجی مجبوریوں کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ لیکن منافقین کے طبقے کو جہاں موقع ملتا ہے ان کا نفاق سامنے آتا ہے۔ ہمارے ملک میں بھی ایسے چھوٹے طبقات ہیں جن کو کلمہ پڑھنے کے باوجود اسلام سے چڑ ہے۔ اسلام کی حقانیت پر ان کے یقین کمزور ہیں وہ اسے کل دستور حیات و عمل نہیں سمجھتے۔ یا اپنی خواہشات بے حیائی بدمعاشی، اباحیت کی راہ میں رکاوٹ سمجھتے ہیں۔ تو وہ زبان سے تو اسلام کا نام لیتے ہیں لیکن عملی نفاذ آتا ہے تو پھر تلملاتے ہیں، چیختے چلاتے ہیں کہ یہ تو واقعی نافذ ہو جائے گا۔ شریعت بل نے تمام منافقین کو ننگا کر دیا ہے۔ یہ ایک کسوٹی بن چکی ہے۔ اب جس کے چہرے پر کوئی نقاب تھا وہ نقاب اتر جائے گا میں سمجھتا ہوں

کہ یہ ایک شناختی پریڈ ہے۔ ہم نے شناختی پریڈ لگا دیا ہے کہ آؤ اور گذرتے جاؤ۔ حدود اللہ کے بارے میں جتنی باتیں یہ کریں گی اس کا نقصان یقیناً ان کو پہنچے گا اور دنیا و آخرت میں تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ اسلام اللہ کا نظام ہے اور حدود اللہ کے بارے میں بار بار کہا ہے کہ یہ میری قائم کردہ حدود ہیں خبردار اس سے باہر نہ نکلنا۔ ورنہ تجاوز کرنے کی صورت میں کافر ہو جاؤ گے۔ یہ اللہ کی قائم کی ہیں کسی انسان کی نہیں۔ یہ ناقابل تنسیخ و ناقابل تبدیل ہیں۔ اور قطعی ہیں۔ اس کو اجتہادی بنانا سراسر جہالت کی دلیل ہے۔ ان کو ایک معمولی علم شریعت کا نہیں ہے۔ اللہ و رسول ﷺ کی قائم کردہ حدود اور اجماع امت پر اجتہاد نہ کبھی ہوا ہے نہ قیامت تک ہوگا۔ یہ باتیں اللہ و رسول ﷺ نے واضح طور پر طے کر دی ہیں۔

ہماری وزیر اعظم بے نظیر بھٹو پہلے دن سے اسلام کو وحشیانہ، ظالمانہ، بہیمانہ قرار دیتی ہے۔ انہوں نے اس کے خلاف تحریک چلائی ہے۔ میں امریکہ میں تھا وہاں مجھے علم ہوا کہ ان کا ماضی کیا ہے۔ انہوں نے امریکی صحافی و ادارے سے مل کر ایک فلم بنائی تھی۔ وہاں ایک پروگرام ۲۰، ۵ آتا ہے۔ اس فلم میں پاکستانی معاشرے کی سیاہ عکاسی کی گئی تھی۔ عورتوں پر ظلم و ستم، درندگی، کوڑوں کے مناظر، بھیڑ بکریوں کی طرح کھڑی دکھائی گئیں جنگلوں میں، ایک ایک عورت کو ظلم کی تصویر دکھایا اور پیچھے اذان (اشہدان لاالہ الا اللہ) لگا رکھی ہے۔ جیسے پاکستان میں اسلام کے نام پر بڑا ظلم ہو رہا ہے۔ یہ ایک مکمل مہم ہے اس میں غیر ملکی بھی شامل ہیں۔

حکمران اگر سیاسی کیریئر تباہ کرنا نہیں چاہتے تو شریعت بل منظور کر دیں

سوال۔ خواجہ طارق رحیم وفاقی وزیر پارلیمانی امور نے کہا ہے کہ اسلامی کانفرنس سے اس کے متعلق جتنی رائے لی جائے گی آپ کیا سمجھتے ہیں کہ یہ مناسب ہے؟

مولانا سمیع الحق ۔ ماشاء اللہ اب ان کو تمام دنیا کے سامنے اسلامی نظام پیش کرنے کا خیال آگیا ہے ۔ اپنے گھر میں تو کر نہیں سکے اور تمام عالم اسلام کی توجہ اس بل کی طرف کرنے کی فکر پڑ گئی ہے ۔ شاید یہی بل تمام عالم اسلام میں خواجہ صاحب نافذ کرانے کا ارادہ رکھتے ہیں ۔ میرے خیال میں تمام عالم اسلام میں شریعت کو متنازعہ بنانے کی سازش شروع کی گئی ہے ۔ تاکہ وہاں بھی اختلاف رائے کا مسئلہ پیدا ہو ۔ وہاں لوگ حکومت کے خلاف اٹھیں اور اسلام پر گروہوں میں لڑائی کرائی جا سکے ۔

سوال ۔ بعض معترضین کا کہنا ہے کہ آج کی متحدہ اپوزیشن ، کچھ عرصہ پہلے اقتدار میں بھی رہی ہے مثلاً مسلم لیگ اور دیگر ممبران ۱۹۸۵ء میں اسمبلیوں میں تھے لوگوں کا کہنا ہے کہ علماء کرام ، ضیاء الحق و جونیجو دور میں اس بل کو کیوں منظور و نافذ کرنے میں ناکام رہے ؟ ان کو آج اس کا خیال کیوں آیا ہے آپ کیا کہنا پسند کریں گے ؟

مولانا سمیع الحق ۔ جہاں تک علمائے کرام اور شریعت نافذ کرنے کی جدوجہد کا تعلق ہے تو ان میں سے کوئی ایک لمحہ بھی آرام سے نہیں بیٹھا ہم نے کوئی رورعایت نہ مرحوم ضیاء الحق سے کی تھی اور نہ وزیر اعظم جونیجو سے ۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ جنرل ضیاء الحق کے آخری خطاب کے دوران میں تمام دروازے پر ان کا گھیراؤ کیا تھا اور کسی خفیہ طریقے سے علماء کرام کو لے کر ان تک پہنچ گیا تھا اور ۱۰ ، افراد میرے ساتھ تھے ۔ جنرل ضیاء اور موجودہ صدر اسحاق خان جرنیلوں کے ساتھ کھڑے تھے ہم لوگوں نے کتبے اٹھا رکھے تھے کہ اللہ کے غضب کو دعوت مت دو ۔ ان کو میں نے پکڑ لیا اور کہا کہ آپ بالکل نہیں جا سکتے ۔ ہماری لاش سے گذر کر جا سکتے ہیں ۔ اس حد تک کہ ان کے گریبان میں میں نے ہاتھ ڈالا ۔ جونیجو دور میں بھی ہم نے وزیر اعظم کو آرام سے نہیں بیٹھنے دیا ۔ علماء نے کوتاہی نہیں کی یہ کوئی بات نہیں کہ اب ہم چیخ رہے ہیں اس وقت نہیں چیخے تھے ۔ یہ صرف پروپیگنڈہ ہے کہ مفادات

کے لئے ہم اکٹھے ہوئے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر وہ مفادات حاصل کرنا چاہتے ہیں (دائیں بازو کے سیاستدان) تو شریعت بل سے پیپلز پارٹی بھی مفاد حاصل کرے اس کا سیدھا سا توڑ ہے کہ وفاقی حکومت شریعت کا جھنڈا لے کر میدان میں آئے تو ان کی عزت و سیاسی قدر و قیمت بڑھ جائے گی۔ ورنہ یہ خاک میں مل جائے گی۔ شریعت سے پیپلز پارٹی کو فائدہ ہو سکتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو سامنے

اللہ و رسولؐ کی جاری کردہ سزائیں ناقابل ترمیم و ناقابل تنسیخ ہیں

لا کر سیاسی ساکھ خراب کریں گے لوگ کہیں گے کہ ایک طرف شریعت چاہنے والے ہیں اور دوسری طرف (نعوذ باللہ) شریعت مخالف۔ تو یہ ایسا گیم کیوں نہیں کھیلتی کہ اسلام چاہنے والوں کو کونے میں دھکیل دے اور خود شریعت نافذ کر کے سامنے، دنیا کے سامنے، اللہ کے سامنے سرخرو ہو جائیں۔ اس میں عوام، ملک، حکمرانوں کا بھلا ہو گا۔

سوال۔ اگر وفاقی حکومت شریعت بل پر ریفرنڈم کرنے کے لئے کہے تو آپ قبول کریں گے۔

مولانا سمیع الحق۔ میں کہتا ہوں کہ اس قوم نے تو شریعت کے حق میں کئی مرتبہ فیصلہ دیا ہے۔ قیام پاکستان کی بنیاد بھی یہی تھی کہ اسلامی زندگی گذاریں گے، مذہبی آزادی ہو گی۔ اس ملک کی بنیادوں میں پاکستان کا مطلب کیا (لا الہ الا اللہ) کے نعرے کی قیمت لاکھوں شہداء کا لہو ہے۔ ان کے گھر بار لوٹے گئے۔ حکمران اب ان سے پوچھتے ہیں کہ اسلام چاہئے کہ نہیں؟ یہ شرم کا مقام ہے کسی مسلمان ریاست میں اس کی گنجائش نہیں۔ جب ایک بندہ زبان سے کلمہ پڑھ چکا ہے تو وہ اللہ و رسول کے احکامات ماننے کا پابند ہے کسی کو

کوئی حق نہیں کہ اس سے پوچھتا پھرے کہ تم شریعت چاہتے ہو کہ نہیں بلاوجہ شریعت کو متنازعہ بنانے کی سازش ہے

سوال ۔ قومی اسمبلی میں شریعت بل منظور کرانے کے لئے آپ کو کتنے ارکان کی ضرورت ہے؟

مولانا سمیع الحق ۔ ہمیں بس موجود ارکان میں سے سادہ اکثریت کی ضرورت ہے یہ قانون ہے کوئی آئینی مسئلہ نہیں ہے اگر ۰۰ا میں سے ۵۱ ہمارے حق میں ہوں تو کام ہو جائے گا۔ ہمیں توقع ہے کہ پیپلز پارٹی کے اراکین سے توقع ہے کہ وہ ہمارا ساتھ دیں گے کیونکہ ان میں بڑے لوگ اسلام پسند و اللہ رسول ﷺ سے ڈرنے والے موجود ہیں ۔ وہ لازماً شریعت کے حق میں فیصلہ کریں گے ۔ یہ ان کے امتحان کا موقع ہے ۔ میری گذارش ہے کہ اللہ و رسول ﷺ و آخرت کے جواب دہی کے احساس کے تحت وہ ذاتی وابستگیوں ، پارٹی بازی ، مفادات سے بلند ہو کر

> **اراکین قومی اسمبلی پارٹی وابستگیوں ، مفادات سے بالاتر ہو کر شریعت بل کی حمایت کریں گے**

سرخرو ہوں گے ۔ انہیں پتہ ہے کہ بہ حیثیت مسلمان کیا ذمہ داریاں ہیں ۔ کل کو عوام ، اللہ و رسول ﷺ کو کیا جواب دیں گے ؟ انہیں سوچنا چاہیئے کہ اللہ کے حضور پیش ہونا ہے کیا سیاہ رو پیش ہونا پسند ہے یا سرخرو ؟ مجھے یقین ہے کہ پیپلز پارٹی و دیگر اراکین بڑی تعداد میں ہمارا ساتھ ووٹوں کے وقت دیں گے ۔

سوال ۔ اگر قومی اسمبلی میں شریعت بل خدانخواستہ منظور نہ ہو سکا تو آپ کی آئندہ حکمت عملی کیا ہو گی ؟

مولانا سمیع الحق ۔ ہماری جدوجہد ۴۳ سال سے جاری ہے اور یہ اور

زور شور سے جاری رہے گی۔ اب یہ معاملہ ختم نہیں ہوگا۔ اس کو مختلف حربوں کے ذریعے دبایا جا سکتا ہے۔ لیکن بہرحال اس ملک کے مقدر میں شریعت لکھی ہوئی ہے۔ البتہ تمام دنیا میں پاکستان کی اسلام پسندی کی حقیقت سامنے آ جائے گی۔ جو کہ یقیناً اصل صورت کی عکاس نہیں ہوگی کیونکہ عوام تو بہرحال چاہتے ہیں حکمران نہیں چاہتے۔ جیسے آج کل یورپی ممالک میں عوام حکمرانوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور غلامی کی زنجیروں کو توڑ رہے ہیں اس طرح باطل و ظالم حکمران قائم نہیں رہ سکتے۔ میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ اس میں ہماری بھی کوتاہی تھی کہ دینی قوتیں منتشر تھیں۔ اب ہم ایک ہو چکے ہیں اور آئندہ ہم اکثریت حاصل کر سکتے ہیں عوام شریعت بل کی بنیاد پر آئندہ انتخابات کا فیصلہ کرے گی۔ یہ لوگ دوبارہ برسرِ اقتدار نہیں آسکیں گے۔ اگر یہ مستقبل میں سیاسی کیریئر تباہ نہیں کرنا چاہتے تو اس کو نافذ کر دیں ؛

"بینظیر کی بے ضمیر حکومت سے کسی خیر کی توقع نہیں"
شریعت بل کی مخالفت کرنے والے ملک و قوم سے مخلص نہیں

ہفت روزہ "حرمت" اسلام آباد نے اپنی اشاعت ۷ جولائی ۱۹۹۰ء میں قائد جمعیت حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کا درج ذیل انٹرویو جسے ہفت روزہ "حرمت" کے نمائندے جناب خالد سیال نے ریکارڈ کیا۔ ذیل میں حرمت کے شکریہ کے ساتھ نذر قارئین ہے۔ (ادارہ)

جمعیۃ علمائے اسلام کے سیکرٹری جنرل اور شریعت بل کے محرک سینیٹر مولانا سمیع الحق ملکی سیاست میں کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ شریعت محمدی کا نفاذ ان کی سیاست کا مرکز و محور ہے آپ نے مسلسل پانچ برس تک شریعت بل کی سینیٹ سے منظوری کے لئے جو جدوجہد کی اور ہر محاذ پر شریعت کی جنگ جس استقامت سے لڑی یہ اسی جدوجہد کا ثمر ہے کہ سینیٹ سے یہ بل منظور ہوا۔ سینیٹ سے شریعت بل کی منظوری کے بعد مولانا سمیع الحق کیا محسوس کر رہے ہیں آیئے انہی کی زبانی سنتے ہیں۔ (حرمت)

سوال - شریعت بل کے محرک کے طور پر سینٹ سے اس بل کی منظوری کے بعد آپ کیا محسوس کر رہے ہیں۔

جواب - یہ ایک بہت بڑا مرحلہ تھا

جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سر ہوا ہے۔ پارلیمنٹ کے ایوان بالا سے اس بل کی منظوری کا مطلب یہ ہے کہ اسے

پاکستان کے سو فیصد مسلمانوں کی حمایت حاصل ہے اس لئے کہ سینٹ میں چاروں صوبوں کو مساوی نمائندگی دی گئی ہے۔ لہٰذا یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ یہ بل پاکستان کے تمام عوام کے جذبات کی ترجمانی ہے۔ اب اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ یہ کسی ایک فرد یا کسی ایک فرقے کا بل ہے تو یہ سراسر بے انصافی ہے۔ وہ گویا جمہوریت کے دعویدار ہوتے ہوئے جمہوریت کا مذاق اڑا رہے ہیں کیونکہ جمہوری نظام کا سب سے بڑا ادارہ جب کوئی فیصلہ کرتا ہے تو وہ جمہوری فیصلہ ہی کہلاتا ہے۔ وہ کسی فرد یا گروہ کا فیصلہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ پھر سینٹ میں مختلف مکاتب فکر اور مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگ موجود ہیں جن میں شیعہ بھی ہیں سنی بھی ہیں اور اہلحدیث بھی۔ قانون دان بھی ہیں جج بھی، بیوروکریٹ بھی ہیں اور ٹیکنوکریٹ بھی۔ ان سب نے بل کو منظور کیا ہے تو یہ زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ایسا بل ہے جسے پاکستان کے تمام طبقات کی حمایت حاصل ہے۔

اب اس بل کی منظوری جہاں ایک طرف انتہائی خوشی اور مسرت کا باعث ہے تو وہیں حکومت کے لئے، قومی اسمبلی کے لئے اور تمام دینی و سیاسی جماعتوں کے لئے آزمائش کا مرحلہ بھی ہے۔ بہرحال ہماری کوشش ہے کہ یہ بل

قومی اسمبلی سے بھی پاس ہوکر باقاعدہ قانونی شکل اختیار کرلے، اس کے پورے معاشرہ پر انشاء اللہ بڑے مثبت اثرات پڑیں گے۔

سوال۔ سینٹ سے اس بل کی منظوری طویل اور صبر آزما جدوجہد کا ثمر ہے آپ کو مختلف مراحل میں کن کن مشکلات سے گزرنا پڑا؟

جواب۔ ہمیں لاتعداد مشکلات اور صبر آزما انتظار سے گزرنا پڑا ہے ہم نے ۱۹۸۵ء میں یہ بل سینٹ میں پیش کیا تو کچھ لوگ غلط فہمی کی بنا پر، کچھ اس بل سے عدم واقفیت کے باعث اور کچھ اس پروپیگنڈہ سے متاثر ہوکر جو اسلام دشمن قوتوں نے اس بل کے خلاف کیا، ہماری مخالفت پر اتر آئے جب کہ کچھ سیاسی مخالفت کی وجہ سے اس کے مقابلے میں کھڑے ہوگئے۔ انہیں اس بل میں تو کوئی خامی نظر نہ آئی لیکن سیاسی مخالفت کی وجہ سے وہ نہیں چاہتے تھے کہ یہ بل پاس ہو، بدقسمتی سے مخالفت کرنے والوں میں کچھ مذہبی طبقات بھی شریک ہوگئے۔ اور وہ سیاست کی رو میں اتنے بہہ گئے کہ انہوں نے بھی ہمارے خلاف ایک طوفان کھڑا کردیا ہم نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی کہ آپ سیاسی مخالفت اپنی جگہ رکھیں۔ شریعت کا نفاذ اور اس لادینی نظام کی تبدیلی ہماری سب کی مشترکہ اور اولین ضرورت ہے۔ اس کے لئے سب دینی و سیاسی جماعتوں کو توجہ دینی چاہیئے۔ چاہے وہ مارشل لاء کے ذریعے ہو یا منتازعہ اسمبلیوں کے ذریعے۔ باقی رہا سیاست اور اقتدار کا معاملہ تو وہ ہمیشہ چلتا ہی رہے گا۔

بہرحال آہستہ آہستہ یہ تمام مشکلات دور ہوتی گئیں۔ اور اس بل کو ہم نے تمام مراحل سے گزار لیا۔ استصواب رائے بھی اس پر ہوا، سٹینڈنگ کمیٹی میں بھی گیا۔ نظریاتی کونسل نے بھی اس پر نظر ثانی کی، رکاوٹوں کے جو بھی ممکنہ طریقے تھے وہ سب آزمائے گئے۔ مگر بحمد اللہ ہم سب مراحل سے کامیابی سے ہمکنار ہوئے

اور یہ بل پانچ سال کے طویل انتظار کے بعد سینٹ سے مکمل اتفاق رائے سے منظور کر لیا گیا۔

سوال۔ آئین میں قرآن و سنت کی بالادستی تسلیم کیے جانے کے باوجود آپ نے اس بل کی ضرورت کیوں محسوس کی ہے؟

جواب۔ یہ ایک مخصوص طبقہ ہے جو پروپیگنڈہ کر رہا ہے کہ دستور میں پہلے سے اسلامی دفعات موجود ہیں۔ اب کسی شریعت بل کی کیا ضرورت ہے اس میں شک نہیں کہ قرارداد مقاصد کی بڑی اہمیت ہے جس نے ملک کے دستور اور آئین کی سمت متعین کر دی، اس کا قبلہ درست کر دیا مگر اس کی کوئی آئینی حیثیت نہ تھی۔ بڑی کوششوں کے بعد قرارداد مقاصد آئین کا حصہ بنی پھر ۱۹۵۶ء، ۱۹۶۲ء اور ۱۹۷۳ء کے آئین میں ایسی دفعات موجود تھیں جن میں اس بات کا اقرار کیا گیا تھا کہ پاکستان میں قرآن و سنت کے منافی کوئی قانون وضع نہیں کیا جاسکتا ـــــ لیکن ہماری نظر میں اس بات کی اتنی اہمیت نہ تھی کہ کوئی قانون قرآن و سنت کے متصادم نہیں ہو گا۔ ہم تو قرآن و سنت کے نظام کو نافذ کرنے کے خواہاں ہیں۔ اہم بات یہ ہے کہ بحیثیت مسلمان ہمارا سپریم لا کیا ہو گا ـــــ شریعت بل کی اہمیت یہ ہے کہ اس میں یہ طے کر دیا گیا ہے کہ پاکستان کا سپریم لاء قرآن و سنت ہو گا۔ قوانین کا اعلیٰ ترین ماخذ قرآن و سنت ہو گا۔

قرآن و سنت کو ہم نے سپریم لا قرار دے کر گویا مروجہ قوانین کو کالعدم قرار دینے کا راستہ کھول دیا ہے۔

سوال۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ اگر یہ بل اسمبلی سے منظور ہو جاتا ہے تو کیا ملک

میں فوری طور پر شریعت نافذ ہو جائے گی ؟

جواب - اس بل کی منظوری سے شریعت کے نفاذ میں جو رکاوٹیں ہیں وہ انشاء اللہ دور ہو جائیں گی اور عدلیہ کو ایک راستہ مل جائے گا کہ وہ کسی قانون کے بارے میں رائے دے سکے کہ وہ شریعت کے مطابق ہے یا شریعت سے متصادم۔ یہ بنیادی چیز ہے اس سے انشاء اللہ راستہ کھل جائے گا۔ اس بل کے ذریعہ مقننہ پر بھی پابندیاں لگا دی گئی ہیں اور انتظامیہ پر بھی۔ اس بل میں سب سے بڑی بات یہ ہے۔ کہ ملک کے بڑے سے بڑے عہدہ پر فائز شخص، چاہے وہ صدر ہو وزیر اعظم ہو، گورنر ہو، وزیر اعلیٰ ہو یا کوئی بڑے سے بڑا افسر، وہ بھی اسلام کے دائرۂ احتساب سے بالاتر نہیں رہ سکے گا۔ وہ کوئی ایسا آرڈر جاری نہیں کر سکے گا جو اسلام سے متصادم ہو۔ اس بل کے نفاذ سے تمام منکرات، فحاشی بے حیائی اور سودی کاروبار پر انشاء اللہ پابندی لگ جائے گی۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ اس سے راتوں رات تبدیلی آجائے گی۔ بلکہ رفتہ رفتہ اس کے اثرات ظاہر ہوں گے۔ ہم کوئی بحران پیدا کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس ملک کی بقا، صرف اور صرف اسلام کو اپنانے میں ہے۔ شریعت سے روگردانی کے باعث ہی ملک آدھا ہو گیا، ایک بازو کٹ کر الگ ہو گیا۔ سندھ کے حالات آپ کے سامنے ہیں بھائی بھائی کا دشمن بنا ہوا ہے۔ یہ سب شریعت کی دوری کی وجہ سے ہے۔ شریعت بل کے نفاذ سے انشاء اللہ علاقائی، گروہی نسلی اور لسانی عصبیتیں ختم ہو جائیں گی۔ یہ سب فتنے اسلام سے دوری کے باعث پیدا ہوئے ہیں۔

سوال - شریعت بل کو اسمبلی میں پیش کرنے میں اب کیا رکاوٹیں ہیں ؟

جواب - اسمبلی میں اس بل کو پیش کرنے میں اب کوئی رکاوٹ بن سکتی ہے

تو وہ صرف وفاقی حکومت ہی ہے، کیونکہ اب اسمبلی میں اس بل کو پیش کرنا اور اسے پاس کروانا اس کا کام ہے۔ اس طرح اب گیند پیپلز پارٹی کی کورٹ میں ہے۔ اسے اس کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی نہیں کرنی چاہئیں شریعت بل پی پی پی کی نیک نامی کا باعث ہوگا۔ اگر وہ ہوش سے کام لے تو یہ اس کے لئے سنہری موقع ہے۔ اس بل کی منظوری سے پی پی پی کا نام تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔

سوال۔ اگر پیپلز پارٹی کی وفاقی حکومت اس بل کی راہ میں حائل ہوتی ہے۔ جیسا کہ اس کے وزراء کے بیانات سے ظاہر ہو رہا ہے تو پھر آپ کیا لائحہ عمل اختیار کریں گے؟

جواب۔ ہم حکومت کو اس بات کی اجازت نہیں دیں گے کہ وہ شریعت بل کو سرد خانے میں ڈال دے یا اسکے راستے میں رکاوٹ ڈالے۔ ہم اس بل کی منظوری کے لئے سیاسی جنگ لڑیں گے۔ سیاسی جنگ سے ہماری مراد یہ ہے کہ لوگوں کو اس کے حق میں منظم کریں گے، تحریک چلے گی، ارکان اسمبلی کی منت سماجت بھی کریں گے، ان کا گھیراؤ کریں گے اور اگر ضرورت پڑی تو ان کے خلاف عوام کو سڑکوں پر بھی لائیں گے۔ قوم اب بیدار ہو چکی ہے۔ وہ اس بل کی راہ میں کوئی رکاوٹ برداشت نہیں کرے گی۔ ہم پہلے مرحلے کے طور پر ارکان اسمبلی سے فرداً فرداً بھی ملاقاتیں کر کے انہیں قائل کرنے کی کوشش کریں گے کہ آخر آپ بھی مسلمان ہیں، یہ آپ کا بھی مذہبی فریضہ ہے۔ پھر ارکان اسمبلی کے پاس وفود اور تار بھیجے جائیں گے۔ انہیں بتایا جائے گا کہ اب اسلام کے ساتھ مذاق ختم ہونا چاہیئے۔ ہم اس بل کی منظوری کے لئے ہر پرامن طریقہ استعمال کریں گے۔ پہلے بھی ہم نے اس بل کے حق میں پارلیمنٹ کے باہر دو مظاہرے کئے، پورے

پورے ملک سے لاکھوں افراد یہاں جمع ہوئے اور یہ جو اسمبلی کے باہر جنگلہ بنایا گیا ہے، یہ سب ہمیں روکنے کے لئے کیا گیا تھا۔

پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ سال کے آغاز میں شہید صدر ضیاء الحق پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کے لئے آرہے تھے۔ میں اور چند دیگر علماء کسی نہ کسی طرح وہاں پہنچے، ہم نے اپنا پروگرام اس قدر خفیہ رکھا کہ سیکورٹی اور تمام خفیہ ایجنسیوں کو ہمارے پروگرام کی اطلاع تک نہ ہو سکی، ہم نے صدر ضیاء الحق کو پارلیمنٹ میں داخل ہونے سے روک دیا، اس وقت ان کے ہمراہ فوج کے جرنیل بھی تھے، تب کے وزیراعظم محمد خان جونیجو بھی تھے اور موجودہ صدر غلام اسحاق خان بھی۔ ہم نے شریعت بل کے حق میں کتبے اٹھا رکھے تھے۔ جو ہمارے جذبات کی عکاسی کر رہے تھے۔

اب بھی انشاء اللہ ضرورت پڑی تو یہ مہم بڑے زور شور سے چلے گی یہ شریعت کی بات ہے، سیاست کی نہیں۔ بے نظیر کی بے ضمیر حکومت سے ہمیں کسی خیر کی توقع نہیں۔ یہ لوگ ملک کو لوٹنے کے لئے لگے ہوئے ہیں، ملک کی فلاح و بہبود کے لئے ان کے پاس نہ کوئی پروگرام ہے اور نہ ہی ان کے پاس اتنی فرصت ہے کہ وہ ملک کی بقا اور سلامتی کے لئے سوچ سکیں۔ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ شاید ہمیں ہٹانے کی سازش ہو رہی ہے۔ لیکن ہم تو چالیس سال سے ایک مسلسل جنگ ہے جو لڑتے چلے آرہے ہیں ہم اس نظام کو تبدیل کرنا چاہتے ہیں جو ظلم اور استحصال پہ مبنی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ پیپلز پارٹی، مسلم لیگ اور تمام دینی و سیاسی جماعتیں مل کر اس نظام کو تبدیل کریں، ہمیں تو اس نظام کو تبدیل کر کے ایسا نظام لانا ہے جو شریعت پر مبنی ہو، اسی مقصد کے لئے پاکستان بنایا گیا تھا۔ اگر یہ مقصد حاصل نہ ہوا تو پاکستان بنانے کا کیا

فائدہ ہو۔ اب یہ فریضہ چاہے پیپلز پارٹی کی حکومت سرانجام دے یا کوئی اور ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں۔ ہمیں نہ اقتدار کی ضرورت ہے اور نہ کرسی و شہرت کی۔

سوال - آل پارٹیز شریعت کانفرنس میں یہ فیصلہ سامنے آیا ہے کہ ۲۹ جون تک اگر یہ بل اسمبلی میں نہ پیش کیا گیا تو تحریک چلائی جائے گی۔ کیا ملک کے اندرونی حالات اور سرحدوں پر منڈلانے والے خطرات کے پیش نظر، یہ بہتر نہ ہو گا کہ آپ تحریک کی بجائے آئینی جنگ لڑیں؟

جواب - ہم جلاؤ گھیراؤ والی بات نہیں کرتے، بلکہ ہم بتدریج عوام کو اس بل کے حق میں بیدار کریں گے۔ انہیں بتائیں گے کہ اس بل کے نفاذ سے ملک میں کیا کیا تبدیلیاں آئیں گی، ظالمانہ نظام کس طرح تبدیل ہو کر امن و آشتی کا دور دورہ ہو گا۔ دوسرے مرحلہ میں ہم حکومت سے مطالبہ کریں گے کہ وہ اس بل کو اسمبلی کے ایجنڈے پر لے آئے لیکن اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو پھر ہم اسمبلی کے باہر پُرامن مظاہرہ کریں گے۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ آواز اٹھے گی تو اسمبلی میں باشعور لوگ موجود ہیں وہ لوگوں کے جذبات کی قدر کریں گے۔ ہم شریعت بل کے ذریعہ ملک کے بحرانوں کو نکالنا چاہتے ہیں۔

سوال - لاہور ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن نے شریعت بل کے خلاف ایک قرارداد پاس کی ہے، آپ اس پر کیا تبصرہ فرمائیں گے؟

جواب - وکلاء کے متعلق مشہور ہے کہ وہ فیس کے بغیر کسی چیز کو پڑھتے بھی نہیں۔ میں اپنے وکیل بھائیوں سے گذارش کروں گا کہ آپ خدارا اس بل کو ایک بار پڑھیں، اگر آپ فیس چاہتے ہیں تو ہم یہ بھی دے دیں گے آپ اس کا مطالعہ کریں ہم نے تو آپ کے حقوق کا پورا پورا خیال رکھا ہے، ہمارے

خلاف پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے کہ یہ قانون سازی کا حق اسمبلی سے چھیننا چاہتے ہیں، عدالتوں کے کام میں مداخلت کرنا چاہتے ہیں۔ یہ غلط فہمیاں ہیں ہم صرف یہ کہتے ہیں کہ اسلام سے متعلق کوئی مسئلہ ہو تو اس کی تشریح کا حق بھی ان لوگوں کو ہونا چاہیے جنہوں نے اس میدان میں زندگیاں کھپائی ہوں۔ قرآن و سنت کی تعلیم و تدریس میں جنہوں نے ڈاکٹریٹ کیا ہو ہم نے یہ حق بھی علماء کو نہیں دیا، ہم نے کہا ہے کہ استصواب کرایا جائے تو عدالت سے یہ کتنی بڑی قربانی ہے کہ علماء اپنا حق بھی عدالتوں کو دے رہے ہیں۔ اب وکلاء اور جج حضرات کو سوچنا چاہیئے کہ ہم نے تو ان کی عزت اور بڑھا دی ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ وکلاء کی غالب اکثریت اس بل کے حق میں ہے۔ میری بہت سے وکیلوں سے بات ہوئی ہے، مجھے خوشی ہے کہ ہمارے بہت سے وکلاء نے شریعت کا علم بھی حاصل کر لیا ہے ـــ جہاں تک لاہور ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن کی قرارداد کا تعلق ہے، میں آپ کو اس کی حقیقت بتاتا چلوں کہ لاہور ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن کے ارکان کی تعداد ۰۰،۱ کے لگ بھگ ہے جس روز یہ قرارداد منظور کی گئی وہ جمعرات کا دن تھا، جمعرات کو لاہور ہائی کورٹ میں چھٹی ہوتی ہے۔ اب ایک مخصوص گروپ نے جو کہ شریعت بل کو اپنے نظریات کے خلاف تصور کرتا ہے پروگرام بنایا کہ اس بل کے خلاف قرارداد منظور کی جائے۔ انہوں نے اپنے ہم فکر حضرات کو مدعو کیا، چنانچہ اس روز ۲۰۰ سے کچھ زائد وکلاء مذکورہ اجلاس میں شریک ہوئے۔ یہی وہ حضرات تھے جنہیں خاص مقصد کے لئے اکٹھا کیا گیا تھا، ان وکلاء میں سے بھی ۸۵ وکلاء نے شریعت بل کے حق میں ووٹ دیا۔

اب آپ ہی غور کریں کہ ایک محدود اقلیت کے کسی فیصلے کو پوری بار ایسوسی

الیشن کا فیصلہ کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔ میں چیلنج کے ساتھ کہتا ہوں کہ اگر اب بھی لاہور ہائی کورٹ کے بار کے تمام وکلاء کو اکٹھا کر کے رائے لی جائے تو ۱۷۰۰ میں سے ۱۵۰۰ وکلاء شریعت بل کے حق میں ووٹ دیں گے ــــــ لیکن حکومت نے ذرائع ابلاغ کے زور سے ایک طوفان کھڑا کر دیا کہ لاہور ہائی کورٹ نے شریعت بل کو مسترد کر دیا ہے۔

سوال - ایک گروہ یہ پروپیگنڈہ کر رہا ہے کہ شریعت بل کی منظوری سے ملک میں فرقہ واریت میں اضافہ ہو گا۔ اس میں کہاں تک صداقت ہے ؟

جواب - یہ محض پروپیگنڈہ ہے جو شریعت کے خلاف کیا جا رہا ہے۔ اب بحمد اللہ جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں وہ تمام دینی طبقے بھی جو اس بل کی مخالفت کر رہے تھے۔ مخالفت سے دستبردار ہو کر اس کی حمایت میں متحد ہو چکے ہیں

شریعت بل نے تو نفاذ سے پہلے ہی یہ ثابت کر دیا ہے کہ شریعت کے نفاذ سے فرقہ واریت دور ہوتی ہے

آل پارٹیز شریعت کانفرنس کی مثال آپ کے سامنے ہے۔ جس میں قریباً ۴۸ سیاسی و دینی تنظیموں نے شرکت کی۔ اب دیوبندیوں کے تمام گروپ، اہلحدیثوں کے تمام گروپ، اور بریلویوں کے تمام گروپ اس بل کی حمایت کر رہے ہیں۔ اہلحدیث مکتب فکر سے علامہ احسان الٰہی ظہیر مرحوم کا گروپ اس بل کا شدید مخالف تھا۔ اب وہ بھی ہمارے ساتھ جدوجہد میں شریک ہو گئے ہیں۔ اس گروپ کے امیر شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ نے شریعت کانفرنس میں بڑی مؤثر تقریر کی۔ لکھوی گروپ اور روپڑی گروپ پہلے دن سے ہمارے ساتھ ہیں ــــ

بریلوی مکتب فکر سے مولانا شاہ احمد نورانی مخالفت کر رہے تھے، اب انہوں نے بھی حمایت کا اعلان کر دیا ہے۔ دیوبندیوں میں سے مولانا فضل الرحمٰن شریعت بل کے مخالف تھے وہ نہ صرف یہ کہ خود شریعت کانفرنس میں شریک ہوئے ہیں بلکہ اپنے بھرپور تعاون کا بھی یقین دلایا ہے۔

اسلامی نظریاتی کونسل جس نے اس بل کو آخری شکل دی اس میں تمام مکاتب فکر کے افراد شامل ہیں، تو اس بل نے تو فرقہ واریت ختم کر دی ہے، اس قسم کی افواہیں اور پروپیگنڈہ محض شریعت سے راہ فرار اختیار کرنے کے بہانے ہیں۔۔۔ ماضی میں جب بھی ضرورت پڑی پاکستانی قوم نے شریعت کے مسئلہ پر مکمل اتحاد کا مظاہرہ کیا۔

سوال۔ اہل سنت کے تمام گروہ تو بظاہر اس بل پر اب متفق نظر آتے ہیں کیا آپ نے شریعت بل کی حمایت کے سلسلہ میں اہل تشیع سے بھی رابطہ کیا ہے؟

جواب۔ میں شیعہ حضرات کے مخلص اور معتدل قائدین سے رابطہ کر رہا ہوں۔ اس سلسلہ میں، میں نے کچھ حضرات کو شیعہ قائدین کے پاس بھیجا بھی ہے۔ میں نے ہمیشہ مختلف بیانات کے ذریعہ کہا ہے کہ اس بل کے ذریعہ اہل تشیع کے کسی حق پر زد نہیں پڑتی۔ وہ اس بل کو پڑھیں اور کسی ایک لفظ پر ہاتھ رکھ کر اس کی نشاندہی کریں جس پر کہ انہیں اعتراض ہو شیعہ حضرات کے ہاں بھی شریعت کی وہی تعریف ہے جو اس بل میں کی گئی ہے۔

جو لوگ اس بل کے خلاف بیانات دے رہے ہیں وہ دراصل پی پی پی کے آلہ کار بن گئے ہیں اور پیپلز پارٹی انہیں استعمال کرنا چاہتی ہے وہ شیعہ حضرات کے خیر خواہ نہیں ہیں۔ یہ تو ایک مشترکہ مشن ہے جس پر سب کو متفق ہو کر چلنا

چاہیئے۔ہمیں بھائیوں کی طرح مل کر شریعت بل نافذ کروانا چاہیئے، انہیں اپنے حقوق ملیں گے۔ہم نے تو اس بل میں آئین کی اس دفعہ کا حوالہ بھی دیا ہے جس میں ان کے پرسنل لار کی انہیں مکمل آزادی دی گئی ہے۔آخر ماضی میں بھی تو شیعہ سنی متحد ہو کر جدوجہد کرتے رہے ہیں۔شیعہ مکتب فکر کے کئی ذمہ دار حضرات نے مجھ سے بات کی ہے۔ہم انشاء اللہ اکٹھے شریعت کے نفاذ کے لئے جدوجہد کریں گے۔

سوال۔جمعیت علمائے اسلام کے دونوں دھڑوں کے اتحاد کی بات پچھلے کچھ عرصے سے چل رہی تھی۔آل پارٹیز شریعت کانفرنس کے موقع پر بھی اس کی بازگشت سنی گئی، اس سلسلہ میں کچھ پیش رفت ہوئی ہے؟

جواب۔ہم جب غیروں سے اتحاد کر رہے ہیں تو یہ تو اپنے ہیں۔ان سے اتحاد کیوں نہیں کریں گے۔ہم جمعیت علمائے اسلام کے دونوں دھڑوں کے اتحاد کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔ہم نے تو اس اتحاد کے لئے تجویز بھی دی تھی اور باقاعدہ ایک چار رکنی کمیٹی بھی بنائی — ہم نے تجویز دی تھی کہ مولانا عبداللہ درخواستی چونکہ پچھلے اٹھائیس انتیس سال سے جمعیت علمائے اسلام کے امیر چلے آرہے ہیں وہ مفتی محمود مرحوم کے دور میں بھی جماعت کے امیر تھے اس لئے انہیں مکمل اختیار دے دیا جائے اور وہ دونوں دھڑوں کے تنظیمی ڈھانچے توڑ دیں۔پھر دونوں دھڑوں سے بیس بیس افراد لے کر ایک مجلس شوریٰ تشکیل دی جائے جس میں مولانا فضل الرحمٰن بھی شامل ہوں گے اور میں بھی۔پھر اس مجلس شوریٰ میں پانچ ایسے جید علماء رکھے جائیں جو دونوں دھڑوں سے باہر ہوں۔ان ۴۵، افراد پر مشتمل مجلس شوریٰ مولانا عبداللہ درخواستی کی قیادت میں جماعت کا نظم ونسق چلائے۔اس طرح ہم ایک دوسرے کے قریب آ

جائیں گے۔ اور ہماری دوریاں قربتوں میں بدل جائیں گی ــــ پھر یہ مجلس شوریٰ باہمی مشورے سے جس کو اپنا قائد منتخب کرے، اسے دونوں فریق تسلیم کر لیں۔
ہماری اس تجویز کو سات آٹھ ماہ گذر چکے ہیں مگر فریق ثانی کی طرف سے ابھی تک کوئی مثبت جواب نہیں آیا۔ مولانا فضل الرحمٰن میرے بھائی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ ضرور جماعت کے اتحاد کے لئے کچھ سوچ رہے ہوں گے۔
ہمارا اختلاف عہدوں کا نہیں تھا، اصل اختلاف سیاسی راستوں کا ہوا ــــ جب ایم آر ڈی بنائی گئی تو ہم نے کہا کہ یہ راستہ ملک کو تباہی کی طرف لے جائے گا۔ ہمیں اس چکر میں نہیں پڑنا چاہیئے۔ ہمیں تو شریعت کی جنگ لڑنا ہے ❊



پیپلز پارٹی کے اقتدار کا ایک سال انتہائی مایوس کن ہے

پاکستان کے عوام بیدار ہوگئے تو ملک کیخلاف سازشیں دم توڑ جائیں گی

قائد جمعیۃ مولانا سمیع الحق کا ہفت روزہ "ثالث" لاہور کا انٹرویو

انٹرویو ـــــــ وقار حیبی

جمعیۃ علماء اسلام کے رہنما اور اسلامی جمہوری اتحاد کے مرکزی نائب صدر سینیٹر مولانا سمیع الحق کا شمار ملک کے ممتاز سیاستدانوں میں ہوتا ہے۔ بالخصوص شریعت بل کے محرک اور نفاذِ اسلام کے لیے مسلسل کوشاں رہنے کی بناء پر ملک کے دین سے محبت کرنے والے حلقوں میں ان کے لیے بیحد احترام پایا جاتا ہے۔ چند روز قبل مولانا موصوف نے ملتان، خانیوال، وہاڑی اور فیصل آباد کے اضلاع کا دورہ کیا تو اس موقع پر ملتان ڈویژن کی معروف دینی درسگاہ جامعہ رحمانیہ جہانیاں میں ان سے ملکی حالات پر گفتگو کا موقع میسر آیا۔ سوال وجواب کی نشست میں انہوں نے پیپلز پارٹی کی حکومت، صدر مملکت کے پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے خطاب، سینیٹ کے چیئرمین کی جانب سے اٹارنی جنرل آف پاکستان کے بارے میں دی گئی رولنگ اور دیگر سوالات کے بارے میں جس انداز میں تبصرہ کیا وہ نذرِ قارئین ہے:۔



سینیٹر مولانا سمیع الحق نے پیپلز پارٹی سے اقتدار کے پہلے سال کے دوران اس کی

کارکردگی اور اس عرصہ میں جمہوری اقدار اور جمہوری عمل کے فروغ کی جانب پیش رفت نیز اس سے ملکی سیاست پر مثبت اور منفی اثرات کے بارے میں اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا کہ "پیپلز پارٹی کی حکومت کے اقتدار کا پہلا سال نہایت مایوس کن رہا، اور اس دوران ملک کے کسی بھی شعبہ میں قابلِ ذکر پیش رفت نہیں ہوئی، مسائل جوں کے توں ہیں بلکہ غریب آدمی تو مزید مسائل سے دوچار ہو چکا ہے۔ ایسی کوئی منصوبہ بندی نہیں کی گئی جس سے کسی انقلابی تبدیلی کی جھلک نظر آئے۔ لیبر، زراعت، تعلیم، بیروزگاری اور لوڈ شیڈنگ کی صورتحال میں ابتری کارفرما ہے"۔ انہوں نے کہا "اگرچہ سینٹ میں ان سے متعدد مواقع پر کہا گیا اور ان کی توجہ مبذول کرانے کی کوشش کی گئی کہ عوام نے پیپلز پارٹی کو مینڈیٹ دیا ہے کہ وہ ان کی حالت بہتر بنانے کا اہتمام کرے اور جو وعدے الیکشن کے دوران کیے گئے تھے اُن کو پورا کرنے پر توجہ دے مگر افسوس کہ اس کو اس طرف توجہ کرنے کی فرصت ہی نہیں ہے، اور سچی بات تو یہ ہے کہ پیپلز پارٹی کا پہلا سال تو اس کی بے مقصد محاذ آرائی میں گذر گیا"۔ انہوں نے کہا کہ "ہمیں اس پارٹی کے برسرِ اقتدار آنے سے قبل بھی یہ خدشات تھے کہ وہ عوام کی خدمت سرانجام دینے کی بجائے ملک کو نقصانات سے دوچار کر دے گی، ہمارے خدشات درست ثابت ہو رہے ہیں اور پیپلز پارٹی نے ملک کے ذہنی تشخص کو مجروح کیا، اقتصادی بدحالی اور مہنگائی نے لوگوں کی زندگی اجیرن کر دی۔ رہی بات جمہوریت کے فروغ کی تو یہاں جمہوریت کے لبادے میں فسطائیت آئی ہے، اس پارٹی نے جمہوری قدروں کا جو حشر کیا ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ کیا یہ بات قابلِ افسوس نہیں کہ جمہوریت جمہوریت کا راگ الاپنے والی وفاق پر حکمران پارٹی نے ملک ۶۲ فیصد آبادی والے صوبے کے عوام کے فیصلے کو دل سے تسلیم نہیں کیا اور روزِ ازل محاذ آرائی شروع کر رکھی ہے"۔ سینیٹر مولانا سمیع الحق نے کہا "پیپلز پارٹی کی

خارجہ پالیسی کا یہ حال ہے کہ اُس نے جہادِ افغانستان کے معاملے میں پوری قوم کو مایوس کیا، بلکہ اُس کی پالیسی سے عالمِ اسلام کو بھی مایوسی ہوئی ہے، بھارت کے ساتھ تعلقات میں گرمجوشی کی بھونڈی کوششوں اور وولر بیراج کے مسئلہ میں مسلسل ملکی مفادات کے منافی رویّہ اپنایا گیا۔ مجموعی طور پر یہ بات بلا خوفِ تردید کہی جا سکتی ہے کہ پیپلز پارٹی کی کارکردگی کا پہلا سال ملکی مفادات کے حوالے سے کہیں غیر معیاری ثابت ہوا ہے“۔

شریعت بل کے محرک سینیٹر مولانا سمیع الحق نے اس سوال پر کہ شہید صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے ملک کے عوام کے پرزور مطالبہ پر شریعت آرڈیننس جاری کیا تھا، لیکن ان کے بعد آنے والی حکومت نے اس آرڈیننس کو تحفظ فراہم نہیں کیا جس سے ملک میں نفاذِ اسلام کے لیے اٹھائے گئے اس اہم اقدام سے مطلوبہ فائدہ حاصل نہ ہو سکا۔ اس اہم معاملے کو سرد خانے میں ڈالنے کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؟ تو انہوں نے جواباً کہا ——— ”شریعت آرڈیننس کے اعلان کے تین ماہ بعد صدرِ مملکت کو اس کا حق تھا۔ چنانچہ شہید صدر جنرل محمد ضیاء الحق کے بعد غلام اسحٰق خان نے اپنے اس حق کو استعمال کرتے ہوئے اس کی تجدید کی۔ بعد ازاں میں نے سینٹ میں یہ مسئلہ اٹھایا کہ وقت گذر رہا ہے اس کی منظوری دی جائے۔ اس پر وفاقی وزیرِ قانون نے ایوان کو یقین دلایا کہ اس آرڈیننس کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ہم نے اس بات پر زور دیا کہ وقت گذر رہا ہے، اس آرڈیننس کو قومی اسمبلی میں لا کر تحفظ دیں ——— تو وزیرِ قانون نے کہا کہ سینیٹر کی پریشانی بلا وجہ ہے۔ مگر ہوا وہی جس کا اندیشہ تھا لہٰذا دانستہ گریز کیا گیا اور مقررہ مدت میں اس مسئلہ کو قومی اسمبلی میں نہ لایا گیا“ ———

انہوں نے کہا کہ ——— ”شریعت کے نفاذ کے بارے میں پیپلز پارٹی کا رویّہ کبھی بھی باعثِ اطمینان نہیں رہا بلکہ اس نے تو ان ادھورے اقدامات کو بھی جو اس کے برسرِ اقتدار آنے سے قبل کیے گئے تھے، نہ صرف چلنے نہیں دیا بلکہ آتے ہی اسلام کے

ساتھ مذاق شروع کر دیا۔ اسلامی قوانین کو وحشیانہ، بہیمانہ، حیوانی اور غیر انسانی کہا گیا وزیراعظم بے نظیر سے لے کر وزیر قانون تک سب نے بین الاقوامی فورم پر ضیاء الحق کا نام لے لیکر توہین آمیز رویئے کا مظاہرہ کیا کس قدر دکھ کی بات ہے کہ اللہ اور رسولؐ کی شریعت کو "ضیاء کی شریعت" کا نام دے کر کوسا گیا"۔۔۔ انہوں نے اس بات پر دکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ۔۔۔ "پیپلز پارٹی نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ملک کے اسلامی تشخص کو ختم کرنے کے اقدامات کیے ہیں، اور ان کی پالیسیاں بتا رہی ہیں کہ وہ ملک کو سیکولرزم کی طرف لے جا رہے ہیں، حالانکہ اس ملک کے عوام نے ہمیشہ اسلام کی خاطر قربانیاں دی ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ ان کا معاشرہ دین فطرت، اسلام کے نظام عدل اور قوانین سے ہم آہنگ ہوں"۔ سینیٹر مولانا سمیع الحق نے صدر

> وزیر اعظم سے لیکر وزیر قانون تک سب نے اللہ اور رسولؐ کی شریعت کو "ضیاء الحق کی شریعت" قرار دے کر کوسا

پاکستان کے پارلیمنٹ کے مشترکہ ایوان سے سے خطاب کو متوازن لیکن پل صراط پر چلنے کے مترادف قرار دینے کے اپنے تبصرے کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ۔۔۔ "صدر جناب غلام اسحٰق خان ایسے منصب پر فائز ہیں اور وہ خود کو کسی کے ساتھ الجھانے کے بجائے ثالث کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ ملک کے ماحول اور محاذ آرائی کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو شخص ایسا کردار ادا کرنا چاہتا ہے تو اس کو تو پلصراط پر چلنا ہی پڑے گا"۔۔۔ انہوں نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔۔۔ "صدر مملکت نے اپنے خطاب میں حکمران جماعت کو آئینہ دکھایا ہے، انہوں نے بڑی وضاحت کے ساتھ اس کی خامیوں کی نشاندہی کی اور ان کو اپنے فرائض کی ادائیگی پر توجہ مرکوز کرنے کی ترغیب بھی دی۔ صدر کا خطاب ایک مدبر اور سنجیدہ سیاستدان اور تجربہ کار ایڈمنسٹریٹر کے تجربات کا ماحصل ہے انہوں نے وہی کردار ادا کیا جو ایسے حالات میں ان جیسے ذمہ دار منصب پر فائز شخص کو کرنا

چاہیئے تھا۔لیکن بدقسمتی سے ایسی خبریں آرہی ہیں کہ بعض حلقوں کی جانب سے ان کو اسی بنا پر ملوث کرنے کی کوشش کی جارہی ہے"۔ سینیٹر مولانا سمیع الحق نے کہا کہ۔ "صدرِ پاکستان نے شریعت بل کے بارے میں بڑے موثر انداز میں توجہ دلائی ہے۔تاہم صدرِ مملکت کو محض وعظ کا کردار ادا نہیں کرنا ہے بلکہ اس سلسلے میں بعض عملی اقدامات بھی کرنے ہوں گے، اور یہ بات بڑی واضح ہے کہ صدر غلام اسحٰق خان آئینی لحاظ سے بڑے مضبوط صدر ہیں اُن کو اصلاحِ احوال کے لیے اقدامات کرنے چاہئیں،،

"پیپلز پارٹی کی طرف سے ججوں کے تقرر کے مسئلہ پر لاہور ہائیکورٹ کے فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں رٹ دائر کرنے اور پھر درخواست واپس لینے کے اقدام پر رائے زنی کرتے ہوئے مولانا سمیع الحق نے کہا۔ "پیپلز پارٹی کی طرف سے درخواست کی واپسی اس سلسلے میں متوقع خفت کے پیشِ نظر ممکن ہوئی۔میرے خیال میں ان کو اُمید نہ تھی کہ فیصلہ اُن کے حق میں ہوگا ورنہ پی پی اور اس کے ممبر حضرات نے پہلے تو اس بارے میں اخباری بیان بازی سے بھرپور پروپیگنڈہ کیا،مگر حقائق کی عینک سے دیکھنے پر جب حالات سازگار نہ پائے تو اسی میں عافیت سمجھی گئی کہ درخواست واپس لے کر مزید رسوائی سے دامن بچایا جائے،،۔

سینیٹر موصوف سے سوال کیا گیا کہ سینٹ کی چیئرمین کی رُولنگ کے مطابق زائد العمر ہونے کی بناء پر اٹارنی جنرل آف پاکستان مسٹر یحیٰی بختیار نے اپنے عہدے کے لیے نااہل قرار پا چکے ہیں۔تاہم وہ اور اُن کی پارٹی اس عہدے سے استعفا پر تیار نظر نہیں آتے"۔ اس رُولنگ کے آئینی اور قانونی پہلو پر روشنی ڈالیں تو انہوں (مولانا) نے کہا کہ "سینٹ مُلک کا ایک نہایت اہم اور باوقار ادارہ ہے۔ اٹارنی جنرل آف پاکستان کے بڑے منصب پر فائز شخص کو تو چیئرمین سینٹ کی جانب سے پورے معاملے پر تفصیلی بحث کے بعد تمام آئینی اور قانونی پہلوؤں کو ملحوظ رکھتے ہوئے

رُولنگ کے آتے ہی بلا تاخیر اس منصب سے علیحدگی اختیار کر لینی چاہیے تھی، یہ طریق کار خود ان کے عزّت و وقار میں بھی اضافہ کا سبب ہوتا، مگر انہوں نے اس صحیح راستے کو اختیار کرنے میں تامل کر کے اپنے منصب کے شایانِ شان فیصلہ نہیں کیا' رہی اس مسئلہ کی قانونی پوزیشن تو اگر چیئرمین سینٹ کی اس رُولنگ کو عدلیہ میں لے جایا جائے تب تو اٹارنی جنرل کے لیے کوئی دوسرا راستہ نہیں ہوگا اور ان کو یہ عہدہ چھوڑنا پڑے گا یا پیپلز پارٹی کو بادلِ نخواستہ انہیں الگ کرنا ہوگا۔"

شہید صدر ضیاء الحق اور اُن کے رُفقاء کے طیارے کو پیش آنے والے سانحہ اور اس معاملہ کو سینٹ میں اٹھانے کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں سینیٹر مولانا سمیع الحق نے کہا کہ "ہم نے سینٹ اور دیگر مختلف فورموں پر اس مسئلہ کو اٹھایا ہے، یہ محض ضیاء الحق کے طیارے کے حادثہ سے دوچار ہو جانے کا مسئلہ نہیں بلکہ اس سے ملکی سلامتی واستحکام اور اہم شخصیات کے تحفظ کے خلاف کیے گئے اقدام کی نشاندہی ہوتی ہے۔ ہم یہ بات پوری ذمہ داری سے کہہ سکتے ہیں کہ اس حادثے کے ذریعے ضیاء الحق ہی نہیں بلکہ پوری مسلح افواج کی قوت کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس سانحہ کی تحقیقات پوری سنجیدگی سے کرائی جانی چاہئیں، اس اہم سانحہ کو سرد خانے میں ڈالنے کا مطلب اس ملک کی سالمیت سے کھیلنے کے مترادف ہوگا۔"

انہوں نے کہا کہ "صدر پاکستان اور مسلح افواج کو بھی اس قومی سانحہ کی وجوہ تلاش کرنے کے لیے تحقیقات جاری رکھنی چاہئیں، کیونکہ اگر اس بارے میں غفلت کی گئی اور ملزمان کو بے نقاب نہ کیا گیا جنہوں نے صدر پاکستان اور پوری قیادت کے خلاف گھناؤنی سازش کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا تو اس بات کے امکانات ہمیشہ موجود رہیں گے کہ ایسے واقعات کا اعادہ ہو۔" سینیٹر موصوف نے اس بات پر اطمینان کا اظہار کیا کہ حکومت پنجاب اپنی جانب سے اس سازش کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش میں مصروف ہے۔"

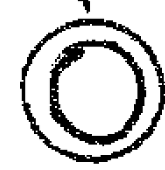
سوال کیا گیا کہ کیا موجودہ طرزِ جمہوریت سے اسلام کا نفاذ ممکن ہے؟ تو سینیٹر مولانا سمیع الحق نے اس بات کا جواب نفی میں دیتے ہوئے کہا کہ ــــ "موجودہ جمہوریت میں تو سب سے پہلے اسلام سے عملی بغاوت یہ ہوئی کہ ایک عورت کو ملک کی وزیرِ اعظم بنا دیا گیا اور جمہوریت ہی کے نام پر ملتِ اسلامیہ اور اسلامی تاریخ سے بغاوت کی گئی، اس سے اندازہ لگا لیں کہ آگے چل کر اس کڑوے درخت سے کیسا پھل حاصل ہوگا؟ چنانچہ ہمیں اس میں اسلامی روح شامل کرنا ہوگی ــــ"

سینیٹر مولانا سمیع الحق نے مزید کہا کہ اگر پنجاب میں اسلامی جمہوری اتحاد کی حکومت قائم نہ ہوتی تو پیپلز پارٹی کی منتقم مزاج قیادت ملک کی سلامتی کو داؤ پر لگا دیتی ــــ انہوں نے کہا پنجاب کے عوام کو آئندہ بھی اس ملک کی سالمیت کی خاطر اپنا کردار ادا کرنا ہے اور اس کو اپنی قیادت کو ابھارنا چاہیئے کہ قیادت پر کسی خاص صوبے کا ٹھیکہ نہیں ہے۔ پاکستان کا وزیرِ اعظم ملک کے چاروں صوبوں میں سے کسی ایک صوبے سے ہو سکتا ہے ــــ انہوں نے توقع ظاہر کی کہ اگر پنجاب کے عوام بیدار ہو گئے تو ملک کے خلاف سازشیں دم توڑ جائیں گی۔

افغانستان کے مسئلہ کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ افغانیوں نے آزادی کی خاطر ۱۶ لاکھ انسانوں کے خون کا نذرانہ پیش کیا، اس موقع پر پاکستان نے انصار کا کردار ادا کرتے ہوئے مجاہد بھائیوں کی ہر لحاظ سے مدد کی اور اور جنگِ افغانستان کی کامیابی کی راہ ہموار کی ــــ مگر اب کچھ لوگ اپنے مکروہ عزائم اور اپنے آقاؤں کی خوشنودی کی خاطر ان کی جدوجہد کو بے ثمر کرنے پر اُدھار کھائے بیٹھے ہیں اور وہ نہیں چاہتے کہ افغانستان کا مسلم تشخص بحال ہو ــــ

> اگر پنجاب میں اسلامی جمہوری اتحاد کی حکومت قائم نہ ہوتی تو پیپلز پارٹی کی منتقم مزاج قیادت ملک کی سلامتی کو داؤ پر لگا دیتی

انہوں (مولانا سمیع الحق) نے حکومتِ پاکستان کی جانب سے عبوری افغان حکومت کو تسلیم کرنے میں لیت و لعل پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ افغانستان میں اسلامی حکومت کے قیام سے پاکستان کو آئینی تحفظ مل جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے فلسطین کی عبوری حکومت کو تسلیم کر رکھا ہے جس کے پاس فلسطین کا کوئی علاقہ نہیں ہے مگر ان افغانوں کی عبوری حکومت کو تسلیم کرنے میں تامل کر رہے ہیں جن کے پاس افغانستان کا نوّے فیصد علاقہ ہے ـــــ انہوں نے سوال کیا کہ آخر یہ دُہرا معیار کیوں ہے؟ کس کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر؟



خطبہ استقبالیہ

آل پارٹیز قومی شریعت کنونشن سے خطاب

منعقدہ ۱۷ رجون ۱۹۹۰ء

فلش مین ہوٹل راولپنڈی صدر

۵ رسال کی طویل اور صبر آزما جدوجہد کے بعد خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے بالآخر ۱۳ رمئی ۱۹۹۰ء کو حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ اور مولانا قاضی عبداللطیف مدظلہٗ کے پیش کردہ شریعت بل کو سینیٹ آف پاکستان نے "نفاذِ شریعت ایکٹ ۱۹۹۰ء" کے عنوان کے ساتھ متفقہ طور پر منظور کر لیا، اب اسے قومی اسمبلی سے منظور کرانے اور اس کیلئے بھرپور حمایت حاصل کرنے کے پیشِ نظر مولانا سمیع الحق مدظلہ نے ملک بھر کی تمام مذہبی و دینی اور سیاسی جماعتوں کے قائدین کو آل پارٹیز شریعت کنونشن کے پلیٹ فارم پر مدعو کیا۔ آپ کی دعوت پر چالیس (۴۰) سے زائد پارٹیوں نے کنونشن میں شرکت کی اور شریعت بل کی بھرپور حمایت اور منظوری کے لیے تمام پارٹیوں کا مشترکہ پلیٹ فارم تحریک نفاذِ شریعت کے نام سے قائم ہوا حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ اس کے سیکرٹری جنرل اور مولانا عبدالستار خان نیازی صدر منتخب ہوئے۔ یہی تحریک بے نظیر کی حکومت کے زوال کا سبب بنی۔ بہرحال ذیل میں آل پارٹیز شریعت کنونشن کے اجلاس میں مولانا سمیع الحق مدظلہ نے جو خطبہ استقبالیہ پیش فرمایا ذیل میں وہی پیش خدمت ہے۔ (ع ق ح)

الحمد للہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہٗ۔ امابعد

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ط بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ثم جعلنٰک علی شریعۃ من الامر فاتبعھا ولا تتبع اھواء

الذین لا یعلمون o صدق اللہ العظیم

قابلِ صد احترام علماء کرام، مشائخ عظام، زعماء ملت و راہنمایانِ ملت

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

میں جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کی طرف سے آپ سب اکابر و زعماء کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ گوناگوں مصروفیات اور متنوع مشاغل کے باوجود آپ حضرات نے ہماری دعوت کو شرفِ قبولیت سے نوازا اور آل پارٹیز قومی شریعت کنونشن میں شرکت کے لیے تشریف لائے۔

حضراتِ محترم!

"آل قومی شریعت کنونشن" کا انعقاد جس فضا اور ماحول میں ہو رہا ہے وہ ملک کے ہر باشعور اور حساس شہری کے لیے انتہائی اضطراب انگیز اور روح فرسا ہے۔ کراچی، حیدرآباد اور سندھ کا امن بیرونی ایجنسیوں اور تخریب کاروں کے ہاتھوں تباہ ہو چکا ہے مسلمان کو مسلمان سے لڑانے کے لیے خفیہ خونی ہاتھ بدستور سرگرمِ عمل ہے، اور منتخب اسمبلیوں میں "ہارس ٹریڈنگ" اور نااہلیت کے کھلم کھلا اظہار نے منتخب اداروں کی افادیت کو مشکوک بنا کر رکھ دیا ہے جس کی وجہ سے ملک و قوم کے مستقبل کے بارے میں بے یقینی کے سائے گہرے ہوتے جا رہے ہیں۔ ان حالات میں ملک کی عمومی فضاء بھی اس امر کی متقاضی تھی کہ دینی و سیاسی راہنما سر جوڑ کر بیٹھیں اور ملک و قوم کی کشتی کو اس خطرناک بھنور سے نکالنے کے لیے کوئی سبیل سوچیں۔ لیکن دو اہم اور نازک مسائل بالخصوص آپ حضرات کی توجہ کے طالب ہیں جن پر غور و خوض کے لیے آپ بزرگوں کو

یہاں تشریف آوری کی زحمت دی گئی ہے۔

راہنمایانِ ملت!

ہم صدقِ دل کے ساتھ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ ہمارے موجودہ مصائب و مسائل کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ حصولِ آزادی اور قیام پاکستان کے بعد ملک کے اجتماعی نظام کی تبدیلی کی طرف کوئی توجہ نہیں دی گئی اور اجتماعی زندگی کے ہر شعبہ میں اسی نظام کو بدستور باقی رکھا گیا جو برٹش استعمار نے اپنے دورِ تسلط میں نوآبادیاتی مقاصد کے لیے ہم پر مسلط کیا تھا۔ اور بظاہر آزادی حاصل ہو جانے کے باوجود وہ نظام ہمارے معاشرہ میں جدید نوآبادیاتی ماحول کو ابھی تک برقرار رکھے ہوئے ہے۔

اگر ہم گذشتہ چالیس سال کے دوران اقتدار کی خاطر باہمی سر پھٹول کی بجائے اجتماعی نظام کی تبدیلی اور نظریہ پاکستان کے مطابق نظام اسلام کے غلبہ و نفاذ کے لیے سنجیدگی کے ساتھ پیش رفت کرتے تو نہ مشرقی پاکستان ہم سے الگ ہو کر بنگلہ دیش کی شکل اختیار کرتا اور نہ ہی سندھ اور دیگر علاقوں میں علاقائی، لسانی اور نسلی تعصب و نفرت کے یہ تن آور درخت ہم پر اپنے منحوس سائے دراز کرتے۔

زعماء قوم!

یہی وہ احساس تھا جس نے آج سے پانچ سال قبل مجھے اور میرے رفیقِ محترم مولانا قاضی عبداللطیف کو سینٹ آف پاکستان میں "شریعت بل" کے نام سے ایک مسودۂ قانون پیش کرنے پر مجبور کیا۔ یہ مسودۂ قانون جو ملک کے عدالتی نظام کو قرآن و سنت پر عملدرآمد کا پابند بنانے کے ساتھ ساتھ معاشی، تعلیمی اور معاشرتی شعبوں میں بھی انقلابی تبدیلیوں کا داعی ہے، پانچ سال تک ایوان کے اندر اور باہر قومی حلقوں میں زیرِ بحث رہا اور ملک کے کم و بیش ہر طبقے نے اس کی حمایت یا مخالفت میں اپنے نقطۂ نظر کا کھل کر اظہار کیا۔ اس "شریعت بل" کو ترامیم کی مختلف چھلنیوں سے گذارا گیا

اور مختلف اداروں نے اسے غور و فکر کے میزان پر تولا اور ان تمام مراحل سے گذرنے کے بعد "شریعت بل" ۱۳ مئی ۱۹۹۰ء کو سینٹ آف پاکستان سے متفقہ منظوری کا اعزاز حاصل کر سکا۔

پاسداران ملک!

"شریعت بل" ایوان بالا سے منظوری کی سند حاصل کرنے کے بعد اب قومی اسمبلی کے حوالے ہو چکا ہے اور اس کے باضابطہ قانون بننے کے لیے ضروری ہے کہ قومی اسمبلی نوّے ۹۰ دن کے اندر اس کی منظوری دے۔ لیکن وزراء کے بیانات اور "شریعت بل" کے خلاف مختلف لابیوں کی پروپیگنڈہ مہم سے یہ اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں کہ حکمران پارٹی "شریعت بل" کی منظوری سے خوش نہیں ہے اور وہ قومی اسمبلی میں اس کی منظوری کو سبوتاژ کرنے کے لیے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھے گی۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ دینی و سیاسی مکاتب فکر کے زعماء مل بیٹھ کر قومی اسمبلی کے اندر اور باہر مشترکہ جدوجہد کا ایسا لائحہ عمل طے کریں جس کے ذریعے حکمران پارٹی کو "شریعت بل" کی منظوری میں رکاوٹ ڈالنے سے باز رکھا جا سکے تاکہ یہ بل منظوری کے بعد ملک کے اجتماعی نظام میں مثبت اور خوشگوار تبدیلی کا ذریعہ بن سکے۔

زعماء ملت!

اس کے ساتھ ہی وفاقی شرعی عدالت کے دائرۂ اختیار سے مالیاتی قوانین کو مستثنیٰ رکھنے کا مسئلہ بھی آپ حضرات کی خصوصی توجہ کا مستحق ہے۔ وفاقی شرعی عدالت کی تشکیل کے وقت مالیاتی قوانین کو دس سال کے لیے اس کے دائرہ اختیار سے مستثنیٰ کیا گیا تھا اور یہ مدت ماہ رواں میں ختم ہو رہی ہے جبکہ وفاق میں حکمران پارٹی اس امر کے لیے کوشاں ہے کہ آئین میں ترمیم کے ذریعے اس مدت میں مزید اضافہ کر دیا جائے تاکہ سودی نظام کو ملک میں مسلسل برقرار رکھا جا سکے۔

یہ امر کسی وضاحت اور دلیل کا محتاج نہیں ہے کہ "سود" اسلامی شریعت کی رُو سے قطعی حرام ہونے کے علاوہ ملک میں استحصالی معاشی نظام کی بنیاد ہے اور ملک کو سرمایہ دارانہ و جاگیر دارانہ نظام کے چنگل سے نکالنے کے لیے "سود" کا مکمل خاتمہ اولین شرط ہے۔ قرآنِ کریم نے "سود" کو نہ صرف حرام اور بے برکتی و نحوست کا باعث قرار دیا ہے بلکہ سُودی نظام پر قائم رہنے کو خدا اور رسولِ خدا کے خلاف جنگ سے تعبیر کیا ہے۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ ملک کے معاشی نظام کو "سود" کی نحوست سے نجات دلانے، اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے اور استحصالی معاشی نظام کی جڑ کاٹنے کے لیے حکومت کا ہاتھ روکا جائے اور وفاقی شرعی عدالت کے دائرۂ اختیار سے سودی نظام کو مزید عرصہ تک مستثنیٰ رکھنے کی مہم کی ڈٹ کر مخالفت کی جائے اور ایسی کسی آئینی ترمیم کو کامیاب نہ ہونے دیا جائے۔

راہنمایانِ ذی وقار!

ملک کی عمومی ناگفتہ بہ صورتحال اور ان دو اہم ترین امور پر غور و خوض کے لیے آپ حضرات کو زحمت دی گئی ہے۔ اُمید ہے کہ آپ جیسے حسّاس اور باشعور راہنماؤں کی گراں قدر آراء و تجاویز اور ارشادات و خیالات سے کوئی ایسا راستہ ضرور ملے گا جو ملک کو موجودہ بحران سے نکال کر ایک مکمل اور صحیح اسلامی معاشرہ کی راہ پر گامزن کر سکے۔

جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کی طرف سے ایک بار پھر آپ حضرات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے مَیں یقین دلاتا ہوں کہ ملک و قوم کے دینی و سیاسی راہنما باہمی مشاورت کے ساتھ اس سلسلہ میں جو لائحہ عمل اور پروگرام طے کریں گے جمعیۃ علماء اسلام پاکستان اس کی تکمیل کے لیے اپنی روایات کے مطابق ہراول دستہ کا کردار ادا کرے گی۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ ربّ العزت ہمارے اس مل بیٹھنے کو قبول فرمائیں اور ایسے فیصلے کرنے کی توفیق دیں جو ملک و قوم کے حق میں بہتر ہوں اور بدامنی، بے یقینی اور پراگندہ خیالی سے پاک ایک پُرامن، خوشحال اور پُراعتماد مستقبل کی بنیاد بن سکیں۔ آمین یا اللہ العالمین

والسلام

(سینیٹر مولانا) سمیع الحق سیکرٹری جنرل و

دیگر اراکین جمعیۃ علماء اسلام پاکستان

نفاذِ اسلام کے انحراف سے ملک بحرانوں کا شکار چلا آرہا ہے

نفاذِ اسلام پر علماء میں کوئی اختلاف نہیں ہے

پاکستان صرف اور صرف لا الٰہ الا اللہ کے نام پر قائم ہوا

ٹی وی پروگرام "قومی سیاست" میں مورخہ کو قائد جمعیۃ مولانا سمیع الحق کا انٹرویو

اناؤنسر نے اعلان کیا: —— آج اس پروگرام میں مہمان شخصیت ہیں سینیٹر مولانا سمیع الحق —— یہ انٹرویو ریڈیو پاکستان اور ٹیلیویژن پاکستان کے تمام مراکز سے نشر کیا جا رہا ہے۔ گفتگو کا آغاز کر رہے ہیں ممتاز صحافی سید امجد حسین صاحب!

سید امجد حسین السلام علیکم ناظرینِ کرام! آج کی گفتگو کا موضوع "قومی سیاست" ہے۔ اس سلسلہ میں پہلے بھی آپ پروگرام ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ سیاسی شخصیتوں کو مدعو کیا جاتا ہے، اور آج جو سیاسی شخصیت سٹوڈیو میں موجود ہیں وہ سینیٹر مولانا سمیع الحق ہیں، آپ کا تعلق صوبہ سرحد سے ہے، جمعیۃ علماء اسلام کے سیکرٹری جنرل اور آئی جے آئی کے نائب صدر ہیں۔ میرے ساتھ شریکِ گفتگو ہیں سعود ساحر صاحب اور حنیف خالد صاحب جو جانے پہچانے صحافی ہیں۔

سید امجد حسین مولانا! اس سلسلہ میں پہلا سوال جو ذہن میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ بہت گفتگو ہو چکی ہے قومی سیاست میں۔ ہمیں قومی سیاست میں استحکام نہیں ملا، کوشش کے باوجود ہم استحکام حاصل نہ کر سکے۔ تو یہ فرمائیں کہ آپ

کی نظر میں کیوں استحکام حاصل نہ ہوسکا؟ وہ کیا عوامل تھے جن کی وجہ سے استحکام نہ ملا ملک کو چالیس سال گذرنے کے باوجود.....

مولانا سمیع الحق | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ (اما بعد!)

جناب امجد حسین صاحب! جناب خالد حنیف صاحب! جناب سعود ساحر صاحب! میں آپ سب کا اور پاکستان ٹیلیویژن کا ممنون ہوں کہ جنہوں نے آج اس اہم موڑ پر جبکہ ملک میں الیکشن ہو رہے ہیں، مجھے بھی اپنے ٹوٹے پھوٹے خیالات کے اظہار کا موقع دیا۔

بنیادی مسئلہ یہی ہے کہ ہمارے ملک کو سیاسی استحکام نصیب نہیں ہو رہا ہے اور چالیس سالوں سے ہم بحرانوں سے گذر رہے ہیں، اس کے کئی عوامل ہیں۔ ایک تو بنیادی بات میں یہی عرض کروں گا اور بحیثیت عالم دین کے مجھے یہی کہنا ہے کہ جس مقصد کے لیے پاکستان بنایا گیا تھا اور اس کے حصول کے لیے جتنی طویل جنگ لڑی گئی اور پاکستان کے لیے تاریخ کی بے پناہ قربانیاں دی گئی تھیں وہ یہی تھا کہ اس کا مطلب ہی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہو گا، یعنی اللہ اور رسولؐ کا بھیجا ہوا نظام یہاں نافذ ہو گا۔ اس کے لیے قائد اعظم اور ان کے ساتھیوں نے واضح تصریحات کیں کہ یہاں ہم قرآن و سُنّت پر مبنی ایک منصفانہ اور عادلانہ فلاحی اسلامی نظام نافذ کریں گے ــــ یہ تو میں آگے تفصیل سے عرض کروں گا کہ بنیادی طور پر اس مقصد کو ہم نے نظر انداز کر دیا اور جیسا کہ تمام دنیا میں جمہوریت کا دور دورہ ہے، تو ہمارے ارباب اقتدار نے بھی سیاسی عمل کو اسی کے اردگرد چلایا لیکن یہاں قوم کی بدقسمتی سے جمہوریت بھی کبھی

جمہوریت کے نام پر قوم سے مسلسل فراڈ کیا جارہا ہے

نہ آ سکی۔

جمہوریت ایک طرزِ حکومت ہے جو دُنیا میں رائج ہے اور دنیا کی کچھ حکومتیں اس نظام کے تحت چل رہی ہیں لیکن ہمارے ہاں بدقسمتی سے یہ ناکام رہی۔ اگر میں یہ پوچھوں کہ آپ بتائیے کہ جمہوریت کا مطلب کیا ہے؟ تو یہاں جمہوریت کے نام پر بھی قوم سے مسلسل فراڈ کیا جا رہا ہے، جمہوریت کے نام پر قوم کو دھوکہ دیا جا رہا ہے۔

جمہوریت کا مطلب یہ ہے کہ ملک کی اکثریت کو حکومت کرنے کا حق مل جائے، اکثریت مطمئن ہو جاتی ہے تو پھر وہ اقلیت کو بھی مطمئن کر کے اپنے ساتھ لیکر چلنے کی کوشش کرتی ہے اور اقلیت اپنی جگہ قناعت کر لیتی ہے کہ جب ہم نے اکثریت حاصل نہیں کی تو شور مچانے کا کیا حق ہے؟ آئندہ کبھی اکثریت حاصل کر لیں گے۔ اسی طرح مغربی ممالک جمہوری نظام سے چلتے ہیں۔ لیکن ہمارے ہاں تو جمہوریت کے نام سے بار بار ایسی صورتِ حال پیدا ہو جاتی ہے کہ مغلوب اقلیت غالب اکثریت پر غالب ہو جاتی ہے جس سے اکثریت والے بے چین رہتے ہیں، انہیں اطمینان حاصل نہیں ہوتا۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے ووٹ اس منشور کے خلاف دیا، اس کے فرسودہ نظام کو رد کر دیا مگر پھر بھی وہ ہم پر مسلط کر دیئے گئے جس سے اکثریت مسلسل بے چین رہتی ہے اور احتجاج کرتی ہے۔

پھر عموماً فضا یہ ہوتی ہے کہ وہ اقلیت اکثریت کو ساتھ لے کر چلتی بھی نہیں اور ایک جبری نظامِ تسلط کی صورتحال پیدا ہو جاتی ہے۔

اور امجد صاحب! آپ کو تو معلوم ہے کہ ۱۹۷۰ء میں ایک پارٹی نے ۳۲ فیصد ووٹ لیے جبکہ اکثریت نے اس کے خلاف ووٹ دیئے، بلکہ مُلک کے ایک بہت بڑے بازو نے تو یکسر اس پارٹی کو مسترد کر دیا جو اکثریت میں تھی۔ مگر یہاں "اُدھر تم ادھر ہم"، کا نعرہ لگا کر وہ بازو ہم سے کاٹ دیا گیا جن کو اکثریت

کا حق حاصل تھا انہیں محروم کر دیا گیا مگر جنہوں نے ۳۳ فیصد ووٹ حاصل کیے تھے ان کو جمہوریت کے نام سے حکومت بنانے کا موقع ملا اور جو باہر ۶۷ فی صد اکثریت میں تھے وہ محروم رہ گئے۔

اکثریت نے پیپلز پارٹی کو مسترد کر دیا مگر اقلیتی تائید سے وہ حکومت میں آ گئی

اسی طرح ۸۵ء کے الیکشن میں جو صورتحال سامنے آئی وہ اس سے بھی زیادہ سنگین تھی۔ اس میں ۳۷.۸ فیصد ووٹ پیپلز پارٹی نے لیے جبکہ باقی ووٹ ان کو نہیں ملے، گویا اکثریت نے اس پارٹی کو مسترد کر دیا۔ مگر چونکہ نظام درست نہیں اور صحیح نظام سیٹ نہیں کہ یہاں اکثریت کو واقعتاً حکومت بنانے کا موقعہ مل جائے۔

اب جو باہر رہ جاتے ہیں وہ تو مسلسل اضطراب، بے چینی اور احتجاج میں رہتے ہیں کیونکہ اقلیت کے حکومتی کردار اور ترجیحات تو ان کے منشور کے خلاف اور انکے نعروں کے خلاف جاری رہتے ہیں — یہ صورتِ حال ہے جو ہمارے یہاں پیچیدگی کا باعث بنی ہوئی ہے مگر اس کا بھی حل ہے اور اس کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں، مثلاً ۵۱ یا ۵۲ فی صد کی شرط لگا دی جاتی کہ جب کوئی پارٹی اس معیار پر پوری اُترے تو دوسری اقلیت کو شور مچانے اور پریشان رہنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔

بہر حال اس امر کا حل یہی ہے جیسا کہ جمعیۃ علماء اسلام ۷۰ء سے یہ مطالبہ کرتی آئی ہے کہ اس ملک میں انتخابات متناسب نمائندگی کی بنیاد پر ہونے چاہئیں، اس میں کوئی طبقہ احساسِ محرومی کا شکار نہیں رہتا، اس میں اقلیت اور اکثریت، غرض چھوٹی بڑی ہر پارٹی کو ضرور کچھ نہ کچھ حصہ مل جاتا ہے اور سب مل جل کر ایک نظام چلاتے ہیں۔

خالد حنیف | مولانا صاحب امین شاہ صاحب کے سوال کو تھوڑا سا آگے بڑھانا چاہتا ہوں۔ ابھی آپ نے پاکستان کا مطلب لا الٰہ الا اللہ قرار دیا یعنی یہاں اسلامی قوانین نافذ ہوں، اسلامی معاشرت اور نظام عدل قائم ہو اور پاکستان میں سب کو انصاف ملے، حالانکہ آپ کے بزرگوں نے قیام پاکستان کے لیے بہت قربانیاں دیں، چھوٹی بڑی ملکی تحریکات مثلاً ۱۹۵۳ء کی تحریک ۱۹۷۷ء کی تحریک میں علماء کرام نے بہت قربانیاں دیں، مگر دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ جب بھی پاکستان میں الیکشن ہوئے تو دینی سوجھ بوجھ رکھنے والوں کو اتنی زیادہ تعداد میں اسمبلیوں میں نہیں بھیجا گیا۔ آپ کے خیال میں اس کی وجہ کیا ہے؟ کہیں یہ وجہ تو نہیں کہ ؎

ہمارے نظامِ انتخابات کو صحیح بنیادوں پر استوار ہی نہیں کیا گیا

دل ہے لندن پہ فدا
جان ہے قربانِ رسولؐ

مولانا سمیع الحق | اس میں وہی پہلی بات عرض کروں گا جو میں نے امجد صاحب سے عرض کیا تھا۔ معاملہ سارا ہی ایسا ہے کہ بنیاد ہی سے خشتِ اول ٹیڑھی رکھ دی گئی ہے ؎

خشتِ اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

ہم نے اس جمہوریت کو لیا بھی تو اس شکل میں کہ وہ اپنی اصلی حالت سے بگڑی ہوئی ہے۔ لولی لنگڑی جمہوریت کے نام سے ہم آمریت کو اختیار کرتے رہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہم نے نظامِ انتخابات کو صحیح بنیادوں پر استوار ہی نہیں کیا ہمارے ہاں نظامِ انتخابات میں اُن تمام شروط وقیودات کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے جن کا لحاظ مغربی ممالک میں بھی ضروری سمجھا جاتا ہے جہاں جمہوریت کا نام لیا جاتا ہے۔ جو ممالک جمہوریت کے علمبردار ہیں وہاں بھی امیدوار کے لیے بڑی کڑی شرائط، ایک معیار اور اس کی اہلیت کو ملحوظ رکھا ہے۔ جس معاشرے میں شراب پانی کی طرح پی جاتی ہے اور اسے معیوب نہیں سمجھا جاتا مگر اس کے باوجود اگر اُن کا امیدوار ایک بڑے عہدے اور منصب کے لیے سامنے آتا ہے مگر اس پر شرابی ہونے کا جب ثبوت مل جاتا ہے تو اسے ریجیکٹ کر دیا جاتا ہے کہ یہ اہلیت ہی نہیں رکھتا۔

جاپانی وزیرِ اعظم تناکا کو طیّاروں کی خریداری کے سکینڈل میں ملوّث ہونے پر نااہل قرار دیا گیا اور جیل بھیج دیا گیا

آپ نے دیکھا کہ امریکہ کے صدر بُش نے جان ٹاور کو وزیرِ دفاع نامزد کیا مگر جب سینٹ کمیٹی میں یہ بات آئی تو انہوں نے اُسے مسترد کر دیا کہ یہ شرابی ہے۔ وہاں شراب تو پانی کی طرح پی جاتی ہے، معاشرہ میں معیوب نہیں سمجھی جاتی مگر وہاں بھی جب ایک شخص بڑے منصب کے لیے جاتا ہے تو اس کو ان چیزوں سے اجتناب برتنا پڑتا ہے۔

اور یہ بھی آپ کی معلومات میں ہو گا کہ امریکہ نے واٹر گیٹ سکینڈل میں ملوّث صدر نکسن کو صدارت سے معزول کر دیا کہ اس نے ایک فائل کی چوری کی تھی۔ موجودہ صدر بُش کا قریبی حریف جو تھا "گیری ہارڈ" اس کا نام ہے، تو اُسے اس لیے امریکہ نے مسترد کر دیا تھا کہ اس کی تصویر ایک رسالہ میں چھپی تھی ایک لڑکی کے ساتھ جو مشکوک

تھی تو وہ انتخابات ہار گیا۔

آپ نے جاپان میں دیکھا کہ پچھلے دنوں وہاں کا وزیرِ اعظم تناکا دو دفعہ منتخب ہؤا تھا، تیسری دفعہ بھر بھاری اکثریت سے منتخب ہونے والا تھا، مقبول بھی تھا۔ پتہ چلا کہ وہ طیاروں کی خریداری میں کمیشن لے رہا ہے۔ اِس جُرم میں اُس کو نہ صرف یہ کہ نااہل قرار دیا گیا بلکہ ان کو ہتھکڑیاں پہنا دی گئیں، جیل میں ڈالا گیا اور ہمیشہ کے لیے ان کو سیاست سے باہر پھینک دیا گیا۔

بہر حال میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ اس صورتِ حال میں ہمارے ہاں بھی انتخابات کے لیے کچھ معیار، کچھ قیود اور کچھ شرائط ہونی چاہئیں۔ یہ ملک تو اسلامی جمہوریہ ہے صرف جمہوریہ نہیں، یہاں اخلاقی قدروں کا لحاظ رکھنا پڑے گا۔

جب قومی سیاست کے عنوان سے کوئی بات آئے گی، ایک شخص قومی سیاست کے حوالے سے قوم کے سامنے پیش ہوگا تو اس کو ان تمام شرائط وقیودات اور اخلاقی قدروں کا لحاظ کرنا ہوگا، اُن کسوٹیوں سے پرکھنا ہوگا۔ مگر ہمارے ہاں انتخابات میں جو لوگ سامنے آتے ہیں ان کا معیار یہاں خرید وفروخت بن گیا ہے۔ اب چالیس پچاس لاکھ تک وہ انتخابی مہم پر خرچ کر دیتا ہے، تو ایسے حالات میں ایک دیندار اور شریف انسان، ایک عالمِ دین اور متوسط طبقے کے لوگ اس زبردست ہارس ٹریڈنگ میں کیسے شامل ہو سکتے ہیں۔

مُناسب نمائندگی کو اپنائے بغیر
اقلیت کی حکمرانی کو نہیں روکا جاسکتا

امجد حسین | لیکن شامل تو رہے کچھ لوگ!

مولانا سمیع الحق | تو ہم کہتے ہیں شامل نہ ہوں، قوانین کی اصلاح کر دی جائے۔

امجد حسین | دینی جماعتوں سے متعلق افراد شامل تو رہے ؟

سعود ساحر | مولانا ! بات اس میں ہے، ذرا آگے چلی ہے ؟

مولانا سمیع الحق | میرے خیال میں جن علماء نے الیکشن میں حصہ لیا ہے وہ آپ کے سامنے ایک مثال ہیں۔ اسمبلی میں دینی جماعتوں سے متعلق علماء جیسا کہ خالد حنیف صاحب نے فرمایا کہ علماء اور اُن کا کردار سامنے ہے، اور اس میں ایک تجربہ ہو گیا ہے کہ علماء بکتے اور جھکتے نہیں۔ عدم اعتماد کی تحریک میں آخر تک وہ نہ خریدے جا سکے، انہیں کسی نے چھپا کر نہیں رکھا، وہ اسلام آباد کی سڑکوں پر آزاد پھرتے رہے، ان کو کسی نے اغوا نہیں کیا نہ ان کو کسی نے نظر بند رکھنے کی ضرورت محسوس کی، کیونکہ علماء کا معیار بہت بلند ہے۔ کاش یہاں انتخابات کا ایسا نظام رائج ہو کہ اخلاقی اقدار، علم دین اور شرافت اور تدین کو معیار قرار دے دیا جائے !

سعود ساحر | مولانا ! آپ نے درست فرمایا کہ علماء کا اصل کردار ان چالیس سالوں میں اسمبلیوں میں یہ رہا ہے۔ یہ بات آپ کی درست ہے مگر آپ نے جو نظام انتخابات کی بات کی ہے ہمارے ملک میں کوئی ایسی جماعت نہیں جو یہ نہ چاہتی ہو۔ پیپلز پارٹی، جماعت اسلامی، جے یو آئی سب نے اپنے منشوروں میں متناسب نمائندگی کی بات کی ہے، مگر جب وہ اسمبلیوں میں پہنچتے ہیں تو نظام انتخابات کی اصلاح کے بجائے اپنے کاموں میں لگ جاتے ہیں، اس طرح پھر وہ اقلیت اکثریت پر مسلط ہو جاتی ہے۔ تو کیا نظام انتخاب کی اصلاح اور متناسب نمائندگی کو ایک ایشو کی طرح لے کر آپ کام کریں گے ؟

مولانا سمیع الحق | ہمیں بالآخر اسی پر آنا ہو گا۔ ہم جتنے بھی تجربے کریں گے تو اس میں ہمیں استحکام نہیں حاصل ہو گا جب تک کہ ہم بنیاد کو صحیح نہیں کریں گے ـــــ جو لوگ متناسب نمائندگی کی اہمیت کو نہیں سمجھ رہے اور

بعض لوگوں نے تو متناسب نمائندگی کا ابھی تک مطالبہ ہی نہیں کیا تھا تاہم بڑی حد تک ملک کی اہم سیاسی پارٹیوں نے اسے تسلیم کرلیا ہے اور اپنے اپنے منشوروں میں اسے درج کردیا ہے۔

بہرحال اب تو اضطرابی کیفیت ہے۔ ایک وقت انشاءاللہ ضرور ایسا بھی آئے گا کہ بالآخر ساری سیاسی جماعتیں اس پر آئیں گی اور اسی طریقِ کار کو اختیار کریں گی۔

خالد حبیب | جناب معراج خالد صاحب کا مطالبہ تو ریکارڈ پر ہے انہوں نے بھی متناسب نمائندگی کی بنیاد پر انتخابات کرانے کا مطالبہ کیا ہے۔

مولانا سمیع الحق | ان پارٹیوں کو کم از کم ایک دائرہ اصول کے تحت لانا ہوگا کہ کون سی پارٹی کیا ہے اور کیا حیثیت رکھتی ہے اور اس کی صلاحیت کیا ہے، وہ الیکشن میں حصہ لے؟ یا وہ الیکشن میں حصہ لینے کی صلاحیت نہیں رکھتی؟

سعود ساحر | مولانا! گذارش یہ ہے کہ ۷۷ء کے انتخابات میں پی پی پی، جماعت اسلامی اور دوسری بڑی پارٹیوں کے منشوروں میں متناسب نمائندگی کی بات درج تھی، مگر جب وہ اسمبلیوں میں پہنچے تو وہ اسے بطور ایشو نہ اپنا سکے۔ میرا مقصد یہ ہے کہ موجودہ الیکشن میں کیا آپ اسے بطور ایشو کے اختیار کریں گے؟

پاکستان کی مخالفت کرنے والے علماء کا مؤقف خلوص پر مبنی تھا

مولانا سمیع الحق | بالکل اسے بطورِ ایشو اختیار کرنا چاہیئے۔ جب تک بار بار اسمبلیاں بنیں گی اور ٹوٹیں گی، اقلیت اکثریت پر غالب آتی رہے گی۔ تو اگر اب تک کوتاہی ہوتی رہی ہے تو اس کو قومی مسئلہ کی حیثیت سے اسمبلی میں اٹھانا چاہیئے، الیکشن میں بھی اٹھانا چاہیئے، آئندہ انتخابات میں اس دائرے

کے اندر کام ہونا چاہیئے۔

امجد حسین | مولانا! شروع میں آپ نے فرمایا تھا کہ نظامِ حکومت صحیح نہیں ہے، اس میں التواء بھی ہوا، بات یہ ہے کہ جب پاکستان بنا تھا تو علماء حضرات نے مخالفت کی تھی، لیکن جب پاکستان بن گیا تو علماء حضرات نے نظریۂ پاکستان پر زور دیا مگر بعض علماء ایسے بھی تھے جو اس سے متفق نہیں تھے، اس لیے آج تک آئین کی اساس متعین نہ ہو سکی، شاید یہی وجہ ہے کہ سیاسی استحکام بھی حاصل نہ ہو سکا۔ اگر علماء کرام کے ذہن صاف ہوتے تو شاید یہ دقت بھی نہ ہوتی؟

مولانا سمیع الحق | کچھ علماء حضرات ایسے تھے کہ وہ تحریکِ پاکستان کی مخالفت کر رہے تھے، اُن کا اپنا مؤقف اور اپنے دلائل تھے، ان کو خدشات اور خطرات تھے، ان کا وہ اختلاف بھی خلوص پر مبنی تھا۔ لیکن اُس وقت علماء کا ایک بڑا طبقہ ایسا بھی تھا جو کھل کر قیامِ پاکستان کی جدوجہد کر رہا تھا۔ میری جماعت جمعیۃ علماء اسلام کے اوّلین بانی حضرت العلامہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ہیں اور اُن کا تحریکِ پاکستان میں بھرپور کردار ہے — مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کا تاریخی کردار ہے۔ مگر جن علماء نے تحریکِ پاکستان کی مخالفت کی تھی اور اس میں وہ مخلص تھے۔ جب پاکستان قائم ہوا تو انہوں نے اعلان کیا کہ جب کسی جگہ پر مسجد بنانے میں تنازعہ تھا اور کچھ لوگوں کو وہاں اس کے بنانے میں اختلاف تھا مگر جب بعض حضرات نے بنالی ہے تو اس کی حفاظت اور اس کا احترام مسلمانوں کا مذہبی فریضہ ہے۔ انہوں نے فرمایا پاکستان مسجد کی طرح ایک مقدس جگہ ہے اس کی حفاظت

> **دینی جماعتیں دینی نقطہ نظر سے سیاست کرتی ہیں اُن کی سیاست دین کے تابع ہے**

کی جائے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کے احترام، استحکام اور اس کی حفاظت کے لیے اور اس کو صحیح نظریات پر ڈھالنے کے لیے سب سے زیادہ جدوجہد علماء کرام نے کی، اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے تو سب سے پہلی اسمبلی میں یہ فیصلہ کن جنگ لڑی کہ یہ ملک ایک نظریاتی ریاست ہوگا۔ اُس وقت بھی لوگوں کو خدشات تھے، اعتراضات تھے، کچھ لوگ کہتے تھے کہ ترقیاں رک جائیں گی مگر مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اوّلین اسمبلی میں قراردادِ مقاصد کی صورت میں یہ مسئلہ طے کرایا، ڈیڑھ سال جنگ لڑی، مولانا نے اسمبلی میں تمام معترضین کے خدشات اور اعتراضات کے مُدلّل جوابات دیئے۔ تو اُن کی بھرپور جدّوجہد سے ۱۹۴۹ء میں قراردادِ مقاصد پاس ہوئی۔

پھر انہی علماء کرام نے ۵۲/۵۳ء میں اکٹھے ہوکر ایک واضح لائحہ عمل، بنیادی خطوط اور ملک میں نظامِ شریعت کے نفاذ کا نقشہ دیا۔ جس میں تمام مکاتبِ فکر کے علماء شریک ہوئے اور واضح کیا کہ پاکستان کی نظریاتی اساس اور سالمیت کے لیے یہ نکات ہیں، یہ ۲۲ نکات تھے۔

میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ ہماری یہ جنگ کسی سیاسی وجوہات پر مبنی نہیں نہ حالات یا وقت کی ضرورت کی بناء پر ہے اور نہ ہم کسی ایک سیاسی پارٹی سے لڑ رہے ہیں ہم تو قیامِ پاکستان کے بعد سے تاہنوز مسلسل ایک جدّوجہد میں لگے ہوئے ہیں کہ اس ملک کی سالمیت، استحکام اور بقاء تب ہے کہ اس ملک میں شریعت کا نفاذ ہو، اس میں اسلامی قانون کا نفاذ آجائے اور الحمدللہ یہ جدّوجہد ہمارا نصب العین ہے اور تاہنوز جاری ہے۔

قومی اسمبلی توڑنے میں ضد نہیں پوری قوم فریق ہے

امجد حسین | گذارش صرف اتنی ہے کہ اب تو قراردادِ مقاصد میں

کافی سال گذر گئے، پہلے وہ پری ایمبل رہا اب وہ آئین کا حصہ ہؤا۔ اب تو شریعت بل کی بات ہے، مگر اس پر بھی لوگوں نے بڑے اختلافات کیے۔ چالیس سال گذر گئے مگر ہم لوگ اپنے اختلافات ختم نہ کر سکے، اس کی کیا وجہ ہے ؟ ہم لوگوں کے ذہن صاف نہیں ہیں یا اس کی کوئی اور وجہ ہے ؟ ابھی معاملہ ایسے ہی ہے اور یہ کیفیت آپ کے سامنے ہے ؟

مولانا سمیع الحق | یہ اساس تو ہم نے قیام پاکستان سے پہلے طے کرالی تھی، لاکھوں افراد نے قربانیاں دیں، تاریخ کی طویل جنگ لڑی گئی تو یہ اسی اساس پر لڑی گئی کہ پاکستان کا مطلب لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ ہوگا۔ اگر یہ مطلب پاکستان کا نہ ہوتا تو پاکستان ہرگز ہرگز قائم نہ ہوسکتا۔ کیونکہ سیاسی اور اقتصادی امور تو ہمیں وہاں سیکولر سٹیٹ میں بھی حاصل ہو سکتے تھے۔ مگر یہاں بدقسمتی سے اساس تو سامنے رہا اقتدار پر وہ لوگ قابض ہوتے رہے جو اس بات کو آگے نہیں بڑھنے دیتے تھے۔

بہرحال ملکی اساس طے کرنے میں کبھی اختلاف نہیں ہؤا۔ قراردادِ مقاصد بالاتفاق پاس ہوئی، ۲۲ نکات پر تمام علماء کرام کا اتفاق تھا، پھر یہ قراردادِ مقاصد علماء کرام کی مشترکہ جدّ و جہد سے صدر ضیاء الحق مرحوم کے زمانے میں آئین کا بنیادی اور عملی حصہ بن گئی۔ آئین کی دفعہ ۲ کے تحت اب اسے کوئی نظرانداز نہیں کرسکتا۔ یہ ایک جدّ و جہد تھی ہماری جو مسلسل جاری تھی، اس کامیابی میں علماء کا بنیادی کردار ہے۔

پھر شریعت بل کا مرحلہ آیا۔ اب اسی آئین ہی کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے یہ جدّ و جہد کی جا رہی ہے۔ جب سینٹ یا قومی اسمبلی میں کوئی بل آتا ہے تو وہ ملکی دستور کے تقاضے کی تکمیل ہی کے لیے آتا ہے۔ دستور خود متقاضی ہے کہ یہاں قانون سازی اب شریعت کے مطابق کی جائے۔ شریعت بل کے سلسلہ میں ہم نے یہی کیا کہ اس ملک کے نظام میں اب عملی اور شریعت کے دائرے میں مؤثر

تبدیلیاں آجانی چاہئیں۔

سعود ساحر | ایک بنیادی سوال یہ ہے، ابھی آپ نے یہ فرمایا کہ علماء کی بہت جدوجہد ہے اور بلاشبہ ہے، ۲۲ نکات اور قرارداد مقاصد کی بات کی اور اس سے پہلے علماء کی دو سیاسی جماعتوں کے راہنما جو یہاں پیش ہوئے، پاکستان میں بھی مختلف سیاسی جماعتیں ہیں۔ جماعت اسلامی، جمعیۃ علماء اسلام، جمعیۃ علماء پاکستان، پھر ان میں مختلف گروپ! تو میں سوال یہ کرنا چاہتا ہوں کہ جب علماء کا باہمی اختلاف بھی نفاذ شریعت پر نہیں ہے، اکابرین پر نہیں ہے تو پھر یہ گروہ کیوں ہیں اور دینی و سیاسی جماعتیں کیوں بٹی ہوئی ہیں؟

مولانا سمیع الحق | سعود صاحب! جیسے کہ آپ نے خود تقسیم کر لی کچھ خالص سیاسی جماعتیں ہیں جو بالکل سیاست کے انداز میں سیاست کرتی ہیں مگر دینی سیاسی جماعت کا مطلب یہ ہے کہ وہ دین کے نقطۂ نظر سے سیاست کرنا چاہتی ہیں اور

> **ہم دینی سیاست کرتے ہیں ہم کسی بدی کے آلۂ کار نہیں بن سکتے**

خالص سیاسی جماعتیں جو اس ملک میں ہیں اُن کا اپنا انداز ہوتا ہے، ان کا انداز خالص مغربی سیاست کا انداز ہوتا ہے یا سیکولر انداز ہوتا ہے، وہ اپنا منشور دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں، وہ سیکولر نظام کی بات کرتی ہیں، پیپلز پارٹی ہے یا اے این پی ہے۔ مگر ہمارے علماء کرام اور دینی قوتیں جب سیاست میں آتی ہیں تو وہ صرف سیاست برائے سیاست کرنے نہیں آتیں۔ جب ہم درسگاہیں، مدرسے، مسند حدیث، قال اللہ و قال الرسولؐ کی تعلیمات سے اُٹھ کر سیاست کے خارزار میں آتے ہیں تو وہ عظیم مقصد لیے ہوئے ہیں، وہ مقصد یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے احکام کی بالادستی ہو ــــــ مگر اس عظیم مقصد کے ہوتے ہوئے بعض دینی،

سیاسی جماعتیں خالص سیکولر طرزِ سیاست اپنا لیتی ہیں اور بعض مخلصین اپنے مقصد میں مخلص ہونے کے باوجود نادانستہ اور بعض اوقات دانستہ وہی طریقہ اختیار کر لیتے ہیں جو مغربی لادین سیاسی جماعتوں کا ہوتا ہے۔ اس سے اختلاف پیدا ہو جاتا ہے کہ کون سا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے؟ اختلاف اس پر ہو جاتا ہے کہ وہ خالص دینی جماعتیں بھی نری سیاست پر آجاتی ہیں، دین نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ تاہم مقصد اور مشن کے لحاظ سے وہی جماعتیں کامیاب ہوتی ہیں، خدا و رسولؐ کے نزدیک بری الذمہ ہوتی ہیں جن کا اول و آخر ٹارگٹ اور مقصد شریعت ہوتا ہے اور اس کے حصول کا طریقہ بھی شریعت کے مطابق ہوتا ہے۔

سید امجد حسین | آپ کی اپنی جماعت میں اختلاف کیوں؟

مولانا سمیع الحق | میں یہی عرض کر رہا ہوں بلکہ اصولی طور پر ایسی ساری جماعتوں کا آپریشن کر رہا ہوں۔ سب کو اسی طرح کی صورتحال درپیش ہے جو اجمالاً میں نے عرض کر دی ہے۔ کچھ مشائخ، اکابر علماء، محدثین اور جلیل القدر اکابر یہ چاہتے کہ ہم صراطِ مستقیم پر چلیں، اولین ترجیح ہماری نظام اسلام اور شریعت ہو اور ہماری تمام ترجدّوجہد کا مقصد نفاذِ شریعت ہو۔ سیاسی جماعت کے ساتھ جوڑ ہو تو اسی بنیاد پر ہو، توڑ ہو تو اسی بنیاد پر ہو، اگر کسی کے ساتھ اتحاد بھی ہو تو اسی نکتہ پر، اور اگر کسی کے ساتھ اختلاف بھی ہے تو اسی نکتہ پر۔

امجد صاحب! بدقسمتی سے ہمارے ہاں بھی یہی صورتحال پیدا ہوئی ورنہ ہماری جماعت ایک تھی۔ حضرت مولانا مفتی محمودؒ مرحوم کے وقت حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی صاحب جماعت کے امیر تھے۔ وہی دفاتر، وہی علماء، وہی مجلس شوریٰ، وہی مراکز، سب کچھ وہی! مگر جب ایم آر ڈی کی صورتحال ہمارے سامنے آئی ہم نے شرح صدر کے ساتھ یہ محسوس کیا کہ ہم نے طویل جدّوجہد کے بعد ۱۹۷۷ء میں لاکھوں افراد کی قربانیوں،

کوششوں، جیلوں میں جانے اور شہید ہونے سے ایک نظام کو تبدیل کیا۔ ہمارے اکابر یہ سمجھتے تھے کہ ایم آر ڈی کا مقصد ہمارے نزدیک دو ٹوک یہی تھا اور پیپلز پارٹی کا مطلب بھی یہی کہ ایک خاتون کی حکمرانی۔ ہم کسی کو دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتے تھے کہ ایم آر ڈی کے ذریعہ پی پی کے علاوہ کوئی اور پارٹی بھی برسر اقتدار آئے گی۔ یہ سب واضح اور سامنے کی بات تھی کہ پیپلز پارٹی برسر اقتدار آئے گی اور اس کا قائد بھی سب کے سامنے تھا کہ وہ ایک خاتون ہوگی، اسی وجہ سے اپنے بھائیوں (متوازی دھڑے) سے اختلاف ہوا۔ ہم نے کہا کہ شریعت کے لیے جدوجہد جاری رکھنی چاہیئے اور جمہوریت بھی اگر آنی ہے تو ہم نے اس کو بھی چیک کرنا اور پرکھنا ہے کہ وہ اسلام کے نقطۂ نظر سے مفید بھی ہے یا سراسر نقصان دہ؟ اسلامی اقدار پائمال ہوں گی یا انہیں فائدہ ہوگا؟ اس وجہ سے ہمارا اختلاف پیدا ہوا۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہماری سیاست خالص دینی سیاست رہے اور ہم کسی بدی کے لیے آلۂ کار نہ بنیں؟

احتساب سے ڈرنے والوں نے اپنے جرم چھپانے کے لیے عدالت میں ہنگامہ آرائی کی

خالد حنیف | میں اپنے ناظرین کی وساطت سے سوال کرنا چاہتا ہوں کہ اگر پاکستانی سیاست کا تجزیہ کیا جائے تو اس میں کرپشن بہت زیادہ ہوگئی ہے۔ بدعنوانی، دھاندلی اور قومی خزانے کو بے تحاشا لوٹا جاتا ہے، ان کو کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا، ان کا کوئی احتساب نہیں ہوتا، ابھی آپ نے جاپان کی مثال دی۔ اب جبکہ احتساب کا عمل شروع ہے تو ہنگامہ آرائی کی جارہی ہے، عدالت پر ہلہ بول دیا گیا، کیا یہی سیاست ہے؟ جب کسی چور کا احتساب جج کرتا ہے تو اس احتساب کرنے والے جج کے سامنے عدالت کی اینٹ سے اینٹ بجادی جاتی ہے، فرنیچر توڑ دیا جاتا ہے!

مولانا سمیع الحق | اسلام نے ابتدا ہی سے دنیا کو خلافتِ راشدہ کا نظامِ حکومت دیا۔ اُس وقت بھی احتساب کے عمل کو نظر انداز نہیں کیا گیا، ساری صورتِ حال کو کنٹرول کرنے کے لیے ایک مستقل نظامِ احتساب رائج کیا گیا۔ آپ خود دیکھیں امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک آدمی کھڑا ہو کر پوچھتا ہے کہ آپ کے پاس دو چادریں کہاں سے آئیں؟ یہ تھا احتساب بھرے مجمع میں! خلفاءؓ خود ایسے حالات پیدا کرتے تھے کہ انفرادی اور اجتماعی احتساب ہو۔ اگر محاسبہ نہ ہو تو سارا ڈھانچہ تباہ ہو جاتا ہے۔

اب جب احتساب کی بات کی جاتی ہے تو میں کہتا ہوں کہ چالیس سال کا احتساب ہونا چاہیے۔ اور یہاں ایک بات اور بھی ہے کہ جب کوئی اقتدار سے معزول ہو جاتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اس کا احتساب ہونا چاہیے! اصولاً تو احتساب کا عمل ہر حالت میں جاری رہنا چاہیے۔ اگر کوئی کرسیٔ صدارت پر ہے، وزارت میں ہے، حزبِ اختلاف میں ہے، احتساب سے کسی کو بھی بالاتر نہیں ہونا چاہیے۔ انہوں نے دستور میں کچھ چیزیں تو دیں مگر صدر اور وزیرِ اعظم کو محاسبہ سے بالا رکھا۔ ہم نے شریعت بل میں اس بات پر بھی زور دیا ہے کہ احتساب میں صدر اور وزیرِ اعظم، گورنر اور وزیرِ اعلیٰ کو بھی شامل رکھیں۔ یہ نہیں کہ وہ ہمارے ملک کو لُوٹ لیں اور جب کرسی سے اُتار دیا جائے تو پھر محاسبہ ہو۔

خالد حنیف | آپ ہائی کورٹ کی حالیہ ہنگامہ آرائی کے بارے میں کیا کہتے ہیں کہ یہی سیاستدانوں کا عمل ہے؟

مولانا سمیع الحق | میں عرض کر رہا ہوں کہ اگر یہ ہنگامہ آرائی اس بات کی وجہ سے ہے کہ کیوں احتساب کیا جا رہا ہے تو یہ بہت بڑی زیادتی ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ وہ خود ڈر رہے ہیں احتساب کے عمل سے، ان کو تو ہر حالت میں

پیش ہونا چاہیے تھا اور عدالت کو تحفظ دینا چاہیے تھا۔ اور اب یہ کہا جاتا ہے کہ سب کا احتساب کیوں نہیں ہوتا ہے! تو میں کہتا ہوں کہ فرض کریں کہ اسلام آباد میں چالیس چور ہیں، ان میں سے کچھ ہاتھ آگئے اور انہیں عدالت لے جارہے ہیں، تو یہ کہا جائے کہ جب تک سارے چور ہاتھ نہیں آتے احتساب روک دیا جائے۔ تو میں کہتا ہوں کہ ان کو احتساب کرنا چاہیے تھا، اگر کچھ ہاتھ آگئے ہیں تو اس کو بھی غنیمت سمجھنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے —— جب وہ بیس ماہ میں احتساب نہ کرسکے تو اس میں جرم کس کا ہے؟ ان سے پوچھنا چاہیے تھا کہ اللہ نے آپ کو موقع دیا تھا، اقتدار دیا تھا، احتساب نہیں کیا تو یہ ان کا ایک اور جرم تھا، اس کا بھی احتساب ہونا چاہیے تھا۔ انہیں چاہیے تھا کہ جو کوئی لوٹ کھسوٹ کر رہے ہیں، بدعنوانیاں کر رہے ہیں اُن کا احتساب کرنا چاہیے تھا مگر انہوں نے احتساب اس لیے نہیں کیا کہ پھر ہم لوٹ کھسوٹ نہیں کرسکیں گے، ہم پر اُنگلی اٹھائی جائے گی۔

رہی بات عدلیہ کی بے حُرمتی کی! تو میں کہہ رہا ہوں کہ جنہیں جمہوریت پر پورا یقین نہیں ہے، جمہوری اداروں پر یقین نہیں، انہوں نے منتخب سینٹ کے ساتھ کیا کیا؟ اس کو کرش کرنا چاہا، جس شاخ پہ بیٹھے تھے اُسی درخت کی جڑوں کو کاٹ رہے تھے۔ پھر صوبوں کے ساتھ کیا کیا؟ بلوچستان اسمبلی توڑ دی، تو پھر ان سے کیا بعید ہے کہ وہ ملک کے عدالتی نظام کو بھی وہی حیثیت نہ دیں! عدالتوں کے وقار کو مجروح کرنا یہ بالفعل اعترافِ جُرم ہے اور اتنی شرمناک فسطائیت کا مظاہرہ کیا ہے کہ فاشزم میں تو ایسا ہو سکتا ہے جمہوریت میں نہیں۔

سعود ساحر | یہ جو احتساب کی بات آپ کر رہے ہیں، ایک تو سیاستدان ہیں جن کو حکومت ٹربیونل میں بھیج رہی ہے اور ریفرنس پیش کر رہی ہے لیکن کوئی سیاستدان بیورو کریٹس کے بغیر بدعنوانی نہیں کرسکتا بلکہ یہ اس کے لیے

ممکن ہی نہیں، تو کیا نوکرشاہی کا احتساب نہیں ہونا چاہیئے؟ جن کے دستخطوں سے یہ بدعنوانیاں ہوئی ہیں۔ تو یہ عمل بیوروکریسی تک کیوں نہیں بڑھایا جاتا؟

مولانا سمیع الحق | بنیادی طور پر میں نے یہی عرض کیا کہ اسلام میں احتساب کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ ایک منتخب صدر بھی، وزیرِاعظم اور گورنر کوئی بھی اس سے مستثنیٰ نہیں۔ بیوروکریٹس تو کیا ملک کا کوئی فرد چھوٹا ہو یا بڑا، راعی ہو رعایا، کوئی بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ــ اب آپ کہہ سکتے ہیں کہ بیوروکریٹس تو مجبور ہوتے ہیں! میں آپ کی اس رائے سے اتفاق کرتا ہوں، اس لیے کہ اگر وہ انکار کرتے تو ایک یا دو دفعہ اُن کو آزمائش سے گذرنا پڑتا اور احتساب سے بچ جاتے۔ مگر جنہوں نے سیاستدانوں کا ہاتھ بٹایا ہے، راہنمائی کی ہے اُن کا بھی احتساب ہونا چاہیئے۔ مگر اصل سرچشمہ حکمران ہیں۔ اگر وہ ایک بار احتساب کی حقیقت جان لیں تو پھر اپنے ماتحتوں سے غلط کام نہیں کرواسکیں گے۔

سعود ساحر | میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ بدعنوان لوگ جن کے خلاف ریفرنس پیش کیے جا رہے ہیں، اگر ان کا کوئی ساتھی، چالیس چوروں کا شاہوں کے ساتھ مل جائے تو اس کے خلاف بھی ریفرنس ہونا چاہیئے حالانکہ اس کو بالکل پارسائی کی سند عطا کر دی جاتی ہے، اس پر بھی آپ غور فرمائیں!

مولانا سمیع الحق | جی ہاں! کوئی استثنیٰ نہیں ہونا چاہیئے۔ اس طرح تو خرابی کی اصلاح ہوگی ہی نہیں، باہر مرہم لگانے سے کام نہیں چل سکتا۔

سوال | ایک تاثر یہ بھی ہے کہ احتساب کو خاص مقصد کے لیے کیا گیا، اس میں عجلت کی گئی تاکہ انتخابی عمل میں کچھ سیاستدان باہر رکھے جائیں؟

مولانا سمیع الحق | میرے خیال میں یہ جو احتساب ہے عجلت میں نہیں یہ تو بہت سست ہے۔ احتساب تو اس سے بھی بہت شدید اور

سخت اور مؤثر ہونا چاہیئے۔ کاش کہ یہ سارا احتساب کا عمل ہم انتخابات سے قبل مکمل کر چکے ہوتے۔ یہ کیا ہؤا کہ ایک عدالت پر حملہ ہؤا تو اُس نے سماعت ۹ تاریخ تک ملتوی کر دی اور سختی فوری تاریخ دینی چاہیئے تھی۔

سوال | یہ کیسے ممکن تھا پھر احتساب تو سب کا ہونا چاہیئے تھا؟

مولانا سمیع الحق | اگر چند افراد کا احتساب بھی عبرت کے لیے صحیح طریقے سے ہو جائے تو اس سے بھی کافی اثر پڑے گا۔ کچھ تو نمونے عبرت کے لیے سامنے آ جاتے۔ تاریخوں کے چکر سے مقصد کو نہیں پہنچ سکتے۔

مفاد پرست طبقات شریعت بل کو متنازعہ بنانا چاہتے ہیں

سوال | مولانا صاحب! یہ بتایئے کہ شریعت بل جس کے آپ بانی ہیں۔ ہمارے چند شہروں میں تعلیم یافتہ الٹرا ماڈرن خواتین نے بہت زیادہ ہی جلوس نکالے جبکہ نوّے فیصد خواتین ہماری مائیں بہنیں دیکھ رہی ہیں، اس وقت بھی جو دفتروں میں کام کرتی ہیں یا دیہاتوں میں رہتی ہیں اُنھوں نے تو جلوس نہیں نکالے۔ آپ یہ بتایئے کہ شریعت بل واقعی ان کو برقعے پہنا کر کمروں میں بند رکھنا چاہتا ہے، یا یہ کہ ہماری مائیں بہنیں دفتروں میں اور سفروں میں جا کر ضروریاتِ زندگی پوری کر سکتی ہیں اور قومی زندگی میں یہ اپنا کردار ادا کر سکتی ہیں؟

مولانا سمیع الحق | جناب خالد حنیف صاحب! کئی سالوں سے شریعت بل کا مسئلہ جب اٹھا تو کچھ لوگ جو در اصل اسلام سے اور اسلام کے قوانین اور قیود و حدود سے بھاگنا چاہتے ہیں، جو طالع آزما اور مفاد پرست طبقات ہیں وہ بلا وجہ شریعت بل کی بات کو متنازعہ بنانا چاہتے ہیں اور پھر مختلف طبقات

کو ورغلایا جارہا ہے، لوگوں کو ڈرایا دھمکایا جارہا ہے کہ اگر شریعت آئی تو یہ نقصان ہوگا، یہ حقوق غصب ہوجائیں گے۔ خواتین بے چاری موجودہ نظام میں ایک مظلوم طبقہ ہے اور ان کے تمام حقوق اس نظام میں غصب ہو چکے ہیں۔ ان ماڈرن خواتین میں سے کچھ آزادی پسند خواتین ہیں جو اسلام کے نظام عصمت وعفت اور حیاء کو تسلیم نہیں کرتیں، ایسی خواتین کو استعمال کیا گیا۔ انہوں نے سادہ لوح خواتین کو ورغلانے کی کوشش کی۔ جبکہ شریعت بل میں خواتین کا یا مختلف طبقات کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔ اس میں تو ایک اصولی بات ہے کہ اس ملک کا سپریم لاء قرآن وسُنّت اور اس پر مبنی احکام ہوں گے۔ جب قرآن وسُنّت کے احکام آتے ہیں تو اس میں تمام شعبے آجاتے ہیں، مردوں کے حقوق بھی خواتین کے حقوق بھی، مزدوروں کے حقوق بھی اور حکمرانوں کے حقوق بھی۔

اسلام سے زیادہ خواتین
کو عزت وعصمت
کوئی ازم یا نظام نہیں دیتا

سوال نہیں مولانا صاحب! یہ خواتین جو دفتروں میں کام کرتی ہیں کیا شریعت بل ان خواتین کو بند کردے گا؟

مولانا سمیع الحق میں اصولی بات عرض کررہا ہوں کہ شریعت بل جب آئے گا تو عورتوں کو ان کے وہ حقوق مکمل دیئے جائیں گے جو شریعت نے خواتین کو دیئے ہیں۔ شریعت نے عورتوں کو جو حقوق دیئے ہیں وہ کسی نظریہ اور کسی بھی ازم نے نہیں دیئے۔ خواتین کو اسلام جتنا تقدس اور عفت دیتا ہے کوئی ازم نہیں دیتا، اس وقت حقوق غصب ہیں۔

سوال نہیں نہیں مولانا! عورت سربراہِ مملکت بن سکتی ہے یا نہیں؟

یہ پوچھتا ہوں؟

مولانا سمیع الحق بھائی! خلط مبحث نہیں ہونا چاہیئے، اس نکتہ پر بھی آجائیں گے، بحث کریں گے۔ ہمارے ملک میں ۹۵ فیصد خواتین عصمت اور عفت کو پسند کرتی ہیں اور اسلام پر مرمٹنے والی خواتین ہیں اور وہ خود کو اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی غلام سمجھتی ہیں اور اس پر فخر کرتی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس بات پر ریفرنڈم ہوجائے تو مردوں سے زیادہ عورتیں جوش وخروش کے ساتھ اسلام کے حق میں آگے آئیں گی۔

خالد حنیف ان کو حقوق ملیں گے یا زبانی بات ہوگی؟

مولانا سمیع الحق ان کو حقوق ملیں گے مگر ان پر ان کی حیثیت سے بڑھ کر ذمہ داری نہیں ہوگی، گھریلو نظام مستحکم ہوگا، ان کی چادر اور چار دیواری کا تحفظ ہوگا۔ اور اسلام نے فرائض مردوں کے ذمہ لگائے ہیں اور حقوق عورتوں کو دیئے ہیں، اسلام سب کی حفاظت کرتا ہے۔ یہ ہمیشہ گڑبڑ ہوجاتی ہے۔ خواتین کو کہہ دیا جاتا ہے کہ آپ کو یہ حق نہیں دیا گیا حالانکہ وہ حق نہیں ہوتا بوجھ ہوتا ہے جس کو ڈیوٹی کہا جاتا ہے، فرائض منصبی جسے کہتے ہیں اسلام ایسے بوجھ اور ایسے فرائض سے عورتوں کو محفوظ رکھتا ہے۔ پھر عورتیں پریشان ہوتی ہیں کہ مرد جب اتنا بوجھ اٹھاتے ہیں تو ہم کیوں نہیں اٹھاسکتیں۔ اسلام کہتا ہے کہ تم کمزور ہو، اگر زیادہ بوجھ لادا گیا تو وہ ظلم ہوگا تم پر اور یہ دائرہ کار تم پر دس من کا بوجھ لادتا ہے ـــ اب حقوق اور فرائض کے اختلاط کی وجہ سے الجھن پیدا ہوتی ہے۔ یہ چند خواتین جو چیختی چلاتی ہیں

خود کسی دوسری عورت کی سوکن بننے والی دوسری شادی کی مخالفت کرتی ہے

ہرگز اُن غالب اکثریت خواتین کی نمائندہ نہیں ہیں جو صدقِ دل سے قرآن و سُنّت اور شریعت بل کا نفاذ چاہتی ہیں۔ مثلاً لاہور میں چند خواتین نے شریعت بل کے خلاف جلوس نکالا تو اُن کے مقابل خواتین کی تیس ۳۰ جماعتوں اور مختلف تنظیموں نے متحدہ شریعت محاذ بنایا اور لاہور میں میرے ساتھ الحمراء سے ہزاروں کی تعداد میں خواتین سیپارے اور قرآن مجید ہاتھوں میں لے کر اسمبلی ہال تک گئیں کہ ہم اسلام پر سب کچھ قربان کرنا چاہتی ہیں ـــــ اور یہ خواتین جو چیختی چلاتی ہیں انہوں نے خود خواتین کے حقوق پر ڈاکہ ڈالا ہوتا ہے۔

خالد حنیف | وہ کیسے؟

مولانا سمیع الحق | وہ ایسے کہ مثلاً یہ کہتی ہیں کہ مرد کے لیے کیوں دوسری شادی کی اجازت ہے؟ مگر خود چیخنے چلانے والی عورتیں دوسری بیوی بنی ہوئی ہوتی ہیں۔ پاکدامن مظلوم اور شریف النفس خواتین پر یہ خود سوکنیں بنی ہوئی ہیں۔ آپ سروے کرائیں، ہماری ماڈرن خواتین جو بھی حقوق کے لیے شور مچاتی ہیں اُن کے ہاتھوں گھروں میں اُن کی سوکنیں مظلوم پڑی ہوئی ہیں اور یہ بیگم صاحبہ شمع محفل بنی ہوئی ہیں، مردوں کے ساتھ گھومتی پھرتی ہیں اور جن کے حقوق پر ڈاکہ ڈالا ہوتا ہے وہ بیچاری سسک سسک کر زندگی گذارتی ہیں۔

امجد حسین | شریعت بل سینٹ نے پاس کر دیا، اسمبلی توڑ دی گئی۔ اب آپ کا بہت زور و شور سے مطالبہ تھا کہ اس کو فوری طور پر نافذ کیا جائے تو کیا رکاوٹ ہے آپ کے سامنے؟ کیوں شریعت بل نافذ نہیں ہوا؟ جو ایجی ٹیشن آپ کر رہے تھے اسمبلی ختم ہوئی تو وہ بھی ختم ہو گئی، اس کی کیا وجہ ہے؟

مولانا سمیع الحق | آپ مجھے ذرا چند منٹ دے دیں۔ جہاں تک قومی اسمبلی توڑنے کا سوال ہے تو یہ ایک ایسا مسئلہ تھا کہ پارلیمنٹ کے اندر بھی جو

جائز ہوتا، تو اس میں ایک شرعی صورتحال ہمارے سامنے آئی کہ اس نے اپنا لیڈر ایک خاتون کو منتخب کیا مگر ہم نے روزِ اول سے ہی قومی اسمبلی کے اس خاتون پارلیمانی لیڈر کو مسترد کر دیا کیونکہ اسلام میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔ ایک تو ہمارا یہ حق بنتا تھا کہ شرعی طور پر ہم ایک چیز کو غلط سمجھتے تھے تو اس کو واضح طور پر قوم کے سامنے رکھتے پھر اسی اسمبلی میں ۲۰ ماہ میں جو صورتِ حال سامنے آئی، جو بے چینی، جو اضطراب اور جو غیر یقینی صورتحال ملک میں رہی، جو ظلم و ستم جو لوٹ کھسوٹ رہی جو صوبوں کے ساتھ محاذ آرائی رہی، پھر ان لوگوں نے کھلم کھلا شریعت بل کی مخالفت کی، شریعت بل کے مقابلہ میں اعلانِ جنگ کیا، یہ ایک بڑا المیہ ہے۔ شریعت بل جب اس مرحلے پر آیا کہ پوری قوم الحمدللہ سیاسی اور دینی جماعتیں اس پر متفق ہوگئیں اور افہام و تفہیم کے ذریعہ ہم نے سب کو اکٹھا کیا۔ احقر کی دعوت پر چالیس پارٹیز نے راولپنڈی میں آل پارٹیز شریعت کانفرنس میں شرکت کی۔ جب پوری قوم ایک طرف تھی تو برسرِ اقتدار طبقہ نے اسلامی قوانین اور شریعت کا مذاق اڑایا، اس کو نامناسب قانون کہا۔ حدود کو اور اسلامی قوانین کو بہیمانہ اور وحشیانہ کہا گیا۔ پھر ان کے وزراء نے شریعت بل کے خلاف پوری کمپین چلائی کہ ہم اس کے خلاف ہیں۔ یہ صورتِ حال یوں جاری تھی کہ قومی اسمبلی کے توڑنے کا مرحلہ آ گیا۔ جہاں تک اسمبلی توڑنے کا سوال ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ صدر اس میں فریق ہی نہیں، صدر کو ایک حق حاصل تھا۔ آئین میں لکھا ہے کہ ”ذاتی اطمینان حاصل ہونے کے بعد“ اگر قوم نے نہ بھی کہا ہوتا پھر بھی صدر کو اسمبلی توڑنے کا حق حاصل ہے۔ لیکن یہاں تو پوری قوم نے مطالبہ کیا، قوم

ہماری نفاذِ شریعت کی تحریک کی وجہ سے پارلیمنٹ کے اردگرد جنگلے لگ گئے

فریق بن گئی، آپ حضرات خود صحافی ہیں، آپ سلطانی گواہ ہیں، آپ سے زیادہ کون جانتا ہے؟

امجد حسین ہم گواہ ہیں سُلطانی گواہ نہیں!

مولانا سمیع الحق مطلب یہ ہے کہ آپ خوب واقف ہیں، صفحوں کے صفحے اخبارات کے بھرے تھے۔ یہ لُوٹ کھسوٹ، قتل و قتال، سندھ میں فسادات' یہاں تک کہ قوم نے خود مارشل لاء کے نعرے شروع کیے، اگر مزید حکومت ہوتی تو لوگ سڑکوں پر نکل آتے۔

سوال مولانا! وقت ذرا کم ہے، مَیں عرض کر رہا تھا کہ اس وقت کیا رکاوٹ ہے؟

مولانا سمیع الحق ایک تو مجھے خوشی ہوئی، اسمبلی کے توڑنے سے دو روز قبل مجھے معلوم ہُوا مگر دوسری طرف میری نفاذِ شریعت کے لیے کمپین اور تحریک اس حد تک آگے آگئی تھی کہ میں نہیں چاہتا تھا اسمبلی اس وقت ٹوٹے۔ مجھے دو تین روز پہلے پتہ چلا کہ اسمبلی توڑی جانے والی ہے تو جمعہ کی شام کو راولپنڈی آیا اور مَیں نے صدر صاحب سے خواہش ظاہر کی کہ مجھے وہ کل ملاقات کا وقت دیں، تو ہفتہ کے روز مَیں نے صدر سے ملاقات کر کے تفصیلی بات کی، اور عرض کیا کہ یہ درست ہے کہ حکومت نے جمہوریت کا مذاق اڑایا ہے، بحران ہے مگر کل پرسوں ہمارا شریعت بل اسمبلی میں پیش ہونے والا ہے، تو آپ ہمیں چند یوم موقع دیں کہ ہم اسمبلی کے فلور پر اس معاملہ کو اُٹھائیں، اگر انہوں نے مسترد کر دیا تو قوم کے سامنے ان کی حقیقت مزید واضح ہو جائے گی، بھیانک چہرہ اور بھی سامنے آجائے گا لیکن اسمبلی توڑنے سے ہماری وہ تحریک جو کامیاب ہو چکی ہے پیچھے ہٹ جائے گی۔ میری بہرحال اُس وقت عجیب کیفیت تھی۔ ایک تو نسوانی قیادت سے نجات

کی خوشی دوسری طرف شریعت بل کی تعویق و التواء کا غم۔

امجد حسین | مولانا! قطع کلامی معاف فرمائیں، بات یہ ہے کہ آپ نے چار سال گذارے، شریعت بل سینٹ میں پڑا رہا مگر اس دور میں اس کی منظوری نہ ہو سکی اور ضیاء الحق مرحوم کے زمانہ میں یہ آرڈیننس سے نافذ ہو سکتا تھا اس وقت آپ خاموش رہے؟

مولانا سمیع الحق | یہ حقیقت کو مسخ کرنے والی بات ہے۔ بات یہ ہے کہ ہم نے صدر ضیاء الحق مرحوم کے زمانہ میں بھی تحریک چلائی تھی اور یہ اس کی واحد مثال ہے کہ ہم نے لاکھوں افراد کے ذریعہ پارلیمنٹ کا محاصرہ کیا، اور یہ جنگلے جو آج لگے ہوئے ہیں یہ ہماری وجہ سے لگے ہیں، آج پوری پارلیمنٹ کٹہرے میں ہے کہ اس کا محاسبہ ہی نہ ہو۔ پھر صدر ضیاء الحق جب سال کے آغاز میں پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کے لیے آرہے تھے اور موجودہ صدر غلام اسحٰق خان بھی ان کے ہمراہ تھے، وہ اُس وقت سینٹ کے چیئرمین تھے اور فوجی جرنیل بھی سارے تھے۔ ہم نے اُن کا بھی محاصرہ کیا اسمبلی کے دروازے پر، اور میں نے کہا کہ آپ شریعت بل کی بات کریں، آپ کو شریعت نافذ کرنی ہو گی ورنہ ہماری لاشوں پر سے گذرنا ہو گا۔ انہوں نے کہا میں اسمبلی میں جا کر آپ کے جذبات کی ترجمانی کروں گا۔

تو پھر سابق وزیر اعظم جونیجو سے بھی ہمارا معرکہ جاری رہا۔ ہم نے بحمد اللہ تعالیٰ کوئی کوتاہی نہیں کی، ایک مسلسل جد و جہد جاری رکھی، اب خدا کے فضل سے جب منزل قریب آگئی، بدقسمتی سے ؎

دو چار ہاتھ جب کہ لب بام رہ گیا

سوال | صدر کے آرڈیننس سے بھی تو آپ کا بل منظور ہو سکتا ہے تو

پھر یہ منظور کیوں نہیں ہوا؟

مولانا سمیع الحق | ہم ان سے جھگڑا نہیں کرتے، ان کا کام تو صرف الیکشن کرانا ہے کیئر ٹیکر حکومت کا نظام بدلنا نہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ایک جمہوری فلور پر عوام کے ذریعہ دستوری طریقہ پر شریعت بل پاس ہو — اس حد تک عوامی مینڈیٹ اس بل کو حاصل ہو چکی ہے کہ سینٹ سے منظور ہو گیا ہے، گویا پوری قوم نے اس کی منظوری دے دی ہے۔ گویا ایوانِ بالا متناسب نمائندگی ہوتا ہے۔ تو گویا چاروں صوبوں نے متفقہ طور پر اس کی تائید کر دی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ قومی اسمبلی سے بھی اس کو منظور کرا لیا جائے۔ ہمیں امید ہے کہ جب قومی اسمبلی بنے گی تو یہ بل منظور ہو گا — آرڈیننس کے ذریعہ آنے والی چیز مستحکم نہیں ہوتی۔ صدر ضیاء الحق نے شریعت آرڈیننس نافذ کیا تھا مگر اس کو پی پی کی حکومت نے ختم کرا دیا۔ میں نے سینٹ میں یہ مسئلہ اٹھایا تھا مگر اس وقت کے وزیر قانون افتخار گیلانی اُٹھے اور کہا کہ مولانا بے جا واویلا مچا رہے ہیں، اور اس کو ختم کرا دیا۔ اب اگر صدر آرڈیننس کے ذریعہ بل منظور بھی کر لیتے ہیں اور خدانخواستہ الیکشن ملتوی ہو جاتے ہیں تو تین ماہ کے بعد اس آرڈیننس کی حیثیت ختم ہو جائے گی تو وہ ساری محنت رائیگاں جائے گی۔

اب آخر میں آپ حضرات کے ذریعے میری پوری قوم سے یہ گذارش ہے کہ یہ الیکشن کا جو مرحلہ آیا ہے اس میں ایک تو وہ اچھے اور دیندار لوگوں کو سامنے لانے کی کوشش کریں تاکہ کچھ تبدیلیاں تو اسمبلی میں آ جائیں۔ اور ایک یہ کہ اس شریعت بل کے مسئلہ کو الیکشن کا ایشو بنا دیں، محور بنا دیں، جو بھی ان کے پاس ووٹ لینے آئے تو اس سے معاہدہ لکھوائیں، حلف لیں کہ آپ جاتے ہی اسمبلی میں شریعت بل کی بات کریں گے۔

مولانا سمیع الحق | ابھی الیکشن کمپین شروع ہے، آپ کی بات درست ہے اور انشاءاللہ العزیز شریعت بل ایشو بنے گا، ممبرانِ اسمبلی کو ووٹ دیتے وقت یہ وعدہ ان سے لینا چاہیئے کہ جب آپ اسمبلی میں جائیں گے تو شریعت بل کے نفاذ کی کوشش کریں گے۔

امجد حسین | مولانا صاحب! یہ موضوع تو بہت وسیع ہے اور آپ ماشاءاللہ اس پر گھنٹوں بول سکتے ہیں، مجھے خوب معلوم ہے، لیکن ہمیں بھی تھوڑی سی پابندی ہے وقت کی، بہت بہت شکریہ آپ کا اور حنیف خالد صاحب، سعود صاحب اور سب کا شکریہ!



متحدہ علماء کونسل نے وفاقی حکومت کی پالیسیوں کے خلاف تحریک چلانے کا فیصلہ کر لیا

لاہور میں ۱۵ جون کو جلسۂ عام سے عوامی رابطہ مہم کا آغاز ہوگا، عورت کی حکمرانی سے نجات کیلئے کونسل سے تعاون کی اپیل، سینٹ میں زیرِ غور شریعت بل منظور کرنے کا مطالبہ

ملک کو روس اور بھارت کی پالیسیوں کے تابع کرنے پر اظہارِ تشویش۔
جہادِ افغانستان کے ساتھ کھلی غداری کی جا رہی ہے
قادیانیوں کو اہم عہدے دینے کی مذمت۔ (کونسل کی قراردادیں)

کراچی (اسٹاف رپورٹر) متحدہ علماء کونسل پاکستان نے موجودہ وفاقی حکومت اور اس کی پالیسیوں کو اسلامی اصولوں اور قومی تقاضوں کے منافی قرار دیتے ہوئے اس کے خلاف عوامی تحریک منظم کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور اس مقصد کے لئے 15 جون کو باغ بیرون موچی دروازہ لاہور میں ایک جلسہ عام منعقد کر کے رابطہ عوام مہم شروع کرنے کا اعلان کیا ہے جس سے مرکزی قائدین خطاب کریں گے۔ اس کا اعلان کونسل کے سیکرٹری جنرل سینیٹر مولانا سمیع الحق اور صاحبزادہ فضل کریم نے ہفتہ کی شام کو کونسل کے مرکزی دفتر میں مولانا معین الدین لکھوی کی زیرِ صدارت منعقد ہونے والے سپریم کونسل کے اجلاس کے بعد اخباری نمائندوں کے سامنے کیا۔ اجلاس میں سینیٹ میں زیرِ بحث شریعت بل، آزاد کشمیر اسمبلی کے منظور کردہ شریعت بل اور پنجاب حکومت کی طرف سے اسلامائزیشن کے سلسلہ میں کیے گئے حالیہ اقدامات کا جائزہ لیا گیا اور آزاد کشمیر اور پنجاب کی حکومتوں کے اقدامات کا خیر مقدم کرتے ہوئے مولانا مفتی ظفر علی نعمانی، مولانا مفتی مختار احمد نعیمی، مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی، مولانا صاحبزادہ حاجی فضل کریم، مولانا عبدالمالک، مولانا معین الدین لکھوی اور مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی پر مشتمل سات رکنی کمیٹی قائم کی گئی جو ان تینوں امور کا تفصیلی جائزہ لے کر رپورٹ مرتب کرے گی۔ اجلاس میں ایک قرارداد کے ذریعہ سینیٹ کے ارکان سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ شریعت بل کو بلا تاخیر منظور کریں اور ملک میں اسلامی قوانین کی بالادستی کے لئے عملی پیش رفت کریں۔ قرارداد میں آزاد کشمیر اور پنجاب کی حکومتوں سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ اسلامائزیشن کے سلسلہ میں اپنے اقدامات پر عملدر آمد کا اہتمام کریں، سپریم کونسل نے خبردار کیا ہے کہ اگر ان اقدامات پر عملدر آمد کی سنجیدہ کوشش نہ کی گئی تو اس کے منفی نتائج بر آمد ہوں گے۔ متحدہ علماء کونسل کی طرف سے اس رویہ کے خلاف بھی جدوجہد کی جائے گی۔ اجلاس میں ایک اور قرارداد کے ذریعہ وفاقی حکومت کی پالیسیوں کو اسلامی اصولوں اور قومی تقاضوں کے یکسر منافی قرار دیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ ایک خاتون کو غیر شرعی طور پر حکمران بنانے کے بعد اسلامی حدود، دیت، شہادت اور دیگر مسائل کے حوالے سے مسلمہ شرعی احکام کے خلاف سرکاری طور پر مسلسل پراپیگنڈہ مہم چلائی جا رہی ہے اور وزیرِ اعظم سمیت متعدد وفاقی وزراء مذہب کو خدا اور بندے کا ذاتی معاملہ قرار دے کر سیکولرازم کا پرچار کر رہے ہیں جو نہ صرف نظریہ پاکستان بلکہ دستور پاکستان کی بنیادی دفعات سے بھی متصادم ہے اس کے علاوہ ملک کو روس اور بھارت کی پالیسیوں کے تابع کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور آئی ایس آئی جیسے حساس اداروں کے خلاف معاندانہ کارروائیاں کر کے ملک کے وفاقی تقاضوں سے انحراف کیا جا رہا ہے نیز افغان مجاہدین کے بارے میں

گزشتہ گیارہ سالہ پالیسی کے تسلسل کو ختم کر کے جہاد افغانستان کے ساتھ کھلم کھلا غداری کا ارتکاب کیا جارہا ہے اور اس طرح ایک جیتی ہوئی جنگ کو سازشوں کے ذریعہ ہرا کر بھارت' روس' امریکہ اور اسرائیل کے عزائم کی تکمیل کی جارہی ہے ان حالات میں یہ ضروری ہو گیا ہے کہ ملک کے دینی حلقے اپنا دینی اور قومی کردار ادا کرنے کے لئے آگے بڑھیں اور ایک بھرپور عوامی جدوجہد کے ذریعہ موجودہ حکمرانوں کو اپنی پالیسیاں تبدیل کرنے یا اقتدار سے الگ ہو جانے پر مجبور کر دیں۔ اجلاس میں سپریم کونسل کا آئندہ اجلاس 14 رجون کو لاہور میں منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا جس میں مستقل تنظیم کے قیام دستوری کمیٹی کی رپورٹ پر غور کیا جائے گا۔ اجلاس میں سندھ کی صورتحال پر بھی تفصیلی گفتگو کی گئی اور پڑعیدن ضلع نواب شاہ کے ممتاز عالم دین مولانا تاج الدین بسمل سمیت متعدد شہریوں کے المناک قتل پر شدید غم و غصہ کا اظہار کرتے ہوئے ان کے لئے دعائے مغفرت کی گئی اور حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ قاتلوں اور تخریب کاروں کے خلاف سخت ترین کارروائی کی جائے۔ اجلاس میں خان عبدالولی خان کی طرف سے جہاد افغانستان کے خلاف بیان بازی کی مہم کی شدید مذمت کرتے ہوئے ایک قرارداد میں کہا گیا ہے کہ اس مذموم بیان بازی کے ذریعہ عبدالولی خان روس اور بھارت کے ایجنٹ کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ چودہ لاکھ افغانوں کے قتل عام کے ذمہ دار روسی لیڈر گورباچوف کو امن ایوارڈ دے کر عبدالولی خان نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ پاکستان میں بیٹھ کر روسی مفادات کی ترجمانی کر رہے ہیں۔ سپریم کونسل نے ایک اور قرارداد میں قادیانیوں کو مختلف اہم مناصب پر از سر نو فائز کرنے کی پالیسی کو انتہائی تشویشناک قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اقوام متحدہ میں پاکستان کی نمائندگی' پاکستان کے ڈپٹی اٹارنی جنرل اور اسٹینڈنگ کونسل کے عہدے قادیانیوں کو دیئے جارہے ہیں جو انتہائی قابل مذمت اقدام ہے۔ علاوہ ازیں سندھ کے قادیانی چیف سیکرٹری کو وعدے کے باوجود ابھی تک نہیں ہٹایا گیا اور یہودی سازش کے تحت نوبل انعام پانے والے عالمی شہرت کے حامل قادیانی سائنسدان عبدالسلام کو ملک میں واپس لا کر ایٹمی توانائی کے شعبے پر اسے مسلط کرنے کی سازش کی جارہی ہے جس کی موجودگی میں ایٹمی معاملات میں پیش رفت نہیں ہو سکی تھی اور نہ ہی میزائل وغیرہ کی تیاری ممکن ہو سکی۔ قرارداد میں خبردار کیا گیا ہے کہ وفاقی اور سول شعبوں میں قادیانی افسران کا تسلط کسی صورت میں برداشت نہیں کیا جائے گا۔ سپریم کونسل کی ایک اور قرارداد میں مرکزی زکوٰۃ کونسل کی طرف سے زکوٰۃ کی تقسیم کے معاملہ میں وفاقی حکومت کی غیر قانونی مداخلت کو مسترد کرنے کے فیصلہ کا خیر مقدم کرتے ہوئے اسے جراتمندانہ اقدام قرار دیا ہے اور کہا گیا ہے کہ وفاقی حکومت زکوٰۃ فنڈ کو پارٹی ورکروں کے حوالہ کرنے کی جو سازش کر رہی ہے اسے کسی صورت میں برداشت نہیں کیا جائے گا۔ ایک اور قرارداد میں بڑھتی ہوئی مہنگائی اور افراط زر میں اضافہ پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے اسے حکومت کی غلط پالیسیوں کا نتیجہ قرار دیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ اگر بجٹ میں مزید ٹیکسوں کے ذریعہ عوام پر مزید بوجھ ڈالنے کی کوشش کی گئی تو اس کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے گا" اجلاس میں ایک اور قرارداد کے ذریعہ ذرائع ابلاغ کے ذریعہ فحاشی عریانی اور مغربی تہذیب کے پرچار کی مذمت کرتے ہوئے اسے پاکستان کے نظریاتی تقاضوں کے منافی قرار دیا گیا ہے اور خبردار کیا گیا ہے کہ اگر فحاشی اور عریانی کے رجحانات کے فروغ کو روکا نہ گیا تو ان کے خلاف عوامی جدوجہد کی جائے گی۔ ایک اور قرارداد میں ملک کے تمام دینی حلقوں اور جماعتوں سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ ملک میں نظام اسلام کی بالادستی' عورت کی حکمرانی سے نجات اور لادینی نظریات اور قائدین کے مقابلہ کے لئے متحدہ علماء کونسل پاکستان کا ساتھ دیں۔ اجلاس سے کراچی میں افغان مجاہدین کے نمائندے حاجی علی جان اور ممتاز صحافی محمد صلاح الدین نے مہمان مقررین کی حیثیت سے خطاب کیا۔ حاجی علی جان نے جہاد افغانستان میں انصار بھائیوں اور علماء کرام کے تعاون کا شکریہ ادا کیا۔ اور کہا کہ علماء اگر فروعی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر متحد ہو جائیں تو ملک میں اسلامی نظام جلد قائم ہو سکتا ہے۔ اور امت مسلمہ بھی متحد ہو سکتی ہے۔ جناب صلاح الدین نے ملک کی تازہ ترین حکومت کی پالیسیوں اور علماء کے اتحاد کی ضرورت پر زور دیا۔

روزنامہ "جنگ" کراچی ۲۸ رمئی ۱۹۸۹ء

عورت کی سربراہی کو کسی صورت میں تسلیم نہیں کریں گے

فقہ حنفی نافذ کیا جائے ' بھارت کی بالادستی قبول کرلی گئی ہے ' جہاد افغانستان کے خلاف سازش کی جارہی ہے

پشاور میں متحدہ علماء کونسل کے جلسہ عام سے مقررین کا خطاب

روزنامہ "جنگ" راولپنڈی ۵ اگست ۱۹۸۹ء

پشاور (نمائندہ جنگ) جمعیت علماء اسلام اور متحدہ علماء کونسل پاکستان کے مرکزی سیکرٹری جنرل مولانا سمیع الحق نے اعلان کیا ہے کہ پاکستان کے غیور اور مذہبی جذبہ سے سرشار مسلمان عورت کی سربراہی کو کسی بھی صورت میں تسلیم نہیں کریں گے۔ لہٰذا پاکستان میں عورت کی سربراہی کے خلاف مسلمانوں نے جو جہاد شروع کر دیا ہے وہ بینظیر بھٹو کے اقتدار کے خاتمے تک جاری رہے گا اور اس مقصد کیلئے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کیا جائیگا۔ انہوں نے ان خیالات کا اظہار جمعہ کے روز جناح پارک پشاور میں ایک بہت بڑے جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ جلسہ عام سے قومی اسمبلی کے ممبر شیخ رشید ' مولانا زاہد الراشدی ' مولانا گوہر رحمان ' جمعیت اہل حدیث کے امیر میاں فضل حق ' صاحبزادہ فضل کریم ' مولانا غلام رسول راشدی ' مولانا امیر زمان شبیر احمد ' مولانا فدا الرحمٰن درخواستی ' مولانا عبدالمجید ' مولانا عبداللہ ' پیرزادہ امین آف مانکی شریف ' مولانا کبر جان ' سینیٹر قاضی عبداللطیف اور مولانا عبدالمالک نے بھی خطاب کیا۔ انہوں نے الزام لگایا کہ ذوالفقار علی بھٹو نے اپنے اقتدار کیلئے ادھر ہم ادھر تم کا نعرہ لگا کر ملک کو دو ٹکڑے کر دیا تھا جبکہ اس کی بیٹی بینظیر بھٹو بھی اب اپنے اقتدار کیلئے ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی سازش کر رہی ہیں۔ اور اس مقصد کیلئے پاکستان اور مسلمانوں کی ازلی دشمن ہندوستان کے وزیر اعظم راجیو گاندھی اور دوسری پاکستان دشمن قوتیں بھی حرکت میں آچکی ہیں۔ بھارت کو خوش کرنے کیلئے مسئلہ کشمیر اور سیاچن کو دبا دیا گیا ہے۔ جہاد افغانستان کے خلاف سازشیں کی جارہی ہیں انہوں نے کہا کہ افغانستان کی جنگ پاکستان اور پورے عالم اسلام کی جنگ ہے اور اگر افغان مجاہدین نے افغانستان کو فتح کر لیا تو ہم لال قلعہ دہلی پر اسلامی پرچم لہرا دیں گے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں فحاشی عریانی غنڈہ گردی اور بے حیائی فروغ پارہی ہے۔ اور ان تمام برائیوں کی جڑ عورت کی حکمرانی ہے۔ عالم اسلام کی تاریخ میں سقوط بیت المقدس ' سقوط بغداد اور سقوط بنگال سے بڑھ کر سب سے بڑا المیہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ سندھ سے پختونوں پنجابیوں اور مہاجروں کو نکالنے کیلئے وہاں پیپلز پارٹی کی نگرانی میں پنجابیوں اور پختونوں کا خون بہایا جارہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پیپلز پارٹی کی ایماء پر شیعہ مکتب فکر کا ایک مخصوص ٹولہ ملک میں شیعہ سنی فسادات پیدا کرنے کی سازش کر رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں سنی مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ لہٰذا پاکستان میں صرف اور صرف سنی شریعت نافذ ہوگی اور اگر پاکستان میں سنی شریعت کے علاوہ کوئی شریعت نافذ کی گئی تو 95 فیصد سنی اسے کسی بھی صورت میں تسلیم نہیں کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ بینظیر بھٹو نے راجیو گاندھی کی خاطر بھارت اور مسلمانوں کے ازلی دشمن ہندوؤں کی بالادستی قبول کر لی ہے لیکن پاکستان کے غیرت مند مسلمان بھارت اور ہندوؤں کی بالادستی کسی بھی صورت میں قبول نہیں کریں گے۔

متحدہ علماء کونسل کے جلسہ عام کی جھلکیاں

پشاور (نمائندہ جنگ) ☆ ... شدید بارش کے باوجود لوگ اطمینان سے تقریریں سنتے رہے۔

☆ ... اگرچہ جمعہ کے روز صبح ہی سے شدید گرمی اور حبس تھا لیکن جلسے کے وقت اچانک بادل چھا گئے اور نہایت ہی خوشگوار ہوائیں چلنے لگیں جس پر مولانا سمیع الحق نے کہا کہ عورت کی حکمرانی کے مخالف اسلام کے مجاہدوں کے لئے یہ خداوند کریم کی رحمت کا ایک تحفہ ہے۔ لہٰذا پیپلز پارٹی کو اس سے سبق سیکھ لینا چاہئے۔

قائد جمعیت مولانا سمیع الحق کا نام جب تقریر کے لئے پکارا گیا تو لوگوں نے کھڑے ہو کر ان کا والہانہ استقبال کیا اس موقع پر قائد جمعیت قائد حق سمیع الحق کے نعرے لگائے گئے۔

☆ ... اگرچہ جلسہ گاہ میں تالیاں بجانے پر پابندی تھی لیکن اس کے باوجود جب اسلامی جمہوری اتحاد کے راہنما شیخ رشید کا نام پکارا گیا تو جلسہ گاہ میں زبردست تالیوں اور نعروں سے گونج اٹھا۔

☆ ... شیخ رشید نے کہا کہ ملک کی تاریخ میں یہ پہلی مثال ہے کہ نصرت بھٹو ماں ہوتے ہوئے اپنی بیٹی کی ماتحت بنی ہوئی ہے۔

☆ ... جناح پارک کے چاروں طرف عورت کی حکمرانی نامنظور کے بڑے بڑے بینر لگائے گئے تھے۔

☆ ... شیخ رشید نے کہا کہ سرحد میں حکومت پیپلز پارٹی کی ہے لیکن وزیر آئی جے آئی کے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ سرحد میں جس تیزی سے وزیر بنائے جارہے ہیں [illegible] کیلئے ایک [illegible] کیلئے [illegible]

تمام برائیوں کی جڑ عورت کی حکمرانی ہے: مولانا سمیع الحق

روزنامہ "جنگ" کراچی ۵ رجون ۱۹۸۹ء

پشاور (نمائندہ جنگ) جمعیت العلماء اسلام اور متحدہ علماء کونسل پاکستان کے مرکزی سیکرٹری جنرل مولانا سمیع الحق نے اعلان کیا ہے کہ پاکستان کے غیور اور مذہبی جذبہ سے سرشار مسلمان عورت کی سربراہی کو کسی بھی صورت میں تسلیم نہیں کریں گے لہٰذا پاکستان میں عورت کی سربراہی کے خلاف مسلمانوں نے جو جہاد شروع کیا ہے وہ بے نظیر بھٹو کے اقتدار کے خاتمے تک جاری رہے گا اور اس مقصد کیلئے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کیا جائے گا انہوں نے ان خیالات کا اظہار جمعہ کے روز جناح پارک پشاور میں ایک بہت بڑے جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کیا جلسہ عام سے قومی اسمبلی کے ممبر شیخ رشید مولانا زاہد الراشدی مولانا گوہر رحمان جمعیت اہلحدیث کے امیر میاں فضل حق صاحبزادہ فضل کریم مولانا غلام رسول راشدی مولانا میر زمان شبیر احمد مولانا فداء الرحمن درخواستی مولانا عبدالمجید مولانا احمد اللہ جان مولانا محمد عبداللہ پیرزادہ نبی امین پیر آف مانکی شریف مولانا اکبر جان سینیٹر قاضی عبداللطیف اور مولانا عبدالمالک نے بھی خطاب کیا انہوں نے کہا کہ ذوالفقار علی بھٹو نے اپنے اقتدار کیلئے ادھر ہم اور ادھر تم کا نعرہ لگا کر ملک کو دو ٹکڑے کر دیا تھا جبکہ اس کی بیٹی بے نظیر بھٹو بھی اب اپنے اقتدار کیلئے ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی سازش کر رہی ہیں اور اس مقصد کیلئے پاکستان اور مسلمانوں کے ازلی دشمن بھارت کے وزیر اعظم راجیو گاندھی اور دوسری پاکستان دشمن قوتیں بھی حرکت میں آچکی ہیں بھارت کو خوش کرنے کے لئے مسئلہ کشمیر اور مسئلہ سیاچن کو دبا دیا گیا ہے جہاد افغانستان کے خلاف سازشیں کی جارہی ہیں انہوں نے کہا کہ ملک میں بے حیائی فروغ پا رہی ہے اور ان تمام برائیوں کی جڑ عورت کی حکمرانی ہے انہوں نے کہا کہ سندھ سے پختونوں، پنجابیوں اور مہاجروں کو نکالنے کے لئے وہاں پیپلز پارٹی کی حکمرانی میں ان کا خون بہایا جارہا ہے مولانا سمیع الحق نے کہا ہے کہ پیپلز پارٹی کی حکومت نے سیاسی مخالفین سے انتقام لینے کی پالیسی پر عمل شروع کر دیا ہے اسلامی جمہوری اتحاد کے رہنما اور دہشت گرد تنظیم الذوالفقار کو کچلنے والے مرد مجاہد ریٹائرڈ لیفٹیننٹ جنرل فضل حق کو قتل کے ایک جھوٹے مقدمہ میں ملوث کرکے اسے جیل میں بند کر دیا گیا ہے جبکہ اسلامی جمہوری اتحاد کے سربراہ میاں نواز شریف کو بھی قتل کے جھوٹے مقدمہ میں ملوث کرنے کی سازش کی جارہی ہے انہوں نے کہا کہ ہم عدالت عالیہ کے احترام کی وجہ سے خاموش ہیں ورنہ جیل کی سلاخیں اسلام کے مجاہدوں کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتیں حکومت کے لئے باوقار راستہ یہی ہے کہ سابق گورنر فضل حق کو رہا کر دیا جائے ورنہ اس کا ردعمل اتنا شدید ہوگا جس کے نتائج کی ذمہ داری پیپلز پارٹی کے حکمرانوں پر ہوگی انہوں نے کہا کہ فضل حق کے مقدمہ کو بھٹو کے مقدمہ سے نہ ملایا جائے کیونکہ بھٹو قاتل تھے جمعیت اہلحدیث کے رہنما میاں فضل حق نے کہا کہ اسلامی جمہوری اتحاد کے سربراہ میاں نواز شریف کو قتل کے مقدمہ میں ملوث کرنے کی سازش کیلئے جمعیت اہل حدیث سے دھتکارے ہوئے پیپلز پارٹی کے زر خرید بعض ایجنٹوں کی خدمات حاصل کرلی گئی ہیں اور یہ سب کچھ علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید کے اصل قاتلوں کو بچانے کیلئے کیا جارہا ہے اسلامی جمہوری اتحاد کے رہنما اور قومی اسمبلی کے ممبر شیخ رشید نے کہا کہ پاکستان کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ علماء حق جب بھی کسی حکومت کے خلاف میدان میں نکلے ہیں تو پھر وہ حکومت قائم نہیں رہ سکی یہی علماء حق تھے جنہوں نے بھٹو حکومت کو ختم کر دیا اور اب یہی علماء حق بے نظیر بھٹو کی حکومت کو ختم کرکے دم لیں گے انہوں نے کہا کہ پیپلز پارٹی اور پاکستان دونوں اکٹھے نہیں چل سکتے لہٰذا اگر پاکستان کو بچانا ہے تو پھر پیپلز پارٹی سے ہر صورت میں نجات حاصل کرنا ہوگی۔

مؤتمر المصنفین کی تازہ، عظیم اور شاہکار پیشکش

ایک نادر تحفہ —— ایک عظیم خوشخبری

کاروانِ آخرت

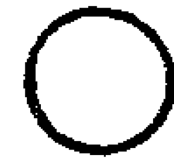
رشحاتِ قلم

مولانا سمیع الحق

مرتب

مولانا محمد ابراہیم فانی

مشاہیر علماء، مشائخ، سیاسی زعماء، عالمی سیاستدانوں، ادباء، شعراء اور اہم شخصیات کی وفات پر مدیر "الحق" مولانا سمیع الحق کے سحرنگار قلم سے تعزیتی تاثرات، شذرات اور تبصرے



صفحات ۴۴۸
سنہری ڈائی دار جلد
قیمت ۷۵ روپے۔ آج ہی طلب فرمائیے۔

مؤتمر المصنفین

دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک پشاور

پاکستان

مطبوعات مؤتمر المصنفین (۱)

اسلام
اور
عصرِ حاضر

عصر حاضر کی مادہ پرست تہذیب اور عالم اسلام پر اس کے فکری، تمدنی اور عملی اثرات کا جائزہ
علمی و دینی فتنوں تجدد و استشراق اور فرق باطلہ کا تعاقب، جدید دور کے سیاسی، معاشی، تمدنی، معاشرتی
اور آئینی مسائل میں علماء کا موقف، قانون، فتح و شکست و اسباب عروج و زوال الغرض موجودہ صدی
کے معرکہ حق و باطل میں اسلام کی بالادستی کی داستان۔

مولانا سمیع الحق

مؤتمر المصنفین
دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (پشاور)
پاکستان

سلسلۂ مطبوعات مؤتمر المصنفین (۳۵)

دفاع ابوھریرہ رضی اللہ عنہ

پیش لفظ : جناب مولانا سمیع الحق مدیر ماہنامہ "الحق"

تالیف : مولانا مفتی غلام الرحمن صاحب
استاذ حدیث دار العلوم حقانیہ

جس میں آپ کی سیرت و سوانح، اخلاص و للہیت، طہارت و تقویٰ، فضائل و فواضل، روایتِ حدیث میں مقام و مرتبہ، صفات و کمالات، علمی و تحقیقی کارنامے، اجتہاد و فقاہت، احیاء دین اور اشاعت کتاب و سنت کا جذبہ، ابوہریرہؓ کی فقاہت اور کثرتِ روایات پر روافض و منکرین حدیث اور مستشرقین کے تیس ۳۰ اعتراضات کا تجزیہ، علمی و تحقیقی جوابات کے علاوہ موضوع سے متعلق دیگر کئی اہم عنوانات پر جامع اور مستند مباحث شامل ہیں

مؤتمر المصنفین
دار العلوم حقانیہ ○ اکوڑہ خٹک
ضلع پشاور (پاکستان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی استاذ ورفیق موتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی

شاہکار تصانیف

جن میں

● قرآن وسنت کا ایک متحرک اور ہمہ گیر آفاقی پیغام ● احیاء اسلام وترویج سنت کی سمت ایک علمی و اخلاقی، مطالعاتی اور روحانی تحریک ● معاشرتی، ثقافتی، تاریخی اور فکری سطح پر اسلامی اقدار کی نشأۃ ثانیہ کے لیے ایک انقلابی جدوجہد ● ائمہ متبوعین بالخصوص امام اعظم ابوحنیفہؒ، علماء احنافؒ اور ان کی عظیم فقہی کاوشوں سے استفادہ اور ان کی پیروی میں تحقیقی اور اجتہادی فکر کا ارتقاء ● زندگی کے مختلف دائروں میں پیش آنے والے مسائل کو قرآن وسنت کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش ● امت مسلمہ میں یکجہتی اور تمام مکاتب فکر میں ہم آہنگی کے فروغ ● عصری مسائل ـــــ مختلف النوع موضوعات اور عہد جدید کے سیاسی، اقتصادی اور قانونی مسائل اسلام کے انقلاب آفرین اور فکر انگیز تعلیمات کو سلیس، جدید اور آسان اسلوب میں بیان کیا گیا ہے۔

ـــــ یہ ایک علمی اور مطالعاتی تحریک ہے جس کا اصل ہدف بھی یہی ہے کہ دعوت وتربیت اور فکر اسلامی کے نشر واشاعت کے کام کو مزید وسعت وقوت پہنچانے کی کوشش باقاعدہ مضبوط بنیادوں پر آگے بڑھائی جاتی رہے ـــــ امید ہے کہ آپ حضرات اس سلسلہ میں سرپرستی اور حلقۂ مطالعہ واستفادہ کو وسیع تر کرنے میں بھرپور کردار ادا کریں گے ـــــ ذیل میں حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ کی مطبوعہ تصنیفات کا اجمالی تعارف اور فہرست پیش خدمت ہے :-

حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذیؒ (جلد اول)

افادات: شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ ـــــ حدیث کی جلیل القدر کتاب جامع ترمذی کی مبسوط اور مدلل شرح، حضرت شیخ الحدیثؒ کی جامع ترمذی سے متعلق تقاریر وافادات درس

کا مجموعہ ۔ ضبط و ترتیب و تحشیہ : مولانا عبدالقیوم حقانی ــــــ بہترین ڈائی دار جلد

صفحات ۵۲۰ ــــ قیمت ۱۲۵/- روپے

صحبتے با اہل حق | شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے اُن ارشادات و ملفوظات کا مجموعہ جن میں عصر حاضر کے ذوق اور مزاج کے مطابق زندگی کی اصلاح کا پیغام، ایمان و یقین کی احسانی کیفیت پیدا کرنے کا وافر سامان اور حکایات و تمثیلات کے پیرائے میں تصوف اسلامی کا عطر اور علوم و معارف کا لُب لباب آگیا ہے ــــ مرتبہ : مولانا عبدالقیوم حقانی

بہترین ڈائی دار جلد ، صفحات ۴۰۸ ، قیمت ۷۵/- روپے

دفاعِ امام ابوحنیفہؒ | از مولانا عبدالقیوم حقانی ــــ امام اعظم ابوحنیفہؒ کی سیرت و سوانح، علمی و تحقیقی کارنامے، تدوین فقہ، قانونی کونسل کی سرگرمیاں، دلچسپ مناظرے، حجیت اجماع و قیاس پر اعتراضات کے جوابات، نظریہ انقلاب و سیاست، فقہ حنفی کی قانونی حیثیت و جامعیت اور تقلید و اجتہاد کے علاوہ قدیم و جدید اہم موضوعات پر سیر حاصل تبصرے ــــ ڈائی دار مضبوط جلد ، صفحات ۳۵۲ ، قیمت مجلد ۷۰/- روپے

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے حیرت انگیز واقعات | از مولانا عبدالقیوم حقانی ــــ اردو کی سب سے پہلی اور کامیاب کاوش ــــ فکر و نظر، علم و عمل، تاریخ و تذکرہ، اخلاص و للّٰہیت، طہارت و تقویٰ، سیاست و اجتماعیت، تبلیغ و اشاعت دین، تعلیم و تدریس غرض ہر جہت جامع نفع بخش، سنہری ڈائی دار مضبوط جلد ، صفحات ۲۷۲ ، قیمت ۵۶/- روپے

علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات (جلد دوم)
(امام ابویوسفؒ ــــ امام محمدؒ) | از مولانا عبدالقیوم حقانی
امام ابویوسفؒ و امام محمدؒ کی سیرت و سوانح، تعلیم و تربیت، خدا پرستی، شوق مطالعہ، تقویٰ و ریاضت، جوش جہاد، نادر تحقیقات، اسلامی ریاست کے خدوخال، عدل و انصاف کے ایمان افروز نمونے، بیباک فیصلے اور اصلاح و انقلابات کی گرانقدر مساعی پر مشتمل حیرت انگیز واقعات ــــ سنہری ڈائی دار مضبوط جلد

صفحات ۲۷۲ ، قیمت ۵۶/- روپے

ارباب علم و کمال اور پیشۂ رزق حلال | از مولانا عبدالقیوم حقانی ــــ اپنے موضوع پر اُردو زبان میں سب سے پہلی منفرد اور لاجواب شاہکار جو ماہنامہ الحق اور پاکستان کے دینی جرائد کے علاوہ مرکز علم دارالعلوم دیوبند کے ماہنامہ "دارالعلوم" میں بھی بالاقساط شائع ہوتی رہی۔ موچیوں، کسانوں، چرواہوں، صنعتکاروں، کاریگروں، تاجروں، درزیوں، دھوبیوں، قصابوں، روغن گروں،

حلوائیوں، صیقل گروں، ریشم سازوں، لوہاروں، بڑھیوں، لکڑہاروں اور مزدوروں کے طبقہ اور پیشوں سے تعلق رکھنے والے علماء، فضلاء، محدثین، مفسرین، مشائخ اور ائمہ اسلام کا تذکرہ و تعارف۔ مجلد خوبصورت ٹائٹل، صفحات ۲۴۲، قیمت۔/۵۶ روپے

امام اعظم ابو حنیفہؒ کا نظریۂ انقلاب و سیاست | از مولانا عبدالقیوم حقانی ۔۔۔ سیاست کا مفہوم و تشریح، امام اعظمؒ کا سیاسی مسلک و کردار، ہمہ گیر انقلابی تحریک اور نصب العین، سیاست میں شرافت کے اصول اور جبر و ظلم کے مقابلے میں استقامت و پامردی اور موجودہ دور میں سیاسی عمل کے راہنما اصول ۔۔۔ صفحات ۶۴، قیمت۔/۷ روپے

خطبات حقانی (جلد اول) | افادات، مولانا عبدالقیوم حقانی ۔۔۔ دین و شریعت، علم و عمل اور مختلف اہم عنوانات پر مولانا عبدالقیوم حقانی کے مؤثر خطبات اور ولولہ انگیز تقاریر کا مجموعہ۔ صفحات ۱۲۵، قیمت۔/۱۸ روپے

کتابت اور تدوین حدیث | از مولانا عبدالقیوم حقانی ۔۔۔ عہد رسالتؐ اور عہد صحابہؓ میں تحریری کام، کتابت حدیث کا اہتمام، کاتبین وحی، تدوین حدیث کی منظم اور باضابطہ کوششیں اور موضوع سے متعلق دیگر اہم عنوانات پر جامع اور مستند مباحث۔ صفحات ۴۸، قیمت۔/۶ روپے

عہد حاضر کا چیلنج اور امت مسلمہ کے فرائض | از مولانا عبدالقیوم حقانی ۔۔۔ دور حاضر کے اہم مسائل، مادیت و مغربیت کی یلغار، آزادئ نسواں کی تحریک اور عورتوں کے حقوق، مغرب کی لادین جمہوریت و سیاست، اسلام کا نظام قانون و اجتماعیت، حکمرانوں کے مظالم و چیرہ دستیاں، علماء حق کا انقلابی کردار، پاکستان کا سیاسی و آئینی بحران اور مستقبل، نظام تربیت و نصاب تعلیم، فرق باطلہ کا تعاقب اور سینکڑوں مسائل کی اسلامی نقطۂ نظر سے توضیح و تشریح، عہد حاضر کا چیلنج اور مسلمانوں کے فرائض۔ ایک انقلابی لائحہ عمل، تحلیل و تجزیہ، ایک جائزہ اور محاسبہ ۔۔۔ ۳۰۰ سے زائد صفحات پر مشتمل۔ (زیر طبع)

مرد مومن کا مقام اور ذمہ داریاں | از مولانا عبدالقیوم حقانی ۔۔۔ موجودہ دور میں مرد مومن کا مقام، انفرادی و اجتماعی ذمہ داریاں اور اس کا نظام، غلبۂ دین کے لیے جہاد و مساعی اور پیغام، بغرض فکر و عمل کے ہر میدان میں مخلصانہ جذبات اور صالحیت کے مؤثر محرکات کی دلنشین تشریح ۔۔۔ صفحات ۳۲، قیمت۔/۵ روپے

ساعتے با اولیاء | از مولانا عبدالقیوم حقانی ۔۔۔ جدید طرز کی ایک نئی اور اچھوتی تحریر، سلف صالحین اور اولیاء اللہ کی مجالس اور بارگاہ رشد و ہدایت میں روحانی اور علمی و مطالعاتی حاضری کی دلچسپ تقریب۔ امام غزالیؒ، ابن الجوزیؒ، مجدد الف ثانیؒ

امام ابن تیمیہ، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، علامہ انور شاہ کشمیریؒ، مولانا محمد الیاسؒ اور کئی در ے اولیاء کرامؒ سے کسب فیض اور استفادۂ علم کا قریب ترین اور آسان راستہ۔ صفحات قیمت (زیر طبع)

میری علمی اور مطالعاتی زندگی

جناب مدیر "الحق" حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے سوالنامہ کے جواب میں برصغیر پاک وہند کے اکابر علماء، محدثین، مشائخ، مصنفین، مشاہیر اور دینی و علمی زعماء کی گرانقدر اور دقیع علمی تحریریں، ایک نادر تاریخی شاہکار علم و مطالعہ اور عمر بھر کے تجربات کا نچوڑ، اسلام کے وسیع اور عظیم کتب خانہ میں نافع اور مفید کتابوں کی نشاندہی، علمی اور مطالعاتی زندگی میں سہل مختصر مگر نافع راستہ کی توضیح۔ علماء، طلباء، وکلاء اور علمی و مطالعاتی ذوق رکھنے والے تمام احباب کیلئے یکساں مفید۔

ترتیب و تعلیق مولانا عبد القیوم حقانی — صفحات قیمت (زیر طبع)

کشکولِ معرفت

علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے تلمیذ خاص الامام الکبیر شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے خلیفہ اجل معروف سکالر مشہور مصنف اور عظیم روحانی پیشوا حضرت العلامہ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی دامت برکاتہم (اٹک) کے گرانقدر اور دقیع مکاتیب کا مجموعہ، جو پانچ چھ سال سے مولانا عبد القیوم حقانی کے نام لکھے جاتے رہے اور جن میں شریعت و طریقت، علم و عمل، دین و دنیا کی فلاح، مشکلات میں نجات کی راہ، مختلف اوقات کے مسنون وظائف، علم کے تقاضے، عمل کی برکات، دسیوں مفید کتابوں کا تعارف اور زندگی کے مختلف میدانوں میں کامیابی کے راستوں کی نشاندہی کی گئی ہے، جنہیں مولانا عبد القیوم حقانی نے موزوں عنوانات، حسین ترتیب اور مفید تحشیہ کے ساتھ مرتب کرلیا ہے — تصوف و سلوک اور شریعت و طریقت کی جامعیت کا دلچسپ مرقع، لکھے پڑھے دوستوں کے لیے ایک نادر تحفہ۔ صفحات قیمت

علماء، اساتذۂ کرام اور طلبہ برادری سے خصوصی رعایت۔ مکمل سیٹ منگوانے پر ۳۳ فیصد رعایت۔ اور مستقل رکن بننے پر مذکورہ مطبوعہ کتب سمیت ہر نئی کتاب ارزاں قیمت پر بذریعہ ڈاک آپ کے ہاں پہنچ جایا کرے گی۔

یاد فرمائی کلبۃ — حافظ حبیب الرحمٰن کلاچوی، محمد قاسم حقانی — مؤتمر المصنفین (دار التصنیف) دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور